Presented By: https://jafrilibrary.com

چھ رُکنی شُوریٰ

اصول، عوامل اور نتائج

تألیف: شیخ نجم الدین طبسی

تحقیق: سید ابوالحسن احمدی فروشانی / حسن بلقان آبادی سبزواری

مترجم: سید ابوتراب علی نقوی (مظفرپوری)

Presented By: https://jafrilibrary.com

کتاب:	چھ رُکنی شوریٰ۔ اصول، عوامل اور نتائج
تالیف:	شیخ نجم الدین طبسی حفظہ اللہ تعالیٰ
ترجمہ:	سید ابو تراب علی نقوی مظفر پوری
ناشر:	الاتقان ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی
طبع اول:	۲۰۲۱ء
تعداد:	۵۰۰
قیمت:	

Presented By: https://jafrilibrary.com

انتساب

میں اپنی اس مختصر سی کاوش کو اپنے مرحوم والد سید علی امیر نقوی، اپنی والدہ محترمہ سیدہ صبیحہ بانو دامت برکاتہا کہ جن دونوں کی قربانیوں، دعاؤں اور بے پناہ مشقتوں کے بعد میں آج اس مقام پر پہنچا ہوں، اپنے بھائی سید صابر حسین نقوی زید عزہ کہ جو تمام مراحل میں میرا راہنما، میرا مونس اور مددگار رہا، اپنی بہن دامت برکاتہا جو میرے سخت مراحل کو آسان بنانے کے لیے ہمیشہ خدا کی بارگاہ میں دست بہ دعا رہی، اپنی شریک حیات دامت برکاتہا اور اپنی نور نظر سیدہ سکینہ اور سیدہ علویہ نقوی سے منسوب کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں اور اس ادنیٰ سی کوشش کے ذریعے خداوند متعال کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو بروز محشر ہمارے اور ہمارے گھر والوں کی کامیابی اور شفاعت کا وسیلہ بنائے اور ہم سب کو اہل بیتؑ کے روبرو سرخرو فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

گزارش والتماس

یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کا مقصد صرف اور صرف حقیقت سے آشنا کرانا اور تاریخ میں گزرے واقعات اور ان کے سنگین نتائج سے روشناس کرانا ہے۔ اس کتاب کا مقصد کسی بھی مذہب اور اس کے مقدسات کو نیچا دکھانا نہیں ہے، لہٰذا قارئین محترم سے گزارش ہے کہ بغیر کسی مذہبی تعصب کے اور صرف حقیقت سے آشنائی کی غرض سے اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

چونکہ یہ کتاب اس حقیر کی پہلی کوشش ہے لہٰذا میں اس حقیقت کا معترف ہوں کہ اس کتاب میں متنی اعتبار سے کافی کوتاہیاں اور غلطیاں رہ گئی ہوں گی، لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ میری ان غلطیوں سے مجھے آگاہ فرمائیں اور اس کتاب کے ثواب میں شریک ہو جائیں۔

میں نے تا حد امکان پوری کوشش کی ہے کہ اصل کتاب کے مطالب کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے انہیں بطور احسن اس کتاب کے اوراق میں قلم بند کر سکوں، لیکن پھر بھی اگر کہیں پر کوئی کمی رہ گئی ہو تو اسے معاف فرمائیں اور ان اشتباہات سے بندہ حقیر کو بھی آگاہ فرمائیں۔

خدا ہماری تمام کوششوں کو قبول فرمائے اور انہیں ظہور امام زمانؑ کی تعجیل میں اٹھنے والا ایک قدم قرار دے۔

آمین یا رب العالمین!

۔۔ فہرست ۔۔

دوسرا حصہ: اِشکالات وسوالات / ۹۷

Presented By: https://jafrilibrary.com

مقدمہ مؤلف

بسم اللہ الرحمان الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطاھرین سیما امام زماننا حجۃ اللہ فی الارضین مھدی آل محمد ﷺ

یہ حقیقت ہے کہ جس طرح تمام مذاہب اسلامی اور مذہب اہل بیتؑ میں اصول و فروع دین کے حوالے سے بہت سارے مشترک نکات پائے جاتے ہیں، اسی طرح دونوں کے درمیان مختلف نظریات بھی پائے جاتے ہیں۔ اور یہی مختلف نظریات ہی در حقیقت ایک مذہب کو دوسرے مذاہب سے جدا کرتے ہیں۔ امامت اور رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کی جانشینی کا مسئلہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اب اس بحث میں اصل سوال یہ ہے کہ امام کی تعیین کی ذمہ داری بندوں کے ہاتھ میں ہے یا خود خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے؟ یعنی امام کا انتخاب فقط خدا کا حق ہے یا اس میں بندے بھی شریک ہیں؟ مکتب اہل بیتؑ کے پیروکار اپنے اس عقیدے (انتخاب امامت خدا کی ذمہ داری ہے) پر قرآن کی محکم دلیلیں اور ڈھیروں روایتیں پیش کرتے ہیں کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات سے لے کر آج تک لوگوں کے سامنے بیان کیا گیا ہے اور ان دلیلوں کو کتابی شکل دے کر لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے، لیکن مکتب خلفا کے ماننے والے مسئلہ امامت اور اس کی تعیین کو بندوں کا حق مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ امام کی تعیین کے طریقوں میں اختلافات کا شکار ہو گئے۔ مکتب خلفا کے ماننے والوں کا کہنا ہے کہ امام کے انتخاب کے لیے درج طریقوں میں سے کوئی بھی ایک طریقہ اپنایا جا سکتا ہے:

ا۔ خلیفہ وہی منتخب ہو گا جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ یا منصب خلافت پر فائز خلیفہ یا اس کے جانشین کا بیان صراحتاً موجود ہو۔

۲۔ خلیفہ اجماع اور لوگوں کی رائے سے منتخب ہو گا۔

۳۔ خلیفہ شوریٰ کے ذریعے منتخب کیا جائے گا۔

۴۔ خلیفہ اہل حل و عقد کے توسط سے منتخب کیا جائے گا۔

۵۔ خلیفہ غلبہ اور زور زبردستی سے منتخب کیا جائے گا۔

تمام علمائے اہل سنت نے ان مذکورہ طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کو اپنایا ہے اور باقی خلفا کی خلافت کی مشروعیت پر کوئی نہ کوئی توجیہ پیش کی ہے، مثلاً بعض علمانے خلافت کے لیے نص کو دلیل بنایا ہے تو بعض نے اجماع کو۔ ماوردی، قاضی ایجی اور قرطبی جیسوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ایک یا دو لوگوں کی بیعت سے بھی خلیفہ کی خلافت ثابت ہو سکتی ہے۔[1] ابن عبد البر کہتے ہیں:

در اصل خلافت اور خلیفہ کی تعیین کسی ایک انسان کے نظریے کے مطابق تھی اور وہ ایک انسان خود خلیفہ دوم ہیں۔[2]

خلیفہ دوم نے اپنے بعد اپنا جانشین منتخب کرنے کے لیے ایک نیا طریقہ اپناتے ہوئے خلیفہ کے انتخاب کی ذمہ داری چھ لوگوں پر مشتمل ایک شوریٰ کے حوالے کر دی۔ حضرت عمر کا ایجاد کردہ یہ طریقہ ایسا تھا جس پر نہ کوئی عقلی دلیل تھی اور نہ ہی کوئی شرعی دلیل۔

شوریٰ کے ذریعے خلیفہ کے انتخاب کی یہ نئی بدعت حضرت عمر کی عطا کردہ ہے جسے آج انتخاب خلیفہ کے طریقوں میں سے ایک طریقہ شمار کیا گیا ہے جس پر یہ لوگ قرآنی اور شرعی دلیلیں بھی تھوپ دیتے ہیں۔

---

(۱) «فقالت طائفة لاتنعقد إلا بجمهور أهل العقد و الحل من كل بلد ليكون الرضاء به عاماً و التسليم لإمامته إجماعاً و هذا مذهب مدفوع ببيعته أبي بكر على الخلافة باختيار من حضرها و لم ينتظر ببيعته قدوم غائب عنها». الأحكام السلطانية: ص ٦ – ٧، الباب الأول في عقد الإمامة. «الثامنة: فإن عقدها واحد من أهل الحل و العقد فذلك ثابت و يلزم الغير فعله، خلافاً لبعض الناس حيث قال: لاتنعقد إلا بجماعة من أهل الحل و العقد و دليلنا أن عمر عقد البيعة لأبي بكر و لم ينكر أحد من الصحابة ذلك». الجامع لأحكام القرآن: ج ۱، ص ۲۰۵، ذیل تفسیر آیه ۳۰ از سوره بقره. «الخامس و هو عمدتهم أن العصمة و العلم بجميع مسائل الدين و عدم الكفر شرط و لايعلمها أهل البيعة و قد مرّ جوابهما و إذا ثبت حصول الإمامة بالاختيار و البيعة فاعلم أن ذلك لايفتقر إلى الإجماع إذ لم يقم عليه دليل من العقل أو السمع بل الواحد و الإثنان من أهل الحل و العقد كاف لعلمنا أن الصحابة مع صلابتهم في الدين اكتفوا بذلك كعقد عمر لأبي بكر و عقد عبدالرحمن بن عوف لعثمان». المواقف: ص ۵۹۰ – ۵۹۱، المقصد الثالث المتن فيما يقصد بالإمامة.

(۲) «و قد روي عن عمر أنه قال: لو كان سالم حيّاً ما جعلتها شورى. و ذلك بعد أن طعن فجعلها شورى و هذا عندي أنه كان يصدر فيها عن رأيه». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص ۱۳۶، شرح حال سالم بن معقل، ش ۸۸۶.

جہاں لوگوں کو اپنی رائے دینے اور اپنے نظریات پیش کرنے کا حق ہو وہاں پر ان کی رائے لینا اور ان کے نظریے کے مطابق کام کرنا ایک عقلی فیصلہ ہے جس کی اجازت خود شریعت نے بھی دی ہے۔ لیکن وہ موارد جہاں خود خدا اور اس کے رسولؐ نے لوگوں کو دخل اندازی سے منع فرمایا ہے پھر بھی وہاں اپنی رائے دینا اور اپنے نظریات تھوپنا کون سا عقلی فیصلہ ہے؟ جیسا کہ خداوند متعال نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرسوله أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرسوله فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا۔[1]

امر خلافت اور تعیین خلافت میں لوگوں کو کوئی حق ہی نہیں ہے کہ وہ اس امر میں اپنی رائے اور اپنا نظریہ پیش کریں۔ خداوند متعال قرآن مجید میں صراحۃً ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً۔[2]

اور انہی آیات میں سے یہ آیات بھی ہیں:

وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔[3]

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔[4]

خداوند عالم حضرت ابراہیمؑ اور حضرت داوؑد سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آپ کو خلیفہ منتخب کیا ہے۔

چھ افراد پر مشتمل شوریٰ کو شرعی ثابت کرنے کے لیے ممکن ہے ان دو آیتوں سے استفادہ کیا جائے:

۱۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔[5]

---

(۱) اور کسی مومن اور مومنہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملے میں فیصلہ کریں تو انہیں اپنے معاملے کا اختیار حاصل رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔ سورہ أحزاب (۳۳)، آیہ ۳۶.

(۲) سورہ بقرہ (۲)، آیۃ ۳۰۔

(۳) سورہ بقرہ(۲)، آیۃ ۱۲۴۔

(۴) سورہ ص(۳۸)، آیۃ ۲۶۔

(۵) اور معاملات میں ان سے مشورہ کر لیا کریں پھر جب آپ عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ سورہ آل عمران (۳)، آیہ ۱۵۹.

اگر کوئی شوریٰ کی مشروعیت ثابت کرنے کے لیے اس آیت کا سہارا لیتا ہے تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے:

پہلی بات: اس آیت سے مراد یہ نہیں ہے کہ انسان تمام امور میں مشورے سے کام لے، کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ خود تمام امور میں مسلمانوں سے مشورہ نہیں کیا کرتے تھے۔ لہٰذا مذکورہ آیت میں جہاں مشورہ لینے کی بات ہے اس سے مراد امور خلافت اور تعیین جانشینی نہیں ہے۔ چونکہ یہ بات تاریخ سے بھی ثابت نہیں ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے تعیین خلیفہ کے حوالے سے کبھی اپنے اصحاب سے مشورت کی ہو۔ آیت کے ماقبل اور مابعد کے قرینے سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے امور جنگ میں لوگوں سے مشورت کرنے کی بات کہی ہے۔

(الامر) میں جو یہ الف لام ہے وہ الف لام عہد ہے نہ کہ الف لام جنس۔ پس اس آیت میں مشورت سے مراد امور جنگ میں مشورت ہے اور اگر ہم اس کا جنگ کے علاوہ کسی مورد میں ترجمہ کریں تو پھر اس کے لیے دلیل درکار ہے۔

دوسری بات: اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ یہ آیت تمام موارد میں مشورت کو شرط بنا رہی ہے اور ساتھ ہی وجوب مشورت پر بھی دلالت کر رہی ہے، تب بھی اس آیت سے مشورت قبول کرنے کے وجوب کو ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ پر بالکل بھی لازم نہیں ہے کہ وہ ان کی رائے کے مطابق ہی کوئی عمل انجام دیں۔ اگرچہ لوگوں کو اپنی رائے اور اپنا نظریہ پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔ پس نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ پر لازم ہے کہ وہ اپنا فیصلہ خود کریں۔ ان پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی رائے کے مطابق اعمال انجام دیں۔

بہر حال اس آیت کا آخری حصہ بھی اسی گزشتہ بات پر دلالت کرتا ہے۔(فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى) میں (عَزَمْتَ) چونکہ مفرد کا صیغہ ہے لہٰذا اس کا معنی یہ ہے کہ اے پیغمبر ﷺ! آپ جب فیصلہ لے لیں تو بس خدا پر توکل کریں۔

تیسری بات: یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سارے اختلافات کے ظہور اور اصحاب کی طرف سے پیغمبر اکرم ﷺ کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے پیغمبر اکرم ﷺ ان سے رائے نہیں لیتے تھے۔ گویا پیغمبر اکرم ﷺ کا ان حضرات سے مشورہ کرنا ہی حرام ہو چکا تھا۔ لہٰذا اصحاب کے لیے کوئی جگہ ہی نہیں بچی تھی کہ وہ پیغمبر اکرم ﷺ کو اپنی رائے دیں اور نہ ہی پیغمبر اکرم ﷺ پر لازم تھا کہ وہ ان کی رائے کو مانیں، لیکن پھر بھی خدا نے اس غلط فہمی کو

دور کرتے ہوئے اپنے رسولؐ سے ارشاد فرمایا: اے پیغمبرؐ! آپ پھر بھی ان سے مشورت کرتے رہیں۔ اصولیوں کی اصطلاح کے مطابق حرمت و منع کے توہم کے بعد کسی کو اس کام کا حکم دینا یہ اس کام کے جواز پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا جب جواز پر دلالت کرتا ہے تو پھر مشورت کے لزوم کی تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔

نتیجہ: یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ حاکم اپنی رعیت سے مشورت کرتا رہے نہ یہ کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد لوگ تعیین خلافت کے لیے آپس میں مشورت کرتے رہیں۔ کسی بھی جہت سے آیت کے ذریعے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ لوگ شوریٰ کے ذریعے اپنے خلیفہ کا انتخاب کر لیں۔[1]

۲۔ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔[2]

اگر کوئی شوریٰ کی مشروعیت کو ثابت کرنے کے لیے اس آیت کا سہارا لیتا ہے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے:

اوّلاً: یہ آیت ایک اخلاقی اور تربیتی امر پر دلالت کرتی ہے لہٰذا اگر اس آیت کے خلاف بھی کوئی کام کیا جائے تو وہ کام حرام شمار نہیں ہو گا۔ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسان اگر مشورت کا پابند نہ ہو تو ممکن ہے وہ مشکلات سے دوچار ہو جائے۔ اس صورت میں ان مشکلات کا ذمہ دار وہ خود ہی ہو گا۔

ثانیاً: مشورت سے مربوط جو بھی آیات اور روایات موجود ہیں وہ ان افعال سے مربوط ہیں جن کا انجام دینا یا ترک کرنا اس مشورہ کرنے والے کے لیے جائز ہو، جبکہ وہ احکام جو خدا کی طرف سے ثابت ہیں ان امور میں تو مشورت کی کوئی راہ ہی نہیں ہے۔ ان احکام کو تو حتماً بجالانا ہے یا حتماً ترک کرنا ہے۔ اگر اس آیت کو ہم تمام امور پر منطبق کریں تو پھر ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ احکام الٰہی میں بھی لوگوں کے نظریات کی بنا پر تغیر و تبدل کی جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں موجود یہ لفظ (وَأَمْرُهُمْ) ان امور کے لیے ہیں جن میں فیصلہ خود لوگوں کو لینا ہے۔ اس لفظ کا خلافت، حکومت، سیاست اور احکام الٰہی جیسے امور سے کوئی رابطہ ہی نہیں ہے، کیونکہ اس کے متعلق خود شریعت نے اپنا نظریہ بیان کر دیا ہے، جیسا کہ خود خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرسوله أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرسوله فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا۔ اس آیت کے مطابق امور خلافت میں نہ ہی شوریٰ اور نہ ہی ان کی کسی رائے کی کوئی جگہ ہے۔

---

(۱) كتاب الأمثل في تفسير كتاب الله المنزل: ج ۲، ص ۴۷۴ - ۴۸۲، ذیل تفسیر آیہ ۱۵۹ سورہ آل عمران و الصحيح من سيرة الإمام علي: ج ۱۵، ص ۳۵ - ۳۶، الفصل الأول: الشورى العمرية حدث و نص، کی طرف مراجعہ کیا جائے۔

(۲) سورہ شوری (۴۲)، آیہ ۳۸۔

معاصر محققین میں سے کسی ایک نے بڑی ہی دلچسپ بات کہی ہے، وہ کہتے ہیں:

میں نے علیؑ کو کبھی کسی ایسی محفل میں نہیں پایا جس میں پیغمبر اکرمؐ پر اعتراضات کیے جا رہے ہوں یا پھر انہیں رائے دی جا رہی ہو۔ حتیٰ کہ ان جگہوں پر بھی جہاں خود پیغمبر اکرمؐ لوگوں سے رائے لے رہے تھے، میں نے وہاں بھی علیؑ کو نہیں پایا۔ علیؑ پیغمبر اکرمؐ کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہمیشہ پیغمبر اکرمؐ سے راضی رہتے تھے۔[1]

چوتھی صدی سے لے کر آج تک شوریٰ کے حوالے سے بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں شوریٰ پر اعتراضات و اشکالات، ایراد و نقد وارد کیے گئے ہیں اور ان علما نے اس شوریٰ کو سقیفہ کا دوسرا رخ اور اہل بیتؑ کو خلافت اور معاشرے میں سیاست سے دور رکھنے کی سوچی سمجھی سازش مانا ہے۔

آقا بزرگ طہرانیؒ فرماتے ہیں:

"قدیم علما کے نزدیک یہ بحث شوریٰ اتنی زیادہ اہمیت کی حامل تھی کہ علما نے مستقل ایک کتاب اس بحث پر تالیف کی ہے اور اس کتاب کا نام "کتاب الشوریٰ" رکھا۔[2]

شوریٰ کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اس موضوع پر فریقین کی طرف سے لکھی گئی کچھ کتابوں کا تعارف پیش کرتے ہیں:

۱۔ کتاب الشوری، مصنف: احمد بن محمد بن سعید معروف بہ ابن عقدۃ زیدی جارودی، م ۳۳۳ھ۔[3]

۲۔ کتاب الشوری، مصنف: ابو عمر زاہد محمد بن عبد الواحد مطرز ابیوردی لغوی، م ۳۴۵ھ۔[4]

---

(۱) و اللافت: أننا لانجد لعلي عليه السلام أي حضور في مواقع الاعتراض أو الاقتراح على رسول اللّٰه ﷺ و لم يشارك في أي من الموارد التي استشار النبيﷺ فيها أصحابه، لأنه كان دائماً في موقع التابع الذي ليس لديه إلا التسليم له و الرضا بما يرضاه صلوات اللّٰه وسلامه عليهما». الصحيح من سيرة الإمام علي: ج ۱۵، ص ۴۰، الفصل الأول: الشورى العمرية حدث و نص.

(۲) كتاب حديث الشورى، لعمرو بن ميمون أبى المقدام، يرويه عن جابر الجعفي عن أبي جعفر و يرويه الشيخ في الفهرست عنه باسناده إليه. أقول: انه كانت أهمية لحديث الشورى عند القدماء فألفوا فيه كتبا مستقلة يعبر عن كل منها بكتاب الشورى فنذكرها كذلك في حرف الشين تبعا لتعبيراتهم مثل كتاب الشورى لإبراهيم الثقفي و كتاب الشورى لابن عقدة و كتاب الشورى لأبي عمرو الزاهد و كتاب الشورى لأبي مخنف و كتاب الشورى للشيخ الصدوق وغير ذلك». الذريعة إلى تصانيف الشيعة: ج ٦، ص ٣٧٧، حرف حاء، ش ٢٣٧١.

(۳) الذريعة إلى تصانيف الشيعة: ج ۱۴، ص ۲۴۵، حرف شين، ش ۲۳۹۹.

(۴) الذريعة إلى تصانيف الشيعة: ج ۱۴، ص ۲۴۶، حرف شين، ش ۲۴۰۰.

۳۔ کتاب الشوری، مصنف: شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسی ابن بابویہ قمی، م ۳۸۱ھ.[۱]

۴۔ کتاب الشوری، مصنف: فاضل معاصر سید محمد مہدی فرزند برومند علامہ سید حسن خرسان موسوی نجفی متولد سال ۱۳۴۷ھ.[۲]

۵۔ کتاب الشوری، مصنف: ابو مخنف لوط بن سعید بن مخنف کوفی.[۳]

۶۔ کتاب الشوری، مصنف: ابراہیم بن محمد بن سعید بن ہلال ثقفی.[۴]

۷۔ کتاب حدیث الشوری، مصنف: عمرو بن میمون ابو مقدام.[۵]

۸۔ کتاب قول علی فی الشوری، مصنف: ابو احمد جلودی.[۶]

۹۔ الرد علی العتیقی فی الشوری، مصنف: شیخ مفید ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان، م ۴۱۳ھ.[۷]

۱۰۔ مؤتمر الشوری، مصنف: شیخ باقر قرشی.

۱۱۔ الشوری فی الإمامة. مصنف: سید علی میلانی.

ممکن ہے ان کتابوں کے علاوہ اور بھی دیگر کتابیں موجود ہوں جن کے متعلق ہمیں علم نہ ہو۔

یہ کتاب علم کلام کے دروس خارج کا ماحصل ہے جو مدرسہ آیۃ اللہ گلپایگانی میں کئی سال تک جاری رہا جس میں خلیفہ دوم کی تعیین کردہ چھ لوگوں کی شوریٰ کی بنیادوں کو کھنگالا گیا اور امت مسلمہ اور عوام پر ہونے والے اس کے اثرات ونقصانات کو بیان کیا گیا۔

اس کتاب میں بحث سوالات کے ذریعے کی جائے گی جو حضرت عمر سے پوچھے جائیں گے۔ حضرت عمر نے جبکہ خود اپنی تقریروں اور اپنے بیانات میں بارہا اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اگر کبھی میں غلط راستے پر چل پڑوں تو آپ لوگ مجھے میرے غلطیوں سے آگاہ فرمائیں، اور جبکہ بعض خلفانے تو حضرت کے اس فرمان پر عمل

---

(۱) گزشتہ حوالہ، ص ۲۴۶، حرف شین، ش ۲۴۰۱.

(۲) گزشتہ حوالہ، ص ۲۴۶، حرف شین، ش ۲۴۰۲.

(۳) گزشتہ حوالہ، ص ۲۴۶، حرف شین، ش ۲۴۰۳.

(۴) الأعلام: ج ۱، ص ٦٠، شرح حال إبراهيم بن محمد الثقفي.

(۵) الذريعة إلى تصانيف الشيعة: ج ٦، ص ٣٧٧، حرف حاء، ش ٢٣٧١.

(۶) گزشتہ حوالہ، ج ۱۷، ص ۲۱۲، حرف قاف، ش ۱۱۴۴.

(۷) گزشتہ حوالہ، ج ۱۰، ص ۲۱۱، حرف راء، ش ۵۷۹.

بھی کیا اور کہا کہ اگر ہم نے تم کو غلط پایا تو ہم اپنی تلواروں کے ذریعے تمہاری اصلاح ضرور کریں گے اور حضرت عمر نے بھی سماج میں بسنے والے ایسے لوگوں سے رضایت کا اظہار کیا ہے اور خدا کا شکر ادا کیا ہے۔

حضرت عمر کی اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے بھی یہی چاہا ہے کہ انہیں ان کے انحرافات اور اشتباہات سے آگاہ کرائیں۔ اور لوگوں سے ہماری امید بھی یہی ہے کہ لوگ حضرت عمر سے کیے گئے ہمارے ان سوالات کو تعصب اور توہین کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔[۱]

اور آخر میں اپنے آپ پر لازم جانتا ہوں کہ اپنے بہترین محقق، پیارے اور عزیز بیٹے سید ابو الحسن احمدی فروشانی کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے اصل متون کی طرف مراجعہ فرمایا اور بحث کو مکمل کیا۔ ہم خدا کی بارگاہ میں ان کے لیے اور جناب حجۃ الاسلام حسن بالقان آبادی سبزواری اور محمد مہدی لطفی کے لیے دست بہ دعا ہیں کہ خدا ان کی توفیقات میں اور اضافہ فرمائے اور انہیں صحت و سلامتی اور ترقی عطا فرمائے۔

خداوند متعال ان تمام لوگوں کی توفیقات میں اضافہ فرمائے جو سیرت محمدی ﷺ کو زندہ کرنے میں اور اصل اسلام اور تعلیماتِ اہل بیتؑ کو لوگوں تک پہنچانے میں کوشاں ہیں۔

انه سميع مجيب

نجم الدین طبسی

قم مقدس ۹۷/۵/۲۰

۲۸/ذی القعدہ/۱۴۳۹

بروز شہادت امام جواد

---

(۱) إن عمر قال يوما في مجلس و حوله المهاجرون و الأنصار: أرأيتم لو ترخصت في بعض الأمر ما كنتم فاعلين؟ فسكتوا فعاد مرتين أو ثلاثا. قال بشير بن سعد: لو فعلت قومناك تقويم القدح! قال عمر: أنتم إذا أنتم». التاريخ الكبير: ج ۲، ص ۹۸، باب السين، شرح حال بشير بن سعد، ش ۱۸۲۵. «عن موسى بن أبي عيسى قال: أتى عمر مشربة بني حارثة، فوجد محمد بن مسلمة فقال: يا محمد! كيف تراني؟ قال: أراك كما أحب و كما يحب من يحب لك الخير، قويا على جمع المال، عفيفا عنه، عدلا في قسمه و لو ملت عدلناك كما يعدل السهم في الثقات. قال: الحمد لله الذي جعلني في قوم إذا ملت عدلوني». سير أعلام النبلاء: ج ۲، ص ۳۷۲، شرح حال محمد بن مسلمه، ش ۷۷. «قال المسلم الأول لعمر بن الخطاب: لو وجدنا فيك إعوجاجا لقومناه بسيوفنا». صلح الحسن: ص ۲۲۱، سرّ الموقف، الشهادة في الله.

پہلا حصہ

قدم بہ قدم شوریٰ کے ساتھ

اس حصے میں ہم تاریخ اور عمر کے آخری دورِ حکومت کے سلسلے میں بحث کریں گے کہ شوریٰ کیسے تشکیل پایا اور عثمان کیسے مسند خلافت پر تخت نشین ہوئے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ شوریٰ کا اصل مقصد کیا تھا اور اس کے منعقد کرنے کی اصل وجہ کیا تھی؟ کیا خلیفہ دوم نے اسلام اور مسلمانوں کے اتحاد کو باقی رکھنے کے لیے شوریٰ قائم کی تھی؟ اور کیا وہ خود بھی شوریٰ پر عقیدہ رکھتے تھے؟

جانشین منتخب کرنے کے سلسلے میں حضرت عمر کا نظریہ

خلیفہ دوم پر حملہ ہونے کے بعد جب انہیں گھر لایا گیا تب خلیفہ کو یہ احساس ہو چکا تھا کہ وہ اب زندہ نہیں بچ پائیں گے۔ عمر ابتدا میں یہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی کو اپنا خلیفہ معین کریں حتی کہ ایک مرتبہ انہوں نے ابن عباس سے صراحتاً بیان بھی کیا: "میں اپنے بعد کسی کو اپنا خلیفہ معین نہیں کروں گا۔[1] امر خلافت کو نہ تو اپنی زندگی میں اور نہ ہی مرنے کے بعد اپنے ذمے لوں گا!"[2]

خلیفہ کی یہ بات لوگوں کو حیران کر دینے والی تھی۔ اسی لیے جب لوگ گروہ در گروہ خلیفہ کی عیادت کے لیے آتے تھے تو سب یک زبان ہو کر عمر سے کہتے تھے: "اے عمر ہمارے لیے خلیفہ معین کرو!"[3] مہاجرین نے بھی عمر کے پاس جا کر خلیفہ معین کرنے کو کہا۔[4] خلیفہ دوم کے نزدیکی افراد جیسے عبد اللہ ابن عمر، عائشہ اور حفصہ نے بھی عمر پر خلیفہ معین نہ کرنے پر اعتراض کیا اور عمر سے بات چیت کی تا کہ انہیں اپنے بعد کسی کو خلیفہ معین کرنے پر

---

(١) « خطبنا ابن عباس فقال: أنا أوّل من دخل على عمر حين طعن، فقال لي: يابن عباس احفظ عني ثلاثاً: إنّي لم أستخلف على الناس خليفة، و لم أقض في الكلالة قضاء، و كل مملوك لي عتيق». تاريخ المدينة المنورة: ج ٣، ص ٩٢٣، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى; الطبقات الكبرى: ج ٣، ص ٣٤٢، ذكر استخلاف عمر و أنساب الأشراف: ج ١٠، ص ٤٢١، مصرع عمر.

(٢) «عن عبدالله بن عمر قال: قيل لعمر: ألا تستخلف؟ قال: إن أستخلف فقد استخلف من هو خيرٌ منّي أبوبكر و إن أترك فقد ترك من هو خيرٌ منيّ رسول الله ﷺ. فأثنوا عليه، فقال: راغبٌ و راهبٌ، وددت أنّي نجوت منها كفافا لا لي و لا عليّ، لا أتحمّلها حيّا و ميّتا». صحيح البخاري: ص ١٤٥٩، كتاب الأحكام، باب الاستخلاف، ح ٧٢١٨.

(٣) «و استأذن الرجال، فولجت داخلاً لهم، فسمعنا بكاءها من الداخل، فقالوا: أوص يا أميرالمؤمنين! استخلف». صحيح البخاري: ص ٧٥٢، كتاب فضائل أصحاب النبي٦، باب قصة البيعة و الاتفاق على عثمان بن عفان، ح ٣٧٠٠ و أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ٤، ص ١٦٤، شرح حال عمر، مقتله، ش ٣٨٣٠.

(٤) «قال: ثم إن المهاجرين دخلوا على عمر و هو في البيت من جراحه تلك، فقالوا: يا أميرالمؤمنين! استخلف علينا». الإمامة و السياسة: ج ١، ص ٢٣، تولية عمر بن الخطاب الستة الشورى و عهدهم إليهم.

راضی کر سکیں، حتیٰ عمر کے غلام اسلم ابن عمر نے بھی عمر پر اعتراض کیا: "آخر کیوں ابو بکر کی طرح تم بھی کسی کو اپنا جانشین منتخب نہیں کر لیتے؟" چونکہ عمر کو ان غلام نے نصیحت کی تھی لہٰذا وہ اس بات سے ناراض ہو گئے۔[1]

مسلم نیشاپوری لکھتے ہیں:

حفصہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ وہ عمر سے اپنے بعد جانشین معین کرنے کے حوالے سے بات کرے۔ عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں: میں حفصہ کے پاس گیا تو حفصہ نے مجھ سے کہا: "کیا تمہیں پتا ہے تمہارے والد نے کسی کو اپنے بعد اپنا جانشین منتخب نہیں کیا ہے؟" میں نے تعجب سے کہا: "وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے۔" حفصہ نے کہا: "وہ اس کام (جانشین منتخب نہ کرنے) کا ارادہ کر چکے ہیں۔" تب میں نے قسم کھائی کہ اپنے والد سے اس بارے میں بات ضرور کروں گا۔ جیسے ہی صبح نمودار ہوئی تو میں اپنے والد کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے حالات کے بارے میں مجھ سے سوال کیا۔ میں نے انہیں مسلمانوں کے حالات سے آگاہ کیا۔ پھر میں نے ان سے کہا: "میں نے سنا ہے کہ لوگ آپس میں کچھ باتیں کر رہے ہیں، میں آپ کی خدمت میں ان باتوں کو ذکر کرنا چاہتا ہوں! لوگ یہ گمان کر رہے ہیں کہ آپ اپنے بعد اپنا جانشین معین نہیں کرنا چاہتے ہیں؟ اگر آپ چند بھیڑ بکریاں یا اونٹ ایک چرواہے کے حوالے کر دیں اور پھر وہ چرواہا ان بھیڑ بکریوں یا اونٹ کے گلوں کو کسی بیابان میں چھوڑ کر آپ کے پاس آئے تو آپ سمجھ جائیں گے کہ اس نے آپ کے جانوروں کو غائب اور ضائع کر دیا ہے۔ پس مسلمانوں کی رہبری اور ان کی حفاظت اس چرواہے سے زیادہ سنگین اور شدید ذمہ داری کا کام ہے۔ (اگر آپ نے اس امت مسلمہ کے لیے کسی کو اپنا خلیفہ یا جانشین معین نہیں کیا تو جس طرح بنا چرواہے کے گلہ ضائع اور برباد ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح بنا خلیفہ کے یہ امت اسلامی برباد اور ضائع ہو جائے گی)۔"

عمر نے میری گفتگو کی تائید کی اور پھر چند لمحہ فکر کے بعد مجھ سے گویا ہوئے: "خداوند متعال اپنے دین کا محافظ ہے۔ اگر میں نے کسی کو اپنے بعد اپنا جانشین معین نہیں کیا تو گویا میں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر عمل کیا اور اگر کسی کو اپنا جانشین معین کروں تو گویا میں نے ابو بکر کی سیرت پر عمل کیا۔"

---

(۱) «حدثنا أحمد بن عيسى، قال: حدثنا ضمام بن إسماعيل، قال: حدثني العلاء بن كثير عن بعض أهل المدينة أن أسلم مولى عمر قال لعمر حين وقف لم يول أحداً بعده: يا أميرالمؤمنين! ما يمنعك أن تصنع كما صنع أبوبكر؟ قال: ويحك يا أسلم! أرأيت لو كنت غلاما يشانئك غلمان مثلك حتى بلغتم السن أما كان بعضكم يعرف بعضا؟ قال: قلت: بلى و هؤلاء نشأنا جميعا و لأعرف مكان أحد خصه بهذا الأمر. ثم قال: إني جاعلها في قوم كان رسول الله ﷺ يحبهم». تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۸۸۵ - ۸۸۶، القسم الثاني، أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

میں نے اپنے والد کے بیان سے سمجھ لیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر عمل کریں گے اور کسی کو اپنا جانشین معین نہیں کریں گے۔[۱]

ایک دوسری روایت کے مطابق عبد اللہ ابن عمر نے اپنے والد یعنی خلیفہ دوم سے کہا: "کاش! آپ اپنے بعد اپنے جانشین کا انتخاب کر لیتے!"

عمر نے پوچھا: "بتاؤ کسے منتخب کروں؟"

میں نے کہا: "تلاش کریں، کوئی مل جائے گا۔ اگر آپ کبھی اپنے کسی ملازم یا اپنی زمین کے سرپرست کو کہیں بھیجیں تو جب تک جانے والا ملازم یا سرپرست اپنی جگہ واپس نہ آجائے، کیا آپ کسی دوسرے کو اس کی جگہ معین نہیں کریں گے؟"

عمر نے کہا: "ہاں! بالکل معین کروں گا۔"

میں نے کہا: "اگر آپ کا چرواہا کہیں چلا جائے تو کیا وہ چرواہا اپنے واپس آنے تک کسی اور کو اپنی جگہ معین نہیں کرے گا؟"

عمر نے میری بات کی تائید کی۔[۲]

ابن قتیبہ نے عائشہ کی نصیحت کو جو انہوں نے عمر کو کی تھی، اس طرح نقل کیا ہے:

---

(۱) «عن ابن عمر قال: دخلت على حفصة، فقالت: أعلمت أنّ أباك غير مستخلف؟ قال: قلت: ما كان ليفعل. قالت: إنّه فاعل. قال: فحلفت أنّى أكلّمه في ذلك، فسكت، حتى غدوت و لم أكلّمه. قال: فكنت كأنما أحمل بيميني جبلاً حتى رجعت فدخلت عليه، فسألني عن حال الناس و أنا أخبره. قال: ثمّ قلت له: أنّي سمعت الناس يقولون مقالةً فآليت أن أقولها لك، زعموا أنك غير مستخلف و أنه لو كان لك راعي إبلٍ أو راعي غنمٍ ثمّ جاءك و تركها رأيت أن قد ضيّع، فرعاية الناس أشدّ. قال: فوافقه قولي، فوضع رأسه ساعةً ثمّ رفعه إليّ، فقال: إنّ اللّٰه عزوجل يحفظ دينه و إنّى لئن لا أستخلف فإنّ رسول اللّٰه ﷺ لم يستخلف و إن أستخلف فإنّ أبابكر قد استخلف. قال: فواللّٰه، ما هو إلّا أن ذكر رسول اللّٰه ﷺ و أبابكر، فعلمت أنّه لم يكن ليعدل برسول اللّٰه ﷺ أحداً و أنّه غير مستخلفٍ». صحيح مسلم: ص ۸۷۰، كتاب الإمارة، باب الاستخلاف و تركه، ح ۴۶۹۱؛ و المصنف: ج ۵، ص ۴۴۸، كتاب المغازي، قول عمر في أهل الشورى، ح ۹۷۶۳.

(۲) «أن ابن عمر قال لعمر بن الخطاب: لو استخلفت. قال: من؟ قال: تجتهد فإنّك لست لهم بربّ تجتهد، أرأيت لو أنّك بعثت إلى قيّم أرضك ألم تكن تحبّ أن يستخلف مكانه حتى يرجع إلى الأرض؟ قال: بلى. قال: أرأيت لو بعثت إلى راعي غنمك ألم تكن تحب أن يستخلف رجلاً حتى يرجع؟ قال حماد: فسمعت رجلاً يحدث أيوب أنّه قال: إن أستخلف فقد استخلف من هو خير مني و إن أترك فقد ترك من هو خير مني. فلمّا عرض بهذا ظننت أنه ليس بمستخلف». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۴۳، ذكر استخلاف عمر.

جب عمر نے یہ احساس کر لیا کہ اب وہ زندہ نہیں رہ پائیں گے تو انہوں نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا:

"عائشہ کے پاس جاؤ اور ان سے اجازت لو کہ کیا میں پیغمبر اکرم ﷺ اور ابو بکر کے کنارے دفن ہو جاؤں؟"

عبد اللہ عائشہ کے پاس آئے اور عائشہ سے اجازت طلب کی۔ عائشہ نے اس سے کہا: "بابا کو میرا اسلام کہو اور ان سے کہو کہ محمد ﷺ کی امت کو بغیر کسی چرواہے اور محافظ کے نہ چھوڑیں۔ کسی کو بعنوان خلیفہ منتخب کریں اور مسلمانوں کو سرگرداں اور متحیر نہ چھوڑیں کیونکہ میں امت پر آنے والے فتنے سے ڈرتی ہوں۔"

عبد اللہ عمر کے پاس واپس آئے اور انہیں عائشہ کی نصیحت سے آگاہ کیا۔(۱)

بڑے تعجب کی بات ہے! کیا عائشہ اس گھر کی مالکہ تھیں جو عمر نے ان سے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت مانگی؟ کیا ابو بکر نے یہ بات نہیں کہی تھی کہ پیغمبر اکرمؐ کوئی میراث نہیں چھوڑتے، بلکہ جو کچھ وہ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے؟

حتیٰ کہ معاویہ بھی ان تمام مطالب سے آگاہ تھا۔ جب وہ اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لینا چاہ رہا تھا، تب اس نے عبد اللہ ابن عمر سے کہا: "میں اپنے بعد امت محمدی کو بھیڑ بکریوں کی طرح بنا کسی چرواہے کے چھوڑنے سے ڈرتا ہوں۔"(۲)

منصب خلافت کے امیدوار اور ان کے متعلق عمر کی رائے

خلیفہ دوم نے اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ لوگ خلیفہ کو منتخب کرنے کے حوالے سے کیا سوچتے اور کیا توقع رکھتے ہیں اور ان نصیحتوں کے مد نظر جو خلیفہ دوم کو ان کے نزدیکی افراد نے کی تھیں، انہوں نے یہ ارادہ کر لیا کہ اب وہ کسی کو بعنوان خلیفہ منتخب کریں گے، لہٰذا وہ اپنے من پسند افراد کے تلاش میں لگ گئے کہ انہی میں سے کسی کو بعنوان خلیفہ معین کریں۔ اس سلسلے میں اگر عمر کو کوئی کسی دوسرے فرد کے بارے

---

(۱) «فلمّا أحس بالموت قال لابنه: اذهب إلى عائشة و أقرئها مني السلام و استأذنها أن أقبر في بيتها مع رسول اللهﷺ و مع أبي بكر. فأتاها عبدالله بن عمر، فأعلمها، فقالت: نعم و كرامة، ثم قالت: يا بنيّ! أبلغ عمر سلامي و قل له: لا تدع أمة محمد بلا راعٍ، استخلف عليهم و لا تدعهم بعدك هملاً، فإني أخشى عليهم الفتنة، فأتى عبدالله فأعلمه». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۳، تولية عمر بن الخطاب الستة الشورى و عهده إليهم.

(۲) «ثمّ أرسل بعده إلى ابن عمر فكلّمه بكلام هو ألين من كلام صاحبه، فقال: إنّي أرهب أن أدع أمة محمد بعدي كالضأن لا راعي لها». تاريخ الطبري: ج ۳، ص ۲۴۸، حوادث سال ۵۶ هجرى.

میں رائے دیتا بھی تھا تو عمر اسے قبول نہیں کرتے تھے۔ جانشینی و خلافت کے حوالے سے لوگوں کے نظریات میں سے ایک نظر خود ان کے اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے بھی تھی، لیکن عمر نے اسے بھی قبول نہ کیا اور جس شخص نے یہ رائے دی تھی اس سے کہا: ''بخدا قسم! تم نے خدا کے لیے یہ رائے نہیں دی ہے بلکہ تم نے یہ رائے خود اپنے فائدے کو مد نظر رکھتے ہوئے دی ہے۔ لعنت ہو تم پر! میں تمہارے رہبر اور خلیفہ کے عنوان سے کسی ایسے شخص کو کیسے انتخاب کرلوں جو اپنے بیوی کو طلاق دینے سے بھی عاجز ہے!(۱) خطاب کی اولادوں میں سے دو لوگ خلافت کے حامل نہیں ہوسکتے۔ یہی کافی ہے کہ عمر نے اس ذمہ داری کو قبول کر لیا۔(۲)

مغیرۃ ابن شعبہ ہی وہ شخص تھا جس نے عمر کو ان کے اپنے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ بنانے کی رائے دی تھی۔(۳) لیکن عمر اس کے مقصد سے آگاہ ہوگئے اور اس کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے اس سے کہا: ''مجھ سے دور ہٹو! آج سے میری نظر میں تمہارا شمار منافقین میں سے ہے۔(۴) وہ جملہ جو عمر نے اپنے بیٹے کے لیے کہا تھا کہ عبداللہ اپنی زوجہ کو طلاق دینے سے بھی عاجز ہے، اس سے ان کی مراد رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا وہ واقعہ تھا کہ جب عبداللہ نے اپنی زوجہ کو ایام حیض میں طلاق دے دی تھی اور پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کے اس کام سے غضبناک ہو کر عمر سے فرمایا تھا: ''جاؤ اپنے بیٹے سے کہو کہ وہ اپنی زوجہ کی طرف رجوع کر لے۔''(۵)

---

(۱) «فقال له رجل: أدلّك عليه؟ عبدالله بن عمر! فقال: قاتلك الله! والله ما أردت الله بهذا.ويحک! كيف أستخلفت رجلاً عجز عن طلاق امرأته! لا أرب لنا في أموركم، ما حمدتها فأرغب فيها لأحد من أهل بيتى، إن كان خيراً فقد أصبنا منه، و إن كان شرّاً فشرعنا آل عمر، بحسب آل عمر أن يحاسب منهم رجل واحد». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۰، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری; الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۴۳، شرح حال عمر، ذكر استخلاف عمر و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۳، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

(۲) «استشار فيمن يوليه الأمر بعده، فأشير عليه بابنه عبد الله. فقال: لاها الله إذاً! لا يليها رجلان من ولد الخطاب! حسب عمر ما حمل! حسب عمر ما احتقب! لاها الله! لا أتحملها حياً و ميتاً!». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۵، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳.

(۳) فقال له رجل: يا أميرالمؤمنين فأين أنت عن عبدالله بن عمر؟... قال عفان: يعني بالرجل المغيرة بن شعبة». أنساب الأشراف: ج ۱۰، ص ۴۲۱، مصرع عمر.

(۴) «فقال له رجل: أنا أدلك يا أميرالمؤمنين على الرجل القوى الأمين! قال: من هو؟ قال: عبدالله بن عمر. قال: قاتلك الله! والله ما أردت الله بها، لاها الله! لا استعمله عليها ولا على غيرها و أنت فقم فأخرج، فمذ الان لا أسميك إلا المنافق. فقام الرجل و خرج». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۲، نكت من كلام عمر و سيرته و أخلاقه، ذيل خطبه ۲۲۳.

(۵) «أخبرني سالم أن عبدالله بن عمر أخبره أنّه طلّق امرأته وهي حائض، فذكر عمر لرسول الله ﷺ فتغيظ فيه رسول الله ﷺ ثمّ قال: ليراجعها ثمّ يمسكها حتى تطهر ثمّ تحيض فتطهر، فإن بدا له أن يطلّقها فليطلّقها طاهراً قبل أن

مغیرہ کی تجاویز

مغیرہ کہتا ہے:

ہم کئی افراد ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم سب میں یہ بحث ہونے لگی کہ خلیفہ کسے اپنا جانشین منتخب کریں گے؟ ایک نے کہا علیؑ کو، دوسرے نے کہا عثمان کو، تیسرا کہنے لگا کہ خلیفہ اپنے بیٹے عبد اللہ کو اپنا جانشین منتخب کریں گے۔ میں نے ان تمام باتوں کو عمر تک پہنچا دیا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کے جانشین بنانے کی رائے سے انکار کر دیا۔ پھر میں نے خلیفہ سے کہا کہ کسی کو اپنا خلیفہ منتخب کریں۔

عمر نے کہا: "کسے اپنا خلیفہ منتخب کروں؟"

میں نے کہا: "عثمان کو۔"

عمر نے کہا: "مجھے خوف ہے کہ یہ کہیں اپنے رشتہ داروں کو دوسروں پر مقدم نہ کر دے۔"

میں نے کہا: "عبد الرحمٰن ابن عوف کو اپنا خلیفہ منتخب کر لیں۔"

عمر نے کہا: "وہ ایک ضعیف الایمان شخص ہے۔"

میں نے کہا: "زبیر کے بیٹے کو منتخب کر لیں۔"

عمر نے کہا: "وہ تند خو اور غصیلا انسان ہے۔"

میں نے کہا: "طلحہ کو۔"

عمر نے کہا: "اس کی خوشی مومن کی خوشی ہے اور اس کا غصہ کافر کا غصہ ہے، لیکن پھر بھی اگر اسے اپنا خلیفہ بنادوں تو وہ حکومت کی باگ ڈور اپنی بیوی کے ہاتھ میں دے دے گا۔"

میں نے کہا: "پھر علیؑ کو ہی منتخب کر لیں۔"

عمر نے کہا: "اگر چہ علیؑ سب سے بہتر ہیں، خلافت کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی اپنے قدموں کو بڑھائیں گے مگر ان میں ایک عیب ہے کہ وہ شوخ مزاج ہیں۔"[۱]

یمسّها، فتلك العدة كما أمره اللّٰه». صحيح البخاري: ص ۱۰۲٦، كتاب التفسير، سورة الطلاق، باب ۲، ح ۴۹۰۹ و صحيح مسلم: ص ٦۷۱، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها و أنه لو خالف وقع الطلاق و يؤمر برجعتها، ح ۳٦۳۷.

(۱) «عن قتادة قال: اجتمع نفر فيهم المغيرة بن شعبة، فقالوا: من ترون أميرالمؤمنين مستخلفا؟ فقال قائل: علي و قال قائل: عثمان و قال قائل: عبداللّٰه بن عمر فإن فيه خلفا، فقال المغيرة: أفلا أعلم لكم ذاك؟ قالوا: بلى، قال: و

ابن عباس کی تجاویز

عبد اللہ ابن عباس اس روایت کے مطابق جسے یعقوبی، ابن شبہ اور ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے، کہتے ہیں:

ایک دن میں عمر کے ساتھ تھا۔ میں نے انہیں پریشان دیکھا تو ان سے پریشانی کی وجہ پوچھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اپنے بعد وہ خلیفہ بنانے کا سوچ کر پریشان تھے، لہٰذا میں نے انہیں رائے دیتے ہوئے کہا: ''عبد الرحمٰن ابن عوف خلافت کے لیے کیسا رہے گا؟''

عمر نے کہا: ''وہ ایک کنجوس انسان ہے جو خلافت کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا۔ منصب خلافت کے لیے وہ مرد شائستہ ہے جو اپنی جگہ انفاق بھی کرتا ہو اور اپنی جگہ امساک بھی کرتا ہو۔ عبد الرحمٰن ایسا کمزور آدمی ہے کہ خلافت کی ساری باگ ڈور اس کی بیوی کے ہاتھ لگ جائے گی۔''

میں نے کہا: ''پھر سعد ابن ابی وقاص کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

عمر نے کہا: ''اس کا ایمان کافی کمزور ہے وہ ایک جنگی انسان ہے اور میدان جنگ میں مہارت رکھتا ہے، خلافت اس کے بس کی بات نہیں ہے۔''

میں نے کہا: ''طلحہ کو منتخب کر لیں؟''

عمر نے کہا: ''وہ متکبر ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اپنی تعریف اور اپنی بڑائی کے پیچھے بھاگتا ہے اور اپنی دولت اتنی ہی لٹاتا ہے جتنی دولت اسے کہیں اور سے مل جائے۔''

كان عمر يركب كل سبت إلى أرض له، فلما كان يوم السبت ذكر المغيرة ابنه، فوقف على الطريق، فمرّ به على أتان له تحته كساء قد عطفه عليها، فسلّم عمر، فردّ عليه المغيرة، ثم قال: يا أميرالمؤمنين! أتأذن لي أن أسير معك؟ قال: نعم. فلما أتى عمر ضيعته نزل عن الأتان و أخذ الكساء فبسطه و اتكأ عليه و قعد المغيرة بين يديه، فحدثه، ثم قال المغيرة: يا أميرالمؤمنين! إنك واللّٰه ما تدري ما قدر أجلك، فلما حددت لناس حدا أو علمت لهم علما يبهتون إليه. قال: فاستوى عمر جالسا ثم قال: هيه! اجتمعتم. فقلتم: من ترون أميرالمؤمنين مستخلفا، فقال قائل: عليا و قال قائل: عبداللّٰه بن عمر، فإنّ فيه خلفا. قال: فلا يأمنوا يسأل عنها رجلان من آل عمر. فقلت: أنا لا أعلم لك ذلك. قال: قلت: فاستخلف. قال: من؟ قلت: عثمان. قال: أخشى عقده و أثرته. قال: قلت: ←عبدالرحمن بن عوف. قال: مؤمن ضعيف. قال: قلت: فالزبير. قال: ضرس. قال: قلت: طلحة بن عبيداللّٰه. قال: رضائه رضاء مؤمن و غضبه غضب كافر، أما إني لو وليتها إياه لجعل خاتمه في يد امرأته. قال: قلت: فعليّ؟ قال: أما إنه أحراهم إن كان أن يقيمهم على سنة نبيهم ﷺ و قد كنّا نعيب عليه مزاحة كانت فيه».

المصنف: ج۵، ص ۳۴۷ - ۳۴۸، كتاب المغازي، قول عمر في أهل الشورى، ح ٩٧٦٢.

میں نے کہا: "پھر زبیر کا انتخاب کر لیں، وہ تو پہلوان اسلام بھی ہے۔"

عمر نے کہا: "وہ کنجوس اور بد اخلاق ہے اور اس کے علاوہ وہ کبھی انسان بن جاتا ہے تو کبھی شیطان۔"

میں نے کہا: "عثمان؟"

عمر نے کہا: "اگر میں اسے منتخب کروں تو وہ بنی ابی معیط[1] اور بنی امیہ کو لوگوں پر مسلط کر دے گا اور بیت المال انہیں بخش دے گا۔ اور اگر وہ خلیفہ بن گیا تو یہ کام یقیناً انجام دے گا اور اگر اس نے ایسا کام کیا تو عرب اس پر شورش کر دیں گے اور اسے اس کے اپنے گھر میں مار ڈالیں گے۔"

عمر خاموش ہو گیا اور پھر اس نے مجھ سے کہا: "ابن عباس! اپنی بات جاری رکھو! کیا تم علیؑ کو خلافت کے لیے مناسب سمجھتے ہو؟"

میں نے کہا: "اگر ان کی فضیلت، سابقہ زندگی، قرابت اور علم کو مد نظر رکھا جائے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ علیؑ خلافت کے لیے مناسب اور شائستہ نہ ہوں؟!"

عمر نے کہا: "بالکل تم نے ویسا ہی کہا ہے، جیسے علیؑ ہیں۔ اگر علیؑ لوگوں پر حکومت کریں تو وہ لوگوں کو راہ راست پر لا کھڑا کر دیں گے اور لوگوں کو راہ روشن کی طرف راہنمائی کریں گے، لیکن وہ لوگوں کے درمیان ہنسی و مذاق کا مزاج رکھتے ہیں، کم سن ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو سب سے اچھا مانتے ہیں اور لوگوں سے بے اعتنائی اختیار کرتے ہیں۔"

میں نے کہا: "جب علیؑ جنگ خندق میں عمرو ابن عبدود کے مقابل آ کھڑے ہوئے تب انہیں چھوٹا اور کمسن کیوں نہیں کہا؟ جبکہ سارے پہلوان عمرو ابن عبدود سے ڈرتے تھے اور بڑے بڑے اس کا نام سن کر ہی پیچھے ہٹ جایا کرتے تھے۔ اسی طرح جب علیؑ نے جنگ بدر میں اپنے دشمن کا سر اس کے بدن سے جدا کر دیا تھا تب انہیں چھوٹا اور کمسن کیوں نہیں کہا؟ کیوں تم نے اسلام لانے میں علیؑ پر سبقت حاصل نہ کی؟"

عمر نے کہا: "بس کرو ابن عباس! کیا تم میرے ساتھ وہی کرنا چاہتے ہو جیسا علیؑ نے اور تمہارے والد نے ابو بکر کے ساتھ کیا تھا جب وہ دونوں ابو بکر کے پاس گئے تھے؟"

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ عمر کو غضبناک کروں لہٰذا میں خاموش ہو گیا۔

---

(۱) بنی امیہ کی شاخوں میں سے ایک شاخ بنی ابی معیط ہے جو عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ کی اولاد میں سے ہے۔ عثمان، عفان بن ابی العاص بن امیہ کا بیٹا ہے۔ زیادہ آگاہی کے لیے کتب رجال کی طرف مراجعہ کریں۔

عمر نے کہا: ”اے ابن عباس! خدا کی قسم تمہارے چچا کا بیٹا علیؑ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ منصب خلافت کے لائق ہے لیکن قریش اس کی بات کبھی نہیں مانیں گے۔ اگر علیؑ لوگوں پر حکومت کریں تو وہ لوگوں کے قدموں کو راہ حق کی طرف آگے بڑھائیں گے کیونکہ راہ حق کے سوا علی کی نگاہ میں کوئی دوسری راہ ہے ہی نہیں، اور اگر علی نے ایسا ہی کیا تو قریش اس کی بیعت کو توڑ کر اس سے جنگ کے لیے آمادہ ہو جائیں گے۔“[1]

---

(۱) «و روي عن ابن عباس قال: طرقني عمر بن الخطاب بعد هدأة من الليل، فقال: اخرج بنا نحرس نواحي المدينة! فخرج و على عنقه درته، حافيا، حتى أتى بقيع الغرقد، فاستلقى على ظهره و جعل يضرب أخمص قدميه بيده و تأوه صعدا، فقلت له: يا أميرالمؤمنين! ما أخرجك إلى هذا الامر؟ قال: أمر اللّٰه يابن عباس! قال: إن شئت أخبرتك بما في نفسك. قال: غص غواص، إن كنت لتقول فتحسن. قال: ذكرت هذا الأمر بعينه و إلى من تصيره. قال: صدقت! قال: فقلت له: أين أنت عن عبدالرحمن بن عوف؟ فقال: ذاك رجل ممسك و هذا الأمر لايصلح إلالمعطٍ في غير سرف و مانع في غير إقتار. قال فقلت: سعد بن أبي-وقاص؟ قال: مؤمن ضعيف! قال: فقلت: طلحة بن عبداللّٰه [عبيداللّٰه]؟ قال: ذاك رجل يناول للشرف و المديح، يعطي ماله حتى يصل إلى مال غيره و فيه بأو و كبر. قال: فقلت فالزبير بن العوام، فهو فارس الاسلام؟ قال: ذاك يوم إنسان و يوم شيطان و عفة نفس، إن كان ليكادح على المكيلة من بكرة إلى الظهر حتى يفوته الصلاة. قال: فقلت: عثمان بن عفان؟ قال: إن ولي حمل ابن أبي معيط و بني أمية على رقاب الناس و أعطاهم مال اللّٰه و لئن ولي ليفعلن واللّٰه و لئن فعل لتسيرن العرب إليه حتى تقتله في بيته. ثم سكت. قال: فقال: امضها يابن عباس! أترى صاحبكم لها موضعا؟ قال: فقلت: و أين يتبعد من ذلك مع فضله و سابقته و قرابته و علمه؟ قال: هو واللّٰه كما ذكرت و لو وليهم تحملهم على منهج الطريق، فأخذ المحجة الواضحة، إلا أن فيه خصالا: الدعابة في المجلس و استبداد الرأي و التبكيت للناس مع حداثة السن. قال: قلت: يا أميرالمؤمنين! هلا استحدثتم سنة يوم الخندق إذ خرج عمرو بن عبدود و قد كعم عنه الأبطال و تأخرت عنه الأشياخ و يوم بدر إذ كان يقطّ الأقران قطا و لاسبقتموه بالإسلام، إذ كان جعلته السعب و قريش يستوفيكم؟ فقال: إليك يابن عباس! أتريد أن تفعل بي كما فعل أبوك و علي بأبي بكر يوم دخلا عليه؟ قال: فكرهت أن أغضبه فسكت. فقال: واللّٰه يابن عباس! إن عليا ابن عمك لأحق الناس بها و لكن قريشا لاتحتمله و لئن وليهم ليأخذنهم بمرّ الحق لايجدون عنده رخصة و لئن فعل لينكثن بيعته ثم ليتحاربن». تاريخ اليعقوبي: ج ۲، ص ۱۵۸ - ۱۵۹، أيام عمر بن الخطاب. نزديک به همين جريان و پيشنهاداتى كه ابن عباس به عمر داده نيز ابن شبه و ابن ابى الحديد نقل كرده اند: «عن ابن عباس قال: ...فقال: لعلك ترى صاحبك لها؟ فقلت: القربى في قرابته و صهره و سابقته أهلها؟ قال: بلى، ولكنه امرؤ فيه دعابة، قلت فطلحة بن عبيداللّٰه؟ قال: ذو البأو بأصبعه مذ قطعت دون رسول اللّٰه ﷺ. قلت: فالزبير بن العوام؟قال: وعقة لقس يلاطم في البقيع في صاع من تمر. قلت: فعبدالرحمن بن عوف؟ فقال: رجل ضعيف لو صار الأمر إليه وضع خاتمه في يد امرأته. قلت: فسعد بن أبي وقاص؟ قال: صاحب سلاح و رمح و فرس يجاهد في سبيل اللّٰه. و أخرت عثمان و كان ألزمهم للمسجد و أقومهم فيه قلت: فعثمان بن عفان؟ فقال: أوه ثلاث مرات، واللّٰه لئن كان الأمر إليه ليحملن بني أبي معيط على رقاب الناس، و واللّٰه لئن فعل لينهضن إليه فليقتلنه، واللّٰه لئن فعل ليفعلن، واللّٰه لئن فعل ليفعلن». تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۸۷۹ - ۸۸۱، القسم الثاني أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و شرح نهج البلاغة: ج ۶، ص ۳۲۶، فصل في شرح ما نسب إلى علي من الدعابة، ذيل خطبه ۸۳. البتہ بیشتر مورخین نے ابن عباس کے عمر کو دئے گئے پیشنہادات کو تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اور زیادہ آگاہی کے لیے کتاب أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۲۰ - ۱۲۱، أمر الشورى و بيعة عثمان؛ الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۲۱۵ - ۲۱۶، شرح حال حضرت علی، ش ۱۸۷۵ و الفتوح: ج ۲، ص ۳۲۴ - ۳۲۵، ذكر خلافة عمر بن الخطاب، ذكر ابتداء مقتل عمر بن الخطاب، کی طرف مراجعہ فرمائیں۔

یاد رہے! خلیفہ دوم نے اس گفتگو میں صراحتاً بیان کیا ہے کہ حکومت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ راہ حق کو چھوڑ دیں، مصالح اسلام سے چشم پوشی کرتے ہوئے ساری توجہ مصالح قریش پر مرکوز کریں۔

ابن عباس سے ایک اور روایت

دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ ابن عباس عمر کے پاس سے چلے گئے اور امام علیؑ سے عرض کیا:
میں نے عمر کو پریشان حال دیکھا ہے، میں نے ان سے پریشانی کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: ”میں تمہارے چچا کے بیٹے یعنی علیؑ کے لیے پریشان ہوں کہ جو ایسے فضائل و کمالات کا مالک ہے کہ اس جیسے فضائل و کمالات خاندان پیغمبر اکرمؐ میں کسی کو نہ ملے، لیکن ان کے اندر تین ایسی خصلتیں ہیں کہ اگر وہ ان میں موجود نہ ہوتیں تو ان سے بہتر تخت خلافت کے لیے کوئی اور نہ تھا۔“

میں نے پوچھا: ”وہ تین خصلتیں کون کون سی ہیں؟“

عمر نے کہا: ”ان زیادہ مذاق کرنا، قریش کا ان سے بغض رکھنا اور ان کا کمسن ہونا۔“

میں نے کہا: ”شوخ طبع ہونا تو کوئی عیب نہیں ہے کیونکہ رسول اللہؐ بھی مذاق کیا کرتے تھے مگر حق سے ہٹ کر کبھی کوئی بات نہیں کی۔ اور قریش کا علیؑ کے لیے اپنے دل میں بغض رکھنا بھی خلافت کے لیے مانع نہیں ہو سکتا کیونکہ علیؑ نے خدا کی راہ میں اور اظہار دین کے لیے قریش سے جنگ کی، ان کے دلیروں کو شکست دی، ان کے بتوں کو توڑا اور ان کی جدائی کا داغ ان کی ماؤں کے دلوں میں اتارا۔ علیؑ کا کم سن ہونا بھی خلافت کے لیے مانع نہیں ہے کیونکہ جب خدا نے سورہ برائت نازل کی تو یہ حکم دیا کہ خاندان پیامبرؐ میں سے ہی کوئی شخص اس سورہ کو لوگوں تک پہنچائے۔ پیغمبر اکرمؐ نے اس سورہ کی تبلیغ کے لیے علیؑ کا انتخاب کیا۔ پس خدا نے ایسی صورت میں علیؑ کو کم سن نہیں سمجھا؟“

عمر نے کہا: ”ابن عباس بس کافی ہے!“ اور مجھے لوگوں سے ان مطالب کو چھپا کر رکھنے کا حکم دیا۔[1]

---

(۱) «عن نبيط بن شريط قال: خرجت مع علي بن أبي طالب و معنا عبدالله بن عباس، فلما صرنا إلى بعض حيطان الأنصار، وجدنا عمر بن الخطاب جالسا وحده ينكت الأرض، فقال له علي بن أبي طالب: ما أجلسك يا أميرالمؤمنين وحدك! قال: لأمر همني. فقال له علي: أفتريد أحدنا؟ فقال عمر: إن كان فعبدالله، فتخلى معه عبدالله و مضيت مع علي و أبطأ علينا ابن-عباس ثم لحق بنا، فقال له علي عليه السلام: ما وراءك؟ فقال: يا أباالحسن! أعجوبة من عجائب أميرالمؤمنين، أخبرك بها و أكتم علي. قال: فهلم. قال: لما أن وليت رأيت عمر ينظر إليك و

Presented By: https://jafrilibrary.com

عمر کے مورد نظر افراد اور اس کے شواہد

عمر نے تمام لوگوں کی تجاویز اور آرا کو رد کرتے ہوئے، ان کے سامنے کہا: کاش! ابو عبید جراح زندہ ہوتا تو میں خلافت اسے دے دیتا۔[۱] کیونکہ ابو عبیدہ اس امت کا امین ہے۔"[۲] پھر عمر نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا: کاش! سالم زندہ ہوتا! اگر وہ زندہ ہوتا تو میں اسے بعنوان خلیفہ معین کرتا۔"[۳]

علامہ شوشتری فرماتے ہیں:

ابو عبیدہ اس امت کا امین تو نہیں تھا بلکہ ابو بکر و عمر کا امین تھا! بالکل اسی طرح جس طرح عبد الرحمٰن ابن عوف عثمان کا امین تھا۔

تاریخ کی بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ عمر معاذ ابن جبل اور خالد ابن ولید کا نام بھی لیا کرتے تھے کہ: "اگر معاذ اور خالد زندہ ہوتے تو میں انہیں اپنا جانشین معین کر لیتا۔"[۱]

إلی أثرك و يقول: آه آه. فقلت: مم تأوه يا أميرالمؤمنين! قال: من أجل صاحبك يابن عباس! و قد أعطي ما لم يعطه أحد من آل الرسول ﷺ و لولا ثلاث هن فيه ما كان لهذا الأمر يعني الخلافة أحد سواه. قلت: يا أميرالمؤمنين! و ما هن؟ قال: كثرة دعابته و بغض قريش له و صغر سنه. فقال له علي: فما رددت عليه؟ قال: داخلني ما يداخل ابن العم لابن عمه، فقلت له: يا أميرالمؤمنين! أما كثرة دعابته فقد كان رسول الله ﷺ يداعب و لايقول إلا حقا و يقول للصبي ما يعلم أنه يستميل به قلبه أو يسهل علی قلبه. و أما بغض قريش له فوالله ما يبالي ببغضهم بعد أن جاهدهم في الله حتی أظهر الله دينه، فقصم أقرانها و كسر آلهتها و اثكل نسائها في الله لامه. و أما صغر سنه فلقد علمت أن الله تعالی حيث أنزل علی رسوله ﷺ: بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وجه بها صاحبه ليبلغ عنه، فأمره الله تعالی أن لايبلغ عنه إلا رجل من آله، فوجهه في أثره و أمره أن يؤذن ببراءة، فهل أستصغر الله تعالی سنه؟ فقال عمر: أمسك علي و اكتم و اكتم، فان سمعتها من غيرك لم أنم بين لابتيها». نظم درر السمطين: ص ۱۳۰، القسم الثاني من السمط الأول في مناقب أميرالمؤمنين، ذكر آثار عن الصحابة في حقه، ح ۱۸۶.

(۱) «أن عمر بن الخطاب لما طعن قيل له: يا أميرالمؤمنين لو استخلفت! قال: من أستخلف؟ لو كان أبوعبيدة بن الجراح حياً استخلفته، فإن سألني ربي قلت: سمعت نبيك يقول: إنه أمين هذه الأمة. و لو كان سالم مولی أبي حذيفة حياً استخلفته، فإن سألني ربي قلت: سمعت نبيك يقول: إن سالماً شديد الحبّ لله». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۰، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری؛ تاريخ دمشق الكبير: ج ۶۱، ص ۲۹۸، شرح حال معاذ بن جبل، ش ۲۳۳ و الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۲۱۹، حوادث سال ۲۳ هجری، ذكر قصة الشوری.

(۲) «و لعمری! كان الرجل أمين الرجلين لا الأمة كما كان عبدالرحمن بن عوف أمين عثمان حيث فوضّا الخلافة إليهما». قاموس الرجال: ج ۵، ص ۶۰۴، شرح حال عامر بن جراح، ش ۳۸۰۰.

(۳) «لو كان سالم حياً ما جعلتها شوری». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص ۱۳۶، شرح حال سالم بن معقل، ش ۸۸۶.

البتہ تاریخ کی بعض روایتوں سے یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ عمر عثمان کو خلیفہ منتخب کرنے کا قصد رکھتے تھے بالخصوص اس لیے کہ جب عثمان نے ابو بکر کی وصیت میں ان کے بے ہوش ہونے پر عمر کا نام بعنوان خلیفہ اضافہ کر دیا تھا اور جب ابو بکر کو ہوش آیا تو انہوں نے عثمان سے پوچھا کہ خلافت کے لیے کس کا نام لکھا ہے؟ تو عثمان نے جواب دیا کہ عمر کا نام لکھا ہے۔[۲]

عمر چاہتے تھے کہ عثمان خلیفہ بنیں لیکن وہ مناسب نہیں سمجھتے تھے کہ انہیں علی الاعلان خلیفہ بنا دیں۔ اسی لیے انہوں نے کوشش کی کہ ایک شوریٰ تشکیل دیں اور انہی چھ لوگوں کی شوریٰ میں سے عثمان کو خلیفہ منتخب کرا دیں۔ حذیفہ کہتے ہیں:

ایام حج میں کسی نے عمر سے پوچھا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون بنے گا؟ تو عمر نے کہا: ''عثمان۔''[۳]

اور ایک دوسری روایت کے مطابق حذیفہ کہتے ہیں: میں عرفہ میں عمر کے ساتھ تھا۔ میں نے ان سے پوچھا: ''کیا آپ کے بعد خلیفہ عثمان ہے؟'' تو عمر نے انکار نہیں کیا۔[۴]

---

(۱) «و لو أدركت معاذ بن جبل ثم وليته، ثم قدمت على ربي فقال لي: من وليت على أمة محمد؟ قلت: إني سمعت عبدك و خليلك ﷺ يقول: يأتي بين العلماء يوم القيامة برتوة و لو أدركت خالد بن الوليد ثم وليته، ثم قدمت على ربي فسألني: من وليت على أمة محمد؟ لقلت: سمعت عبدك و خليلك ﷺ يقول: سيف من سيوف الله سله على المشركين». تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۸۸۷، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى; تاريخ دمشق الكبير: ج ۶۱، ص ۲۹۶، شرح حال معاذ بن جبل، ش ۷۶۳۳; سير أعلام النبلاء: ج ۱، ص ۳۷۲، شرح حال خالد بن وليد، ش ۷۸ و الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۵۹۰، شرح حال معاذ بن جبل. «قول عمر لو كان سالم مولى [أبي] حذيفة حيا لوليته». تاريخ ابن خلدون: ج ۱، ص ۲۰۵، الفصل السادس و العشرون في اختلاف الأمة في حكم هذا المنصب و شروطه.

(۲) «عن عثمان بن عبيدالله بن عبدالله بن عمر بن الخطاب قال: لما حضرت أبا الصديق الوفاة دعا عثمان بن عفان فأملى عليه عهده هذا ما عهد أبوبكر بن أبي قحافة عند آخر عهده بالدنيا خارجا منها و أول عهده بالآخرة داخلا فيها حين يؤمن الكافر و يتوب الفاجر إني استخلفت من بعدي عمر بن الخطاب فإن عدل فذلك رأيي فيه و ظني به و إن جار و بدل فالحق أردت و لأعلم الغيب و ما توفيقي إلا بالله و سيعلم الذين ظلموا أي منقلب ينقلبون. قال: و لما أملى عليه عهده هذا على عثمان أغمي على أبي بكر قبل أن يسمي أحدا، فكتب عثمان عمر بن الخطاب. فأفاق أبوبكر فقال لعثمان: لعلك كتبت أحدا. قال: ظننتك لما بك و خشيت الفرقة فكتبت عمر بن الخطاب. فقال: يرحمك الله! أما لو كتبت نفسك لكنت لها أهلا». تاريخ دمشق الكبير: ج۴۷، ص ۲۰۱، شرح حال عمر بن الخطاب، ش ۵۳۰۲.

(۳) ۱۔ «عن حذيفة قال: قيل لعمر بن الخطاب و هو بالموقف: يا أميرالمؤمنين! من الخليفة من بعدك؟ قال: عثمان بن عفان». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۱، ص ۱۲۲، شرح حال عثمان، ش ۴۷۱۵.

(۴) «عن حذيفة قال: كنا مع عمر بن الخطاب بعرفة قال: فأعجبه كثرة الناس. قال: و جعلنا نقول إن الخليفة بعده عثمان فلم ينكره». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۱، ص ۱۲۱، شرح حال عثمان، ش ۴۷۱۵.

سعید ابن عاص کہتا ہے:

میں نے عمر سے اپنے گھر کی زمین میں اضافہ کرنے کی خواہش کی۔ عمر نے مجھ سے وعدہ کیا کہ نماز صبح کے بعد وہ میری حاجت پوری کر دیں گے اور انہوں نے اپنے وعدے کو پورا بھی کیا۔ پھر میں خلیفہ کے ساتھ اپنے گھر کی طرف جانے لگا۔ خلیفہ نے اپنے پیر سے زمین پر ایک خط کھینچا اور اتنی زمین کو میرے گھر کی زمین میں اضافہ کر دیا۔ میں نے کہا: ''زمین تھوڑی اور زیادہ کر دیں کیونکہ میرا خاندان بھی بڑھ گیا ہے۔'' عمر نے کہا: ''اتنی ہی زمین تمہارے لیے کافی ہے اور یہ راز جو تمہیں بتانے جا رہا ہوں اسے اپنے تک ہی رکھنا! میرے بعد ایسا انسان خلیفہ بنے گا جو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ رعایت کرے گا اور ان کی حاجتوں کو پوری کرے گا۔'' سعید کہتا ہے کہ میں عمر کی خلافت کے دوران صبر کرتا رہا یہاں تک کہ عثمان کی خلافت کا زمانہ آیا اور اس نے اپنی رشتہ داری کے حق کو ادا کیا، مجھے خوش کر دیا اور میری حاجت کو بطور احسن پورا کیا۔[۱]

کچھ صحابہ کی بھی یہی پیشین گوئی تھی کہ عثمان ہی خلیفہ بنیں گے جیسا کہ عمر نے حذیفہ سے پوچھا: ''تمہاری نظر میں میرے بعد خلیفہ کون ہوگا؟'' حذیفہ نے کہا: ''عثمان۔''[۲]

شوریٰ کی تشکیل اور اس کا معیار وملاک

عمر یہ چاہتے تھے کہ لوگوں کے نظریات کو جان کر وہ معاشرے کے بارے میں آگاہی پیدا کر لیں اور انہیں پرکھ سکیں تاکہ وہ اپنے امیدواروں کو باآسانی میدان میں اتار سکیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے پسندیدہ امیدواروں کے ناموں کو لوگوں کے درمیان علی الاعلان بیان کرنے کو مناسب نہیں سمجھ رہے تھے۔

---

(۱) «حدثنا عمرو بن يحيى بن سعيد الأموي عن جده أن سعيد بن العاص أتى عمر يستزيده في داره التي بالبلاط و خطط أعمامه مع رسول اللهﷺ فقال عمر: صل معي الغداة و غبش ثم أذكرني حاجتك. قال: ففعلت حتى إذا هو انصرف قلت: يا أميرالمؤمنين! حاجتي التي أمرتني أن أذكرها لك! قال: فوثب معي ثم قال: امض نحو دارك حتى انتهيت إليها فزادني و خط لي برجله فقلت: يا أميرالمؤمنين! زدني فإنه نبتت لي نابتة من ولد و أهل. فقال: حسبك و أختبئ عندك أن سيلي الأمر بعدي من يصل رحمك و يقضي حاجتك. قال: فمكث خلافة عمر بن الخطاب حتى استخلف عثمان و أخذها عن شورى و رضى فوصلني و أحسن و قضى حاجتي و أشركني في أمانته». الطبقات الكبرى: ج ۵، ص ۳۱، شرح حال سعيد بن العاص و تاريخ دمشق الكبير: ج۲۳، ص ۸۴، شرح حال سعيد بن عاص، ش ۲۵۰۳.

(۲) «عن حذيفة قال: سألني عمر: من ترى قومك مؤمرين بعدي؟ قلت: رأيت الناس قد أسندوا أمرهم إلى عثمان». تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۲، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى و الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۳۳، ذكر استخلاف عمر.

دوسرے لفظوں میں خلیفہ خود الجھ کر رہ گئے تھے۔ کبھی کہتے تھے کہ میں خلیفہ منتخب نہیں کروں گا اور خلافت کی ذمہ داری مرنے کے بعد اپنے کندھوں پر نہیں رکھوں گا اور کبھی خود اپنے لوگوں اور صحابہ سے ہی پوچھ بیٹھتے تھے کہ بتاؤ کسے خلیفہ بناؤں؟ اور جب لوگ خلیفہ کو اپنی رائے دیتے تھے تو وہ اپنے مورد نظر اور من پسند افراد کہ جنہیں خلافت کے لائق سمجھتے تھے، کا نام لیتے تھے۔ جب خلیفہ نے عوام کے ارادوں سے آگاہی حاصل کر لی تو اس وقت ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے پسندیدہ امیدواروں کو شوریٰ کے ذریعے مسند خلافت پر لے آئیں گے۔

جب عمر نے اپنے آپ میں یہ محسوس کر لیا کہ اب وہ زندہ نہیں بچیں گے اور لوگوں نے بھی ان سے جب اس بات کا مطالبہ کیا کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ منتخب کر دیں تو انہوں نے کہا: ''لوگ کہتے ہیں، جبکہ یہ حقیقت بھی ہے کہ ابو بکر کی بیعت ناگہانی اور بنا کسی فکر کے تھی لیکن خدا نے اس کے خطرے سے بچا لیا، میری کی بیعت بھی کسی مشورے کے بغیر تھی لیکن میرے بعد تعیین خلافت کی ذمہ داری شوریٰ کے ہاتھ ہو گی۔''[۱]

دوسری روایت کے مطابق عمر نے کہا: ''جو کوئی بھی کسی مشورت کے بغیر لوگوں کو اپنی خلافت کی طرف دعوت دے اس کی بیعت نہ کرو اور اس سے جنگ کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ بیعت کسی کے لیے نہیں ہے مگر وہ جو مشورت سے خلیفہ بنے!''[۲]

عمر نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا: ''رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے جبکہ آپ علیؑ، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد ابی وقاص اور عبد الرحمٰن ابن عوف سے راضی تھے۔ میں ان چھ لوگوں کو ملا کر ایک شوریٰ تشکیل دوں گا تا کہ یہ لوگ اپنے درمیان ہی سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں۔''[۳] پھر کہا: ''اگر میں

---

(۱) «عن زيد بن أسلم عن أبيه أنّ عمر قال: إنّ رجالا يقولون إنّ بيعة أبي بكر كانت فلتة وقى اللّٰه شرّها و إنّ بيعة عمر كانت عن غير مشورة و الأمر بعدي شورى». أنساب الأشراف: ج ٦، ص ١١٩، أمر الشورى و بيعة عثمان. «ثم إنه بلغني إن قائلا منكم يقول: واللّٰه لو مات عمر بايعت فلانا، فلا يغترن امرؤ أن يقول إنما كانت بيعة أبي بكر فلتة و تمت إلا و أنها قد كانت كذلك و لكن اللّٰه وقى شرها و ليس منكم من تقطع الأعناق إليه مثل أبي بكر من بايع رجلا عن غير مشورة من المسلمين فلا يبايع هو و لا الذي بايعه تغرة أن يقتلا». صحيح البخاري: ص ١٣٨٠، كتاب الحدود، باب رجم الحبلى من الزنا إذا أحصنت، ح ٦٨٣٠.

(۲) «عن المعرور بن سويد: أن عمر قال: من دعا إلى إمارة لنفسه من غير مشورة المسلمين فلا يحل لكم إلا أن تقاتلوه». تاريخ المدينة المنورة: ج ٣، ص ٩٣٦، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى. «عن عمر قال: لا بيعة إلا عن مشورة». تاريخ المدينة المنورة: ج ٣، ص ٩٣٣، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

(۳) «أن عمر بن الخطاب لما طعن قيل له: يا أميرالمؤمنين! لو استخلفت ...عليكم هؤلاء الرهط الذين قال رسول اللّٰه ﷺ: إنهم من أهل الجنة سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل منهم و لست مدخله و لكن الستة علي وعثمان ابنا عبدمناف و

نے اپنا جانشین معین کیا تو گویا میں نے ابو بکر (جو مجھ سے بہتر تھا) کی سیرت پر عمل کیا اور اگر اپنے بعد کسی کو جانشین معین نہیں کیا تو گویا میں نے رسول اللہ ﷺ (جو مجھ سے بہتر تھے) کی سیرت پر عمل کیا۔ (۱)

ابن کثیر کہتا ہے:

سعید چونکہ عمر کے چچا کا بیٹا تھا لہٰذا اسے انہوں نے شوریٰ میں شامل نہیں کیا تا کہ لوگ سعید کو ان سے نسبت کی بنا پر خلیفہ نہ بنا دیں۔ (۲)

اور تعجب کی بات یہ ہے کہ سعید ابن زید ابن عمرو ابن نفیل اہل بہشت میں سے ہیں اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ راضی بھی تھے، لیکن پھر بھی یہ خلافت میں اپنا حق نہیں رکھتے تھے۔

عمر کہتے ہیں: "جب تک بدر والوں میں سے کوئی بھی زندہ ہو، امر خلافت اس کے لیے ہے۔ اس کے بعد خلافت ان لوگوں کا حق ہے جو احد والے ہیں، لیکن یہ حق ان کے آزاد کردہ غلاموں اور ان کے بیٹوں تک نہیں پہنچتا ہے۔ (۳) اسی لیے جب عمرو ابن عاص شوریٰ میں شامل ہونے پر اصرار کر رہا تھا تو عمر نے اس سے کہا: "اس امر خلافت کے لیے وہ انسان مناسب نہیں ہے جس نے رسول اللہ ﷺ پر تلوار تانی ہو۔ (۴)

عبدالرحمن و سعد خالا رسول اللّٰه ﷺ و الزبير بن العوام حواري رسول اللّٰه ﷺ و ابن عمته و طلحة الخير بن عبيداللّٰه، فليختاروا منهم رجلا». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۰، حوادث سال ۲۳ هجری قمری، قصة الشوری. به همین مضمون در بسیاری از کتب از جمله صحيح البخاري: ص ۷۵۲، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البيعة و الاتفاق على عثمان بن عفان، ح ۳۷۰۰ و صحيح مسلم: ص۲۷۱، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب إخراج من وجد منه ريح البصل و الثوم في المسجد، ح۱۲۵۸، آمده است. «توفي رسول اللّٰه ﷺ و هو عنهم راض...».

(۱) «عن عبداللّٰه بن عمر قال: قيل لعمر: ألا تستخلف؟ قال: إن أستخلف فقد استخلف من هو خيرٌ مني أبوبكر و إن أترك فقد ترك من هو خيرٌ مني رسول اللّٰه ﷺ». صحيح البخاري: ص ۱۴۵۹، كتاب الأحكام، باب الاستخلاف، ح ۷۲۱۸ و صحيح مسلم: ص ۸۶۹، كتاب الإمارة، باب الاستخلاف و تركه، ح ۱۱/ ۱۸۲۳/ ۴۶۹۰.

(۲) «هؤلاء الرهط الذين قال رسول اللّٰه ﷺ إنهم من أهل الجنة سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل منهم و لست مدخله». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۰، حوادث سال ۲۳ هجری قمری، قصة الشوری. «و من تمام ورعه لم يذكر في الشورى سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل، لأنه ابن عمه خشي أن يراعى فيولي لكونه ابن عمه، فلذلك تركه. و هو أحد العشرة المشهود لهم بالجنة». البداية و النهاية: ج ۷، ص ۱۵۰، حوادث سال ۲۴ هجری، خلافة أميرالمؤمنين عثمان بن عفان.

(۳) «عن عمر قال: هذا الأمر في أهل بدر ما بقي منهم أحد ثم في أهل أحد ما بقي منهم أحد و في كذا و كذا و ليس فيها لطليق و لا لولد طليق و لا لمسلمة الفتح شيء». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۴۲، شرح حال عمر، ذكر استخلاف عمر و أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۵، ص ۲۰۴، شرح حال معاويه بن صخر، ش ۴۹۸۴.

(۴) «و في رواية الواقدي أنّ عمرو بن العاص تطاول ليدخل في الشورى فقال له عمر: اطمئنّ كما وضعك اللّٰه، لا أجعل فيها أحدا حمل السلاح على نبي اللّٰه». أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۲۲، أمر الشورى و بيعة عثمان.

طبری، عبد الرزاق، ابن شبہ اور ابن قتیبہ نقل کرتے ہیں:

عمر نے ان چھ لوگوں (سوائے طلحہ کے کیونکہ وہ اس وقت مدینہ میں نہیں تھا) کو بلایا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "میں نے امت میں غور کیا تو لوگوں کے درمیان کسی کو منافق نہیں پایا اور نہ ہی ان کے درمیان کوئی اختلاف و پراکندگی دیکھی۔ اگر نفاق و پراکندگی ہے بھی تو وہ تم لوگوں میں ہے اور اگر میرے بعد کہیں نفاق و پراکندگی نے جنم لیا تو اس کا سبب اور سرچشمہ تم لوگ ہو گے۔"[۱]

تعجب کی بات ہے خلیفہ تمام ارکان شوریٰ پر نفاق کی تہمت لگا رہے ہیں جبکہ ابھی ابھی خلیفہ خود مدعی تھے کہ رسول اللہ ﷺ ان تمام سے راضی تھے، اسی لیے میں امر خلافت انہیں سونپ رہا ہوں!

عبد ربہ کی روایت کے مطابق معاویہ کہتا ہے:

جب وہ چھ افراد عمر کے پاس سے نکلے ہوئے تو عمر انہیں دیکھتے ہوئے کہہ رہے تھے: "فتنہ! میں ان کے شر سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں! خدا مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے!"[۲]

اور اسی روایت کو جاری رکھتے ہوئے طبری نقل کرتا ہے:

پھر عمر نے ان سے کہا: "میرے مر جانے کے بعد عائشہ کے حجرے کی طرف جانا مگر ان کے کمرے میں داخل نہ ہونا۔ وہیں تین دنوں تک آپس میں مشورہ کرنا اور چوتھا دن آنے سے پہلے پہلے اپنا ایک خلیفہ معین کر لینا۔ اس مدت میں صہیب، چونکہ وہ میرے دوستوں میں سے ہے، لوگوں کے لیے نماز پڑھائے گا اور امر

---

(۱) «فأرسل إليهم فجمعهم و هم عليّ بن أبي طالب و عثمان بن عفان و طلحة بن عبيدالله و الزبير بن العوام و سعد بن أبي وقاص و عبدالرحمن بن عوف و كان طلحة غائبا، فقال: يا معشر المهاجرين الأولين! إني نظرت في أمر الناس فلم أجد فيهم شقاقا و لا نفاقا، فإن يكن بعدي شقاق و نفاق فهو فيكم، تشاوروا ثلاثة أيام...». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۴، تولية عمر بن الخطاب الستة الشورى. «دعا عمر حين طعن علياً و عثمان و عبدالرحمن بن عوف و الزبير قال: و أحسبه قال: و سعد بن أبي وقاص، فقال: إني نظرت في أمر الناس فلم أر عندهم شقاقا، فإن يك شقاق فهو فيكم». المصنف: ج ۵، ص ۴۸۰ - ۴۸۱، كتاب المغازي، حديث الشورى، ح ۹۷۷۶.

(۲) «إن عتبة بن أبي سفيان قال: كنت مع معاوية... ثم قال: قدمت على عمر بن الخطاب، فإني عنده إذ جائه علي و عثمان و طلحة و الزبير وسعد و عبدالرحمن بن عوف، فاستأذنوا، فأذن لهم، فدخلوا و هم يتدافعون و يضحكون، فلما رآهم عمر نكس، فعلموا أنه على حاجة، فقاموا كما دخلوا. فلما قاموا أتبعهم بصره. فقال: فتنة، أعوذ بالله من شرهم و قد كفاني الله شرهم...». العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۸۲ - ۲۸۳، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان.

خلافت میں اس کی تم سے کوئی بحث نہیں ہے۔[1] عبداللہ ابن عمر بھی تمہاری مشورت میں شریک رہے گا لیکن خلافت میں اس کا کوئی حق نہ ہو گا مگر طلحہ امر خلافت میں تمہارا شریک ہو گا۔ اگر طلحہ ان تین دنوں میں آجائے تو اسے بھی مشورت میں شامل کرلینا ورنہ پھر اپنے ہی درمیان میں امر خلافت کو تمام کرلینا۔ پس طلحہ کی جگہ پر کون رائے دے گا؟"

سعد نے کہا: "میں اس کی جگہ رائے دے دوں گا۔"

عمر نے کہا: "انشاء اللہ وہ اس کی مخالفت نہیں کرے گا۔"[2]

شوریٰ میں شامل افراد

عمر نے چھ لوگوں کو شوریٰ کے لیے منتخب کیا اور یہ وصیت کی کہ یہ چھ لوگ کچھ شرائط کے ساتھ (جو انشاء اللہ ذکر ہوں گی) خلیفہ کا انتخاب کریں گے۔ ان میں سے پانچ افراد علیؑ، زبیر، سعد ابن ابی وقاص، عبدالرحمٰن ابن عوف اور عثمان شوریٰ کی تشکیل کے وقت حاضر تھے اور طلحہ کے سلسلے میں اختلاف ہے کہ شوریٰ کی تشکیل کے وقت وہ حاضر تھا یا غائب؟ اگر غائب تھا تو کیا وہ مدینہ سے باہر تھا؟ اس حوالے سے بہت ساری روایتیں ہیں اور مورخین کے دو اقوال ہیں:

---

(۱) «و ليصلّ بكم صهيب هذه الثلاثة الأيام التي تشاورون فيها، فإنه رجل من الموالي لاينازعكم أمركم». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۴، تولية عمر بن الخطاب الستة الشورى.

(۲) «فلما أصبح عمر دعا علياً و عثمان و سعداً و عبدالرحمن بن عوف و الزبير بن العوام، فقال: إني نظرت فوجدتكم رؤساء الناس و قادتهم و لايكون هذا الأمر إلا فيكم و قد قبض رسول اللّٰه ﷺ و هو عنكم راض، إني لأخاف الناس عليكم إن استقمتم و لكني أخاف عليكم اختلافكم فيما بينكم فيختلف الناس، فانهضوا إلى حجرة عائشة بإذن منها فتشاوروا و اختاروا رجلاً منكم ثم قال: لاتدخلوا حجرة عائشة و لكن كونوا قريباً و وضع رأسه و قد نزفه الدم، فدخلوا فتناجوا، ثم ارتفعت أصواتهم فقال عبدالرحمن بن عمر: سبحان اللّٰه! إن أميرالمؤمنين لم يمت بعد فأسمعه فانتبه. فقال: ألا أعرضوا عن هذا أجمعون فإذا مت فتشاوروا ثلاثة أيام و ليصل بالناس صهيب و لايأتين اليوم الرابع إلا و عليكم أمير منكم و يحضر عبداللّٰه بن عمر مشيراً و لا شيء له من الأمر و طلحة شريككم في الأمر فإن قدم في الأيام الثلاثة فأحضروه أمركم و إن مضت الأيام الثلاثة قبل قدومه فاقضوا أمركم و من لي بطلحة؟ فقال سعد بن أبي وقاص: أنا لك به و لايخالف إن شاء اللّٰه. فقال عمر: أرجو أن لايخالف إن شاء اللّٰه». تاريخ الطبرى: ج ۲، ص ۵۸۰ - ۵۸۱، حوادث سال ۲۳ هجرى قمرى، قصة الشورى; الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۲۲۰، حوادث سال ۲۳ هجرى قمرى، ذكر قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۴، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب.

طبری، ابن اثیر، ابن عبد ربہ، ابن شبہ، ابن اعثم، ابن خلدون اور کچھ دیگر افراد نے اس روایت کو مانا ہے جو طلحہ کے شوریٰ سے غائب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ طلحہ اس وقت شام میں پناہ گزین تھا اور عثمان کے منتخب ہونے کے بعد مدینہ آیا تھا۔

بلاذری نے طلحہ کے غائب رہنے اور اس کے حاضر رہنے والی دونوں روایات کا ذکر کیا ہے اور آخر میں وہ روایت جو طلحہ کے غائب رہنے پر دلالت کرتی ہے اسے انتخاب کیا ہے۔[1]

بخاری، ابن سعد، ابن جوزی، ابن ابی شیبہ، ماوردی، سیوطی، بیہقی، ابن حبان، شیخ طوسی وغیرہ نے اس روایت کو مانا ہے جو طلحہ کے شوریٰ میں حاضر رہنے پر دلالت کرتی ہے اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ اس نے اپنی رائے عثمان کو دی تھی۔ مذکورہ تمام محدثین نے اسی روایت کو اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے۔[2] اکثر روایتیں جو اس کتاب میں ذکر کی گئی ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ طلحہ شوریٰ میں حاضر تھا جیسے کہ عمر

---

(۱) «فلما دفن عمر... و طلحة غائبا... و قدم طلحة في اليوم الذي بويع فيه لعثمان». تاريخ الطبري: ج ۲، ص۵۸۲، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری؛ تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۶، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری؛ الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۲۲۴، حوادث سال ۲۳ هجری، ذکر قصة الشوری؛ العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۸۰، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشوری في خلافة عثمان بن عفان؛ تاريخ ابن خلدون: ج ۲، ص ۵۴۵، القسم الخامس، مقتل عمر و أمر الشوری و بيعة عثمان؛ الفتوح: ج ۱، ص ۳۳۵، ذكر اختلاف المسلمين بعد قتل عمر بن الخطاب و عقد الخلافة لعثمان بن عفان و مرآة الزمان في تواريخ الأعيان: ج ۵، ص ۴۲۰، حوادث سال ۲۴ هجری، فيها أمر الشوری. «و كان طلحة يومئذ بالشام». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۴۹ - ۵۰، من أخبار يوم الشوری و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹. «و قد قال بعض الرواة إنّ طلحة كان حاضرا لوفاة عمر و الشوری و الأوّل أثبت». أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۲۴، أمر الشوری و بيعة عثمان.

(۲) «فقال عبدالرحمن: اجعلوا أمركم إلى ثلاثة منكم. فقال الزبير: قد جعلت أمري إلى علي. فقال طلحة: قد جعلت أمري إلى عثمان». صحيح البخاري: ص ۷۵۲، كتاب فضائل أصحاب النبيّ، باب قصة النبيّ و الاتفاق على عثمان بن عفان، ح ۳۷۰۰؛ الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۳۹، ذكر استخلاف عمر؛ المنتظم في تواريخ الملوك و الأمم: ج۳، ص ۲۲۴، حوادث سال ۲۳ هجری، ذكر من توفي في هذه السنة من الأكابر، عمر بن الخطاب؛ المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۸، ص ۵۷۷، كتاب المغازي، ما جاء في خلافة عمر بن الخطاب، ح ۴؛ الأحكام السلطانية: ج ۲، ص ۱۲، الباب الأول في عقد الإمامة؛ السنن الكبرى: ج ۱۲، ص ۲۷۶، كتاب قتال أهل البغي، باب من جعل الأمر شوری بين المستصلحين له، ح ۱۷۰۴۶؛ تاريخ الخلفاء: ص ۱۰۷، الخلفاء الراشدون، عمر بن الخطاب، مقتله و وصيته؛ صحيح ابن-حبان: ج ۶، ص ۲۶۴، كتاب عن مناقب الصحابة، ذكر رضا المصطفى عن عثمان بن عفان عند خروجه من الدنيا، ح ۶۹۲۶؛ نيل الأوطار: ج ۶، ص ۴۷، كتاب الوصايا، باب وصية من لا يعيش مثله، ح ۱ و الأمالي: ص ۵۵۷، المجلس العشرون، ح۱۱۷۱/۷.

کا تمام ارکان شوریٰ کے ساتھ ملاقات کرنا اور اس کا طلحہ کے ساتھ بات چیت کرنا یا امام علیؑ کا شوریٰ میں طلحہ کے سامنے اپنے دلائل پیش کرنا اور ان کا قسمیں کھانا، یہ تمام باتیں دلیل ہیں کہ طلحہ شوریٰ میں حاضر تھا۔ ابن ابی الحدید نے بھی اپنی کتاب میں ان روایات کا انتخاب کیا ہے جو طلحہ کے اجلاس میں حاضر رہنے پر دلالت کرتی ہیں لیکن اس نے اپنی کتاب میں اس روایت کو بھی نقل کیا ہے جو طلحہ کے اجلاس میں حاضر نہ رہنے پر دلالت کرتی ہیں، جبکہ اس کے بعد ابن ابی الحدید اس کے حاضر ہونے کی روایت کو ترجیح دیتا ہے اور ان روایات کو جو اس کی عدم موجودگی پر دلالت کرتی ہیں انہیں بعنوان اقوال و تکمیل بحث نقل کرتا ہے۔[1]

ابن کثیر کا کہنا ہے کہ طلحہ عمر کی وفات کے وقت غائب تھا لیکن اجلاس میں شریک تھا اور اس نے اپنی رائے عثمان کو دی تھی۔[2]

ابن قطیبہ نے بھی کہا ہے کہ جب عمر ابتدا میں ارکان شوریٰ کا تعین کر رہا تھا تو اس وقت طلحہ وہاں حاضر نہیں تھا، لیکن عمر کی وفات کے تین دن بعد جب شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا تب طلحہ اجلاس میں حاضر تھا اور اس نے اپنی رائے عثمان کو دی تھی۔[3]

ابن عساکر بھی نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے شوریٰ کے دن ایک تقریر کی جس میں ارکان شوریٰ شامل تھے اور طلحہ بھی موجود تھا۔[4]

---

(۱) «فأول ما عمل طلحة أنه أشهدهم على نفسه أنه قد وهب حقه من الشورى لعثمان». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۷، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳. «وقد ذكرنا من حديث الشورى فيما تقدم ما فيه كفاية و نحن نذكر هاهنا ما لم نذكره هناك و هو من رواية عوانة عن إسماعيل بن أبي خالد عن الشعبي في كتاب الشورى و مقتل عثمان و قد رواه أيضا أبوبكر أحمد بن عبدالعزيز الجوهري في زيادات كتاب السقيفة». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۴۹، من أخبار يوم الشورى و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹.

(۲) «ثم صار الأمر بعد حضور طلحة إلى أن فوض ثلاثة...». البداية و النهاية: ج ۷، ص ۱۵۱، حوادث سال ۲۴ هجرى، خلافة أميرالمؤمنين عثمان بن عفان.

(۳) «توفي رسول الله ﷺ و هو عنهم راض... و كان طلحة غائبا... فإن جاءكم طلحة إلى ذلك و إلا فأعزم عليكم بالله أن لا تتفرقوا من اليوم الثالث حتى تستخلفوا أحدكم فإن أشرتم بها إلى طلحة فهو لها أهل... قال لهم عبدالرحمن: اجعلوا أمركم إلى ثلاثة منكم، فجعل الزبير أمره إلى علي و جعل طلحة أمره إلى عثمان». الأمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۴ - ۲۶، تولية عمر بن الخطاب الستة الشورى و عهده إليهم.

(۴) عن عامر بن واثلة قالوا: قال علي بن أبي طالب يوم الشورى: والله لأحتجن عليهم بما لا يستطيع قرشيهم و لا عربيهم و لا عجميهم ردّه و لا يقول خلافة ثم قال لعثمان بن عفان و لعبدالرحمن بن عوف و الزبير و لطلحة و سعد و هم أصحاب الشورى و كلهم من قريش و قد كان قدم طلحة». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۵، ص ۳۳۰، شرح حال حضرت على، ش ۵۰۲۹.

زہری اور مکحول[۱] نے مشہور قول کے خلاف ایک اور قول نقل کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سعد ابن ابی وقاص شوریٰ کے دن حاضر نہیں تھا، جبکہ دوسری روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ عمر نے اپنی موت سے پہلے ہی سعد کو شوریٰ سے خارج کر دیا تھا۔ اس روایت کے مطابق طلحہ بھی غائب تھا۔ عمر کا کہنا تھا: ”خلافت ان چار افراد (علیؑ، عثمان، عبدالرحمٰن اور زبیر) کے درمیان رہے گی۔“[۲]

خلیفہ دوم کا ارکان شوریٰ کے ساتھ اجلاس

آخر کار یہ طے پایا کہ خلیفہ شوریٰ کے توسط سے انتخاب کیا جائے گا۔ عمر نے ارکان شوریٰ کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور وہ چھ منتخب افراد عمر کے گھر میں جمع ہوگئے جبکہ وہ گھر میں بستر پر اپنی موت کا انتظار کر رہے تھے۔ خلیفہ نے ان کی طرف نگاہ کی اور ان سے پوچھا: کیا تم سب میرے بعد خلافت کا لالچ رکھتے ہو؟“ لیکن عمر کو خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ ملا۔ جب عمر نے دوسری بار اپنے سوال کی تکرار کی تب زبیر اپنی خاموشی کو توڑتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا جواب دیا: ”آخر کیوں ہم خلافت کا لالچ نہ کریں؟ اگر تم خلیفہ ہو سکتے ہو تو ہم کیوں نہیں؟ ہم بھی قریشی ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے قرابت میں تم سے کم نہیں ہیں۔“

عمر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور انہوں نے ارکان شوریٰ کی طرف متوجہ ہو کر ان سے سوال کیا: ”کیا میں تم سب کے نامہ اعمال کھولوں؟“

---

(۱) اہل سنت کے بزرگ راویوں اور تابعین میں سے ایک مکحول شامی کہ جسے اہل سنت کے اکثر و بیشتر علمائے رجال نے ثقہ قرار دیا ہے، جس سے صحیح بخاری کے علاوہ اہل سنت کی باقی تمام چھ کتابوں میں روایتیں نقل ہوئی ہیں ۱۱۰ ہجری میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اس کی شخصیت سے اور زیادہ آگاہی کے لیے آپ کتاب تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۲۵۸ شرح حال مکحول شامی، ش ۵۱۱ کی طرف مراجعہ فرمائیں۔

(۲) «حدثني محمد بن سعد عن الواقدي عن إسماعيل بن إبراهيم بن عقبة عن موسى بن عقبة عن مكحول قال: لم يكن سعد في الشورى. قال و حدثني ابن أبي ذئب عن الزهري قال: لم يكن سعد في الشورى». أنساب الأشراف: ج ٦، ص ١٢٦، أمر الشورى و بيعة عثمان. «و روي أن عمر قبل موته أخرج سعد بن مالك من أهل الشورى و قال: الأمر في هؤلاء الأربعة و دعوا سعدا على حاله أميرا بين يدي الإمام». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۵۰، من أخبار يوم الشورى و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹.

سب نے کہا: "اگر ہم منع بھی کریں تب بھی آپ چپ رہنے والے نہیں، اس لیے بول ہی دیں!(۱)

زبیر کے بارے میں عمر کا نظریہ

خلیفہ نے زبیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "اے زبیر! تم تند مزاج، بد اخلاق اور حریص انسان ہو۔ جب تم خوش رہتے ہو تو مومن ہوتے ہو اور جب تمہیں غصہ آتا ہے تب تم کافر ہو جاتے ہو۔ ایک دن انسان تو دوسرے دن شیطان بن جاتے ہو۔ تم اس قدر کنجوس اور بخیل ہو کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم ایک دن مکہ میں ایک مٹھی گیہوں کے لیے جھگڑا کر بیٹھو گے۔ کاش! مجھے پتہ ہوتا کہ جس وقت تم غصے کی حالت میں شیطان کی طرف رخ کیے ہوئے ہو گے تو تمہاری جگہ مسند خلافت پر کون بیٹھے گا؟ اے زبیر! جب تم ان صفات کے حامل ہو تو خدا تمہیں کبھی خلیفہ نہیں بنا سکتا۔"(۲)

---

(۱) «ثم قال: ادعوهم لي، فدعوهم، فدخلوا عليه و هو ملقى على فراشه يجود بنفسه. فنظر إليهم فقال: أكلكم يطمع في الخلافة بعدي؟ فوجموا. فقال لهم ثانية. فأجابه الزبير و قال: و ما الذي يبعدنا منها! وليتها أنت فقمت بها و لسنا دونك في قريش ولا في السابقة و لا في القرابة. قال الشيخ أبوعثمان الجاحظ: والله لولا علمه أن عمر يموت في مجلسه ذلك لم يقدم على أن يفوه من هذا الكلام بكلمة ولا أن ينبس منه بلفظه. فقال عمر: أفلا أخبركم عن أنفسكم؟ قال: قل، فإنا لو استعفيناك لم تعفنا». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۵، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳. «و قد يروى من غير هذا الطريق أنّ عمر قال لأصحاب الشورى: روحوا إلي، فلما نظر إليهم قال: قد جاءني كل واحد منهم يهز عفريته، يرجو أن يكون خليفة». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۵۹، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳. «عن أبي بحرية الكندي أنه أخبره عن عمر أنه خرج على مجلس فيه عثمان بن عفان و علي بن أبي طالب و الزبير بن العوام و طلحة بن عبيدالله و سعد بن أبي وقاص، فقال: كلّكم يحدث نفسه بالإمارة بعدي؟ قال: فسكتوا. فقال: كلّكم يحدث نفسه بالإمارة بعدي؟ فقال الزبير: نعم، كلّنا يحدث نفسه بالإمارة بعدك و يراه لها أهلا. قال: أفلا أحدّثكم عنكم؟ قال: فسكتوا. ثم قال: ألا أحدّثكم عنكم؟ فسكتوا. ثم قال: ألا أحدثكم عنكم؟ قال الزبير: فحدّثنا و لو سكتنا لحدثتنا». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۸، ص ۳۰۹، شرح حال عمرو بن الحارث بن عبدالله العامري، ش ۵۴۳۸ و مسند الشاميين: ج ۳، ص ۵۱، ح ۱۷۹۰.

(۲) «أما أنت يا زبير! فوعق لقس، مؤمن الرضا كافر الغضب، يوما إنسان و يوما شيطان، و لعلها لو أفضت إليك ظلت يومك. تلاطم بالبطحاء على مد من شعير. أفرأيت إن أفضت إليك، فليت شعري من يكون للناس يوم تكون شيطانا، و من يكون يوم تغضب. و ما كان الله ليجمع لك أمر هذه الأمة و أنت على هذه الصفة». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۵، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳. «و أما أنت يا زبير! فوالله ما لان قلبك يوما ولا ليلة و ما زلت جلفا جافيا». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۵۹، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳. «فقال: أما أنت يا زبير! فإنك كافر الغضب مؤمن الرضا، يوما تكون شيطانا و

طلحہ کے بارے میں عمر کا نظریہ

خلیفہ نے طلحہ کی طرف رخ کیا جبکہ عمر طلحہ سے اس کلام کی وجہ سے راضی نہیں تھے جو اس نے ابو بکر کی وفات کے وقت عمر کے متعلق کہا تھا۔[۱] عمر نے طلحہ سے کہا: ''بتاؤ، میں خاموش ہی رہوں یا کچھ بولوں؟''

طلحہ نے کہا: ''بولیں، لیکن مجھے پتا ہے کہ آپ میرے متعلق کچھ اچھا نہیں کہیں گے۔''

عمر نے کہا: ''اے طلحہ! جنگ احد میں جب تمہاری انگلی کٹی تھی، میں تمہیں اس وقت سے جانتا ہوں۔ تم مغرور و متکبر ہو چکے ہو۔ پیغمبر اکرم ﷺ اس دنیا سے چلے گئے مگر وہ تم سے تمہاری اس بات کی وجہ سے جو تم نے آیہ حجاب کے نازل ہونے کے حوالے سے کہی تھی،[۲] ناراض تھے۔''[۳]

یوما تکون إنسانا، أفرأیت یوما تکون شیطانا من یکون الخلیفة یومئذٍ؟». تاریخ دمشق الکبیر: ج ۴۸، ص ۳۰، شرح حال عمرو بن الحارث بن عبداللّٰه العامري، ش ۵۴۳۸ و مسند الشامیین: ج ۳، ص ۵۱، ح ۱۷۹۰.

(۱) جب ابو بکر نے عمر کو اپنا جانشین منتخب کیا تو لوگوں نے عمر کے تند مزاج اور غصے کی وجہ سے ابو بکر پر اعتراض کیا۔ ان اعتراض کرنے والوں میں سے ایک طلحہ بھی تھا۔ مزید معلومات کے لیے آپ کتاب تاریخ الطبری: ج۲، ص۳۵۵، حوادث سال ۱۳، ذکر اسماء قضاته و کتابه و عماله علی الصدقات۔ انساب الاشراف: ج۱۰، ص۸۷-۸۸، وفات ابی بکر و شرح نہج البلاغہ: ج۶، ص۳۴۳، فصل فی ذکر اسباب المادیة الغلظة و الفظاظة کی طرف مراجعہ فرمائیں۔

(۲) «قال شیخنا أبوعثمان الجاحظ رحمه اللّٰه تعالی: الکلمة المذکورة أن طلحة لما أنزلت آیة الحجاب قال بمحضر ممن نقل عنه إلی رسول اللّٰه ﷺ: ما الذي یغنیه حجابهن الیوم و سیموت غدا فننکحهن». شرح نہج البلاغہ: ج ۱، ص ۱۸۶، قصة الشوری، ذیل خطبہ ۳. اس جملے کو سنتے ہی پیغمبر اکرم ﷺ بہت ناراض ہوئے اور پھر بلا فاصلہ یہ آیت نازل ہوئی کہ تم پیغمبرؐ کو اذیت پہنچانے کا ذرا بھی حق نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی پیغمبرؐ کے بعد ان کی ازواج سے شادی کرنے کا حق رکھتے ہو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا سورہ احزاب، آیہ ۵۳. بہت سارے محدثین و مفسرین نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ یہ آیت طلحہ کے لیے نازل ہوئی ہے جس نے کہا تھا: پیغمبر ﷺ کے بعد میں ان کی بیوی عائشہ کے ساتھ شادی کروں گا۔ آپ کتاب الطبقات الکبری: ج ۸، ص ۲۰۱، باب تفسیر الآیات التي في ذکر أزواج رسول اللّٰه ﷺ; تفسیر القرآن العظیم: ج۳، ص ۵۱۳، ذیل آیہ ۵۳ سورہ احزاب و الدر المنثور في التفسیر بالمأثور: ج ۶، ص ۵۶۸، ذیل آیہ ۵۳ سورہ احزاب، کی طرف مراجعہ کر سکتے ہیں۔

(۳) «و أما أنت یا طلحة، فلقد مات رسول اللّٰه ﷺ و إنه علیك لعاتب». تاریخ دمشق الکبیر: ج ۴۸، ص ۳۰۹، شرح حال عمرو بن الحارث بن عبداللّٰه العامري، ش ۵۴۳۸ و مسند الشامیین: ج ۳، ص ۵۱، ح ۱۷۹۰. «ثم أقبل علی طلحة و کان له مبغضا منذ قال لأبي بکر یوم وفاته ما قال في عمر، فقال له: أقول أم أسکت قال: قل،

سعد ابن ابی وقاص کے بارے میں عمر کا نظریہ

پھر خلیفہ نے سعد کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا: "اے سعد! تم ایک خاندان پرست اور فتین انسان ہو۔ تمہارے پاس ڈھیروں مال اور گھوڑے ہیں۔ تم صاحب قوس و تیر و کمان ہو گویا تم ایک جنگجو انسان ہو۔ یہ منصب خلافت قبیلہ بنی زہرہ کے لوگوں کے لیے نہیں ہے یعنی تمہارے قبیلہ میں کبھی کوئی ایسا پیدا نہیں ہو گا جو خلیفہ بن سکے۔"(۱)

عبد الرحمٰن ابن عوف کے بارے میں عمر کا نظریہ

عمر نے عبد الرحمٰن سے کہا: "اے عبد الرحمٰن! اگر تمہارے ایمان کا موازنہ آدھے مسلمانوں کے ایمان سے کیا جائے تو تمہارا ایمان ان سے زیادہ ہو گا۔(۲) لیکن تم ایک کمزور اور ناتوان انسان ہو۔ تمہارے جیسا ضعیف انسان، جو صرف اپنے آپ سے محبت کرتا ہو، خلافت کے لائق نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ قبیلہ بنی زہرہ یعنی عبد الرحمٰن کے قبیلے میں کوئی خلافت کی قابلیت نہیں رکھتا۔"(۳)

فإنك لاتقول من الخير شيئا. قال: أما إني أعرفك منذ أصيبت إصبعك يوم أحد و البأو الذي حدث لك، و لقد مات رسول اللّٰهﷺ ساخطا عليك بالكلمة التي قلتها يوم أنزلت آية الحجاب». شرح نهج البلاغة: ج ۱، ص ۱۸۵ - ۱۸۶، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳. «أما أنت يا طلحة! أفلست القائل: أن قبض النبي أنكح أزواجه من بعده؟ فما جعل اللّٰه محمدا أحق ببنات أعمامنا منا، فأنزل اللّٰه تعالى فيك: وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۵۹، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳.

(۱) «و أما أنت يا سعد! فأنت صاحب مال». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۸، ص ۳۰۹، شرح حال عمرو بن الحارث بن عبداللّٰه العامري، ش ۵۴۳۸ و مسند الشاميين: ج ۳، ص ۵۱، ح ۱۷۹۰. «قال: ثم أقبل على سعد بن أبي وقاص فقال: إنما أنت صاحب مقنب من هذه المقانب تقاتل به. و صاحب قنص و قوس و أسهم و ما زهرة و الخلافة و أمور الناس». شرح نهج البلاغة: ج ۱، ص ۱۸۶، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳. «و أما أنت يا سعد! فصاحب عصبية و فتنة». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۵۹، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳.

(۲) تعجب ہے! معلوم نہیں، یہ تعبیر یہ لوگ کہاں سے لے کر آئے ہیں؟!

(۳) «و أما أنت يا عبدالرحمن! فإنك لما جاءك من خير لأهلٌ». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۸، ص ۳۰۹، شرح حال عمرو بن الحارث بن عبداللّٰه العامري، ش ۵۴۳۸ و مسند الشاميين: ج ۳، ص ۵۱، ح ۱۷۹۰. «ثم أقبل على عبدالرحمن بن عوف، فقال: و أما أنت يا عبدالرحمن! فلو وزن نصف إيمان المسلمين بإيمانك، لرجح إيمانك به. ولكن ليس يصلح هذا الأمر لمن فيه ضعف كضعفك. و ما زهرة و هذا الأمر». شرح نهج البلاغة: ج ۱، ص۱۸۶، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳. «و أما أنت يا عبدالرحمن! فإنك رجل عاجز تحبّ قومك جميعا». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۵۹، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه۲۲۳.

امام علیؑ کے بارے میں عمر کا نظریہ

عمر ابن خطاب نے امام علیؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "اے علی، خدا کی قسم! اگر تمہارے ایمان کا موازنہ تمام مخلوق عالم کے ایمان کے ساتھ ہو تو تمہارا ایمان سب سے برتر رہے گا، لیکن تم ایک شوخ مزاج انسان ہو۔ اگر تم ایسے نہ ہوتے تو خدا کی قسم میں تمہیں مسلمانوں کا والی قرار دے دیتا اور یقیناً تم لوگوں کو حق اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے۔"(۱)

عثمان کے بارے میں عمر کا نظریہ

خلیفہ نے آخر میں عثمان کی طرف رخ کیا اور کہا: "اے عثمان! تمہارے ایمان کو اگر ایک لشکر میں تقسیم کیا جائے تو تمہارا ایمان سب میں بٹ جائے گا(۲)، لیکن خدا کی قسم! گائے اور بکریوں کے فضلات تم سے اچھے ہیں۔(۳) لعنت ہو تم پر! میں دیکھ رہا ہوں کہ قریش تمہیں منصب خلافت کے لیے منتخب کریں گے، لیکن تم بنی امیہ اور بنی ابی معیط کو لوگوں پر مسلط کر دو گے اور بیت المال کو ان کے اختیار میں دے دو گے۔ لوگوں کا ایک گروہ تم پر شورش کرے گا اور تمہیں، تمہارے ہی گھر میں قتل کر دے گا۔ خدا کی قسم! اگر قریش نے تمہیں خلیفہ بنا دیا تو تم بنی امیہ کو بھی لوگوں پر مسلط کر دو گے اور اگر تم نے ایسا کیا تو عرب تمہیں جان سے مار دیں گے۔"(۴)

---

(۱) «و أما أنت يا علي! ففيك دعابة». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۸، ص ۳۰۹، شرح حال عمرو بن الحارث بن عبدالله العامري، ش ۵۴۳۸ و مسند الشاميين: ج ۳، ص ۵۱، ح ۱۷۹۰. «ثم أقبل على علي، فقال: لله أنت لولا دعابة فيك أما والله لئن وليتهم، لتحملنهم على الحق الواضح و المحجة البيضاء». شرح نهج البلاغة: ج ۱، ص ۱۸۶، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳. «و أما أنت يا علي! فوالله لو وزن إيمانك بايمان أهل الأرض لرجحهم، فقام علي موليا يخرج، فقال عمر: والله اني لأعلم مكان رجل لو وليتموه أمركم لحملكم على المحجة البيضاء. قالوا: من هو؟ قال: هذا المولّي من بينكم. قالوا: فما يمنعك من ذلك؟ قال: ليس إلى ذلك سبيل». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۵۹، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳.

(۲) «و إنّ منكم لرجلا لو قسم إيمانه بين جند من الأجناد لأوسعهم، يريد عثمان بن عفان». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۸، ص ۳۰۹، شرح حال عمرو بن الحارث بن عبدالله العامري، ش ۵۴۳۸ و مسند الشاميين: ج ۳، ص ۵۱، ح ۱۷۹۰.

(۳) «و أما أنت يا عثمان! فوالله لروثة خير منك». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۵۹، نقل قول سيد مرتضى، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳ و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۶۳، كتاب الفتن و المحن، مثالب عمر، الطعن الثامن عشر.

(۴) «هيها إليك. كأني بك قد قلدتك قريش هذا الأمر لحبها إياك، فحملت بني أمية و بني أبي معيط على رقاب الناس، و آثرتهم بالفيء، فسارت إليك عصابة من ذؤبان العرب، فذبحوك على فراشك ذبحا. و الله لئنفعلوا لتفعلن و لئن

جب ارکان شوریٰ عمر کے پاس سے باہر آئے تو عمر نے کہا: ''اگر میں نے علیؑ کو منتخب کیا تو علیؑ لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت کریں گے۔'' عبد اللہ ابن عمر اپنے والد سے کہتا ہے: ''کون سی چیز مانع تھی کہ آپ نے علیؑ کو منتخب نہیں کیا؟'' عمر نے جواب دیا: ''میں نہیں چاہتا کہ بار خلافت کو اپنی زندگی اور مرنے کے بعد بھی اپنے کندھوں پر رکھوں۔''(۱)

طبری اور ابن عبد ربہ نقل کرتے ہیں:

ارکان شوریٰ پھر سے عمر کے پاس آئے اور ان سے وصیت کرنے کی درخواست کی۔ عمر نے کہا: ''ان تمام باتوں کے بعد جو میں نے تم سے کی ہیں، میری نگاہ ایک ایسے مرد پر گئی جو سب سے بہتر طریقے سے تمہیں راہ راست پر لائے گا۔'' اس کے بعد عمر نے امام علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ''لیکن میں نے غور و فکر کیا تو میں نے پایا کہ میں اب جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں لہٰذا میں بار خلافت کو اپنی زندگی اور اپنی زندگی کے بعد بھی اپنے کندھوں پر نہیں رکھ سکتا۔''(۲)

مغیرہ کہتا ہے: میں عمر کے ساتھ تھا۔ انہوں نے امام علیؑ سے کچھ باتیں کیں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے علیؑ پر غصہ کیا ہے؟'' انہوں نے امام علیؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''خدا کی قسم! اگر علیؑ شوخ مزاج نہ ہوتے تو میں ان کی ولایت وخلافت میں کوئی شک نہ کرتا چاہے علیؑ کی خلافت قریش کو گراں ہی کیوں نہ گزرتی۔(۳)

فعلت ليفعلن. ثم أخذ بناصيته فقال: فإذا كان ذلك فاذكر قولي فإنه كائن». شرح نهج البلاغة: ج ۱، ص ۱۸۶، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳.

(۱) «فلما خرجوا من عند عمر قال عمر: لو ولّوها الأجلح سلك بهم الطريق. فقال له ابن عمر: فما يمنعك يا أميرالمؤمنين؟ قال: أكره أن أتحملها حيا و ميتا». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۴۲، شرح حال عمر، ذكر استخلاف عمر و أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۲۰، أمر الشورى و بيعة عثمان.

(۲) «فخرجوا ثم راحوا فقالوا: يا أميرالمؤمنين! لو عهدت عهدا. فقال: قد كنت أجمعت بعد مقالتي لكم أن أنظر فأولى رجلا أمركم هو أحراكم أن يحملكم على الحق و أشار إلى علي و رهقتني غشية فرأيت رجلا دخل جنة قد غرسها فجعل يقطف كل غضة و يانعة فيضمه إليه و يصيره تحته فعلمت أن اللّٰه غالب أمره و متوف عمر فما أريد أتحملها حيا وميتا عليكم». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۰، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشورى و العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۷۴ - ۲۷۵، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان.

(۳) «مغيرة بن شعبة: إني لعند عمر بن الخطاب... فمشيت معه و قلت: يغفر اللّٰه لك، أغضبت؟ قال: فأشار إلى علي و قال: أما واللّٰه لولا دعابة فيه ما شككت في ولايته و إن نزلت على رغم أنف قريش». العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۸۱ - ۲۸۲، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان.

خلیفہ کی چال کہ انتخاب عثمان کے حق میں ہو

خلیفہ دوم نے ظاہری طور پر انتخاب کی سلامتی کے لیے دو گروہوں کو انتخابات شوریٰ پر بطور ناظر معین کیا جو مدینہ کے ممتاز اور عسکری افراد میں سے تھے۔[1]

مدینہ کے ممتاز افراد

اس گروہ میں امام حسنؑ، عبداللہ ابن عباس اور انصار کے کچھ بزرگان شامل تھے۔ عمر نے کہا: "انصار کے چند اہم افراد کو شوریٰ کے جلسے میں شرکت کی خبر دو اور ان سے کہہ دو کہ اس جلسے میں ان کی شرکت صرف اور صرف اعزازی ہو گی اور انہیں اس میں اظہار رائے کا کوئی حق نہیں ہو گا۔ حسنؑ ابن علیؑ اور عبداللہ ابن عباس، رسول اللہ ﷺ سے قرابت اور ان سے نزدیکی کی وجہ سے اس جلسے میں تبرکاً شرکت کریں گے اور انہیں امر خلافت میں دخالت کی اجازت نہیں ہو گی۔[2]

عسکری افراد کا گروہ

پچاس افراد پر مشتمل اس عسکری گروہ کی کمان ابو طلحہ کے ہاتھ میں تھی، جسے اس جلسے کا رئیس بھی منتخب کیا گیا تھا۔ عمر نے اسے بلانے کا حکم دیا اور جب ابو طلحہ ان کے پاس آیا تو عمر نے اس سے کہا: "اے ابو طلحہ! مجھے دفن کرنے کے بعد جب تم واپس ہونا تو ان لوگوں کو جو اس شوریٰ میں شامل ہیں انہیں ایک گھر میں جمع کرنا تاکہ وہ مشورت کر کے اپنے درمیان سے ہی کسی کو خلیفہ چن لیں۔ گھر کا دروازہ بند کر لینا اور جب تک وہ خلیفہ منتخب نہ کر لیں ان میں سے کسی کو بھی باہر جانے کی اجازت نہ دینا۔[3] تلواروں سے لیس انصار کے پچاس

---

(۱) مثلاً بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ فلاں ملک اس اجلاس میں شرکت تو کرے گا مگر صرف ناظر رکن کے طور پر اور اسے کسی قسم کی رائے دینے کا حق حاصل نہیں ہو گا۔

(۲) «و أحضروا معكم من شيوخ الأنصار و ليس لهم من أمركم شيء و أحضروا معكم الحسن بن علي و عبدالله بن عباس فإن لهما قرابة و أرجو لكم البركة في حضورهما و ليس لهما من أمركم شيء». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۴، تولية عمر بن الخطاب الستة الشورى.

(۳) «عن أنس بن مالك قال: أرسل عمر بن الخطاب إلى أبي طلحة الأنصاري قبيل أن يموت بساعة، فقال: يا أباطلحة! كن في خمسين من قومك من الأنصار مع هؤلاء النفر أصحاب الشورى فإنهم فيما أحسب سيجتمعون في بيت أحدهم فقم على ذلك الباب

لوگوں کے ساتھ جہاں شوریٰ منعقد ہو، اس کی اطراف میں کھڑے ہو جانا اور انہیں اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ جلدی خلیفہ معین کریں اور اپنی مہر اس پر لگا دیں۔ اپنے ہاتھوں میں تلوار لیے ان کے سروں پر سوار ہو جانا تا کہ وہ جلد خلیفہ منتخب کرلیں۔ اگر ان چھ میں سے پانچ موافق رہیں اور ایک مخالف ہو تو اس ایک کی گردن اڑا دو۔ اگر چار موافق اور دو مخالف ہوں تو ان دو مخالفین کو مار دو۔ اور اگر تین، تین کی برابری ہو جائے تو اس گروہ کی بات ماننا جس میں عبدالرحمٰن ابن عوف ہو۔ اگر عبدالرحمٰن کا مخالف گروہ اپنے نظریے پر ہی قائم رہے تو پھر انہیں مار ڈالنا اور اگر تین دن گزر جائیں اور یہ لوگ کسی ایک کا بھی انتخاب نہ کر پائیں تو پھر ان تمام افراد کو مار دینا تا کہ مسلمان اپنا خلیفہ خود ہی معین کر لیں۔ (۱)

طبری نے اس طرح نقل کیا ہے:

عمر نے ابو طلحہ انصاری سے کہا: "خدا نے اسلام کو ہمیشہ تمہارے وسیلے سے عزت بخشی ہے، تم انصار میں سے پچاس لوگوں کا انتخاب کرو اور ان چھ افراد کو مجبور کرو کہ وہ اپنے درمیان ہی سے کسی ایک کو بعنوان خلیفہ منتخب کریں۔"

مقدادؓ سے کہا: "جب مجھے دفن کر لینا تو ان چھ افراد کو ایک گھر میں جمع کرنا تا کہ یہ اپنے درمیان سے کسی ایک کا انتخاب کر لیں۔"

بأصحابك فلا تترك أحدا يدخل عليهم و لاتتركهم يمضي اليوم الثالث حتى يؤمروا أحدهم اللهم أنت خليفتي عليهم». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳٦۴، شرح حال عمر، ذكر استخلاف عمر و أنساب الأشراف: ج ٦، ص ۱۲۵، أمر الشورى و بيعة عثمان.

(۱) «ثم قال: ادعوا إلي أباطلحة الأنصاري، فدعوه له فقال: انظر يا أباطلحة! إذا عدتم من حفرتي، فكن في خمسين رجلا من الأنصار حاملي سيوفكم، فخذ هؤلاء النفر بإمضاء الأمر و تعجيله و اجمعهم في بيت، و قف بأصحابك على باب البيت ليتشاوروا و يختاروا واحدا منهم، فإن اتفق خمسة و أبى واحد فاضرب عنقه، و إن اتفق أربعة و أبى اثنان فاضرب أعناقهما، و إن اتفق ثلاثة و خالف ثلاثة، فانظر الثلاثة التي فيها عبدالرحمن فارجع إلى ما قد اتفقت عليه، فإن أصرت الثلاثة الأخرى على خلافها فاضرب أعناقها، و إن مضت ثلاثة أيام و لم يتفقوا على أمر فاضرب أعناق الستة و دع المسلمين يختاروا لأنفسهم». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۷، قصه الشورى، ذيل خطبه ۲.

«و وكّل بهم أباطلحة زيد بن سهل الأنصاري ثم الخزرجي من بنى عدي بن عمرو بن مالك بن النجار وهو زوج أم سليم أم أنس بن مالك في خمسين رجلا من الأنصار و أمره باستحثاثهم و أن لاتمضي الثلاثة أيام إلا و قد أبرموا أمرهم و أجمعوا على رجل منهم و قال: إن اجتمع خمسة و خالف واحد فاقتلوه، و كذلك إن خالف اثنان و اجتمع أربعة نفر، فان افترقوا فرقتين فكونوا في الفرقة التي فيها عبدالرحمن بن عوف، و إن أبت الفرقة الأخرى الدخول فيما اجتمع عليه المسلمون فاقتلوهم، فعرض عليهم عبدالرحمن أن يخرج أحدهم نفسه و يختار من الباقين واحدا، فأحجموا عن ذلك». التنبيه و الأشراف: ص ۲۵۲، ذكر خلافة عمر بن الخطاب.

صہیب سے کہا: ''تم تین دن تک لوگوں کو نماز باجماعت پڑھاؤ اور علیؑ، عثمان، سعد، عبدالرحمٰن، زبیر اور طلحہ اگر آئیں تو انہیں گھر میں داخل کر دینا اور عبداللہ ابن عمر کو بھی بلا لینا، لیکن اس کا خلافت میں کوئی حق نہیں ہو گا۔ ان کے سروں پر سوار ہو جانا اور اگر ان میں سے پانچ کسی ایک پر متفق ہو جائیں اور کوئی ایک مخالف ہو تو اس ایک کو مار دینا۔ اگر چار افراد کسی ایک پر متفق ہو جائیں اور دو ان کے مخالف ہوں تو ان دو کو مار ڈالنا۔ اور اگر بات تین، تین کی برابری پر آ جائے تو عبداللہ ابن عمر کے ہاتھ فیصلہ ہو گا اور جس کی عبداللہ نے تائید کی اس گروہ کی بات مانی جائے گی۔ اگر عبداللہ ابن عمر کی بات نہ مانی جائے تو پھر وہ بات مان لینا جو عبدالرحمٰن ابن عوف کہے اور اگر کوئی اس کی بات ماننے سے مخالفت کرے تو اسے مار دینا۔''[1]

دوسری روایتوں میں وارد ہوا ہے: ''اگر رائے تین تین کی برابری پر آ جائے تو فیصلہ عبداللہ ابن عمر کے ہاتھ ہو گا، اس روایت میں عبدالرحمٰن کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا ہے۔''[2]

ایک یہودی شخص کے جواب میں امام علیؑ فرماتے ہیں: ''عمر نے شوریٰ کی وصیت کی، اس شوریٰ میں اس نے اپنے بیٹے کو ہم پر حاکم بنا دیا اور عبداللہ کے حکم کے نافذ نہ ہونے پر اس نے جان سے مار دینے کا حکم دے دیا۔''[3]

---

(۱) «و قال لأبي طلحة الأنصاري: يا أباطلحة! إنّ اللّٰه عزوجل طالما أعز الإسلام بكم فاختر خمسين رجلا من الأنصار فاستحث هؤلاء الرهط حتى يختاروا رجلا منهم و قال للمقداد بن الأسود: إذا وضعتموني في حفرتي فاجمع هؤلاء الرهط في بيت حتى يختاروا رجلا منهم و قال لصهيب: صلّ بالناس ثلاثة أيام و أدخل عليا و عثمان و الزبير و سعدا و عبدالرحمن بن عوف و طلحة إن قدم و أحضر عبداللّٰه بن عمر و لا شيء له من الأمر و قم على رؤسهم فإن اجتمع خمسة و رضوا رجلا و أبى واحد فاشدخ رأسه أو اضرب رأسه بالسيف و إن اتفق أربعة فرضوا رجلا منهم و أبى اثنان فاضرب رؤسهما فان رضي ثلاثة رجلا منهم و ثلاثة رجلا منهم فحكموا عبداللّٰه بن عمر فأي الفريقين حكم له فليختاروا رجلا منهم فإن لم يرضوا بحكم عبداللّٰه بن عمر فكونوا مع الذين فيهم عبدالرحمن بن عوف و اقتلوا الباقين ان رغبوا عما اجتمع عليه الناس». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۱، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى; الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۲۲۱، حوادث سال ۲۳ هجرى، ذكر قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۵، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

(۲) «ثم قال: إن استقام أمر خمسة منكم و خالف واحد فاضربوا عنقه و إن استقام أربعة و اختلف اثنان فاضربوا أعناقهما و إن استقر ثلاثة و اختلف ثلاثة فاحتكموا إلى ابني عبداللّٰه، فلأي الثلاثة قضى فالخليفة منهم و فيهم، فإن أبى الثلاثة الآخرون ذلك فاضربوا أعناقهم». الأمامة و السياسة: ج۱، ص ۲۴، تولية عمر بن الخطاب الستة الشورى و عهده إليهم.

(۳) «و صيرها شورى بيننا و صير ابنه فيها حاكما علينا و أمره أن يضرب أعناق النفر الستة الذين صير الأمر فيهم إن لم‌ينفذوا أمره». الخصال: ص ۴۱۱، باب السبعة، ح ۵۸ و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۳۴۷، كتاب الفتن و المحن، الشورى و احتجاج أميرالمؤمنين عليهم، باب ۲۶، ح ۳.

جب عمر نے شوریٰ اور اس کے انتخابات کے طریقوں کو بتا دیا تو لوگوں نے ان سے کہا: "آپ ہمارے لیے وصیت کریں تاکہ ہم اس وصیت کے مطابق استدلال کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ عمر نے کہا: "خدا کی قسم! کوئی چیز مانع نہیں تھی، میں سعد کو خلیفہ بنا دیتا مگر سعد عضور، تند مزاج اور اس کے علاوہ وہ ایک جنگجو انسان ہے۔ عبد الرحمٰن کو بھی خلیفہ بنا دینے میں کوئی چیز مانع نہیں تھی لیکن عبد الرحمٰن اس امت کا فرعون ہے۔ زبیر کو بھی خلیفہ بنا دینے میں کوئی چیز مانع نہیں تھی لیکن جب وہ راضی رہتا ہے تو مومن اور جب غصہ کرتا ہے تو کافر بن جاتا ہے۔ طلحہ کو بھی خلیفہ بنا دینے میں کوئی چیز مانع نہیں تھی لیکن وہ متکبر ہے اور اگر وہ خلیفہ بن جائے تو وہ خلافت اپنی زوجہ کے ہاتھ دے دے گا۔ عثمان کے خلیفہ بننے میں بھی کوئی چیز مانع نہیں ہے مگر وہ اپنے خاندان اور قبیلے سے بہت محبت اور دوسروں سے تعصب رکھتا ہے۔ علیؑ کو خلیفہ بنانے میں بھی کوئی چیز مانع نہیں تھی مگر علیؑ خلافت کے لیے حریص ہیں، لیکن اے علیؑ! اگر میں تمہیں خلافت کے لیے منتخب کروں تو تم لوگوں کو راہ راست اور دین حق کی طرف ہدایت کرنے میں سب سے بہتر رہو گے۔"[۱]

شوریٰ کو معاویہ اور عمرو عاص کا ڈر

عمر کی تمام تدابیر کے زیر نظر، انتخابات کی صحت اور ان انتخابات کے صحیح ہونے کے لیے عمر نے ارکان شوریٰ کو ڈرایا اور کہا: "اگرچہ میں نے تم سب کو تین دن کی مہلت دی ہے، لیکن کوشش کرو کہ تین دن سے پہلے ہی کام تمام ہو جائے۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں معاویہ اور عمرو عاص اس فرصت کا غلط فائدہ نہ اٹھالیں۔"[۲]

---

(۱) «ثم قال: إن استقام أمر خمسة منكم و خالف واحد فاضربوا عنقه... فقالوا: قل فينا يا أميرالمؤمنين! مقالة نستدل فيها برأيك و نقتدي به. فقال: واللّٰه ما يمنعني أن أستخلفك يا سعد! إلا شدتك و غلظتك، مع أنك رجل حرب. و ما يمنعني منك يا عبدالرحمن! إلا أنك فرعون هذه الأمة. و ما يمنعني منك يا زبير! إلا أنك مؤمن الرضا، كافر الغضب. و ما يمنعني من طلحة إلا نخوته و كبره، و لو وليها وضع خاتمه في إصبع امرأته. و ما يمنعني منك يا عثمان! إلا عصبيتك و حبك قومك و أهلك. و ما يمنعني منك يا علي! إلا حرصك عليها، و إنك أحرى القوم إن وليتها أن تقيم على الحق المبين والصراط المستقيم». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۴، تولية عمر بن الخطاب الستة الشورى و عهده إليهم.

(۲) «عن عبدالكريم بن راشد أن عمر بن الخطاب قال: يا أصحاب محمد! تناصحوا، فإنكم إن لم تفعلوا ذلك، غلبكم عليها عمرو بن العاص و معاوية بن أبي سفيان». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۹، ص ۱۲۰، شرح حال عمرو بن عاص، ش ۵۴۷۳ و شرح نهج البلاغه: ج ۳، ص ۹۹، أخبار متفرقة، ذيل خطبه ۴۳.

دوسری روایت کے مطابق عمر نے ارکان شوریٰ سے کہا: "اگر تم لوگ کسی نتیجے پر نہ پہنچ پاؤ تو معاویہ شام سے اور عبداللہ ابن ابی ربیعہ یمن سے اس فرصت کا فائدہ اٹھالیں گے کیونکہ یہ دونوں تم سب کے آباؤاجداد کے سوا کسی کی بھی فضیلت کے قائل نہیں ہیں۔"(۱)

شوریٰ کے منعقد ہونے کی جگہ

ارکان شوریٰ، جہاں بیت المال رکھا جاتا تھا وہاں پر یا مسور ابن مخرمہ(۲) کے گھر یا عائشہ کے گھر پر یا فاطمہ بنت قیس (اشعث ابن قیس کی بہن) کے گھر پر اکٹھے ہوئے۔(۳)

جلسہ کہاں پر منعقد ہوا؟، اس میں اختلاف ہے۔ ابن کثیر نے مسور ابن مخرمہ کے گھر والی روایت کو ترجیح دی ہے۔(۴) اور ابوطلحہ اور اس کے سپاہیوں کی وصیت کے مطابق (جو اس جلسے کے ناظر تھے) محل جلسہ مسور ابن مخرمہ کا ہی گھر ہے۔(۵)

---

(۱) «عن المطلب بن عبداللّٰه بن حنطب و أبي جعفر قالا: قال عمر لأهل الشورى: إن اختلفتم دخل عليكم معاوية بن أبي سفيان من الشام و بعده عبداللّٰه بن أبي ربيعة من اليمن فلا يريان لكم فضلا إلا سابقتكم». تاريخ دمشق الكبير: ج ٦٢، ص ٨٦، شرح حال معاويه، ش ٦٦٢٧ و الإصابة في تمييز الصحابة: ج ۴، ص ٧٠، شرح حال عبداللّٰه بن أبي ربيعة، ش ۴٦٨٩.

(۲) مسور بن مخرمہ، عبدالرحمن بن عوف کی بہن کا بیٹا ہے، اس کی ماں عبدالرحمن کی بہن ہے۔ الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ٣، ص ۴۵۵، شرح حال مسور بن مخرمه، ش ٢۴٣۴.

(۳) «فلما دفن عمر، جمع المقداد أهل الشورى في بيت المسور بن مخرمة و يقال في بيت المال و يقال في حجرة عائشة بإذنها». تاريخ الطبري: ج ٢، ص ۵٨٢، حوادث سال ٢٣ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ٣، ص ٩٢٦، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى. «لما كان بعد وفاة عمر بثلاثة أيام اجتمع الناس في دار فاطمة بنت قيس أخت الأشعث بن قيس». الفتوح: ج ٢، ص ٣٣١، ذكر خلافة عمر بن الخطاب، ذكر اختلاف المسلمين بعد قتل عمر بن الخطاب و عقد الخلافة لعثمان بن عفان.

(۴) «فلما فرغ من شأن عمر، جمعهم المقداد بن الأسود في بيت المسور بن مخرمة و قيل في حجرة عائشة و قيل في بيت المال و قيل في بيت فاطمة بنت قيس أخت الضحاك بن قيس و الأول أشبه و اللّٰه أعلم». البداية و النهاية: ج ٧، ص ١۵٠، حوادث سال ٢۴ هجرى، خلافة أميرالمؤمنين عثمان بن عفان.

(۵) «و أمروا أباطلحة أن يحجبهم». تاريخ الطبري: ج ٢، ص ۵٨٢، حوادث سال ٢٣ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ٣، ص ٩٢٧، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

عمرو ابن عاص اور مغیرہ ابن شعبہ، یہ دونوں جلسے کے دروازے پر آبیٹھے تو سعد نے ان کی طرف پتھر پھینک کر انہیں ان کی جگہ سے اٹھایا اور دور کر دیا اور ان دونوں سے کہا: ''تم لوگوں کے درمیان یہی کہنے کا ارادہ رکھتے تھے نا! کہ تم اس جلسے میں شریک تھے اور تم بھی ارکان شوریٰ میں سے تھے۔''(۱)

انتخاباتی جلسے میں حضرت امام علیؑ کی تقریر

اس جلسے میں تمام ارکان شوریٰ نے تقریریں کی۔ حضرت امام علیؑ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

''حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے حضرت محمد ﷺ کو ہمارا پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا۔ ہم خاندان نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم ہی معدن حکمت، اہل زمین کے لیے امان اور ہر بلا و مشکلات میں امت کے لیے سبب نجات ہیں۔ خلافت میں ہمارا حق ہے۔ اگر تم نے ہمیں ہمارا حق دیا تو ہم اسے قبول کر لیں گے اور اگر تم نے حق دینے سے انکار کیا تو ہم خلافت تک پہنچنے کے لیے کوئی اصرار بھی نہیں کریں گے۔ اپنے حق کے حصول کے لیے شمشیر بکف ہو جانے والی رسول اللہ ﷺ کی کوئی ایسی سیرت اگر ہمارے پاس ہوتی تو ہم شمشیر اپنے ہاتھوں میں ضرور اٹھاتے۔ یا اگر اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول ہوتا تو بیشک ہم تمہارے ساتھ جنگ و جدال پر آمادہ ہو جاتے اور اپنی جان قربان کر دیتے۔ دعوت حق پر صدائے لبیک کہنے میں کوئی مجھ سے آگے نہ تھا۔ (اگر بات سبقت حاصل کرنے کی ہی ہے تو پھر میں ہی وہ پہلا انسان ہوں جس نے پیغمبر اکرم ﷺ کی دعوت حق پر لبیک کہا اور ان پر ایمان لایا)۔ کسی نے بھی صلہ رحمی میں مجھ سے زیادہ کوششیں نہیں کی۔ پس میری بات سنو اور اسے سمجھو۔(۲) میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مستقبل میں سالوں سال منصب خلافت کے لیے شمشیر کشی نہ ہو۔ میں اس عہد و پیمان کے ٹوٹ جانے سے ڈرتا ہوں جس کی وجہ سے تم میں سے کچھ صرف اور صرف گمراہوں کے رہبر اور جاہلوں کے پیروکار بن کر رہ جاؤ۔(۳)

---

(۱) «و جاء عمرو بن العاص و المغيرة بن شعبة فجلسا بالباب فحصبهما سعد و أقامهما و قال: تريدان أن تقولا حضرنا و كنا في أهل الشورى». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۲، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۷، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

(۲) چونکہ ارکان شوریٰ کے اکثر افراد حضرت امام علیؑ کے دشمن تھے، لہٰذا امام نے اپنی حجت ان پر تمام کرنے کے لیے اس جملے کا استعمال کیا۔

(۳) «ثم تكلم علي بن أبي طالب فقال: الحمدلله الذي بعث محمّداً منا نبيا و بعثه إلينا رسولا، فنحن بيت النبوة و معدن الحكمة و أمان أهل الأرض و نجاة لمن طلب، لنا حق إن نعطه نأخذه و إن نمنعه نركب أعجاز الإبل و

حضرت امام علیؑ کو اس بات کا خوف تھا کہ کہیں شوریٰ میں شامل چند افراد فتنوں کے سرغنہ بن کر کسی فاسد گروہ کو اپنے ذریعے اس دین میں داخل نہ کر دیں۔ امام علیؑ نے انہیں خبر دار کر دیا تھا کہ ہوشیار رہو جاؤ! کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تمہارے اطراف میں جاہل اور لاابالی افراد جمع ہو جائیں، تمہارے لیے تالی اور تھالی بجائیں اور پھر تم ان کی محبت میں آکر اس امت کی تمام مصلحتوں کو چھوڑ دو اور ان کے مذموم مقاصد کو پورا کرنے میں لگ جاؤ۔

امام علیؑ دین مبین اسلام کے مستقبل کے لیے فکر مند تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ آئندہ خلافت کا فیصلہ شمشیر کے ذریعہ ہو گا، مسند خلافت کی بنیاد خون خرابے پر ہو گی۔ وہ لوگ جو آج ارکان شوریٰ کی حیثیت سے امت اسلام کی خاطر خلیفہ منتخب کرنے کے لیے یہاں تشریف فرماہیں وہی لوگ کل جاہلوں کے پرچم دار اور بدبخت لوگوں کے رہبر بنے ہوں گے اور خلافت کے لیے شمشیر کشی کریں گے۔ اس شوریٰ کا نتیجہ صرف فتنہ ہے اور اس فتنے کے سردار تم ہو گے۔''

ابن حجر ہیثمی، دار قطنی کے واسطے سے نقل کرتے ہیں:

''چھ افراد پر مشتمل اس شوریٰ میں امام علیؑ نے ایک طولانی تقریر کی اور فرمایا: ''میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے جس کے متعلق پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہو: ''قیامت کے دن تم ہی جنت و جہنم تقسیم کرنے والے ہو؟'' سب نے کہا: ''نہیں۔'' ''تمہیں خدا کی قسم ہے، بتاؤ کیا تمہارے درمیان کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ رسول اللہؐ سے قریب ہو؟'' کوئی ایسا ہے جسے پیغمبر اکرمؐ نے اپنی جان کہا ہو اور اس کے بچوں کا اپنا بچہ کہا ہو؟'' سب نے کہا: ''نہیں۔''[1]

لو طال السرى، لو عهد إلينا رسول اللّٰه ﷺ عهدا لأنفذنا عهده و لو قال لنا قولاً لجادلنا عليه حتى نموت، لن يسرع أحد قبلي إلى دعوة حق و صلة رحم و لاحول و لاقوة إلا باللّٰه اسمعوا كلامي و عوا منطقي، عسى أن تروا هذا الأمر من بعد هذا المجمع تنتضي فيه السيوف و تخان فيه العهود حتى تكونوا جماعة و يكون بعضكم أئمة لأهل الضلالة و شيعة لأهل الجهالة ثم أنشأ يقول:

فإن تك جاسم هلكت فإني ... بما فعلت بنوعبد بن ضخم

مطيع في الهواجر كل عي ... بصير بالنوى من كل نجم

تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۵، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۲۲۵، حوادث سال ۲۳ هجرى، ذكر قصة الشورى. «ثم تكلم بعده علي بن أبي طالب فقال: إنكم تعلمون أننا أهل بيت النبوة و سبب نجاة الأمة من المشقة و البلاء، لنا حق...». الفتوح: ج ۲، ص ۳۳۲، ذكر خلافة عمر بن الخطاب، ذكر اختلاف المسلمين بعد قتل عمر بن الخطاب و عقد الخلافة لعثمان بن عفان.

(۱) «و أخرج الدارقطني أن عليا قال للستة الذين جعل عمر الأمر شورى بينهم كلاما طويلا من جملته: أنشدكم باللّٰه! هل فيكم أحد قال له رسول اللّٰه: يا علي! أنت قسيم الجنة و النار يوم القيامة غيري؟ قالوا: اللهم لا». الصواعق المحرقة على

ابو الطفیل عامر ابن وائلہ[1] کہتا ہے:

انتخابات کے دن میں دروازے کے کنارے بیٹھا تھا کہ یکایک چیخ پکار کی آواز بلند ہوئی۔ پھر میں نے سنا کہ امام علیؑ فرمارہے تھے: "خدا کی قسم! میں اس منصب خلافت وولایت کا سب سے زیادہ حقدار تھا لیکن لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کی، لیکن میں نے اس پر صبر کیا اور خاموشی اختیار کرلی۔ صرف اس لیے کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہ ہو جائے اور لوگ پھر کفر کی طرف نہ پلٹنے لگ جائیں۔ لیکن پھر ابو بکر نے عمر کو اپنا جانشین منتخب کرلیا، جبکہ خدا کی قسم خلافت کا سب سے زیادہ حقدار میں تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے ان گزشتہ باتوں کی وجہ سے صبر کیا۔ آج پھر تم سب یہاں جمع ہوئے ہو تا کہ عثمان کی بیعت کر سکو۔ جان لو کہ اب میں خاموش نہیں بیٹھوں گا۔ عمر نے مجھے اس چھ لوگوں پر مشتمل شوریٰ میں شریک کیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں یہاں کچھ بولوں اور اپنے فضائل و خصوصیات بیان کروں تو چاہے کوئی عرب ہو یا عجم، کوئی یکتا پرست ہو یا مشرک، چاہے کوئی بھی ہو میری بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ اے پانچ لوگوں کے ایک گروہ! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ:

مجھ سے پہلے تم میں سے کس نے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا ہے؟

میرے سوا تم میں سے کس نے دو قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے؟

رسول اللہ ﷺ میرے سوا تم میں سے کس کے بھائی ہیں؟ جب رسول اللہ ﷺ مومنین کے درمیان صیغۂ اخوت پڑھ رہے تھے تب انہوں نے مجھے اپنا بھائی کہا تھا اور جو نسبت ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی وہی نسبت میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہے۔

میرے سوا تم میں کوئی ہے جسے کتاب خدا نے مطہر کہا ہو؟ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کے ان تمام گھروں کے دروازوں کو جو مسجد کی طرف کھلتے تھے، بند کر دیا تھا لیکن میرے گھر کے دروازے کو کھلا

أهل الرفض و الضلال و الزندقه: ص ١٥٩، الباب التاسع: في مآثره و فضائله و نبذ من أحواله، الفصل الثاني: في فضائله عليه السلام. یہ کہنا: «كلاماً طويلاً» اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس طرح کے بہت سارے جملے ارشاد فرمائے ہیں کہ جنہیں حضرت سے تعصبات کی بنا پر حذف کر دیا گیا۔ «و أخرج الدارقطني أن عليا يوم الشورى احتج على أهلها فقال لهم: أنشدكم بالله! هل فيكم أحد أقرب إلى رسول الله ﷺ في الرحم مني؟ و من جعله نفسه و أبناءه أبناءه و نسائه نسائِه غيري؟ قالوا: اللهم لا». الصواعق المحرقة على أهل الرفض و الضلال و الزندقه: ص ١٩٤، الباب الحادي عشر، في فضائل أهل البيت النبوي، الفصل الأول: في الآيات الواردة فيهم، الآية التاسعة.

(١) ابو الطفیل صحابی پیامبر ﷺ، حضرت امام علیؑ کا تربیت کردہ اموی لشکر کے خلاف قیام کرنے والا شخص تھا. مزید معلومات کے لیے کتاب الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ٤، ص ٢٥٩، شرح حال ابوطفیل، ش ٣٠٨٤ کی طرف مراجعہ فرمائیں۔

چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا جناب حمزہ اور جناب عباس نے جب آپؐ سے پوچھا کہ آپؐ نے ہمارے گھروں کے دروازے بند کر دیے ہیں مگر علی کے گھر کے دروازے کو کیوں کھلا چھوڑ دیا؟ تو آنحضرتؐ نے جواب دیا: "یہ کام میں نے نہیں بلکہ خدا نے کیا ہے اور خدا کے حکم سے یہ کام انجام پایا ہے۔"

میرے سوا کیا تم میں کوئی ایسا ہے جسے خدا اور اس کے رسولؐ نے دوسروں سے زیادہ چاہا ہو؟ خیبر کے دن جب پیغمبر اکرم ﷺ نے علم کو میرے ہاتھ میں دیا تو آپؐ نے فرمایا: "میں پرچم اسے دے رہا ہوں جو خدا اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور خدا اور اس کا رسولؐ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

میرے سوا کیا کسی اور کو بھی یہ فضیلت حاصل ہے کہ جب پیغمبر اکرم کے لیے بُھنا ہوا پرندہ نازل ہوا تو پیغمبر اکرم ﷺ نے دعا کی کہ خدایا! اپنے محبوب ترین بندے کو میرے پاس بھیج تاکہ وہ اس بھنے ہوئے گوشت کو کھانے میں میرا شریک رہے۔ تب میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر ہوا جبکہ مجھے اس بات کی کوئی خبر نہیں تھی۔ پھر پیغمبر اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "میرے قریب آؤ اور میرے ساتھ یہ گوشت کھاؤ؟"

کیا میرے سوا تم میں کوئی ایسا ہے کہ جس نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ بارہ مرتبہ نجوا کیا ہو: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرسول فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔[1]

کیا میرے سوا تم میں کوئی ایسا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے مجھ سے زیادہ خاضع ہو؟ یہاں تک کہ ان کے بستر پر میں سویا اور آپ کی جان بچائی؟

میرے سوا کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے نور کو خدا نے آسمان سے ہی کامل کیا ہو، جب خدا نے فرمایا: اپنے قرابت داروں کے حقوق کو ادا کرو۔[2]

کیا میرے سوا تم میں سے کسی نے راہ خدا اور رسولؐ میں مشرکین کو مارا ہے؟

رسول اللہ ﷺ پر کوئی بھی مشکل آنے پر تم میں سے کسی نے بھی مجھ سے زیادہ مشرکین سے جنگ کی ہے؟

---

(۱) اے ایمان والو! جب تم رسولؐ سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو، یہ بات تمہارے لیے بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے، ہاں اگر صدقہ دینے کے لیے کچھ نہ پاؤ تو اللہ یقیناً بڑا بخشنے والا، مہربان ہے۔ سورہ مجادلہ (۵۸)، آیہ ۱۲.

(۲) وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ سورہ اسراء (۱۷)، آیہ ۲۶.

کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے علم و حکمت میں اضافے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی ہو جیسی دعا انہوں نے میرے لیے کی ہے؟

کیا تم میں سے کوئی مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے قریب ہے؟

میرے سوا کوئی اور ہے کہ جسے پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی جان کہا ہو اور اس کی اولاد کو اپنی اولاد کہا ہو؟

کیا تمہارے درمیان میرے اور میری زوجہ فاطمہؑ کے علاوہ کوئی اور ایسا ہے جس نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خمس حاصل کیا ہو قبل اس کے کہ کوئی پیغمبر اکرم ﷺ کا قریبی ان پر ایمان لے آئے؟

کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے جس کی زوجہ میری زوجہ فاطمہؑ کی طرح دختر رسول اللہ ﷺ اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو؟

تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے جس کے پاس میرے بچے حسن و حسین جیسے اس امت کے نواسے اور فرزندان رسول اللہ ﷺ ہوں؟

کیا تمہارے درمیان کسی کے پاس میرے بھائی جعفر جیسا بھائی ہے جسے دو پروں سے مزین کیا گیا ہے جو فرشتوں کے ہمراہ جنت میں پرواز کرتے ہیں؟

کیا تم میں سے کسی کے پاس میرے چچا حمزہ شیر خدا اور شیر رسولؐ جیسا کوئی چچا ہے؟

تم سے کوئی ایسا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے حالت احتضار کے وقت فرشتوں کی ہمراہی کی ہو؟

کیا میرے سوا کسی اور نے بھی پیغمبر اکرم ﷺ کو فرشتوں کے ساتھ مل کر غسل دیا ہے؟

کیا تم میں سے کوئی رسول اللہ ﷺ کو الوداع کرنے کے لیے ان کی قبر میں اترا ہے؟

میرے علاوہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کے قرضوں کو ادا کیا ہو اور ان کے کیے گئے وعدوں کو پورا کیا ہو؟"»(۱)

---

(۱) «عن عامر بن واثلة قالوا: قال علي بن أبي طالب يوم الشورى: والله لأحتجن عليهم بما لايستطيع قرشيهم و لاعربيهم و لاعجميهم ردّه و لايقول خلافه ثم قال لعثمان بن عفان و لعبدالرحمن بن عوف و الزبير و لطلحة و سعد و هم أصحاب الشورى و كلهم من قريش و قد كان قدم طلحة: أنشدكم بالله الذي لا إله ألا هو أفيكم أحد وحّد الله قبلي؟ قالوا: اللهم لا. قال: أنشدكم بالله هل فيكم أحد صلى لله قبلي و صلى القبلتين؟ قالوا: اللهم لا. قال: أنشدكم بالله أفيكم أحد أخو رسول الله ﷺ غيري إذ آخى بين المؤمنين فآخى بيني و بين نفسه و جعلني منه بمنزلة هارون من موسى إلا أني لست بنبي؟. قالوا: لا. قال: أنشدكم بالله أفيكم مطهر غيري إذ سدّ رسول الله ﷺ أبوابكم و فتح بابي و كنت معه في مساكنه و مسجده؟ فقام إليه عمه فقال: يا رسول الله! غلقت أبوابنا و فتحت باب علي؟ قال:

نعم، اللّٰہ أمر بفتح بابه و سدّ أبوابكم. قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم أحد أحب إلى اللّٰہ و إلى رسوله مني؟ إذ دفع الراية إلي يوم خيبر فقال: لأعطين الراية إلى من يحب اللّٰہ و رسوله و يحبه اللّٰہ و رسوله و يوم الطائر إذ يقول اللهم ائتني بأحب خلقك إليك يأكل معي. فجئت فقال: اللهم و إلى رسولك اللهم و إلى رسولك غيري؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم أحد قدم بين يدي نجواه صدقة غيري حتى رفع اللّٰہ ذلك الحكم؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم من قتل مشركي قريش و العرب في اللّٰہ و في رسوله غيري؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم أحد دعا رسول اللّٰہﷺ له في العلم و إن يكون أذنه الواعية مثل ما دعا لي؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ هل فيكم أحد أقرب إلى رسول اللّٰہﷺ في الرحم و من جعله رسول اللّٰہﷺ نفسه و أبناءه أبناءه و نساءه نساءه غيري؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم أحد كان يأخذ الخمس مع النبيﷺ قبل أن يؤمن أحد من قرابته غيري و غير فاطمة؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم اليوم أحد له زوجة مثل زوجتي فاطمة بنت رسول اللّٰہﷺ سيدة نساء عالمها؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ هل فيكم أحد له ابنان مثل ابني الحسن و الحسين سيدي شباب أهل الجنة ما خلا النبيين غيري؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم أحد له أخ كأخي جعفر الطيار في الجنة، المزين بالجناحين مع الملائكة غيرى؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم أحد له عمّ مثل عمّي أسداللّٰہ و أسد رسوله سيد الشهداء حمزة غيري؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم أحد ولي غمض رسول اللّٰہﷺ مع الملائكة غيري؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم أحد ولي غسل النبيﷺ مع الملائكة يقلبونه لي كيف أشاء غيري؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم أحد كان آخر عهده برسول اللّٰہﷺ حتى وضعه في حفرته غيري؟ قالوا: اللهم لا. قال: نشدتكم باللّٰہ أفيكم أحد قضى عن رسول اللّٰہﷺ بعده ديونه و مواعيده غيري؟ قالوا: اللهم لا. قال و قد قال اللّٰہ عزوجل: و ان ادرى لعله فتنة لكم و متع الى حين. أخبرنا أبوالبركات الأنامطي... عن أبي الطفيل عامر بن واثلة الكناني، قال أبوطفيل: كنت واقفا على الباب يوم الشورى فارتفعت الأصوات بينهم فسمعت عليا يقول: بايع الناس لأبي بكر و أنا واللّٰہ أولى بالأمر منه و أحق منه فسمعت و أطعت مخافة أن يرجع الناس كفارا يضرب بعضهم رقاب بعض بالسيف ثم بايع الناس عمر و أنا واللّٰہ أولى بالأمر منه و أحق منه فسمعت و أطعت مخافة أن يرجع الناس كفارا يضرب بعضهم رقاب بعض بالسيف ثم أنتم تريدون أن تبايعوا عثمان إذا أسمع و أطيع و إن عمر جعلني في خمسة نفر أنا سادسهم لايعرف لي فضلا عليهم في الصلاح و لايعرفونه لي كلنا فيه شرع سواء و أيم اللّٰہ لو أشاء أن أتكلم ثم لايستطيع عربيهم و لاعجميهم و لاالمعاهد منهم و لاالمشرك أن يرد خصلة منها لفعلت، ثم قال: نشدتكم باللّٰہ أيها النفر جميعا أفيكم أحد آخى رسول اللّٰہﷺ غيري؟ قالوا: اللهم لا.... قال: أفيكم أحد كان أقتل لمشركي قريش عند كل شديدة تنزل برسول اللّٰہ مني؟ قالوا: اللهم لا. قال: أفيكم أحد كان أعظم غناء عن رسول اللّٰہﷺ حين اضطجعت على فراشه و وقيته بنفسي و بذلت له مهجة دمي؟ قالوا: اللهم لا.... قال: أفيكم أحد كان له سهم في الحاضر و سهم في الغائب؟ قالوا: اللهم لا. قال: أكان فيكم أحد مطهر في كتاب اللّٰہ غيري حين سد النبيﷺ أبواب المهاجرين و فتح بابي فقام إليه عماه حمزة و العباس فقالا: يا رسول اللّٰہ! سددت أبوابنا و فتحت باب علي فقال رسول اللّٰہﷺ: ما أنا فتحت بابه ولاسددت أبوابكم بل اللّٰہ فتح بابه و سدّ أبوابكم قالوا: اللهم لا. قال: أفيكم أحد تمم اللّٰہ نوره من السماء غيري؟ حين قال: وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ قالوا: اللهم لا. قال: أفيكم أحد ناجاه رسول اللّٰہﷺ ثنتي عشرة مرة غيري حين قال اللّٰہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ قالوا: اللهم لا....». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۵، ص ۳۳۰ - ۳۳۳، شرح حال حضرت على عليه السلام، ش ۵۰۲۹ و المناقب / خوارزمى: ص۳۱۳ - ۳۱۵، الفصل التاسع عشر: في فضائل له شتى، ح ۳۱۴. **اہل سنت کے**

ان تمام سوالوں کے جواب نہ تھے۔ امام علیؑ کی طرف سے کیے گئے سوالات اور ان کے جوابات پر، وہ تمام فضائل جنہیں آپؑ نے ارکان شوریٰ کے سامنے پیش فرمایا، کسی نے بھی ان پر اعتراض نہیں کیا اور کوئی بھی یہ نہ کہہ پایا کہ اے علی آپ غلط کہہ رہے ہیں۔

شیخ طوسیؒ امام علیؑ کی طرف سے کیے گئے اپنے فضائل کو اس طرح نقل فرماتے ہیں:

"حضرت امام علیؑ نے اپنی تقریر کو اتنا طولانی کیا کہ نماز ظہر کا وقت قریب آ گیا۔ آپؑ نے اہل شوریٰ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "تم نے میری باتوں کا بذات خود اقرار کیا ہے اور تم سب پر میری فضیلت آشکار ہو چکی ہے۔ تقویٰ الٰہی کی رعایت کرو، خدا کے غضب سے ڈرو، حریم خلافت میں داخل نہ ہو اور میرے حق کو ضائع نہ کرو۔ حق کو اس کے اہل تک پہنچا دو اور سنت پیغمبر ﷺ کی پیروی کرو۔ آگاہ ہو جاؤ! اگر تم نے مجھ سے مخالفت کی تو گویا تم نے اپنے پیغمبر اکرم ﷺ کی مخالفت کی اور یہ بات تم سب نے میرے حق میں پیغمبر اکرم ﷺ کی زبان سے سنی ہے۔ مسند خلافت کو اس کے حوالے کر دو جس کے لیے منصب خلافت ہے اور جو منصب خلافت کے لیے مناسب ہے۔ خدا کی قسم! مجھے تمہاری دنیا سے کوئی رغبت نہیں ہے اور یہ تمام باتیں میں نے تم پر فخر و مباہات کرنے کے لیے نہیں کہی ہیں، بلکہ یہ تمام باتیں خدا کی وہ نعمتیں ہیں جو اس نے مجھے عطا کی ہیں اور ان تمام باتوں کو میں نے تمہارے سامنے رکھ دیا ہے اور اپنی حجت کو تم پر تمام کر دیا ہے۔ اس کے بعد امامؑ نماز کے لیے روانہ ہو گئے۔ حضرتؑ کے جانے کے بعد اہل شوریٰ نے اپنے درمیان مشورہ کیا اور کہا: خدا نے علیؑ کو ہم سب پر ان تمام فضیلتوں کے ذریعے جو انہوں نے بتائی ہیں برتری بخشی ہے۔

چونکہ علی پارٹی باز اور دوست پرور انسان نہیں ہیں لہٰذا وہ ہمارے حقوق عجم کے برابر کر دیں گے۔ اگر علیؑ خلیفہ ہو گئے تو وہ کالے اور گورے کے درمیان کا فرق مٹا دیں گے اور یہ جان لو کہ علیؑ اس کام کو کرنے کے لیے ہماری گردنوں پر تلوار بھی رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم سب نے عثمان کو خلیفہ منتخب کیا تو وہ ہماری مرضی کے مطابق اپنے قدموں کو بڑھائے گا اور ہماری ہوا و ہوس کا تابع رہے گا۔[1]

بہت سے علما نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ان مناشدات کو بطور خلاصہ اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، مزید آگاہی کے لیے آپ ان کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں: الخصال شیخ صدوق: ج ۲، ص ۱۶۳ - ۱۷۶، أبواب الأربعين و ما فوقه، ح ۹۹۳ تا ۹۹۷ و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۳۱۵ - ۴۰۵، کتاب الفتن و المحن، باب ۲۶، ح ۱ تا ۲۵۔

(۱) «قال: فما زال يناشدهم و يذكرهم ما أكرمه الله و أنعم عليه به حتى قام قائم الظهيرة و دنت الصلاة، ثم أقبل عليهم فقال: أما إذا أقررتم على أنفسكم و بان لكم من سببي الذي ذكرت، فعليكم بتقوى الله وحده، أنهاكم عن سخط

حضرت امام علیؑ کی ارکان شوریٰ سے گفتگو

حضرت امام علی علیہ السلام سعد سے ملاقات کے لیے گئے اور اس سے فرمایا: ”حضرات حسنینؑ جو فرزندان حضرت رسول اللہ ﷺ ہیں ان کے واسطے، میرے چچا حضرت حمزہ کے واسطے کہ جو تمہارے رشتہ دار بھی ہیں اور حضرت آمنہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی والدہ کے واسطے، میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ عثمان کے فائدے کے لیے عبدالرحمٰن سے ہاتھ نہ ملالینا، کیونکہ میں خلافت کے لیے عثمان سے زیادہ لائق ہوں۔ سعد نے امامؑ کی بات کو قبول کی اور عبدالرحمٰن کے پاس جاکر کہا: ”اگر تم عثمان کو چھوڑ کر خود اپنے لیے بیعت لو تو میں تمہاری بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن اگر تم نے عثمان کے لیے ہی بیعت لینے کا ارادہ کیا ہے تو جان لو کہ علیؑ خلافت کے لیے عثمان سے زیادہ مناسب اور لوگوں میں اس سے زیادہ محبوب ہیں۔“[۱]

عبدالرحمٰن اپنی بہن کے بیٹے (مسور بن مخرمہ) کے گھر میں داخل ہوا اور مسور کو سعد و زبیر کو گھر بلا کر لانے کے لیے بھیج دیا۔ عبدالرحمٰن نے زبیر سے کہا: ”مسند خلافت کو عبد مناف کی اولاد کے

اللّٰہ، فلا تعرضوا و لاتضيعوا أمري و ردّوا الحق إلى أهله و اتبعوا سنة نبيكم ﷺ و سنتي من بعده فإنكم إن خالفتموني خالفتم نبيكم ﷺ فقد سمع ذلك منه جميعكم و سلموها إلى من هو لها أهل و هي له أهل، أما واللّٰه ما أنا بالراغب في دنياكم و لا قلت ما قلت لكم افتخارا و لا تزكية لنفسي و لكن حدثت بنعمة ربي و أخذت عليكم بالحجة، ثم نهض إلى الصلاة. قال: فتآمر القوم فيما بينهم و تشاوروا فقالوا: قد فضل اللّٰه علي بن أبي طالب بما ذكر لكم و لكنه رجل لايفضل أحدا على أحد و يجعلكم و مواليكم سواء و إن وليتموه إياها ساوى بين أسودكم و أبيضكم و لو وضع السيف على أعناقكم، لكن ولوها عثمان فهو أقدمكم ميلا و ألينكم عريكة و أجدر أن يتبع مسرتكم واللّٰه غفور رحيم». الأمالي: ص ۵۵۳ - ۵۵۴، المجلس العشرون، ح۱۱۶۸/۴.

(۱) «فلقي عليّ سعداً، فقال: وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا، أسألك برحم ابني هذا من رسول اللّٰه ﷺ و برحم عمّي حمزة منك ألّا تكون مع عبدالرحمن لعثمان ظهيراً عليّ، فإني أدلي بما لايدلي به عثمان». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۲، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۸، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى. «و في رواية أبي مخنف إنّ عليّا خاف أن يجتمع أمر عبدالرحمن و عثمان و سعد فأتى سعداً و معه الحسن و الحسين فقال له: يا أباإسحاق! إنّي لأسألك أن تدع حقّ ابن عمّك بحقّي أو تؤثرني عليه فتبايعني و تدعه، و لكن إن دعاك إلى أن تكون له و لعثمان ثالثا، فأنكر ذلك فإنّي أدلي إليك من القرابة و الحقّ بما لايدلي به عثمان، و ناشده بالقرابة بينه و بين الحسن و الحسين و بحق آمنة أمّ رسول اللّٰه ﷺ، فقال سعد: لك ما سألت. و أتى سعد عبدالرحمن فقال له عبدالرحمن: هلمّ فلنجتمع، فقال سعد: إن كنت تدعوني و الأمر لك و قد فارقك عثمان على مبايعتك كنت معك، و إن كنت إنّما تريد لعثمان فعليّ أحقّ بالأمر و أحبّ إليّ من عثمان». أنساب الأشراف: ج ۶، ص۱۲۶، أمر الشورى و بيعة عثمان.

حوالے کر دو۔'' زبیر نے کہا: ''میں تو علیؑ کا ہی انتخاب کروں گا۔'' پھر عبد الرحمٰن نے سعد کے ساتھ گفتگو کی اور اس سے کہا: ''ہم دونوں آپس میں چچازاد بھائی اور ایک دوسرے کے رشتہ دار ہیں لہٰذا خلافت کے لیے تم میرا انتخاب کرنا!'' سعد نے کہا: ''میں تمہارا انتخاب کروں گا مگر اس وقت جب خلیفہ تم بنو گے، لیکن اگر تم عثمان کو خلیفہ بنانا چاہتے ہو تو یہ جان لو کہ مجھے علی، عثمان سے زیادہ محبوب ہیں۔ عبد الرحمٰن ! تم خود ہی خلیفہ بن جاؤ اور ہم سب کو سربلند و سرفراز کرو۔'' عبد الرحمٰن نے پھر مسور ابن مخرمہ کو علی اور عثمان کو بلانے کے لیے بھیج دیا۔

عبد الرحمٰن نے پہلے امام علیؑ سے کافی دیر گفتگو کی۔ حضرت علیؑ کو اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ آپ ہی خلافت کے لیے زیادہ حقدار ہیں اور آپ ہی خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد عبد الرحمٰن نے عثمان کے ساتھ اذان صبح تک گفتگو کی۔[۱]

وہ امیدوار جنہیں قبیلوں کی حمایت حاصل تھی

عبد الرحمٰن کہتا ہے: ''میں نے سپاہیوں کے تمام سرداروں اور اشراف قوم سے مشورت کی تو سبھی نے عثمان کا نام لیا۔''[۲]

---

(۱) «أتى منزل المسور بن مخرمة بعد ابهيرار من الليل، فأيقظه فقال: ألا أراك نائما و لم أذق في هذه الليلة كثير غمض انطلق، فادع الزبير و سعدا فدعاهما فبدأ بالزبير في مؤخر المسجد في الصفة التي تلي دار مروان فقال له: خل ابني عبد مناف و هذا الأمر. قال: نصيبي لعلي. و قال لسعد: أنا و أنت كلالة، فاجعل نصيبك لي فأختار. قال: إن اخترت نفسك فنعم و إن اخترت عثمان فعلي أحب إلي، أيها الرجل! بايع لنفسك و أرحنا و ارفع رؤسنا... و أرسل المسور بن مخرمة إلى علي فناجاه طويلا و هو لايشك أنه صاحب الأمر ثم نهض و أرسل المسور إلى عثمان فكان في نجيهما حتى فرق بينهما أذان الصبح». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۲ - ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۸ - ۹۲۹، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

(۲) «و دار عبدالرحمن لياليه يلقي أصحاب رسول اللّٰه ﷺ و من وافى المدينة من أمراء الأجناد و أشراف الناس يشاورهم و لايخلو برجل إلا أمره بعثمان». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۲، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۸، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

ظاہر ہے کہ وہ سب کے سب قریش سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ شوریٰ کے وقت رسول اللہ ﷺ کے چچا یعنی عباس نے حضرت علیؑ سے کہا تھا کہ اے علی آپ گھر میں ہی تشریف فرما رہیں، شوریٰ میں نہ جائیں کیونکہ ان میں سے دو بھی آپ کے ساتھ کھڑے نہیں ہوں گے۔"[۱]

ابن ابی الحدید صریحاً بیان کرتا ہے:

"عبد الرحمٰن تین دن تک لوگوں سے مشورت کرنے کے بعد اس گھر کی طرف واپس ہوا جہاں اہل شوریٰ جمع تھے۔ لوگ کافی تعداد میں دروازے کے پیچھے جمع ہو گئے اور علیؑ کی بیعت ہونے پر کسی کو کوئی شک نہیں تھا۔ بنی ہاشم کے علاوہ تمام قریش عثمان کے ساتھ تھے۔ انصار کی طرف سے کچھ حضرت علیؑ کے ساتھ اور تھوڑے بہت افراد عثمان کے ساتھ اور باقی بچے کھچے کچھ افراد کسی کے بھی ساتھ نہیں تھے۔"[۲]

طبری صراحتاً بیان کرتا ہے:

"عبد الرحمٰن نے تیسرے دن منبر پر جا کر کہا: "میں نے ان چند دنوں میں لوگوں سے خلافت کے حوالے سے باتیں کی اور سبھی نے یا تو علیؑ کے لیے رائے دی ہے یا عثمان کے لیے۔"[۳]

ابن عبد ربہ کہتا ہے:

"ان دنوں جب عبد الرحمٰن لوگوں سے مشورت کر رہا تھا تب اس کے گھر میں قریش کے کچھ بزرگان تھے جن کے ساتھ عبد الرحمٰن مشورہ کر رہا تھا اور وہ سبھی عثمان ہی کو خلیفہ بنانے کی رائے دے رہے تھے۔"[۴]

جیسا کہ گزشتہ بحثوں میں یہ بات گزر چکی ہے کہ عمر نے پہلے ہی پیش گوئی کر دی تھی کہ قریش عثمان کا ہی انتخاب کریں گے، اسی لیے انہوں نے عثمان سے کہا تھا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ قریش تمہیں خلافت کے

---

(۱) «و قال الواقدي: قال العبّاس لعليّ حين طعن عمر: الزم بيتك و لاتدخل في الشورى فلا يختلف عليك اثنان». أنساب الأشراف: ج ٦، ص ١٢٩، أمر الشورى و بيعة عثمان.

(۲) «فخرج عبدالرحمن، فمكث ثلاثة أيام يشاور الناس ثم رجع و اجتمع الناس و كثروا على الباب لايشكون أنه يبايع علي بن أبي طالب، و كان هوى قريش كافة ما عدا بني هاشم في عثمان و هوى طائفة من الأنصار مع علي و هوى طائفة أخرى مع عثمان و هي أقل الطائفتين و طائفة لايبالون أيهما بويع». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص۵۲، من أخبار يوم الشورى و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹.

(۳) «فأقام ثلاثاً في داره التي عند المسجد... ثم تكلم فقال: أيها الناس! إني قد سألتكم سراً و جهراً عن إمامكم فلم أجدكم تعدلون بأحد هذين الرجلين إما علي و إما عثمان». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۶، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشورى.

(۴) «ثم دار عبدالرحمن لياليه تلك على مشايخ قريش يشاورهم، فكلّهم يشير بعثمان». العقد الفريد: ج ۴، ص۲۷۸، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان.

لیے منتخب کر رہے ہیں اور تم بھی اس کے عوض بنی امیہ اور بنی ابی معیط کو لوگوں کے سروں پر مسلط کر رہے ہو اور بیت المال کو ان کے حوالے کر رہے ہو۔"[۱]

ان تمام باتوں سے تو یہی سمجھ آتا ہے کہ قریش بالخصوص بنی امیہ سب کے سب عثمان ہی کے ساتھ تھے اور عثمان قریشی لوگوں کے درمیان اتنے محبوب تھے کہ ان کی محبت ضرب المثل بن چکی تھی اور مائیں اپنی اولادوں سے کہتی تھی: "میں تم سے ویسی ہی محبت کرتی ہوں جتنی محبت قریش عثمان سے کرتے ہیں۔"[۲]

قریش کی عثمان سے یہ دوستی صرف اس لیے تھی کہ قریش اپنے دلوں میں علیؑ کی عداوت اور کینہ لیے بیٹھے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ خود عثمان نے علیؑ سے کہا: "قریش آپ سے محبت نہیں کرتے تو میں اس میں کیا کروں۔ آپ ہی نے تو جنگ بدر میں ان کے ستر لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے جو سب کے سب قریش کے بہترین لوگوں میں سے تھے۔"[۳]

ایک مرتبہ ابن عباس نے عمر سے کہا تھا: "تمہارے قبیلوں نے بھی تمہیں، تمہارے حال پر چھوڑ دیا جبکہ تم بھی اہل بیت پیغمبر ﷺ میں خاص لوگوں میں سے تھے۔" تو اس بات کے جواب میں عمر نے کہا: "چونکہ بنی ہاشم نے بعثت پیغمبر اکرم ﷺ کی وجہ سے تمام قریش پر برتری حاصل کر لی تھی اور اب امامت و خلافت بھی اگر تمہارے ہی حصے میں آجائے تو پھر قریش کے پاس تو کچھ باقی ہی نہیں بچے گا۔"[۴]

---

(۱) «هيها إليك كأني بك قد قلدتك قريش هذا الأمر لحبها إياك، فحملت بني أمية و بني أبي معيط على رقاب الناس و آثرتهم بالفيء، فسارت إليك عصابة من ذؤبان العرب، فذبحوك على فراشك ذبحا. و اللّٰه لئن فعلوا لتفعلن و لئن فعلت ليفعلن، ثم أخذ بناصيته فقال: فإذا كان ذلك فاذكر قولي فإنه كائن». شرح نهج البلاغة: ج ۱، ص۱۸۶، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳.

(۲) «عن الشعبي قال: كان عثمان في قريش محببا يوصون إليه و يعظمونه و إن كانت المرأة من العرب لترقص صبيها و هي تقول:

أحبك و الرحمن   حبّ قريش عثمان

تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۱، ص ۱۶۴ - ۱۶۵، شرح حال عثمان، ش ۴۷۱۵ و أنساب الأشراف: ج ۶، ص۱۱۳، أمر عثمان بن عفان.

(۳) «عن ابن عباس: قال عثمان لعلي: ما ذنبي إن لم تحبك قريش و قد قتلت منهم سبعين رجلاً كأن وجوههم سيوف المذهب». معرفة الصحابة: ج ۱، ص ۱۰۳، معرفة نسبة علي بن أبي طالب، ح ۳۳۸ و شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۲۲ - ۲۳، ذكر أطراف مما شجر بين علي و عثمان في أثناء خلافته، فصل فيما شجر بين عثمان و ابن عباس من الكلام بحضرة علي، ذيل خطبه ۱۳۵.

(۴) «قال عبداللّٰه بن عباس: ماشيتُ عمر بن الخطاب يوما فقال لي: يابن عباس! ما يمنع قومكم منكم و أنتم أهل البيت خاصة؟ قلت: لاأدري. قال: لكني أدري إنكم فضلتموهم بالنبوة، فقالوا: إن فضلوا بالخلافة مع النبوة لم يبقوا لنا شيئا و

دوسرے مقام پر عمر نے ابن عباس سے کہا: ''اے ابن عباس! خدا کی قسم تمہارے چچا کے بیٹے علیؑ لوگوں میں منصب خلافت کے لیے سب سے بہتر ہیں لیکن یہ جان لو کہ قریش کبھی انہیں قبول نہیں کریں گے۔ اگر علیؑ لوگوں پر حکومت کریں تو پھر وہ لوگوں کو راہ حق کی طرف دعوت دیں گے کیونکہ ہم علیؑ کے پاس حق کے علاوہ کسی اور راستے کو جانتے ہی نہیں ہیں۔ اور اگر علی نے ایسا کیا تو پھر قریش ان سے اپنی بیعت کو توڑ کر ان سے جنگ پر آمادہ ہو جائیں گے۔''(۱)

عمومی طور پر لوگ حضرت علیؑ کے ہی طرفدار تھے کہ جو تاریخ شوریٰ کے کچھ حصوں میں (بالخصوص اس وقت کہ جب لوگ حضرت علیؑ اور عثمان کے حوالے سے اپنی اپنی رائے اور اپنے اعتراضات بیان کر رہے تھے) اچھی طرح مشخص ہو جائے گا۔ اور جس طرح حضرت علیؑ نے بھی خود ان مطالب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ لوگوں کی نگاہیں قریش کی طرف مرکوز تھیں اور قریش بھی اسی سوچ میں غرق تھے کہ اگر خلافت بنی ہاشم تک پہنچ گئی تو پھر یہ منصب خلافت کبھی ان کے درمیان سے باہر آنے والا نہیں ہے اور اگر خلیفہ کوئی غیر بنی ہاشم بنے تو پھر اس منصب کو ہم اپنے ہی درمیان ہاتھوں ہاتھ گھماتے اور ایک دوسرے تک پہنچاتے رہیں گے۔(۲)

إن أفضل النصيبين بأيديكم، بل ما إخالها إلا مجتمعة لكم و إن نزلت على رغم أنف قريش». العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۸۰، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان.

(۱) «و روي عن ابن عباس... فقال: والله يابن عباس! إن عليا ابن عمك لأحق الناس بها و لكن قريشا لاتحتمله و لئن وليهم ليأخذنهم بمرّ الحق لايجدون عنده رخصة و لئن فعل لينكثن بيعته ثم ليتحاربن». تاريخ اليعقوبي: ج۲، ص ۱۵۸ - ۱۵۹، أيام عمر بن الخطاب. *ابن عباس کی عمر کو دی گئی اس طرح کی تجاویز اور ان کی رائے کو ابن شبہ اور ابن ابی الحدید نے بھی نقل کیا ہے* «عن ابن عباس قال: ...فقال: لعلك ترى صاحبك لها؟ فقلت: القربى في قرابته و صهره و سابقته أهلها؟ قال: بلى، ولكنه امرؤ فيه دعابة، قلت فطلحة بن عبيدالله؟ قال: ذو البأو بأصبعه مذ قطعت دون رسول الله ﷺ. قلت: فالزبير بن العوام؟ قال: وعقة لقس يلاطم في البقيع في صاع من تمر. قلت: فعبدالرحمن بن عوف؟ فقال: رجل ضعيف لو صار الأمر إليه وضع خاتمه في يد امرأته. قلت: فسعد بن أبي وقاص؟ قال: صاحب سلاح و رمح و فرس يجاهد في سبيل الله. و أخرت عثمان و كان ألزمهم للمسجد و أقومهم فيه قلت: فعثمان بن عفان؟ فقال: أوه ثلاث مرات، و الله لئن كان الأمر إليه ليحملن بني أبي معيط على رقاب الناس، و و الله لئن فعل لينهضن إليه فليقتلنه، و الله لئن فعل ليفعلن، و الله لئن فعل ليفعلن». تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۸۷۹-۸۸۱، القسم الثاني أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و شرح نهج البلاغه: ج ۶، ص ۳۲۶، فصل في شرح ما نسب إلى علي من الدعابة، ذيل خطبه ۸۳. *البتہ بہت سے مورخین نے ابن عباس کی عمر کو دی گئی ان تجاویز کو تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ بھی ذکر کیا ہے، مزید آگاہی کے لیے آپ ان کتب کی طرف مراجعہ فرمائیں۔* أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۲۰ - ۱۲۱، أمر الشورى و بيعة عثمان; الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۲۱۵ - ۲۱۶، شرح حال حضرت على، ش ۱۸۷۵ و الفتوح: ج ۲، ص ۳۲۴ - ۳۲۵، ذكر خلافة عمر بن الخطاب، ذكر ابتداء مقتل عمر بن الخطاب.

(۲) «فقال علي: إن الناس ينظرون إلى قريش و قريش تنظر إلى بيتها فتقول إن ولي عليكم بنوهاشم لم تخرج منهم أبدا و ما كانت في غيرهم من قريش تداولتموها بينكم». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۱، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

پولیس کا ڈر اور کام میں جلدی

ارکان شوریٰ کا آپس میں مباحثہ تین دنوں تک چلتا رہا۔ تیسرے دن ان تمام نگہبانوں کا سردار ابو طلحہ پوری طرح مسلح ہو کر ارکان شوریٰ کے پاس آ کر ان سے کہنے لگا: "خدائے عمر کی قسم! میں تمھیں ایک لمحہ مزید وقت نہیں دوں گا۔ جلدی جلدی خلیفہ کا انتخاب کر و ورنہ پھر میں عمر کے حکم کے مطابق میں تم سب کو مار دوں گا۔"(۱)

ابو طلحہ کی دھمکی نے ارکان شوریٰ میں تیزی پیدا کر دی۔ طلحہ نے اس جلسہ میں پہل کرتے ہوئے کہا: "گواہ رہنا، میں اپنی رائے عثمان کو دیتا ہوں۔" زبیر نے طلحہ کے مقابل میں کہا: "گواہ رہنا، میں اپنی رائے علیؑ کو دے رہا ہوں۔" سعد ابن ابی وقاص نے کہا: "میں اپنی رائے اپنے چچا کے بیٹے عبد الرحمٰن کو دیتا ہوں۔" اب صرف تین لوگ باقی رہ گئے تھے علیؑ، عثمان اور عبد الرحمٰن۔

ایک دوسرے قول کے مطابق، عبد الرحمٰن نے تین دن کے بعد کہا: "اس منصب خلافت کو تین لوگوں کے حوالے کر دو۔" پس زبیر نے اپنی رائے علیؑ کو، طلحہ نے اپنی رائے عثمان کو اور سعد نے اپنی رائے عبد الرحمٰن کو دی۔(۲)

عبد الرحمٰن نے حضرت علیؑ اور عثمان سے کہا: "آپ دونوں میں کون حاضر ہے جو دوسرے کے فائدے کے لیے کنارہ کشی اختیار کرے۔"

سب اس کے جواب میں خاموش رہے۔ پھر عبد الرحمٰن نے کہا: "گواہ رہنا، میں اس خلافت کی دعوے داری سے کنارہ کشی اختیار کر رہا ہوں تا کہ آپ دونوں میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر سکوں۔"(۱)

---

(۱) «فقال أبوطلحة: ... لا والذي ذهب بنفس عمر لأزيدكم على الأيام الثلاثة التي أمرتم ثم أجلس في بيتي فأنظر ما تصنعون». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۲، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۷، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

(۲) «فقال عبدالرحمن: اجعلوا أمركم إلى ثلاثة منكم. فقال الزبير: قد جعلت أمري إلى علي. فقال طلحة: قد جعلت أمري إلى عثمان. و قال سعد: قد جعلت أمري إلى عبدالرحمن بن عوف». صحيح البخاري: ص ۷۵۲، كتاب فضائل أصحاب النبي٦، باب قصة البيعة و الاتفاق على عثمان بن عفان، ح ۳۷۰۰; الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۳۹، شرح حال عمر، ذكر استخلاف عمر; الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۶، ذكر الشورى و بيعة عثمان بن عفان و البداية و النهاية: ج ۷، ص ۱۵۱، حوادث سال ۲۴ هجری، خلافة أميرالمؤمنين عثمان بن عفان.

دونوں امیدواروں کے طرفداران اور ان کی حمایت

لوگوں سے ان کی رائے جاننے کے لیے عبدالرحمٰن نے نماز صبح کے بعد انہیں مسجد میں جمع کیا۔ سعید ابن زید نے عبدالرحمٰن سے کہا: ''میری نظر میں تم خلافت کے لیے مناسب ہو۔'' عبدالرحمٰن نے کہا: ''میرے علاوہ کسی اور کا انتخاب کرو۔''[۲]

عثمان کے لیے جو انتخابات کا مرکز تھا، اس مرکز کے دو رئیس معین کیے گئے تھے، جنہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پھانسی کی سزا ملی تھی اور ان دونوں کا خون بہانا مباح ہو چکا تھا، لیکن بہر حال کسی وجہ سے انہیں بخش دیا گیا۔[۳] ان دونوں میں سے ایک کا نام عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح اور دوسرے کا نام عبداللہ

---

(۱) «فقال عبدالرحمن: أيكم يخرج منها نفسه و يتقلدها على أن يوليها أفضلكم؟ فلم يجبه أحد. فقال: فأنا أنخلع منها». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۲، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۷، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى. «فلما دفن عمر، جمعهم أبوطلحة و وقف على باب البيت بالسيف في خمسين من الأنصار حاملي سيوفهم، ثم تكلم القوم و تنازعوا، فأول ما عمل طلحة أنه أشهدهم على نفسه أنه قد وهب حقه من الشورى لعثمان و ذلك لعلمه أن الناس لايعدلون به عليا و عثمان و أن الخلافة لاتخلص له و هذان موجودان، فأراد تقوية أمر عثمان و إضعاف جانب علي بهبة أمر لاانتفا ع له به و لاتمكن له منه فقال الزبير في معارضته: و أنا أشهدكم على نفسي أني قد وهبت حقي من الشورى لعلي و إنما فعل ذلك لأنه لما رأى عليا قد ضعف و انخزل بهبة طلحة حقه لعثمان، دخلته حمية النسب، لأنه ابن عمة أميرالمؤمنينعليه السلام و هي صفية بنت عبدالمطلب و أبوطالب خاله. و إنما مال طلحة إلى عثمان لإنحرافه عن علي عليه السلام باعتبار أنه تيمي و ابن عم أبي بكر و قد كان حصل في نفوس بني هاشم من بني تيم حنق شديد لأجل الخلافة و كذلك صار في صدور تيم على بني هاشم و هذا أمر مركوز في طبيعة البشر و خصوصا طينة العرب و طباعها و التجربة إلى الآن تحقق ذلك، فبقي من الستة أربعة. فقال سعد بن أبي وقاص: و أنا قد وهبت حقي من الشورى لابن عمي عبدالرحمن و ذلك لأنهما من بني زهرة و لعلم سعد أن الأمر لايتم له، فلما لم يبق إلا الثلاثة، قال عبدالرحمن لعلي و عثمان: أيكما يخرج نفسه من الخلافة و يكون إليه الاختيار في الاثنين الباقيين؟ فلم يتكلم منهما أحد. فقال عبدالرحمن: أشهدكم أنني قد أخرجت نفسي من الخلافة على أن أختار أحدهما». شرح نهج البلاغة: ج ۱، ص ۱۸۷-۱۸۸، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳.

(۲) «فلما صلوا الصبح جمع الرهط و بعث إلى من حضره من المهاجرين و أهل السابقة و الفضل من الأنصار و إلى أمراء الأجناد فاجتمعوا حتى التج المسجد بأهله، فقال: أيها الناس! إن الناس قد أحبوا أن يلحق أهل الأمصار بأمصارهم و قد علموا من أميرهم. فقال سعيد بن زيد: إن نراك لها أهلا. فقال: أشيروا علي بغير هذا». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص۹۲۹، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

(۳) ان دو حضرات کے حالات زندگی ہم انشاءاللہ آنے والی بحثوں میں ذکر کریں گے۔

ابن ربیعہ مخزومی تھا۔ یہ دونوں عثمان کے بڑے حمایتی تھے اور لوگوں کو بھی عثمان کی حمایت کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ وہ کسی سے ڈرے بغیر یہ بات کہتے تھے کہ ان انتخابات میں تم سب نے اگر عثمان کو اپنی اپنی رائے دی تو اس رائے کا فائدہ اموی لشکر کو ملے گا۔ وہ کہتے تھے: ''اگر تم سب چاہتے ہو کہ قریش تم سے راضی رہیں اور تمہاری اتباع کریں اور کوئی اختلاف وہنگامہ ایجاد نہ ہو تو تم سب اپنی اپنی رائے عثمان کو دو۔''

دوسری طرف دوستداران حضرت علیؑ یعنی عمارؓ و مقدادؓ جیسے لوگ تھے جو حضرت علیؑ کی دفاع میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کر رہے تھے اور سب کے سب اس اندھیرے کو اجالے میں بدلنے کی کوشش میں لگے تھے۔

عمارؓ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور کہا: ''اے عبد الرحمٰن! اگر تم چاہتے ہو کہ لوگوں کے درمیان اختلاف نہ ہو تو علیؑ کا انتخاب کرو۔''

مقدادؓ نے بھی اپنی جگہ کھڑے ہو کر کہا: ''عمارؓ نے صحیح کہا ہے! اگر تم علیؑ کا انتخاب کرتے ہو تو ہم تمہاری پیروی کریں گے اور اگر تم نے عثمان کا انتخاب کیا تو ہم تمہاری مخالفت کریں گے۔''

اموی خاندان کے سردار اور عثمان کے طرفدار کھڑے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ عمارؓ اور مقدادؓ کی باتوں سے ناراض ہو کر انہوں نے اعتراض کرنا شروع کر دیا۔

عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح اپنی جگہ سے اٹھا اور بآواز بلند کہنے لگا: ''اے عبد الرحمٰن! اگر تم چاہتے ہو کہ قریش تمہاری مخالفت نہ کریں تو حتماً عثمان کو منتخب کرو۔''

حزب علوی و حزب اموی کی سوچ میں فرق اور ان کا سارا ہم و غم اسی بات میں تھا۔ عمارؓ امت اسلامی کو بکھرنے سے بچانے کی کوشش میں تھے اور عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو امت اسلام اور لوگوں کی بھلائی کی کوئی فکر ہی نہیں تھی بلکہ وہ خاندان قریش اور اپنے فائدوں کی فکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔

ابھی ابن ابی سرح کی بات تمام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ عبد اللہ ابن ربیعہ مخزومی اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر کہنے لگا: ''ابن ابی سرح صحیح کہہ رہا ہے۔ اگر تم نے عثمان کو منتخب کیا تو ہم تمہارے اس فیصلے کو قبول کر لیں گے، لیکن اگر تم نے علیؑ کا انتخاب کیا تو پھر ہم تمہاری مخالفت کریں گے۔''

مقدادؓ نے عبد اللہ ابن ربیعہ سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے دشمن خدا اور رسولؐ! اے دشمن کتاب خدا! کب سے صالحین و نیکوکار افراد تمہاری باتوں میں آنے لگے؟''

عبداللہ ابن ربیعہ نے مقدادؓ سے کہا: "اے عرب کے ہم پیمان انسان کے بیٹے! اب تک کس نے تمہاری طرح قریش کے کام میں دخالت کرنے کی جرأت کی ہے؟"

عبداللہ نے مقدادؓ کو ہم پیمان عرب کا بیٹا کہہ کر جو خطاب کیا تو اس جملے سے اس کی مراد یہ تھی کہ مقدادؓ کے حقیقی والد سواد نہیں تھے اور نہ ہی وہ عرب تھے، بلکہ وہ بنی زہرہ کے ایک شخص بنام سواد کے ساتھ ہم پیمان ہوگئے تھے اور سواد نے مقدادؓ کو اپنا فرزند قبول کرلیا تھا۔(۱)

عمارؓ دوبارہ اپنی جگہ سے بلند ہوئے اور ابن ابی سرح سے تیز آواز میں خطاب کرتے ہوئے کہا: "اے فاسق باپ کے فاسق بیٹے! مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ تم کب سے اسلام کے خیر خواہ ہوگئے؟(۲)

عمارؓ نے اسی ایک جملے کے ذریعے پیغمبر اکرم ﷺ کے سب سے بڑے دشمنوں میں سے ایک، ابن ابی سرح کا کچا چٹھا کھول کر لوگوں کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے دل میں پیغمبر اکرم ﷺ کے لیے جو کینہ تھا وہ کسی سے چھپا ہوا نہیں تھا، لہٰذا پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کے حوالے سے فرمایا تھا: "اگر وہ کعبہ کے پردے کو پکڑ کر

---

(۱) «المقداد بن عمرو بن ثعلبة بن مالك بن ربيعة بن ثمامة بن مطرود بن عمرو بن سعد بن دهير بن لؤي بن ثعلبة بن مالك بن الشريد بن أبي أهون بن قاس بن دريم بن القين بن أهون بن بهراء بن عمرو بن الحاف بن قضاعة البهراوي المعروف بالمقداد بن الأسود و هذا الأسود الذي ينسب إليه هو الأسود بن عبديغوث الزهري وإنما نسب إليه لأن المقداد حالفه فتبناه الأسود فنسب إليه». أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۵، ص ۲۴۲، شرح حال مقداد، ش ۵۰۷۶.

(۲) «فقال عمار: إن أردت أن لايختلف المسلمون فبايع عليا. فقال المقداد بن الأسود: صدق عمار، إن بايعت عليا قلنا سمعنا و أطعنا. قال ابن أبي سرح: إن أردت أن لاتختلف قريش فبايع عثمان. فقال عبدالله بن أبي ربيعة: صدق، إن بايعت عثمان قلنا سمعنا و أطعنا. فشتم عمار ابن أبي سرح و قال: متى كنت تنصح المسلمين! فتكلم بنوهاشم و بنوأمية». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۹ - ۹۳۰، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری. «قال: فأقبل المقداد بن عمرو و الناس مجتمعون، فقال: أيها الناس! اسمعوا ما أقول، أنا المقداد بن عمرو، إنكم إن بايعتم عليا سمعنا و أطعنا و إن بايعتم عثمان سمعنا و عصينا. فقام عبدالله بن أبي ربيعة بن المغيرة المخزومي فنادى: أيها الناس! إنكم إن بايعتم عثمان سمعنا و أطعنا و إن بايعتم عليا سمعنا و عصينا. فقال له المقداد: يا عدو الله و عدو رسوله وعدو كتابه! و متى كان مثلك يسمع له الصالحون! فقال له عبدالله: يابن الحليف العسيف! و متى كان مثلك يجترئ على الدخول في أمر قريش! فقال عبدالله بن سعد بن أبي سرح: أيها الملا! إن أردتم ألا تختلف قريش فيما بينها فبايعوا عثمان. فقال عمار بن ياسر: إن أردتم ألا يختلف المسلمون فيما بينهم فبايعوا عليا. ثم أقبل على عبدالله بن سعد بن أبي سرح فقال: يا فاسق يابن الفاسق! أأنت ممن يستنصحه المسلمون أو يستشيرونه في أمورهم!». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۵۲، من أخبار يوم الشوری و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹.

لٹک جائے تو بھی اسے نہ چھوڑنا۔"[۱] یعنی اگر وہ خانہ کعبہ میں بھی پناہ لے تو بھی اس کی جان نہ بخشنا۔ پیغمبر اکرم ﷺ جو تمام جہان کے لیے رحمت ہیں، انہوں نے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔

عمارؓ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے: "اگر حق چاہتے ہو تو اس طرح سے یہ کام انجام نہ دو۔ بار بار میرے لوگ، میرا گروہ اور میری بات یعنی بار بار میں میں نہ کرو بلکہ خود کو لوگوں سے جوڑو اور دیکھو کہ لوگ کسے چاہتے ہیں۔"

شیخ مفید نے بھی ان دو امیدواروں کے طرفداروں کے اقوال کو نقل کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"عمارؓ اور ولید ابن عقبہ نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر اپنے اپنے امیدوار کی تائید کی۔ ولید نے کہا: "اگر تم عثمان کو منتخب کرتے ہو تو ہم اسے قبول کر لیں گے اور اگر تم نے علیؑ کو منتخب کیا تو ہم تمہاری مخالفت میں کھڑے ہو جائیں گے۔" عمارؓ نے ولید کے جواب میں کہا: "تم جیسے فاسق کب سے اسلام کے خیر خواہ ہونے لگے اور امور مسلمین میں دخالت کرنے لگے؟"

مقدادؓ کا کہنا تھا: "اے مسلمانو! تم جس کسی کو بھی خلافت کے لیے منتخب کرنا چاہتے ہو، کر لو، مگر کم از کم کسی ایسے کا انتخاب نہ کرو جو جنگ بدر میں اور بیعت رضوان میں شریک نہ رہا ہو۔ کم سے کم ایسے کا تو انتخاب نہ کرو جس نے جنگ احد سے فرار اختیار کیا ہو۔"

مقدادؓ کی مراد عثمان تھے۔ اسی وجہ سے عثمان نے مقدادؓ کو ڈراتے ہوئے کہا: اگر میں خلیفہ بن گیا تو میں تمہیں تمہارے پہلے مالک کے حوالے کر دوں گا۔"[۲] یعنی تم قوم عرب میں سے نہیں ہو۔

---

(۱) «حدثنا ابن حميد قال: حدثنا سلمة عن ابن إسحاق قال: و كان رسول الله ﷺ قد عهد إلى أمرائه من المسلمين حين أمرهم أن يدخلوا مكة ألا يقتلوا أحدا إلا من قاتلهم إلا أنه قد عهد في نفر سماهم أمر بقتلهم و إن وجدوا تحت أستار الكعبة منهم عبدالله بن سعد بن أبي سرح». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۱۶۰، حوادث سال ۸ هجری، ذکر الخبر عن فتح مكة. اس واقعہ کو ہم انشاءاللہ عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کی حالات زندگی میں مفصل طریقے سے بیان کریں گے۔

(۲) «قال: و لما كان في يوم الشورى حضر عمار بن ياسر فقام في الناس و قال: إن وليتموها عليا عليه السلام سمعنا و أطعنا و إن وليتموها عثمان سمعنا و عصينا. فقام الوليد بن عقبة و قال: يا معشر الناس أهل الشورى! إن وليتموها عثمان سمعنا و أطعنا و إن وليتموها عليا سمعنا و عصينا. فانتهره عمار و قال له: متى كان مثلك يا فاسق! يعترض في أمور المسلمين و شتات جمعها و تسابا جميعا و تناوشا حتى حيل بينهما. فقال المقداد من وراء الباب: يا معشر المسلمين! إن وليتموها أحدا من القوم فلا تولوها من لم يحضر بدرا و انهزم يوم أحد ولم يحضر بيعة الرضوان و ولي الدبر يوم التقى الجمعان. فقال له عثمان: أما والله لئن وليتها لأردنك إلى ربك الأول». الجمل: ص ۱۲۲، باب ذكر جماعة ممن بايع أميرالمؤمنين عليه السلام، الشورى و اعتزال أميرالمؤمنين

امام باقرؑ فرماتے ہیں: "مقدادؓ نے اپنے زندگی کے آخری لمحوں میں عمارؓ سے کہا: "عثمان سے کہہ دو کہ میں اپنے پروردگار کے پاس جارہاہوں۔"[(۱)]

یعنی اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میرا مالک خدا ہے نہ کہ وہ جسے تم نے سوچ رکھا ہے۔

بنی ہاشم بلند ہوئے اور بنی امیہ سے گفتگو کرنے لگے۔ عمارؓ نے پھر کہا: "اے لوگو! خدا نے تمہیں اپنے پیغمبر ﷺ کے وسیلے سے عزت بخشی اور اپنے دین کے وسیلے سے تمہیں چاہا۔ آخر تم کب تک خلافت کو اہل بیت پیغمبر ﷺ سے دور رکھو گے؟"

عمارؓ نے اس جملے کے ذریعے انہیں یاددہانی کروائی کہ تم نہ ہی کچھ تھے اور نہ ہی کچھ ہو۔ آج جو تمہاری عزت و عظمت ورفعت ہے وہ سب پیغمبر اکرم ﷺ کی وجہ سے ہے۔ خدا نے ہم سب پر کرم کیا ہے جو ہمیں پیغمبر اکرم ﷺ ہدیہ دیا ہے۔ ہماری عزت و افتخار جو آج ہے وہ سب دین پیغمبر اکرم ﷺ کی برکت ہے۔ اور تم یہ جو سب کر رہے ہو آخر کب تک؟"

یہ ایک بہت ہی باریک اشارہ ہے پہلے کی منحرف حکومتوں کی طرف کہ تم بھی انہیں کی طرح، وہی باطل حکومت قائم کرنا چاہتے ہو۔ آخر کب تک اس بات سے بے توجہ رہو گے؟

مرکز انتخابات اور عثمان کے رئیس، مخزومی کو عمارؓ کی یہ بات بری لگی۔ اس نے عمارؓ کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا: "اے سمیہ کے بیٹے! تم نے اپنی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلائے ہیں۔ قریش کے معاملوں میں تم دخل نہ دو۔"

سعد ابن ابی وقاص نے جب اموی لوگوں کو پست ہوتے دیکھا تو سوچنے لگا کہ عمارؓ کی باتوں میں آکر کہیں معاملہ علیؑ کے حق میں نہ آجائے۔ اسی لیے وہ فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور عبدالرحمٰن سے مخاطب ہو کر کہا: "قبل اس کے کہ لوگوں میں اختلاف ہو اور لوگوں میں فتنہ ایجاد ہو، اپنا نظریہ بتاؤ!"[(۲)]

عليه السلام عن بيعة عثمان. عثمان کے اس قول سے مراد: «لأردنك إلى ربك الأول» مشخص نہیں ہے، شاید اس جملے سے مراد مقداد کا اسلام لانے سے پہلے ان کا مشرک ہونا ہے۔

(۱) «عن أبي جعفر قال: إن عثمان قال للمقداد: أما والله لتنتهين أو لأردنك إلى ربك الأول. قال: فلما حضرت المقداد الوفاة قال لعمار: أبلغ عثمان عني أني قد رددت إلى ربي الأول». الكافي: ج ۸، ص ۳۳۱، كتاب الروضة، حديث الفقهاء و العلماء، ح ۵۱۳ و بحارالأنوار: ج ۲۲، ص ۴۳۸، أبواب ما يتعلق به ﷺ من أولاده و أزواجه و عشائره و أصحابه و أمته و غيرها، باب ۱۳ أحوال مقداد، ح ۳.

(۲) «فتكلم بنوهاشم و بنوأمية فقال عمار: أيها الناس! إن الله عزوجل أكرمنا بنبيه و أعزنا بدينه فأنى تصرفون هذا الأمر عن أهل بيت نبيكم! فقال رجل من بني مخزوم: لقد عدوت طورك يابن سمية! و ما أنت و تأمير قريش لانفسها! فقال سعد بن أبي وقاص: يا

وہ فیصلہ جس کے ہاتھ میں امت کا انجام تھا

اس تمام تر بحث و مباحثہ اور مناظرہ و مشاجرہ کے بعد اب عبد الرحمٰن ابن عوف کی باری آئی کہ اب وہ کس کو معین اور انتخاب کرے، ایسا انتخاب جس کا اثر آنے والی پوری تاریخ پر ہونے والا تھا۔ ایسا فیصلہ جو اسلامی معاشرے کے انجام بلکہ انسانی معاشرے کے نتیجے کو بدل دینے والا تھا۔ کیا عبد الرحمٰن لوگوں کی باتوں میں آکر اور ان کی دھمکیوں کے ڈر سے فیصلہ سنائے گا؟ یا بالکل آزاد ہو کر کسی کا انتخاب کرے گا؟ اور کیا پشت پردہ رہنے والوں کے اثرات اس پر اثر انداز ہوں گے؟

عبد الرحمٰن ابن عوف کی رائے حضرت امام علیؑ کے لیے

عبد الرحمٰن نے امام علیؑ سے مخاطب ہو کر یہ اظہار کیا کہ اگر ایک بات کی رعایت کی جائے تو وہ علیؑ کو خلیفہ منتخب کرنے کے لیے تیار ہے۔ پھر اس نے امام علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا: "اگر آپ وعدہ کریں کہ آپ کتاب خدا، سنت پیغمبر اکرم ﷺ اور سیرت شیخین پر عمل کریں گے تو پھر میں بعنوان خلیفہ آپ کی بیعت کرتا ہوں۔"[1]

حضرت امام علیؑ کا جواب

حضرت امام علیؑ نے اس شرط سے انکار کرتے ہوئے جواب میں فرمایا: "میں صرف کتاب خدا، سنت رسول اللہؐ اور اپنے اجتہاد کی بنیاد پر عمل کروں گا۔"[2]

عبدالرحمن! أفرغ قبل أن يفتتن الناس». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۹ - ۹۳۰، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری.

(۱) «ودعا عليا، فقال: عليك عهد الله و ميثاقه لتعملنّ بكتاب الله و سنة رسوله و سيرة الخليفتين من بعده؟». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص۹۳۰، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری. «عن أبي وائل قال: قلت لعبدالرحمن بن عوف كيف بايعتم عثمان و تركتم عليا؟ قال: ما ذنبي! قد بدأت بعلي فقلت: أبايعك على كتاب الله و سنة رسوله و سيرة أبي بكر و عمر. قال: فقال: فيما استطعت. قال: ثم عرضتها على عثمان فقبلها». مسند أحمد: ج ۱، ص ۷۵، مسند عثمان بن عفان. حضرت امام علیؑ اور عثمان سے کہے گئے عبد الرحمٰن کے یہ جملے اور ان دونوں کی طرف سے عبد الرحمٰن کو دیے گئے جوابات اور عثمان کی بیعت کے حوالے سے بہت سے مورخین اپنی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے، لیکن ہم اتنے پر ہی اکتفا کریں گے۔

(۲) ت« فبدأ بعلي عليه السلام و قال له: أبايعك على كتاب الله و سنة رسول الله و سيرة الشيخين أبي بكر و عمر. فقال: بل على كتاب الله و سنة رسوله و اجتهاد رأيي». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۸، قصة

ابن قتیبہ کی نقل کردہ روایت کے مطابق عبد الرحمٰن نے ان تمام پچھلی شرطوں کے ساتھ ایک اور نئی شرط کا اضافہ کرتے ہوئے حضرت علیؑ اور عثمان سے کہا: "میں اس شرط پر بیعت کروں گا کہ جو عمر کی شرط کے مطابق بنی امیہ اور بنی ہاشم میں سے کسی کو بھی بر سر کار نہ لائے۔" حضرت امام علیؑ نے جواب میں فرمایا: "یہ کیسی شرط ہے؟ میں اپنے اجتہاد کی بنیاد پر تمام قوت و قدرت و امانتداری کے ساتھ امت محمدی کے لیے خدمت کروں گا اور ہر وہ انسان جو تمام شرائط کا حامل ہو گا میں اس سے کام لوں گا اور ان سے استفادہ کروں گا، اب چاہے کوئی بنی ہاشم میں سے ہو یا غیر بنی ہاشم میں سے۔" عبد الرحمٰن نے کہا: "پھر میں بیعت نہیں کروں گا، جب تک کہ آپ میری ان شرائط کو قبول نہ کرلیں۔" حضرت علیؑ نے فرمایا: "خدا کی قسم! میں اس شرط کو کبھی قبول نہیں کروں گا۔"[۱]

لیکن ابن قتیبہ نے مشہور روایت کے مقابل ایک دوسری روایت کو ذکر کیا ہے۔ عبد الرحمٰن پہلے عثمان کو خلیفہ بننے کے لیے کہتا ہے اور عثمان خلافت کو عبد الرحمٰن کی ان تمام شرائط کے ہمراہ قبول کرلیتے ہیں۔ پھر وہ امام علیؑ کی طرف متوجہ ہو کر ان تمام شرائط کے ساتھ خلافت کی دوبارہ پیشکش کرتا ہے، لیکن امام علیؑ اسے قبول نہیں کرتے ہیں۔

الشوری، ذیل خطبه ۳. «قال: أرجو أن أفعل و أعمل بمبلغ علمي و طاقتي». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۰، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری. «و خلا بعلي بن أبي طالب، فقال: لنا الله عليك، إن وليت هذا الأمر أن تسير فينا بكتاب الله و سنة نبيه و سيرة أبي بكر و عمر. فقال: أسير فيكم بكتاب الله و سنة نبيه ما استطعت». تاريخ اليعقوبي: ج ۲، ص ۱۶۲، أيام عثمان بن عفان. «فأيكما يتقلد هذا الأمر على أن يسير في الأمة بسيرة رسول الله ﷺ و سيرة صاحبيه أبي بكر و عمر فلا يعدوهما. قال علي عليه السلام: أنا آخذها على أن أسير في الأمة بسيرة رسول الله ﷺ جهدي و طوقي و أستعين على ذلك بربي». الأمالي / طوسی: ص ۵۵۷، المجلس العشرون، ح ۱۱۷۱/۷ و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۳۷۱، كتاب الفتن و المحن، الشوری و احتجاج أميرالمؤمنين عليهم، ح ۲۲.

(۱) «فلما تم ذلك أخذ بيد عثمان، فقال له: عليك عهد الله و ميثاقه لئن بايعتك لتقيمن لنا كتاب الله و سنة رسوله و سنة صاحبيك و شرط عمر أن لاتجعل أحدا من بني أمية على رقاب الناس. فقال عثمان: نعم. ثم أخذ بيد علي، فقال له: أبايعك على شرط عمر أن لاتجعل أحدا من بني هاشم على رقاب الناس. فقال علي عند ذلك: ما لك و لهذا إذا قطعتها في عنقي؟ فإن علي الاجتهاد لأمة محمد حيث علمت القوة و الأمانة استعنت بها، كان في بني هاشم أو غيرهم. قال عبدالرحمن: لا والله حتى تعطيني هذا الشرط. قال علي: والله لا أعطيكه أبدا، فتركه». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۶ - ۲۷، ذكر الشوری و بيعة عثمان بن عفان.

عبدالرحمٰن کی عثمان کو خلافت کی پیشکش

جب امام علیؑ نے شیخین کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تو عبدالرحمٰن نے دوسرے امیدوار کی طرف رخ کیا اور اپنی شرطوں کو دوبارہ بیان کیا۔ ان شرطوں کو عثمان نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے قبول کر لیا۔ پھر عبدالرحمٰن نے امام علیؑ کی طرف رخ کر کے تین مرتبہ خلافت کے پیشکش کی تکرار کی۔ حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: "کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی اور کی سیرت پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اے عبدالرحمٰن! تمہاری ساری باتیں اور تمہاری اتنی ساری کوششیں صرف اس لیے تھیں کہ تم خلافت کو مجھ سے دور کر سکو۔"

جب امام علیؑ کسی صورت بھی سیرت شیخین پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہوئے تو اس نے بھی بیعت کے عنوان سے عثمان کے ہاتھ کو پکڑ کر اسے امیر المومنین کے نام سے پکارا[۱] اور کہا: "خدایا! تو سن اور اس بات پر گواہ رہنا کہ خلافت کی ہر وہ ذمہ داری جو میرے ذمے تھی میں نے ان تمام ذمہ داریوں کو عثمان کے حوالے کر دیا ہے۔"[۲]

طلحہ کی عثمان سے بیعت اور اس کی کیفیت

جلسہ شوریٰ میں طلحہ کی شرکت کے حوالے سے دو قول تھے۔ طلحہ کی جلسہ شوریٰ میں شریک رہنے والی روایت کے مطابق یہ بات مشخص ہے کہ طلحہ نے اپنی رائے عثمان کو دی اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی، لیکن

---

(۱) «فعدل عنه إلى عثمان فعرض ذلك عليه، فقال: نعم. فعاد إلى علي فأعاد قوله. فعل ذلك عبدالرحمن ثلاثا، فلما رأى أن عليا غير راجع عما قاله و أن عثمان ينعم له بالإجابة صفق على يد عثمان و قال: السلام عليك يا أميرالمؤمنين». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۸، قصة الشورى. «و دعا عثمان فقال له مثل ما قال لعلي. قال: نعم». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۰، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى. «فخلا بعثمان فقال له: لنا اللّٰه عليك، إن وليت هذا الأمر أن تسير فينا بكتاب اللّٰه و سنة نبيه و سيرة أبي بكر و عمر. فقال: لكم أن أسير فيكم بكتاب اللّٰه و سنة نبيه و سيرة أبي بكر و عمر، ثم خلا بعلي فقال له مثل مقالته الأولى فأجابه مثل الجواب الأول. ثم خلا بعثمان فقال له مثل المقالة الأولى فأجابه مثل ما كان أجابه. ثم خلا بعلي فقال له مثل المقالة الأولى، فقال: إن كتاب اللّٰه و سنة نبيه لايحتاج معهما إلى إجيرى أحد. أنت مجتهد أن تزوي هذا الأمر عني. فخلا بعثمان فأعاد عليه القول فأجابه بذلك الجواب و صفق على يده». تاريخ اليعقوبي: ج ۲، ص ۱۶۲، أيام عثمان بن عفان.

(۲) «اللّٰهمّ اسمع و اشهد اللّٰهمّ إنّي قد جعلت ما في رقبتي من ذاك في رقبة عثمان». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۶، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۲۲۳، حوادث سال ۲۳ هجرى، ذكر قصة الشورى.

اس روایت کے مطابق جو اس کے شریک نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے، طبری نقل کرتے ہیں کہ انتخابات کے وقت طلحہ وہاں موجود نہیں تھا۔ جس دن عثمان سے بیعت ہوئی اسی دن طلحہ مدینہ آیا اور لوگوں نے اسے بتایا کہ عوام نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ طلحہ نے سوال کیا کہ کیا تم قریشی اس بیعت سے راضی تھے؟ تو انہوں نے جواب میں ہاں کہا۔ پھر طلحہ عثمان کے پاس آیا اور عثمان نے طلحہ سے کہا: "تم صاحب اختیار ہو اگر تم اس انتخاب کو قبول نہیں کرتے ہو تو میں اس بیعت کو قبول نہیں کروں گا۔" طلحہ نے پوچھا: "کیا واقعی قبول نہیں کرو گے؟" کہا: "ہاں۔" طلحہ نے پوچھا: "کیا تمام لوگوں نے تمہاری بیعت کی ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں۔" طلحہ کہتا ہے: "پس تمام لوگوں نے جس فیصلے پر اتفاق کیا ہے میں بھی اس فیصلے سے راضی ہوں، اور اس فیصلے سے منحرف نہیں ہوں گا۔"[1]

اس روایت کے ذریعے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ طلحہ کے نظر میں قریشیوں کی رضامندی اور قبولیت ہی خلافت کی کسوٹی تھی۔ اس کی نظر میں بھی خلافت و خلیفہ کا معیار صلاحیت و افضلیت پر منحصر نہیں تھا۔

بلاذری نقل کرتے ہیں:

"چونکہ طلحہ مدینہ میں نہیں تھا لہٰذا اس کے لیے قاصد کو روانہ کیا گیا تاکہ وہ مدینہ پہنچ پائے۔ جب وہ مدینہ آیا تو اس نے دیکھا کہ لوگوں نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ طلحہ نے اس بیعت پر بطور اعتراض خانہ نشینی اختیار کر لی اور عثمان کی بیعت نہیں کی۔ طلحہ کہنے لگا کہ میں اس انتخاب کو نہیں مانتا۔ تم لوگوں نے اس کام میں جلدی کی ہے اور مجھے نظر انداز کیا ہے۔ عبدالرحمٰن نے طلحہ کے پاس آکر اس سے بات چیت کی اور اسے لوگوں کے درمیان اختلاف و تفرقہ سے ڈرایا۔"

دوسری روایت میں بلاذری نقل کرتے ہیں:

"طلحہ عثمان سے کہتا ہے: "شوریٰ کو دوبارہ منعقد کرانے کے لیے اگر میں اس انتخاب سے انکار کر دوں تو کیا تم بھی انکار کر دو گے؟" عثمان نے کہا: "ہاں۔" میں بھی انکار کر دوں گا۔" طلحہ کہتا ہے: "میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں اور اس انتخاب سے انکار نہیں کروں گا۔"

---

(۱) «و قدم طلحة في اليوم الذي بويع فيه لعثمان فقيل له: بايع عثمان. فقال: أكل قريش راض به؟ قال: نعم. فأتى عثمان فقال له عثمان: أنت على رأس أمرك إن أبيت رددتها. قال: أتردها؟ قال: نعم. قال: أكل الناس بايعوك؟ قال: نعم. قال: قد رضيت لأرغب عما قد أجمعوا عليه و بايعه». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۱، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری.

اموی خاندان نے طلحہ کی اس بیعت کے بعد چین کی سانس لی کیونکہ ابن ابی سرح کہتا ہے: "ہمیں اس بات سے ڈر تھا کہ کہیں طلحہ اس انتخاب کا انکار نہ کر دے، لیکن اس انتخاب کو قبول کر کے اس نے اپنی رشتہ داری کا حق ادا کر دیا۔

عثمان بھی ہمیشہ طلحہ کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے مگر جب عثمان کا لوگوں نے محاصرہ کیا اس وقت طلحہ عثمان کے شدید ترین مخالف ہو چکے تھے۔[۱]

اموی لوگوں کا عبد الرحمٰن کا شکریہ ادا کرنا

عبد الرحمٰن کے ذریعے عثمان کے انتخاب کے بعد، مغیرہ ابن شعبہ نے عبد الرحمٰن سے کہا: "تم نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر کے بہت عمدہ کام کیا ہے۔" اور پھر عثمان سے کہنے لگا: "اگر عبد الرحمٰن تمہارے علاوہ کسی اور کی بیعت کرتا تو ہم اس کی مخالفت کرتے۔" عبد الرحمٰن نے مغیرہ سے کہا: "ایک آنکھ کے اندھے انسان! تم جھوٹ بول رہے ہو! اگر میں کسی اور کی بیعت کر لیتا تو تم بھی اس کی بیعت کر لیتے اور اس سے قربت حاصل کرنے اور دنیا کے حصول کے لیے اس کے سامنے بھی یہی بات دہراتے۔ بغیر باپ کی اولاد! جاؤ اور اپنے کام پر دھیان دو۔" مغیرہ نے کہا: "میری نظر میں اگر خلیفہ کا احترام نہ ہوتا تو میں تمہیں ایسی بات کہتا کہ تم اس سے ناخوش نظر آتے۔"[۲]

---

(۱) «کان طلحة بالسّراة في أمواله وافی الموسم ثم أتی أمواله و انحدر عمر، فلما طعن و ذکره في الشوری، بعث إلیه رسول مسرع، فأقبل مسرعا فوجد الناس قد بایعوا لعثمان، فجلس في بیته و قال: مثلي لایفتأت علیه و لقد عجلتم و أنا علی أمري، فأتاه عبدالرحمن بن عوف فعظّم علیه حرمة الإسلام و خوّفه الفرقة. حدثني محمد عن الواقدي عن محمد بن إسماعیل عن محمد بن زید انّ طلحة لما قدم أتاه عثمان فسلّم علیه، فقال طلحة: یا أباعبدالله! أرأیت إن رددت الأمر أتردّه حتی یکون فینا علی شوری؟ قال عثمان: نعم یا أبامحمد! قال طلحة: فإنّي لأردّه، فإن شئت بایعتك في مجلسك و إن شئت ففي المسجد، فبایعه، فقال عبدالله بن سعد بن أبي سرح: ما زلت خائفا لأن ینتقض هذا الأمر حتی کان من طلحة ما کان فوصلته رحم. و لم-یزل عثمان مکرما لطلحة حتی حصر، فکان طلحة أشدّ الناس علیه». أنساب الأشراف: ج ٦، ص ١٢٥، أمر الشوری و بیعة عثمان.

(۲) «و قال المغیرة بن شعبة لعبدالرحمن: یا أبا محمد! قد أصبت إذ بایعت عثمان و قال لعثمان: لو بایع عبدالرحمن غیرك ما رضینا. فقال عبدالرحمن: کذبت یا أعور! لو بایعت غیره لبایعته و لقلت هذه المقالة». تاریخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری و تاریخ المدینة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۱، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری. «فقال المغیرة بن شعبة لعثمان: أما والله لو بویع غیرك لما بایعناه. فقال عبدالرحمن بن عوف: کذبت والله لو بویع غیره لبایعته و ما أنت و ذاك یابن الدباغة! والله لو ولیها غیره لقلت له مثل ما قلت الان تقربا إلیه و طمعا في الدنیا، فاذهب لا أبا لك. فقال المغیرة: لولا مکان أمیرالمؤمنین لأسمعتك ما تکره و مضیا». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۵۳، من أخبار یوم الشوری و تولیة عثمان، ذیل خطبه ۱۳۹.

عثمان کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے بعد جب وہ اپنے گھر واپس ہوئے تو ان کا گھر بنی امیہ کو لوگوں سے بھر گیا۔ اس وقت جبکہ ابوسفیان آنکھ سے اندھا ہو چکا تھا گھر میں داخل ہوا اور پوچھا: "اس گھر میں بنی امیہ کے علاوہ بھی کوئی ہے کیا؟" لوگوں نے کہا: "نہیں، کوئی نہیں۔" تو ابوسفیان نے کہا: "اب تک خلافت بنی تیم یعنی ابو بکر کے قبیلے اور بنی عدی یعنی عمر کے قبیلے کے ہاتھ میں تھی اور وہ اس کے لالچ میں بھی تھے، مگر اب جبکہ خلافت تمہارے ہاتھوں میں ہے تو اسے کسی اور ہاتھ میں جانے نہ دینا۔ خلافت کو ایک گیند کی مانند ایک دوسرے کی طرف اچھالتے رہنا اور موروثی قرار دیتے ہوئے اسے اپنے بچوں کو ہدیہ کرتے رہنا۔ خدا کی قسم! نہ ہی کوئی جنت ہے اور نہ ہی کوئی جہنم، حساب و کتاب کا کوئی وجود نہیں ہے، نہ رجعت ہونے والی ہے اور نہ ہی قیامت۔" ظاہری طور پر تو عثمان کو ابوسفیان کی یہ باتیں ناگوار گزر رہی تھی۔[1]

ابوسفیان نے جو جنت اور عذاب کا انکار کیا ہے، یہ در حقیقت کفر محض ہے۔ ابوسفیان کے کفر بکنے کے حوالے سے طبری نقل کرتا ہے:

"عباسی خلیفہ معتضد نے ایک دفعہ منبر سے معاویہ کو لعنت بھجوانے کا ارادہ کیا۔ اس نے حکم دیا کے معاویہ پر لعنت کروانے کی وجہ لکھی جائے تو اس پر لعنت بھجوانے کی کئی وجوہات میں سے ایک وجہ ابوسفیان کی یہ بات (نہ ہی جنت کا کوئی تصور ہے اور نہ ہی حساب) تھی جو اس میں لکھی گئی تھی۔ اس کا یہ جملہ کفر صریح ہے۔ لعنت ہو اس پر![2]

---

(۱) «عن عمرو بن ثابت عن الحسن قال: لمّا ولي عثمان الخلافة دخل عليه أبوسفيان فقال: يا معشر بني أميّة! إن الخلافة صارت في تيم و عديّ حتى طمعت فيها و قد صارت إليكم فتلقّفوها بينكم تلقّف الكرة، فوالله ما من جنّة و لا نار هذا أو نحوه، فصاح به عثمان: قم عنّي فعلالله بك و فعل». الأغاني: ج ٦، ص ٣٧١، ذكر أبي سفيان و أخباره و نسبه، عدم إخلاصه الإسلام. «و قد كان عمار حين بويع عثمان بلغه قول أبي سفيان صخر بن حرب في دار عثمان عقيب الوقت الذي بويع فيه عثمان و دخل داره و معه بنوأمية فقال أبوسفيان: أفيكم أحد من غيركم؟ و قد كان عَميَ . قالوا: لا. قال يا بني امية! تَلَقَّفُوها تلقُّفَ الكرة، فو الذي يحلف به ابوسفيان ما زلت أرجوها لكم و لتصيرَنَّ إلى صبيانكم وراثة. فانتهره عثمان و ساءه ما قال». مروج الذهب و معادن الجوهر: ج ٢، ص ٣٧٩، عمّار بن ياسر. «قال الشعبي: فلما دخل عثمان رحله دخل إليه بنوأمية حتى امتلأت بهم الدار، ثم أغلقوها عليهم. فقال أبوسفيان بن حرب: أعندكم أحد من غيركم؟ قالوا: لا. قال: يا بني أمية! تلقفوها تلقف الكرة، فوالذي يحلف به أبوسفيان، ما من عذاب و لاحساب، و لاجنة و لانار، و لابعث و لاقيامة!». شرح نهج البلاغه: ج ٩، ص ٥٣، من أخبار يوم الشورى و تولية عثمان، ذيل خطبه ١٣٩.

(۲) «و في هذه السنة عزم المعتضد بالله على لعن معاوية بن أبي سفيان على المنابر و أمر بإنشاء كتاب بذلك يقرأ على الناس... و منه ما يرويه الرواة من قوله: يا بني عبدمناف! تلقفوها تلقف الكرة، فما هناك جنة و لانار و هذا كفر صراح». تاريخ الطبري: ج ٥، ص ٦١٩ - ٦٢٢، حوادث سال ٢٨٤ هجرى، ذكر الخبر عما كان فيها من الأحداث الجليلة.

اس انتخاب پر اعتراضات کے سمندر

اگر آپ اس انتخاب کے غیر عادلانہ نتیجے کی طرف دھیان دیں، تو اس پر حضرت امام علیؑ، عمارؓ ابن یاسر اور مقدادؓ ابن اسود کندی جیسے پیغمبر اکرم ﷺ کے معروف صحابی نے اعتراض کیا تھا۔ ہم بھی ان اعتراضات میں سے کچھ کو جو شوریٰ کے فیصلے پر کیے گئے تھے، بعنوان مثال ذکر کریں گے:

امام علیؑ کے اعتراضات اور عبدالرحمٰن کو تنبیہ

امام علیؑ نے ان حالات سے ناخوش ہو کر عبدالرحمٰن سے کہا: ''تم نے روٹی ایک دوسرے کو قرض دی ہے، تم نے وہی کھیل کھلا ہے جو تمہارے دوست پہلے کھیل چکے ہیں۔ خدا کی قسم! تم نے عثمان کو صرف اس لیے خلیفہ بنایا ہے تا کہ وہ اپنے بعد تمہیں خلیفہ بنائے۔ ایسی حرکتیں میرے لیے انجان نہیں ہیں۔ ابو بکر و عمر نے بھی یہی کام انجام دیا تھا۔ عمر نے خلافت کو ابو بکر کے حوالے صرف اس لیے کیا تھا تا کہ ابو بکر بھی خلافت کو عمر کے حوالے کر سکے۔ میں امید کرتا ہوں کہ خداوند تمہارے درمیان عطر منشم پھیلا دے۔''

عطر منشم یہ ضرب المثل ہے۔ کہتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت بنام منشم عطر فروش تھی جو مشہور و معروف عطر بیچا کرتی تھی۔ جب قبیلہ خزاعہ اور قبیلہ جرہم کے درمیان نااتفاقیاں ہونے لگی تو اس وقت اس عطر سے استفادہ کرنا آغاز جنگ کی علامت بن گیا تھا۔ یعنی جب بھی لوگ اس عطر سے استفادہ کرتے تو عجیب طرح کی قتل و غارت گری کا ماحول بن جاتا تھا۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ منشم، کسی قبیلے کی ایک عطر فروش عورت کا نام تھا۔ جس پر کچھ عربوں نے حملہ کر کے اس کا عطر چرا لیا۔ اس وقت کسی قبیلے کے کئی افراد کا مل کر کسی اور قبیلے کے کسی ایک فرد پر حملہ کرنا پورے قبیلے پر حملہ کرنے کے مترادف ہوتا تھا۔ منشم کے قبیلے والوں نے حملہ آوروں کے قبیلے کے لوگوں کے خون بہانے کو مباح قرار دے دیا تھا۔ لہٰذا جس کے بدن سے اس عطر کی خوشبو آتی تھی اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔[۱]

---

(۱) «قال الأصمعي: منشم، بكسر الشين: اسم امرأة كانت بمكّة عطارة، و كانت خزاعة و جرهم إذا أرادوا القتال تطيبوا من طيبها، و كانوا إذا فعلوا ذلك كثرت القتلى فيما بينهم، فكان يقال: أشأم من عطر منشم; فصار

حضرت امام علیؑ کی پیش گوئی درست نکلی اور عبدالرحمٰن اور عثمان کے روابط خراب ہو گئے، لہٰذا دونوں ایک دوسرے سے ناراض ہوئے بیٹھے تھے۔ دونوں ایک دوسروں سے بات تک نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ عبدالرحمٰن اس دنیا سے رخصت بھی ہو گیا۔[۱]

دونوں کے درمیان کے روابط خراب ہونے کی اصل وجہ یہ تھی کہ جب عثمان مریض ہوئے تو انہوں نے اپنے نامے میں عبدالرحمٰن کا نام بعنوان خلیفہ لکھ دیا لیکن عبدالرحمٰن کو یہ بات بری لگی۔ عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ میں نے تو اسے سب کے سامنے علی الاعلان خلیفہ بنایا تھا مگر اس نے مجھے چوری چھپے خلیفہ کیوں بنایا۔[۲]

طبری کے اس قول کے مطابق امام علیؑ فرماتے ہیں: ”تم سب کا یک زبان ہونا میرے لیے کوئی پہلی بار نہیں ہے۔ خدا نے مجھے اس پر صبر عطا کیا اور وہ میری مدد بھی فرمائے گا۔ خدا کی قسم! عبدالرحمٰن نے عثمان کو خلیفہ صرف اس لیے بنایا ہے کہ خلافت پھر اسی کے پاس پلٹ کر آ جائے۔ بہر حال تم نے تو اسے سالوں کے لیے خلیفہ بنا دیا ہے، بس اب دیکھنا یہ ہے کہ جیسا تم نے چاہا تھا ویسا ہی ہوتا ہے یا پھر تقدیر الٰہی نے تمہارے لیے کچھ اور ہی فیصلہ کر رکھا ہے۔[۳]

مثلاً». الصحاح تاج اللغة و صحاح العربية: ج ۵، ص ۲۰۴۱، ماده نشم. «و من قال مَنشَم، بفتح الشين، فهي امرأة كانت تنتجع العرب تبيعهم عطرها، فأغار عليها قومٌ من العرب فأخذوا عطرها، فبلغ ذلك قومها فاستأصلوا كلّ من شموا عليه ريحَ عطرها». لسان العرب: ج ۱۲، ص ۵۷۷، ماده نشم.

(۱) «فيقال: إن عليا عليه السلام قال له: والله ما فعلتها إلا لأنك رجوت منه ما رجا صاحبكما من صاحبه. دق الله بينكما عطر منشم. قيل: ففسد بعد ذلك بين عثمان و عبدالرحمن، فلم يكلّم أحدهما صاحبه حتى مات عبدالرحمن». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۸، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳. «عن حنش الكناني قال: لما صفق عبدالرحمن على يد عثمان بالبيعة في يوم الدار، قال له أميرالمؤمنينعليه السلام: حركك الصهر و بعثك على ما صنعت، والله ما أملت منه إلا ما أمل صاحبك من صاحبه، دق الله بينكما عطر منشم». الإرشاد في معرفة حجج الله على العباد: ج ۱، ص ۲۸۶ - ۲۸۷، من كلامهعليه السلام عند الشورى و في الدار.

(۲) «و روي أن عثمان اعتل علة اشتدت به فدعا حمران بن أبان و كتب عهدا لمن بعده و ترك موضع الإسم، ثم كتب بيده عبدالرحمن بن عوف و ربطه و بعث به إلى أم حبيبة بنت أبي سفيان، فقرأه حمران في الطريق فأتى عبدالرحمن فأخبره. فقال عبدالرحمن و غضب غضبا شديدا: أستعمله علانية و يستعملني سراً. و نمي الخبر و انتشر بذلك في المدنية و غضب بنوأمية، فدعا عثمان بحمران مولاه فضربه مائة سوط و سيره إلى البصرة. فكان سبب العداوة بينه و بين عبدالرحمن بن عوف». تاريخ اليعقوبي: ج ۲، ص ۱۶۹، أيام عثمان بن عفان.

(۳) «فقال علي: حبوته حبو دهر. ليس هذا أول يوم تظاهرتم فيه علينا فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون. والله ما وليت عثمان إلا ليردّ الأمر إليك والله كل يوم هو في شأن». تاريخ الطبري: ج ۲، ص

عبدالرحمٰن نے امام علیؑ سے عرض کیا: "سقیفہ کے دن آپ نے یہی الفاظ عمر سے بھی کہے تھے۔" تو امام علیؑ نے فرمایا: "کیا یہی حالات اس دن بھی نہیں تھے؟"(۱)

شعبی ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں:

"حضرت علیؑ نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور آپؑ اس جلسے سے باہر ہو گئے۔ آپؑ نے عبدالرحمٰن سے فرمایا: "تم سب کا اکٹھے ہو کر مجھے ہی میرے حق سے دور کر دینا اور مجھ پر دوسرے افراد کو ترجیح دینا، یہ سب میرے لیے کوئی پہلی بار نہیں ہے۔ تم سب میرے لیے جو راستہ بنا رہے ہو میں تو اس کا عادی ہو چکا ہوں۔"(۲)

شقیق ابن سلمہ نقل کرتے ہیں: "حضرت علیؑ نے گھر جا کر بنی عبدالمطلب کو سب کچھ بتایا اور ان سے کہا: "اے عبدالمطلب کے بیٹو! قریشیوں نے جس طرح سے رسول اللہ ﷺ سے ان کی زندگی میں دشمنی کی تھی، اسی طرح اب وہ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد تمہارے ساتھ دشمنی و عداوت کر رہے ہیں۔ اگر تم سب بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے تو جان لو کہ تم کبھی بھی حکومت نہیں کر سکتے۔ خدا کی قسم! تلوار کے ذریعے ہی یہ لوگ حق کی طرف لوٹیں گے۔"

عبداللہ ابن عمر بھی لوگوں کے درمیان بیٹھا حضرتؑ کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ اٹھ کر سامنے آیا اور کہنے لگا: "ابوالحسن! کیا آپ لوگوں کو ایک دوسرے سے لڑانا چاہتے ہیں؟"

حضرتؑ نے فرمایا: "لعنت ہو تم پر! چپ ہو جاؤ! خدا کی قسم اگر تمہارے باپ کا رویہ میرے ساتھ پہلے اور آج بھی صحیح ہوتا تو آج عثمان اور عبدالرحمٰن میرے ساتھ دشمنی نہ کرتے۔" یہ سن کر عبداللہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔(۳)

۵۸۳، حوادث سال ۲۳ ہجری، قصة الشوری و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۰ القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری.

(۱) «والله ما وليت عثمان إلا ليردّ الأمر إليك، والله كل يوم هو في شأن. و في غير رواية الطبري أنّ عبدالرحمن قال له: لقد قلت ذلك لعمر، فقالعليه السلام: أو لم يكن ذلك كما قلت». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۶۴، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳.

(۲) «قال الشعبي... و قام القوم فخرجوا و قد بايعوا إلا علي بن أبي طالب، فإنه لم يبايع. قال: فخرج عثمان على الناس و وجهه متهلل و خرج علي و هو كاسف البال مظلم و هو يقول: يابن عوف! ليس هذا بأول يوم تظاهرتم علينا من دفعنا عن حقنا و الإستئثار علينا! و إنها لسنة علينا و طريقة تركتموها». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۵۳، من أخبار يوم الشوری و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹.

(۳) «شقيق بن مسلمة أن علي بن أبي طالب لما انصرف إلى رحله، قال لبني أبيه: يا بني عبدالمطلب! إن قومكم عادوكم بعد وفاة النبي كعداوتهم النبي في حياته و إن يطع قومكم لاتؤمروا أبدا و والله لاينيب هؤلاء إلى الحق

شیخ مفیدؒ نقل فرماتے ہیں:

"جب عبدالرحمٰن نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تو امام علیؑ نے فرمایا: "عبدالرحمٰن نے اپنے داماد کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور دین کو اپنے پیروں تلے کچل دیا ہے۔"[1]

حضرت علیؑ نے آخر میں فرمایا: "لوگوں نے قریش کی طرف دیکھا اور قریش نے بھی یہ فکر کی کہ خلافت اگر بنی ہاشم کے ہاتھ چلی گئی تو پھر ان کے درمیان سے کبھی باہر نہیں آپائے گی۔ اور اگر خلافت غیر بنی ہاشم کے ہاتھ چلی گئی تو پھر وہ خلافت کو ہاتھوں ہاتھ ایک دوسرے کی طرف بڑھاتے رہیں گے۔[2]

حضرت علیؑ کو ڈرانے کی ناکام کوشش

عبدالرحمٰن نے ان اوضاع و حالات کو دیکھ کر خطرہ محسوس کیا، لہٰذا ان حالات پر قابو پانے کے لیے اس نے امام علیؑ کو ڈرانے کی ناکام کوشش شروع کر دی۔ وہ کہنے لگا: "اے علیؑ! خیال رہے، کوئی ایسا کام نہ کرو کہ اپنی جان اپنے ہاتھوں کھو بیٹھو۔ احتیاط کرو! کیونکہ عمر نے ابو طلحہ کو مخالفین کو مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ کہیں تم اپنی ان باتوں کے ذریعہ مار نہ دیے جاؤ۔"

حضرت علیؑ اپنے سر کو جھکائے مسجد سے باہر آ گئے اور فرمایا: "تم بہت جلد سمجھ جاؤ گے کہ کس طرح کی تباہی تمہاری طرف آ رہی ہے۔"[3]

إلا بالسيف. قال: و عبدالله بن عمر بن الخطاب داخل إليهم قد سمع الكلام كله، فدخل و قال: يا أباالحسن! أتريد أن تضرب بعضهم ببعض! فقال: اسكت ويحك! فوالله لولا أبوك و ما ركب مني قديما و حديثا ما نازعني ابن عفان و لا ابن عوف. فقام عبدالله فخرج». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۵۴، من أخبار يوم الشورى و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹.

(۱) «و لما صفق عبدالرحمن يده على يد عثمان همس أميرالمؤمنين عليه السلام و قال: مال رجل إلى صهره و نبذ دينه وراء ظهره». الجمل: ص۱۲۲ - ۱۲۳، باب ذكر جماعة ممن بايع أميرالمؤمنين عليه السلام، الشورى و اعتزال أميرالمؤمنين عليه السلام عن بيعة عثمان.

(۲) «فقال علي: إن الناس ينظرون إلى قريش و قريش تنظر إلى بيتها فتقول إن ولي عليكم بنوهاشم لم تخرج منهم أبدا و ما كانت في غيرهم من قريش تداولتموها بينكم». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۱، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

(۳) «فقال عبدالرحمن: لاتجعلن على نفسك سبيلا يا علي! يعني أمر عمر أباطلحة أن يضرب عنق المخالف فقام عليعليه السلام فخرج و قال: سيبلغ الكتاب أجله». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۹۴، قصة الشورى، ذيل

جب لوگ بیعت کے لیے عثمان کی طرف جارہے تھے تب حضرت علیؑ نے فرمایا: ”تم سب یہ جانتے ہو کہ خلافت کے لیے میں زیادہ حقدار تھا۔ خدا کی قسم! جب تک مسلمانوں کے امور صحیح طرح چل رہے ہیں اور میرے سوا کسی پر ظلم نہیں ہورہا ہے تب تک میں انہیں نظر انداز کرتا رہوں گا اور کوئی مخالفت نہیں کروں گا۔ میں اس کام اور اس فضیلت کی جزا خدا سے چاہتا ہوں۔ میں زہد اختیار کرتا ہوں ان چیزوں میں، جن میں تم زیورات اور زینت کے لیے ایک دوسرے سے دشمنی مول لیتے ہو۔(۱)

انتخاب کے طریقوں پر حضرت علیؑ کی ناراضگی کی وجہ یہ تھی کہ حضرتؑ نے اس امت اسلامی کے انجام کی پیش گوئی کردی تھی۔ حضرتؑ نے ان پر لعنت کی تھی اور بالآخر ان کی یکجہتی ٹوٹی اور ان کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا۔ عورتوں نے حتیٰ کہ عائشہ و حفصہ نے بھی پردے کے پیچھے سے عثمان کے خلاف نعرہ بازی شروع کردی۔ عبدالرحمٰن اور عثمان کے درمیان کے اختلافات جو گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔ سعد ابن ابی وقاص نے بھی نماز میں عثمان سے جھگڑا کرلیا تھا اور ایسا جملہ کہہ دیا تھا جس سے عثمان ناراض ہوگئے تھے، لہٰذا عثمان نمازیوں کو چھوڑ کر سعد کے پیچھے پیچھے دوڑے۔ سعد فرار ہوچکا تھا۔ عثمان نے راستے میں علیؑ کو دیکھا۔ حضرتؑ نے اس سے کہا: ”تم خلیفہ ہوکر ایسا کام کیوں کررہے ہو، کیا بات کیا ہے؟“ حضرت علیؑ اور عثمان کے درمیان کی بحث اتنی بڑھ گئی تھی کہ عثمان غضبناک ہوگئے اور غصے میں آکر امامؑ سے کہا: ”اے علیؑ! آپ وہی ہیں جنھوں نے جنگ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی اور پیچھے رہ گئے تھے؟“ حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: ”کیا تم وہی نہیں ہو جو جنگ احد سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے؟“(۲)

خطبہ۳. «فقال عبدالرحمن: يا علي! لاتجعل على نفسك سبيلا فإني قد نظرت و شاورت الناس فإذا هم لايعدلون بعثمان. فخرج علي و هو يقول: سيبلغ الكتاب أجله». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۰ القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

(۱) «و من كلام له عليه السلام لما عزموا على بيعة عثمان: لقد علمتم أني أحق الناس بها من غيري. و والله لأسلمن ما سلمت أمور المسلمين و لم يكن فيها جور إلا علي خاصة التماسا لأجر ذلك و فضله و زهدا فيما تنافستموه من زخرفه و زبرجه». نهج البلاغه: ص ۸۶، خطبه ۷۴.

(۲) «قال: ثم أقيمت الصلاة فتقدم عثمان فصلى، فلما كبر قامت امرأة من حجرتها فقالت: أيها الناس! اسمعوا. قال: ثم تكلمت، فذكرت رسول الله ﷺ و ما بعثه الله به، ثم قالت: تركتم أمر الله و خالفتم رسوله أو نحو هذا ثم صمتت، فتكلمت أخرى مثل ذلك، فإذا هي عائشة و حفصة، قال: فلما سلم عثمان أقبل على الناس، فقال: إن هاتان الفتانتان فتنتا الناس في صلاتهم و إلا تنتهيان أو لأسبنكما ما حل لي السباب، و إني لأصلكما لعالم. قال: فقال له

طلحہ اور عثمان کے روابط بھی خراب ہونے لگے تھے۔ جب خلیفہ سوم کے اعمال و رفتار پر سوال اٹھنے لگا تو طلحہ خلیفہ پر اعتراض کرنے والوں کے ساتھ ہو گیا اور وہ ان لوگوں میں سے ایک تھا جو عثمان پر سب سے زیادہ اور شدت سے اعتراض کر رہے تھے۔ طلحہ اعتراض کرنے والوں کا قافلہ سالار بن گیا تھا جسے عثمان کے خون کی سب سے زیادہ پیاس تھی۔[۱] اس نے عثمان کے قتل کے بعد اس کے جنازے کو تین دن تک مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی اجازت نہیں دی لہٰذا مجبور ہو کر خلیفہ کے جنازے کو بقیع کی پشت پر واقع یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ طلحہ نے عثمان کے جنازے کو دفنانے کی غرض سے اس کے قریب جانے والے لوگوں کو سنگسار کر دینے کا حکم دے دیا تھا۔[۲]

کیا حضرت علیؑ نے عثمان کی بیعت کی؟

حضرت علیؑ نے عثمان کی بیعت کی یا نہیں کی؟ اس میں بہت سے اقوال ہیں اور ہر مؤرخ کی اپنی الگ الگ رائے ہے۔ ہم یہاں پر تمام مؤرخین کے اقوال کو نقل کر کے اس سے نتیجہ اخذ کریں گے اور سوالوں کے جوابات دیں گے۔

سعد بن أبي وقاص: أتقول هذا لحبائب رسول الله ﷺ. قال: و فيما أنت و ما هاهنا؟ قال: ثم أقبل على سعد عامدا إليه. قال: و انسل سعد، فخرج من المسجد، فلقي عليا بباب المسجد، فقال له علي: أين تريد؟ قال: أريد هذا الذي كذا و كذا يعني سعدا فشتمه. فقال له علي: أيها الرجل! دع هذا عنك. قال: فلم يزل بهما الكلام حتى غضب عثمان، فقال: ألست المتخلف عن رسول الله ﷺ يوم تبوك؟ قال: فقال علي: ألست الفار عن رسول الله ﷺ يوم أحد؟ قال: ثم حجز الناس...». المصنف: ج ۱۱، ص ۳۵۵ - ۳۵۶، باب الفتن، ح ۲۰۷۳۲.

(۱) «كان أشد الصحابة على عثمان طلحة بن عبيدالله». تاريخ المدينة المنورة: ج ۴، ص ۱۱۶۹، ما روي من الاختلاف فيمن أعان عثمان أو أعان عليه من أصحاب النبي ﷺ و أزواجه. «كان شديدا على عثمان». أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۳، ص ۸۷، شرح حال طلحة بن عبيدالله، ش ۲۶۲۷. «و لم يكن في القوم أحرص عليه منه». نهج البلاغه: ص ۲۳۴، خطبه ۱۷۴ و بحارالأنوار: ج ۳۲، ص ۹۵، باب بيعة أميرالمؤمنين عليه السلام و ما جرى بعدها، ح ۶۵.

(۲) «و روى المدائني في كتاب مقتل عثمان إن طلحة منع من دفنه ثلاثة أيام و أن عليا عليه السلام لم يبايع الناس إلا بعد قتل عثمان بخمسة أيام و أن حكيم بن حزام أحد بنى أسد بن عبدالعزى و جبير بن مطعم بن الحارث بن نوفل استنجدا بعلي على دفنه، فأقعد طلحة لهم في الطريق ناسا بالحجارة، فخرج به نفر يسير من أهله و هم يريدون به حائطا بالمدينة يعرف بحش كوكب كانت اليهود تدفن فيه موتاهم، فلما صار هناك رجم سريره و هموا بطرحه، فأرسل علي عليه السلام إلى الناس يعزم عليهم ليكفوا عنه فكفوا، فانطلقوا به حتى دفنوه في حش كوكب. و روى الطبري نحو ذلك، إلا أنه لم يذكر طلحة بعينه». شرح نهج البلاغه: ج ۱۰، ص ۶-۷، ذكر ما كان من أمر طلحة مع عثمان، ذيل خطبه ۱۷۵ و تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۶۸۷، حوادث سال ۳۵ هجرى، ذكر الخبر عن الموضع الذي دفن فيه عثمان.

حضرت علیؑ کی بیعت کے حوالے سے تمام روایتوں اور اقوال کو ہم چار قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

پہلی قسم: وہ روایات جن میں حضرت علیؑ کی بیعت کا تذکرہ ہے

چند روایات جو واقعہ شوریٰ کو خلاصۃً بیان کرتی ہیں، ان سے واضح ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن کی عثمان کے ہاتھ پر بیعت کے بعد حضرت علیؑ نے بھی ان کی بیعت کر لی تھی، لیکن ان روایات میں بیعت کی کیفیت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔(۱)

دوسری قسم: وہ روایات جن میں حضرتؑ کے کیے گئے اعتراضات وارد ہیں اور جن میں بیعت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے

بہت سی وہ روایات جن میں واقعہ شوریٰ کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، ان میں حضرتؑ کے اعتراضات بھی مذکور ہیں۔ حضرتؑ اپنے اعتراضات اور ناراضگی کے بعد جلسے سے نکل گئے اور عثمان کے ہاتھ پر اپنی بیعت کے حوالے سے کوئی تذکرہ نہیں کیا، البتہ حضرت علیؑ کے اعتراضات جو گزشتہ صفحات میں تفصیلاً گزر چکے ہیں، خود حضرتؑ کی ناراضگی پر اور ان کے بیعت نہ کرنے پر دلیل ہے۔

ان روایتوں کو طبری، ابن اثیر، ابن عبدربہ اور ابن شبہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"عبدالرحمٰن ابن عوف نے حضرت علیؑ کے کیے گئے اعتراضات کے بعد ان کو ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش کی۔ اس نے کہا: "اے علیؑ! کوئی ایسی بات اپنی زبان سے نہ نکالنا جس کے بعد آپ کو اپنی جان سے ہاتھ ہی دھونا پڑ جائیں۔ احتیاط کریں آپ، کیونکہ عمر نے ابوطلحہ کے مخالفین کو جان سے مار دینے کا حکم دیا ہے۔ میں نے تمام چھان بین اور لوگوں سے مشورت کرنے کے بعد عثمان کا انتخاب کیا ہے۔" حضرت علیؑ نے عثمان کی بیعت نہیں کی اور جلسے سے باہر نکل گئے۔(۲)

---

(۱) «فلما أخذ الميثاق قال: ارفع يدك يا عثمان! فبايعه. فبايع له علي». صحيح البخاري: ص ۷۵۲، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البيعة و الإتفاق على عثمان، ح ۳۷۰۰. «عن سلمة بن أبي سلمة بن عبدالرحمن عن أبيه قال: أول من بايع لعثمان عبدالرحمن ثم علي بن أبي طالب... قال: أنا رأيت عليا بايع عثمان أول الناس ثم تتابع الناس فبايعوا». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۶۲، ذكر بيعة عثمان.

(۲) «فقال عبدالرحمن: لاتجعلن على نفسك سبيلا. يا علي! يعني أمر عمر أباطلحة أن يضرب عنق المخالف فقام عليعليه السلام فخرج و قال: سيبلغ الكتاب أجله». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۹۴، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳. «فقال

ابن قتیبہ عبدالرحمٰن کی باتوں کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے نقل کرتا ہے:

"اگر تم نے زیادہ اعتراض کیا تو پھر فیصلہ کسی اور چیز سے نہیں بلکہ فقط شمشیر کے ذریعے ہو گا۔ یہ کہہ کر اس نے عثمان کا ہاتھ پکڑا اور اس کی بیعت کر لی اور پھر تمام لوگوں نے اس کی اتباع میں عثمان کی بیعت کی۔"[۱]

لیکن اس روایت میں اس نے کہیں حضرت علیؑ کی بیعت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔

تیسری قسم: وہ روایات جن میں حضرتؑ کے بیعت کرنے کا تذکرہ ہے جو جبر و اکراہ اور خوف کے نتیجے میں تھا

وہ روایتیں جن میں واقعہ شوریٰ مفصل طور پر بیان ہوا ہے، ان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ سے بزور و زبردستی بیعت لی گئی۔

بلاذری نقل کرتے ہیں:

"عبدالرحمٰن نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر تمام ارکان شوریٰ نے عثمان کی بیعت کی سوائے امام علیؑ کے۔ امام علیؑ جو کھڑے تھے بیٹھ گئے اور انہوں نے بیعت نہیں کی، جبکہ تمام ارکان میں سے فقط عبدالرحمٰن ہی ایسا شخص تھا جس کے پاس شمشیر تھی۔ اسی نے حضرت علیؑ سے کہا: "اے علیؑ! بیعت کر لو ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ امام علیؑ جلسے سے باہر نکل گئے جبکہ اس وقت آپؑ ناراض اور غضبناک تھے۔ پھر تمام ارکان شوریٰ مل کر علیؑ کے سامنے حاضر ہوئے اور آپؑ سے کہا کہ آپ عثمان کی بیعت کر لیں ورنہ ہم آپ سے جنگ کریں گے۔ پھر حضرت علیؑ نے مجبور ہو کر ارکان شوریٰ کے ہمراہ عثمان کی بیعت کی۔"[۲]

عبدالرحمن: يا علي! لاتجعل على نفسك سبيلا فإني قد نظرت و شاورت الناس فإذا هم لايعدلون بعثمان. فخرج علي و هو يقول: سيبلغ الكتاب أجله». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری; تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۰ القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری; الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۲۲۳، حوادث سال ۲۳ هجری، ذكر قصة الشوری و العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۷۹، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشوری في خلافة عثمان بن عفان.

(۱) «قال: إني نظرت في أمر الناس فلم أرهم يعدلون بعثمان، فلا تجعل يا علي سبيلا إلى نفسك، فإنه السيف لا غير. ثم أخذ بيد عثمان فبايعه و بايع الناس جميعا». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۷، ذكر الشوری و بيعة عثمان بن عفان.

(۲) «فبايعه عبدالرحمن و صافقه و بايعه أصحاب الشوری و كان عليّ قائما فقعد، فقال له عبدالرحمن: بايع و إلا ضربت عنقك و لم يكن مع أحد يومئذ سيف غيره. فيقال: إنّ عليّا خرج مغضبا فلحقه أصحاب الشوری و قالوا: بايع و إلا جاهدناك، فأقبل معهم يمشي حتى بايع عثمان». أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۲۸، أمر الشوری و بيعة عثمان.

طبری نقل کرتے ہیں:

لوگوں نے عثمان کی بیعت کرلی، مگر حضرت علیؑ سب سے پیچھے بیٹھے تھے اور ان کا بیعت کرنے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ عبدالرحمٰن نے یہ آیت فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا۔[1] پڑھ کر امامؑ کو ڈرانے کی کوشش کی کہ اگر آپ بیعت نہیں کرتے ہیں تو اپنا نقصان کریں گے۔ حضرت علیؑ یہ کہتے ہوئے واپس پلٹے کہ یہ کیسا مکر و فریب ہے! اور پھر آپ نے بیعت کرلی۔"[2]

شعبی لکھتے ہیں:

"ان لوگوں کے سلسلے میں ارکان شوریٰ نے اپنے درمیان یہ فیصلہ کرلیا کہ جو بیعت نہ کرے اس کا انجام کوئی ایک ہی ہوگا لہٰذا وہ سب علیؑ کی طرف بڑھے اور ان سے کہا: "علیؑ! اٹھو اور عثمان کی بیعت کرو۔" علیؑ نے فرمایا: "اگر نہ کروں تو؟" ان لوگوں نے کہا: "تب ہم آپ سے جنگ کریں گے۔" علیؑ نے پھر مجبور ہو کر یہ کہتے ہوئے عثمان کی بیعت کی: "خدا اور اس کے رسولؐ نے صحیح فرمایا تھا۔" عبدالرحمٰن نے علیؑ سے کہا: "میں چاہتا تھا کہ آپ کی بیعت کروں پر آپ نے تو ہاتھ ہی نہیں بڑھایا اور شرط کو بھی قبول نہیں فرمایا۔" علیؑ نے فرمایا: "لعنت ہو تم پر! تم نے عثمان کی بیعت کی تا کہ وہ تمہیں خلافت واپس لوٹا دے۔ میں امید کرتا ہوں کہ خدا تمہارے درمیان عطر منشم پھیلا دے۔"[3]

چوتھی قسم: وہ روایتیں، جن میں حضرتؑ کے بیعت نہ کرنے کا تذکرہ ہے

ابن ابی الحدید اور شیخ مفیدؒ کے توسط سے جو روایتیں نقل ہوئی ہیں وہ صراحتاً بیان کرتی ہیں کہ حضرت علیؑ نے عثمان کی بیعت نہیں کی۔

---

(۱) سوره فتح (۴۸)، آیه ۱۰.

(۲) «فجعل الناس يبايعونه و تلكأ علي فقال عبدالرحمن: فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا فرجع علي يشق الناس حتى بايع و هو يقول: خدعة و أيما خدعة». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۶، حوادث سال ۲۳هجری، قصة الشوری و تاريخ الإسلام: ج ۳، ص۳۰۵، حوادث سال ۲۴هجری، خلافة عثمان.

(۳) «قال الشعبي: و اجتمع أهل الشورى على أن تكون كلمتهم واحدة على من لم يبايع، فقاموا إلى علي، فقالوا: قم فبايع عثمان. قال: فإن لم أفعل؟ قالوا: نجاهدك. قال: فمشى إلى عثمان حتى بايعه و هو يقول: صدق اللّٰه و رسوله. فلما بايع أتاه عبدالرحمن بن عوف فاعتذر إليه و قال: إن عثمان أعطانا يده و يمينه و لم تفعل أنت فأحببت أن أتوثق للمسلمين، فجعلتها فيه. فقال: أيها عنك! إنما آثرته بها لتنالها بعده، دقّ اللّٰه بينكما عطر منشم». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۵۵، من أخبار يوم الشورى و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹.

ابن ابی الحدید شعبی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تمام لوگوں نے عثمان کی بیعت کر لی، مگر حضرت علیؑ نے ان کی بیعت نہیں کی اور اٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔"(۱)

شیخ مفیدؒ بھی صراحتاً بیان فرماتے ہیں:

"عبدالرحمٰن پر اعتراض کرنے کے بعد حضرت علیؑ نے عثمان کی بیعت کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور ان کی بیعت نہیں کی۔"(۲)

نتیجہ

ان تمام روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضرت علیؑ، عثمان کے انتخاب پر شدت سے معترض تھے اور نہ صرف یہ کہ انہوں نے بیعت نہیں کی بلکہ آپ اس جلسے سے بھی باہر نکل آئے۔ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ حضرتؑ نے بیعت کر لی تھی تو ان کی بیعت اجباری اور بغیر رضامندی کے تھی۔

حضرت عمارؓ کا اعتراض

حضرت علیؑ کے مسجد سے باہر آجانے کے بعد، حضرت عمارؓ نے عبدالرحمٰن سے فرمایا: "اے عبدالرحمٰن !خدا کی قسم !تم نے علیؑ کو ایک طرف کر دیا ہے، جبکہ وہ ہمیشہ حق اور عدالت کی بنیاد پر فیصلہ کیا کرتے ہیں۔"(۳)

عمارؓ ان جملوں میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن نے خلافت کو اس کے اصل راستے پر چلنے نہیں دیا اور حضرت علیؑ کو چھوڑ کر عثمان کو خلیفہ بنا دیا اور یہ لوگ اگر اس انتخاب کو اس کے صحیح راستے پر چلنے دیتے، تو یقیناً حضرت علیؑ جو ایک عادل انسان تھے، خلیفہ منتخب ہوتے۔

---

(۱) «قال الشعبي... و قام القوم فخرجوا و قد بايعوا إلا علي بن أبي طالب، فإنه لم يبايع. قال: فخرج عثمان على الناس و وجهه متهلل و خرج علي و هو كاسف البال مظلم و هو يقول: يابن عوف! ليس هذا بأول يوم تظاهرتم علينا من دفعنا عن حقنا و الإستئثار علينا! و إنها لسنة علينا و طريقة تركتموها». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۵۳، من أخبار يوم الشورى و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹.

(۲) «و أقبل على عبدالرحمن فقال: والله ما أملت منه إلا ما أمل صاحبك من صاحبه دقّ الله بينكما عطر منشم و انصرف مظهرا للتنكير على عبدالرحمن و اعتزل بيعة عثمان فلم يبايعه حتى كان من أمره مع المسلمين ما كان». الجمل: ص ۱۲۳، الشورى و اعتزال أميرالمؤمنين عليه السلام عن بيعة عثمان.

(۳) «فقال عمار: يا عبد الرحمن! أما والله لقد تركته و إنه من الذين يقضون بالحق و به كانوا يعدلون». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۹۴، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳.

مسعودی نقل کرتے ہیں:

"روزِ شوریٰ جب عمارؓ عثمان کے گھر میں ہونے والی ابو سفیان کی باتوں سے آگاہ ہوئے تو اعتراض کے طور پر اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور کہا: "ابھی جبکہ تم سب خلافت کو خاندان پیغمبر اکرم ﷺ سے دور کر رہے ہو اور خلافت کو کبھی اس طرف تو کبھی اس طرف دھکیل رہے ہو تو مجھے یقین ہے کہ خدا اس خلافت کو تم سے چھین لے گا اور اسے تمہارے غیر کے حوالے کر دے گا بالکل اسی طرح جس طرح تم نے اسے اس خاندان سے چھینا ہے۔""[۱]

ابن ابی الحدید اس بات کو جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہاشم ابن ولید ابن مغیرہ نے عمارؓ سے کہا: "اے سمیہ کے بیٹے! اپنی حیثیت جان لو اور اپنا پیر اتنا ہی پھیلاؤ جتنی چادر ہے۔ تمہیں قریش کے کاموں سے کیا سروکار!؟ تمہارا قریش کے کاموں اور ان فرمانروائی میں کوئی دخل نہیں ہے۔ پس چپ چاپ ایک طرف ہٹ جاؤ۔" پھر تمام قریشوں نے مل کر عمارؓ کے بارے میں باتیں کرنا شروع کر دیں، ان پر چیخنے لگے اور انہیں سختی کے ساتھ وہاں سے ہٹا دیا۔ عمارؓ نے کہا: "شکر ہے اس خدا کا جو تمام جہان کا پروردگار ہے، ہمیشہ حق پرست افراد خوار و ذلیل ہوئے ہیں۔" یہ کہہ کر عمارؓ اپنی جگہ سے اٹھے اور چلے گئے۔""[۲]

---

(۱) «و قد كان عمار حين بويع عثمان بلغه قول أبي سفيان صخر بن حرب في دار عثمان عقيب الوقت الذي بويع فيه عثمان و دخل داره و معه بنوأمية فقال أبو سفيان: أفيكم أحد من غيركم؟ و قد كان عَميَ . قالوا: لا. قال يا بني أمية ! تَلَقَّفُوها تلقُّفَ الكرة، فوالذي يحلف به أبوسفيان ما زلت أرجوها لكم و لتصيرَنَّ إلى صبيانكم وراثة. فانتهره عثمان و ساءه ما قال و نمي هذا القول إلى المهاجرين و الأنصار و غير ذلك الكلام. فقام عمّار في المسجد فقال: يا معشر القريش! أما إذا صرفتم هذا الأمر عن أهل بيت نبيّكم ههنا مرة و ههنا مرة، فما أنا بآمن من أن ينزعه الله منكم فيضعه في غيركم كما نزعتموه من أهله و وضعتموه في غير أهله». مروج الذهب و معادن الجوهر: ج ۲، ص ۳۴۹، عمّار بن ياسر.

(۲) «و روى الجوهري قال: نادى عمار بن ياسر ذلك اليوم: يا معشر المسلمين! إنا قد كنا و ما كنا نستطيع الكلام، قلة و ذلة، فأعزنا الله بدينه و أكرمنا برسوله فالحمدلله ربّ العالمين. يا معشر قريش! إلى متى تصرفون هذا الأمر عن أهل بيت نبيكم، تحولونه هاهنا مرة و هاهنا مرة! ما أنا آمن أن ينزعه الله منكم و يضعه في غيركم، كما نزعتموه من أهله و وضعتموه في غير أهله! فقال له هاشم بن الوليد بن المغيرة: يابن سمية! لقد عدوت طورك و ما عرفت قدرك، ما أنت و ما رأت قريش لأنفسها! إنك لست في شيء من أمرها و إماراتها فتنح عنها. و تكلمت قريش بأجمعها، فصاحوا بعمار و انتهروه فقال: الحمدلله ربّ العالمين، ما زال أعوان الحق أذلاء! ثم قام فانصرف». شرح نهج البلاغة: ج ۹، ص ۵۸، من أخبار يوم الشورى و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹، به نقل از ابوبكر جوهرى.

مقدادؓ کا معترض ہونا اور عبدالرحمٰن کا ڈرانا

طبری اور مسعودی نے مقدادؓ کے عبدالرحمٰن پر کیے تھے اعتراضات خلاصۃً نقل کیا ہے، لیکن ابن ابی الحدید نے مفصّل طور پر جندب ابن عبداللہ ازدی کے واسطے سے نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"جب لوگوں نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرلی، اس وقت میں مقدادؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ میں نے مقدادؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا: "خدا کی قسم! جو کچھ بھی اہل بیتؑ پر گزری ہے میں نے آج تک کسی پر ایسی حالت گزرتے نہیں دیکھی۔" عبدالرحمٰن نے کہا: "مقدادؓ! تمہیں اس سے کیا مطلب؟" مقدادؓ نے کہا: "پیغمبر اکرم ﷺ کی وجہ سے میں ان سے محبت کرتا ہوں، حق ہمیشہ ان کے ساتھ ہے، درحقیقت حق ہمیشہ ان کے اندر ہے۔ لیکن مجھے قریش پر تعجب ہے کہ وہ صرف اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے خاندان سے ہیں، وہ لوگوں پر فخر و مباہات کرتے ہیں لیکن پھر بھی خلافت کو ان کے خاندان سے چھین لیتے ہیں۔ ابھی تم سب نے ایسے مرد کے دامن کو چھوڑ دیا ہے جو سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ عادل ہے۔" عبدالرحمٰن کہنے لگا: "میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے۔" مقدادؓ نے جواب میں فرمایا: "خدا کی قسم! تم نے ایسے شخص کو چھوڑا ہے جو لوگوں کے درمیان حق اور عدالت کی بنیاد پر فرمان جاری کرتا تھا۔ خدا کی قسم! اگر میرے ساتھ میرے ساتھی ہوتے تو میں روز بدر و احد کی طرح قریش کے ساتھ جنگ کرتا۔" عبدالرحمٰن نے کہا: "تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! خبردار! لوگوں کے کانوں تک تمہاری آواز نہ جانے پائے! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم نیا فتنہ نہ کھڑا کردو۔" مقدادؓ نے فرمایا: "جو انسان لوگوں کو حق کی طرف رغبت دلائے اور انہیں ان کے حقیقی رہبر کی طرف بلائے وہ انسان فتنہ گر نہیں ہوتا، بلکہ فتنہ گر وہ انسان ہے جو لوگوں کو باطل کی طرف دھکیلے اور اپنی من مانی کو حق پر ترجیح دے۔"

اس طرح کی باتیں سن کر عبدالرحمٰن کے چہرے کی رنگت اڑنے لگی۔ اس نے کہا: اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تمہاری مراد میں ہوں تو اس وقت تم دیکھ لیتے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرتا۔" مقدادؓ نے کہا: "تم مجھے ڈراتے ہو؟" پھر مقدادؓ جلسہ چھوڑ کر باہر آ گئے۔ جندب نے مقدادؓ سے کہا: "اگر تم جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو میں اس جنگ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" مقدادؓ نے جواب میں فرمایا: "نہیں! یہ کام دو تین لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔"

جندب حضرت علیؑ کے پاس پہنچ کر ان سے عرض کرتا ہے: "اے ابوالحسن! آپؑ کی قوم نے آپ کو آپ ہی کے حق سے دور کرکے اچھا نہیں کیا۔" حضرت نے جواب میں فرمایا: "ابھی ضروری ہے کہ میں صبر کروں اور خدا سے مدد طلب کروں۔" میں نے کہا: "خدا کی قسم آپ بہت صبر کرتے ہیں!" حضرت نے فرمایا:

"صبر کے سوا میں اور کیا کر سکتا ہوں؟" میں نے آپؑ کو بتایا کہ میں مقدادؓ کے پاس بیٹھا تھا اور پھر وہاں پیش آنے والے تمام قصے، مقدادؓ کے جوابات اور ان کی رائے (دو تین لوگوں کی بس کی بات نہیں ہے) کو حضرتؑ کے سامنے بیان کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: "مقدادؓ صحیح کہتا ہے۔ ہم ابھی کیا کر سکتے ہیں؟" میں نے کہا: "لوگوں کے درمیان جائیں، انہیں اپنی طرف بلائیں اور انہیں بتائیں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ لائق ہیں اور لوگوں سے مدد کی درخواست کریں۔ سو میں سے دس کے دل میں بھی اگر آپ کی بات اتر گئی تو پھر وہ دوسروں سے بھی زبردستی آپ کی بات منوالیں گے۔ اگر پھر بھی وہ آپ کی بات نہ مانیں تو آپ ان سے جنگ کریں پھر آپ چاہیں زندہ رہیں یا قتل ہو جائیں۔ کم از کم آپ خدا کے نزدیک تو قابلِ عذر رہیں گے اور آپ کے پاس دلیل بھی ہو گی۔"

حضرت نے فرمایا: "کیا تم یہ امید کرتے ہو کہ ہر دس افراد میں سے ایک انسان میری بیعت کرے گا؟" میں نے کہا: "جی ہاں۔" حضرتؑ نے فرمایا: "لیکن مجھے ایسی کوئی امید نہیں ہے۔ خدا کی قسم سو میں سے ایک انسان بھی میری بیعت نہیں کرے گا۔ کیونکہ لوگ قریش کو دیکھ کر اپنے قدموں کو بڑھا رہے ہیں اور قریش بھی اپنے درمیان اس سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ نبوت انہی کے خاندان میں رہی ہے لہٰذا خاندان پیغمبر اکرم ﷺ ہی خلافت کا حق دار ہے، اور اگر خلافت ان کے ہاتھوں میں چلی گئی تو پھر کبھی ان کے درمیان سے باہر آنے والی نہیں ہے، لیکن اگر خلافت بنی ہاشم کے علاوہ کسی اور کے پاس چلی جائے تو پھر قریش اسے ہاتھوں ہاتھ ایک دوسرے کو تھماتے رہیں گے۔ خدا کی قسم! لوگ اپنی خواہش سے خلافت کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے!" میں نے کہا: "میں آپ پر فدا ہو جاؤں! آپ نے یہ کہہ کر میرا دل توڑ دیا۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنے شہر لوٹ کر لوگوں کو آپ کی باتوں سے آگاہ کروں اور انہیں آپ کی طرف آنے کی دعوت دوں؟" حضرتؑ نے فرمایا: "اے جندب! ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے۔"

جندب کہتا ہے کہ میں پھر عراق کی طرف لوٹ گیا اور لوگوں کو حضرت علیؑ کے فضائل سے آگاہ کرنے لگا، لیکن پھر بھی مجھے کوئی ایسا نہیں ملا جو میری باتوں سے موافقت کرے۔ اس درمیان کسی ایک نے اچھی بات کہی تھی کہ ساری باتوں کو چھوڑو اور صرف ان باتوں پر دھیان دو جو تمہارے فائدے کے لیے ہوں۔ میں نے اس سے کہا: "یہی باتیں وہ ہیں جن میں میرا بھی فائدہ ہے اور تمہارا بھی۔" لیکن وہ یہ بات سن کر میرے

پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور چلا گیا اور جا کر ولید ابن عقبہ سے میری شکایت کر دی جس پر اس نے مجھے قید کر دیا، لیکن پھر میں بعد میں دوسروں کی پیروی سے آزاد ہو گیا۔"(۱)

---

(۱) «قال الشعبي: فحدثني عبدالرحمن بن جندب عن أبيه جندب بن عبدالله الأزدي قال: كنت جالسا بالمدينة حيث بويع عثمان، فجئت فجلست إلى المقداد بن عمرو، فسمعته يقول: والله ما رأيت مثل ما أتي إلى أهل هذا البيت! و كان عبدالرحمن بن عوف جالسا، فقال: و ما أنت و ذاك يا مقداد! قال المقداد: إني والله أحبهم لحب رسول الله ﷺ و إني لأعجب من قريش و تطاولهم على الناس بفضل رسول الله، ثم انتزاعهم سلطانه من أهله. قال عبدالرحمن: أما والله لقد أجهدت نفسي لكم. قال المقداد: أما والله لقد تركت رجلا من الذين يأمرون بالحق و به يعدلون! أما والله لو أن لي على قريش أعوانا لقاتلتهم قتالي إياهم ببدر و أحد. فقال عبدالرحمن: ثكلتك أمك، لايسمعن هذا الكلام الناس، فإني أخاف أن تكون صاحب فتنة و فرقة.قال المقداد: إن من دعا إلى الحق و أهله و ولاه الأمر لايكون صاحب فتنة و لكن من أقحم الناس في الباطل و آثر الهوى على الحق، فذلك صاحب الفتنة و الفرقة. قال: فتربد وجه عبدالرحمن، ثم قال: لو أعلم أنك إياي تعني لكان لي و لك شأن. قال المقداد: إياي تهدد يابن أم عبدالرحمن! ثم قام عن عبدالرحمن فانصرف. قال جندب بن عبدالله: فاتبعته و قلت له: يا عبدالله! أنا من أعوانك. فقال: رحمك الله! إن هذا الأمر لايغني فيه الرجلان و لا الثلاثة. قال: فدخلت من فوري ذلك على عليعليه السلام فلما جلست إليه، قلت: يا أباالحسن! والله ما أصاب قومك بصرف هذا الأمر عنك. فقال: صبر جميل والله المستعان. فقلت: والله إنك لصبور! قال: فإن لم أصبر فما ذا أصنع؟ قلت: إني جلست إلى المقداد بن عمرو آنفا و عبدالرحمن بن عوف، فقالا كذا و كذا ثم قام المقداد فاتبعته، فقلت له كذا. فقال لي كذا. فقال علي عليه السلام: لقد صدق المقداد فما أصنع؟ فقلت: تقوم في الناس فتدعوهم إلى نفسك و تخبرهم أنك أولى بالنبي ﷺ و تسألهم النصر على هؤلاء المظاهرين عليك فإن أجابك عشرة من مائة شددت بهم على الباقين، فإن دانوا لك فذاك و إلا قاتلتهم و كنت أولى بالعذر، قتلت أو بقيت و كنت أعلى عند الله حجة. فقال: أترجو يا جندب أن يبايعني من كل عشرة واحد؟ قلت: أرجو ذلك. قال: لكني لأرجو ذلك، لا والله و لا من المائة واحد و سأخبرك، إن الناس إنما ينظرون إلى قريش فيقولون: هم قوم محمد و قبيله. و أما قريش بينها فتقول: إن آل محمد يرون لهم على الناس بنبوته فضلا و يرون أنهم أولياء هذا الأمر دون قريش، و دون غيرهم من الناس و هم إن ولوه لم-يخرج السلطان منهم إلى أحد أبدا و متى كان في غيرهم تداولته قريش بينها، لا والله لايدفع الناس إلينا هذا الأمر طائعين أبدا! فقلت: جعلت فداك يابن عم رسول الله! لقد صدعت قلبي بهذا القول، أفلا أرجع إلى المصر فأوذن الناس بمقالتك و أدعو الناس إليك؟ فقال: يا جندب! ليس هذا زمان ذاك. قال: فانصرفت إلى العراق، فكنت أذكر فضل علي على الناس فلا أعدم رجلا يقول لي ما أكره و أحسن ما أسمعه قول من يقول: د ع عنك هذا و خذ فيما ينفعك. فأقول: إن هذا مما ينفعني و ينفعك، فيقوم عني و يدعني. و زاد أبوبكر أحمد بن عبدالعزيز الجوهري: حتى رفع ذلك من قولي إلى الوليد بن عقبة أيام ولينا فبعث إلي فحبسني حتى كلم في، فخلى سبيلي». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۵۶ - ۵۸، من أخبار يوم الشورى و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹ و الأمالي / مفيد: ص ۱۶۹، المجلس الحادي و العشرون، ح ۵. «فقال المقداد: ما رأيت مثل ما أوتي إلى أهل هذا البيت بعد نبيّهم، إنّي لأعجب من قريش أنهم تركوا رجلاً ما أقول إنّ أحداً أعلم و لا أقضى منه بالعدل، أما والله لو أجد عليه أعواناً! فقال عبدالرحمن: يا مقداد إتق الله فإنّي خائف عليك الفتنة. فقال رجل للمقداد: رحمك الله! مَن أهل هذا البيت و من هذا الرجل؟ قال: أهل البيت بنوعبدالمطلب و الرجل عليّ بن أبي طالب. فقال علي: إن الناس ينظرون إلى قريش و قريش تنظر إلى بيتها فتقول إن

یعقوبی نقل کرتے ہیں:

”اس دن جب عثمان کی لوگوں نے بیعت کی، اسی رات وہ نماز عشا کے لیے مسجد کی طرف جا رہے تھے اور ان کے سامنے ایک شمع روشن تھی۔ راستے میں ہی عثمان کی ملاقات مقدادؓ سے ہوئی۔ مقدادؓ نے اعتراض کیا اور کہا: ”یہ کون سی بدعت ہے؟“

یعقوبی اسی بات کو جاری رکھتے ہوئے نقل فرماتے ہیں:

چند لوگ حضرتؑ کے ہمراہ، عثمان کے خلاف باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ایک فرد نقل کرتے ہوئے کہنے لگا: ”میں مسجد میں داخل ہوا اور دیکھا کہ ایک مرد دوزانو ہو کر اس طرح بیٹھا تھا جیسے اس کا سب کچھ لٹ چکا ہو۔ وہ کہتا ہے: ”مجھے قریش پر تعجب ہے! قریشیوں نے خلافت کو اہل بیت پیغمبر ﷺ سے چھین لیا جبکہ اہل بیت پیغمبر ﷺ میں ہی سب سے پہلے مومن رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے تھے، وہی دین خدا کے عالم ترین و فقیہ ترین انسان، دین مبین اسلام کے سب سے بڑے خادم، حق کے راستوں سے سب سے زیادہ آگاہی رکھنے والے، صراط مستقیم کی طرف سب سے اچھی ہدایت کرنے والے تھے۔ خدا کی قسم تم نے خلافت کو ایک ہدایت یافتہ ہادی اور پاک و پاکیزہ انسان سے چھین لیا ہے۔ تم لوگوں نے مذہب کی بھلائی اور اچھائی کا ارادہ نہیں کیا ہے، تم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے۔ خدا نابود کرے ایسی ستمگر قوموں کو!“

میں اس انسان کے قریب آیا اور اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور جس کی تم اتنی حمایت کر رہے ہو وہ کون ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”میں مقدادؓ ہوں اور جس کی حمایت کر رہا ہوں وہ مرد علی ابن ابی طالبؑ

ولي عليكم بنوهاشم لم تخرج منهم أبدا و ما كانت في غيرهم من قريش تداولتموها بينكم». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۱، كيف تمّ انتخاب خليفة عمر. «قام المقداد فقال: ما رأيت مثل ما أوذي به أهل هذا البيت بعد نبيّهم. فقال له عبدالرحمن بن عوف: و ما أنت و ذاك يا مقداد بن عمرو؟ فقال: إنّي والله لأحبهم لحبّ رسول اللهﷺ إياهم و إنّ الحق معهم و فيهم; يا عبدالرحمن! أعجب من...». مروج الذهب و معادن الجوهر: ج ۲، ص ۳۷۹، عمّار بن ياسر. **ابن ابی الحدید** دوسری جگہوں پر مقداد کے ان اعتراضات کو ابن سوید نامی شخص سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: جس دن عثمان کی بیعت کی جا رہی تھی اسی دن میں نے مقداد کو مسجد میں اس بیعت پر اعتراض کرتے ہوئے دیکھا اور پھر مقداد نے جب ابوذر سے ملاقات کی تو ابوذر نے بھی کہا کہ مقداد صحیح کہہ رہے ہیں۔ مزید آگاہی کے لیے آپ کتاب شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۲۱ - ۲۲، من أخبار يوم الشورى و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹، کی طرف مراجعہ فرمائیں۔

ہیں۔" میں نے کہا: "کیا تم قیام کرنا چاہتے ہو؟ میں تمہاری مدد کروں گا۔" تو انہوں نے جواب دیا: "اے میرے بھائی کے بیٹے! یہ کام دو تین آدمیوں کے بس کا نہیں ہے۔" پس میں وہاں سے باہر نکل آیا اور ابوذرؓ سے ملاقات ہوئی تو انہیں میں نے تمام باتوں سے آگاہ کیا۔ ابوذرؓ نے کہا: "میرے بھائی! مقدادؓ نے صحیح کہا ہے۔" پھر میں عبد اللہ ابن مسعود کے پاس گیا اور انہیں بھی تمام باتیں بتائیں تو عبد اللہ نے کہا: "ہم سے بھی یہ ساری باتیں کہی گئی ہیں لیکن میں نے اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی ہے۔"[۱]

شعبی نے مقدادؓ کے عبد الرحمٰن پر کیے گئے اعتراضات کو اس طرح نقل کیا ہے:

"عثمان کی بیعت ہو جانے کے دوسرے دن جب مقدادؓ عثمان کے گھر سے نکل رہے تھے تو انہوں نے عبد الرحمٰن کو دیکھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اس سے کہا: "یہ جو کچھ بھی تم نے کیا ہے، اگر خدا کے لیے کیا ہے تو خدا تمہیں اس کا اجر عطا فرمائے، لیکن اگر یہ سب تم نے دنیا کے لیے کیا ہے تو خدا تمہارے مال و دولت میں اضافہ فرمائے۔" عبد الرحمٰن نے کہا: "سنو، خدا کے لیے میری بات سنو!" مقدادؓ نے کہا: "نہیں، میں نہیں سنوں گا۔" یہ کہہ کر مقدادؓ نے عبد الرحمٰن کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور وہاں سے چلے گئے اور پھر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "مولا! جنگ کے لیے آمادہ ہو جائیں اور قیام کریں، ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔" حضرتؑ نے فرمایا: "بتاؤ، کس کے ساتھ قیام کروں؟" عمارؓ نے حضرتؑ کی طرف رخ کرتے ہوئے بآواز بلند یہ شعر پڑھا: "اے موت کی خبر دینے والے! اٹھو اور اسلام کی موت کا اعلان کرو، اعلان کرو کہ آج معروف مر گیا اور منکر ظاہر ہو گیا۔" اور پھر کہا: "خدا کی قسم! اگر میرے ساتھی ہوتے تو میں

---

(۱) «و روى بعضهم أن عثمان خرج من الليلة التي بويع له في يومها لصلاة العشاء الآخرة و بين يديه شمعة، فلقيه المقداد بن عمرو، فقال: ما هذا البدعة! و مال قوم مع علي بن أبي طالب و تحاملوا في القول على عثمان. فروى بعضهم قال: دخلت مسجد رسول اللّٰه ﷺ فرأيت رجلا جاثيا على ركبتيه يتلهف تلهف من كأن الدنيا كانت له فسلبها و هو يقول: واعجبا لقريش! و دفعهم هذا الأمر على أهل بيت نبيهم و فيهم أول المؤمنين و ابن عمّ رسول اللّٰه ﷺ، أعلم الناس و أفقههم في دين اللّٰه و أعظمهم غناء في الإسلام و أبصرهم بالطريق و أهداهم للصراط المستقيم واللّٰه لقد زووها عن الهادي المهتدي الطاهر النقي و ما أرادوا إصلاحا للأمة و لاصوابا في المذهب و لكنهم آثروا الدنيا على الآخرة، فبعدا و سحقا للقوم الظالمين. فدنوت منه فقلت: من أنت يرحمك اللّٰه و من هذا الرجل؟ فقال: أنا المقداد بن عمرو و هذا الرجل علي بن أبي طالب. قال: فقلت: ألا تقوم بهذا الأمر فأعينك عليه؟ فقال: يابن أخي! إن هذا الأمر لا يجري فيه الرجل و لا الرجلان. ثم خرجت فلقيت أباذر، فذكرت له ذلك، فقال: صدق أخي المقداد. ثم أتيت عبداللّٰه بن مسعود، فذكرت ذلك له فقال: لقد أخبرنا فلم نأل». تاريخ اليعقوبي: ج ۲، ص ۱٦۳، أيام عثمان بن عفان.

ان لوگوں سے جنگ کرتا۔ اگر آج بھی کوئی جنگ کے لیے قیام کرے تو میں اس کے ہمراہ ہو جاؤں گا۔"
حضرتؑ نے فرمایا: "اے ابو یقظان! خدا کی قسم کوئی ہے ہی نہیں کہ جس کے ہمراہ جنگ کر سکوں اور مجھے پسند نہیں ہے کہ میں تمھیں اس چیز کے لیے مجبور کروں جس کی تم میں قدرت نہیں ہے۔"

حضرت علیؑ خاندان کے چند لوگوں کے ساتھ گھر میں ہی قید ہو کر رہ گئے۔ اور کوئی بھی عثمان کے خوف سے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو پاتا تھا۔[۱]

شیخ مفید نقل فرماتے ہیں:

"جب ارکانِ شوریٰ ایک گھر میں جمع ہوئے تو مقدادؓ بھی وہاں حاضر ہوئے اور ان سے کہا: "خدا کی قسم! ہمیں بھی اندر جانے کا موقع دو! میں چاہتا ہوں کہ تم سب کو نصیحت کروں اور جو تمہارے لیے بہتر ہے، تمہیں بتاؤں۔" لوگوں نے انہیں اندر جانے سے روک دیا۔ مقدادؓ نے کہا: "مجھے صرف گردن اندر کر لینے دو اور میری باتوں پر دھیان دو۔" پھر بھی انہیں اجازت نہ ملی۔ انہوں نے پھر کہا: "اب جبکہ تم مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں دے رہے ہو تو کم از کم میری اتنی سی بات مان لو کہ جو لوگ جنگ بدر میں اور بیعت رضوان میں شریک نہیں تھے ان کی بیعت نہ کرنا اور ان کی بھی بیعت نہ کرنا جو جنگ احد میں فرار ہو گئے تھے۔" ان کی مراد عثمان تھے۔ عثمان نے انہیں دھمکاتے ہوئے کہا: "اگر میں خلیفہ بنا تو خدا کی قسم! میں تمہیں تمہارے مالک وصاحب کی طرف لوٹا دوں گا۔"

جب مقدادؓ کی موت کا وقت قریب آیا تو مقدادؓ نے کہا: "عثمان سے کہہ دو کہ میں اپنے اکیلے اور آخری مالک و صاحب کی طرف لوٹ کر جا رہا ہوں۔" یہ بات جیسے ہی عثمان کے کانوں تک پہنچی وہ فوراً مقدادؓ کی قبر پر حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اگر چہ تم مجھ سے خوش نہیں تھے پھر بھی خدا تم پر رحمت کرے!"

---

(۱) «قال الشعبي: و خرج المقداد من الغد، فلقي عبدالرحمن بن عوف فأخذ بيده و قال: إن كنت أردت بما صنعت وجه الله، فأثابك الله ثواب الدنيا و الآخرة و إن كنت إنما أردت الدنيا فأكثر الله مالك. فقال عبدالرحمن: اسمع، رحمك الله، اسمع! قال: لأسمع والله و جذب يده من يده و مضى حتى دخل على علي عليه السلام فقال: قم فقاتل حتى نقاتل معك. قال علي عليه السلام: فبمن أقاتل رحمك الله! و أقبل عمار بن ياسر ينادي:

يا ناعي الاسلام قم فانعه   قد مات عرف و بدا نكر.

أما والله لو أن لي أعوانا لقاتلتهم، والله لئن قاتلهم واحد لأكونن له ثانيا. فقال علي عليه السلام: يا أباليقظان! والله لأجد عليهم أعوانا و لأحب أن أعرضكم لما لاتطيقون. و بقى عليه السلام في داره و عنده نفر من أهل بيته و ليس يدخل إليه أحد مخافة عثمان». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۵۵، من أخبار يوم الشورى و تولية عثمان، ذيل خطبه ۱۳۹.

زبیر نے عثمان سے کہا: ''میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ ابھی میں زندہ ہوں، تم میرا خیال نہیں کرتے اور جب میں مر جاؤں گا تو پھر تم آنسو بہاؤ گے۔'' عثمان نے کہا: ''زبیر! یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ تمہیں لگتا ہے کہ مجھے یہ پسند ہے کہ مقدادؓ جیسا صحابی پیغمبر اکرم ﷺ مجھ سے ناراض رہے اور اسی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو جائے؟!''[۱]

ابووائل کے اعتراضات اور عبدالرحمٰن کے جواب

ابووائل کہتا ہے:

''میں خود عبدالرحمٰن کے پاس گیا اور اس سے کہا: ''تم نے علیؑ کو چھوڑ کر عثمان کو کیوں خلیفہ بنا دیا؟''

عبدالرحمٰن نے جواب میں قانونی عذر پیش کرتے ہوئے کہا: ''مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔ میں تو چاہتا تھا کہ علیؑ ہی خلیفہ بنیں، اسی لیے میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر آپ کتاب خدا، سنت پیغمبر اکرم ﷺ اور سیرتِ ابوبکر و عمر پر عمل کریں گے تو میں آپ کی بیعت کروں گا۔''[۲]

---

(۱) «عن حبيب ابن أبي ثابت قال: لما حضر القوم الدار للشورى جاء المقداد بن الأسود الكندي فقال: أدخلوني معكم، فإن للّٰه عندي نصحا و لي بكم خيرا. فأبوا. فقال: أدخلوا رأسي و اسمعوا مني. فأبوا عليه ذلك. فقال: أما إذا أبيتم فلا تبايعوا رجلا لم يشهد بدرا و لم يبايع بيعة الرضوان و انهزم يوم أحد يوم التقى الجمعان. فقال عثمان: أم واللّٰه لئن وليتها لأردنك إلى ربك الأول. فلما نزل بالمقداد الموت قال: أخبروا عثمان أني قد رددت إلى ربي الأول و الآخر. فلما بلغ عثمان موته جاء حتى قام على قبره فقال: رحمك اللّٰه كنت و إن كنت، يثني عليه خيرا. فقال له الزبير:

لأعرفنك بعد الموت تندبني　　و في حياتي ما زودتني زادي

فقال: يا زبير! تقول هذا! أتراني أحب أن يموت مثل هذا من أصحاب محمد ﷺ و هو علي ساخط!». الأمالي / مفيد: ص ۱۱۵، المجلس الثالث عشر، ح ۷ و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۳۶۰، كتاب الفتن و المحن، باب ۲۶ الشورى و احتجاج أميرالمؤمنين عليه السلام على القوم في ذلك اليوم، ح ۱۶.

(۲) «عن أبي وائل، قال: قلت لعبدالرّحمن بن عوف: كيف بايعتم عثمان و تركتم عليّا؟ قال: ما ذنبي؟ قد بدأت بعليّ، فقلت: أبايعك على كتاب اللّٰهِ و سنّة رسوله و سيرة أبي بكر و عمر. قال: فقال: فيما استطعت. قال: ثمّ عرضتها على عثمان، فقبلها». مسند أحمد: ج ۱، ص ۷۵، مسند عثمان بن عفان و تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۱، ص ۱۳۲، شرح حال عثمان، ش ۴۷۱۵.

دوسرا حصہ

اِشکالات وسوالات

اس حصے میں ہم شوریٰ پر ہونے والے اشکالات اور شوریٰ کے واقعات پر تحلیلی گفتگو کریں گے اور اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ شوریٰ سوائے ایک فتنے کے علاوہ کچھ نہیں تھا، جس کے ذریعے بڑی چالاکی کے ساتھ خلافت کو حضرت علیؑ اور خاندان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھین کر بنی امیہ کے حوالے کر دیا گیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جانشین کے انتخاب پر اشکال

کتاب کی ابتدا میں گزر چکا ہے کہ خلیفہ دوم اور ان کے کچھ قریبی افراد جیسے عبد اللہ ابن عمر، عائشہ اور حفصہ کے مسلمانوں کے جانشین کے انتخاب کے حوالے سے کیا کیا نظریات تھے۔ اس فصل میں ہم ان پر تحلیلی گفتگو کریں گے اور ان کے اشکالات بیان کریں گے۔

جناب عمر! جب آپ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ آپ کسی کو بعنوان خلیفہ منتخب نہیں کریں گے تب آپ کی طرف اعتراضات کا طوفان امڈ پڑا تھا کہ آخر آپ کس طرح سے مسلمانوں کو بغیر کسی سرپرست کے چھوڑ سکتے ہیں، جبکہ ایک چرواہا بھی اپنے گلّے کو بغیر سرپرست کے نہیں چھوڑتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ کے غلام نے بھی آپ پر اعتراض کیا پھر آخر کار آپ نے انتخاب شوریٰ کا ارادہ کر لیا۔

اب آپ یہ بتائیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ افضل ہیں یا آپ؟ آپ کا خدا اور آپ کے رسولؐ زیادہ عاقل ہیں یا آپ اور آپ کے قریبی افراد اور آپ کے لوگ؟ جس پیغمبرؐ نے اپنی امت کی ہدایت کے لیے ۲۳ سال محنت و مشقت کی ہو آخر وہ کیسے اپنی امت کو بغیر کسی سرپرست کے چھوڑ سکتا ہے؟ اور کیسے ممکن ہے کہ پھر کسی نے حتیٰ کہ ایک غلام نے بھی رسول اللہ ﷺ کے اس عمل پر اعتراض نہیں کیا؟ انبیائے الٰہی میں سے کیا کسی ایک نبی نے بھی اپنی امت کو بغیر کسی سرپرست کے چھوڑا ہے؟ آخر کیسے رسول اللہ ﷺ کو انتخاب جانشین حتیٰ کہ انتخاب شوریٰ کا بھی حق نہیں تھا اور پھر انہوں نے لوگوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح بغیر چرواہے کے بھٹکتا ہوا چھوڑ دیا؟ کیا حفصہ، عائشہ، عبد اللہ ابن عمر حتیٰ کہ معاویہ کو پیغمبر اکرم ﷺ سے زیادہ امت اسلام سے ہمدردی تھی؟ حفصہ اور عائشہ نے جو کہا کہ امت بغیر سرپرست کے نابود ہو جائے گی تو کیا ان کی سوچ پیغمبر اکرم ﷺ سے زیادہ تھی؟ کیا وہ پیغمبر نعوذ باللہ پیغمبری کے لائق ہے جس کی سوچ عائشہ، حفصہ اور معاویہ سے بھی چھوٹی

ہو؟ جب عائشہ سے پوچھا گیا کہ کیا پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے جانشین کے لیے کوئی وصیت فرمائی ہے؟ تو عائشہ نے جواب دیا: "پیغمبر اکرم ﷺ نے کسی کو بھی اپنا جانشین نہیں چنا ہے۔"(۱)

حضرت عائشہ! پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت اور روش جانشین نہ چننے کی ہے، آپ کا تو یہی عقیدہ تھا نا؟ تو پھر آپ نے پیغمبر اکرم ﷺ کی یہی سیرت عمر کے لیے کیوں نہیں پسند کی؟ آپ نے عمر کو اس کا جانشین چننے پر کیوں اصرار کیا؟

جناب عائشہ! آپ میں جب امت اسلامی کی اتنی ہمدردی ہے اور جبکہ آپ پیغمبر اکرم ﷺ پر کئی مرتبہ بآسانی اعتراض کر لیتی تھیں اور آپؐ کو رائے و مشورہ بھی دے دیا کرتی تھیں، تو پھر آپ نے جانشینی و خلافت جیسے اہم معاملات میں رسول اللہ ﷺ کو کیوں کوئی رائے نہیں دی؟

جناب عمر! آپ جب اس بات کے معتقد ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے کوئی جانشین منتخب نہیں فرمایا ہے اور اگر میں نے بھی جانشیں منتخب نہیں کیا تو گویا میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرح اور ان کی سنت پر عمل کیا ہے تو پھر جانشین معین کرنے پر عبد اللہ ابن عمر اور دوسرے لوگوں کے اصرار کا کیا مطلب ہے؟ پھر ان لوگوں کو عمر کے جانشین معین نہ کرنے پر کیسا تعجب تھا؟ کیا پیغمبر اکرم ﷺ معاذ اللہ عقل کے اس کلی قاعدے کی طرف متوجہ نہیں تھے؟ جب لوگ عمر کے کان میں جانشین معین کرنے کے امر کے فطری ہونے کی بات کر رہے تھے تو ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس فطری امر سے غافل رہ جائیں؟

آخر کیوں خدا نے یہ بات پیغمبر اکرم ﷺ کو نہیں بتائی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ خدا نے پیغمبر اکرم ﷺ کو یہ باتیں بتائی بھی تھیں اور پیغمبر اکرم ﷺ نے اس پر عمل کرتے ہوئے اپنا جانشین بھی معین کر لیا تھا؟ لوگوں کا پیغمبر اکرم ﷺ پر اعتراض نہ کرنا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے حکم خدا سے جانشین کا انتخاب کر لیا تھا؟

اسی لیے تو ہم نے اب تک کوئی ایسا اعتراض نہیں دیکھا جو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ پر جانشین منتخب نہ کرنے کے حوالے سے کیا ہو۔ اور اگر سوال ہوئے بھی ہیں تو وہ صرف ایک سوال کی حیثیت سے تھے کہ آخر اس جانشینی کا مصداق کون ہے۔

---

(۱) «عن عائشة قالت: ما ترك رسول الله ﷺ دينارا و لا درهما و لا شاة و لا بعيرا و لا أوصى بشئ». صحيح مسلم: ص ٧٦٦، كتاب الوصية، باب ترك الوصية لمن ليس له شئ يوصى فيه، ح ٤٢٠٥.

تاریخ واحادیث کے شیعہ وسنی منابع میں موجود دلائل ومدارک کی بنا پر ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خدا اور پیغمبر اکرم ﷺ امامت وجانشینی اور امت کی سرپرستی کی ضرورت سے آگاہ تھے، اسی لیے پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی رسالت کے ابتدائی دور سے لے کر اپنی عمر کے آخری حصے تک بارہا جانشینی وامامت کے بحث کو لوگوں کے درمیان جاری رکھا اور اپنے بعد اپنا جانشین وامام معین فرمایا۔ یہاں پر ہم نمونے کے طور پر چند موارد کا ذکر کریں گے۔

پہلا مرحلہ: اپنے رشتہ داروں کی دعوت

رسالت کے اسی ابتدائی زمانے میں اس آیت وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔[1] کے نزول کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے خاندان میں سے چالیس افراد کو اپنے گھر دعوت پر بلایا۔ پھر ان لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے بعد آپؐ نے فرمایا: ”تم میں سے کون ہے جو مجھ پر ایمان لائے اور میرے اس کام میں میری مدد فرمائے تاکہ وہ تمہارے درمیان میرا بھائی، وصی اور میرا خلیفہ قرار پائے؟“

ان تمام لوگوں میں سے صرف علیؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور عرض کیا: ”اس کام میں مَیں آپ کا مددگار ہوں۔“ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت علیؑ کے گردن پر رکھ کر فرمایا: ”یہ تمہارے درمیان میرا بھائی، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے۔ اس کی باتوں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو۔“ لوگ ہنستے ہنستے کھڑے ہوئے اور طنزیہ لہجے میں ابوطالبؑ سے کہا: ”محمد ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی باتوں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو۔[2]

---

(۱) اور اپنے قریب ترین رشتے داروں کو تنبیہ کیجئے! سورہ شعراء (۲۶)، آیہ ۲۱۴.

(۲) «حدثنا ابن حميد قال حدثنا سلمة قال حدثني محمد بن إسحاق عن عبدالغفار بن القاسم عن المنهال بن عمرو عن عبدالله بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب عن عبدالله بن عباس عن علي بن أبي-طالب قال: لما نزلت هذه الآية على رسول الله ﷺ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ دعاني رسول الله ﷺ فقال لي: يا علي! إن الله أمرني أن أنذر عشيرتي الأقربين فضقت بذلك ذرعا... ثم تكلم رسول الله ﷺ فقال: يا بني عبدالمطلب! إني والله ما أعلم شابا في العرب جاء قومه بأفضل مما قد جئتكم به إني قد جئتكم بخير الدنيا و الآخرة و قد أمرني الله تعالى أن أدعوكم إليه فأيكم يوازرني على هذا الأمر على أن يكون أخي و وصيي و خليفتي فيكم؟ قال: فأحجم القوم عنها جميعا و قلت و إني لأحدثهم سنا و أرمصهم عينا و أعظمهم بطنا و أحمشهم ساقا، أنا يا نبي الله أكون وزيرك عليه، فأخذ برقبتي ثم قال: إن هذا أخي و وصيي و خليفتي فيكم فاسمعوا له و أطيعوا: قال: فقام القوم يضحكون و يقولون لأبي طالب: قد أمرك أن تسمع لابنك و تطيع». تاريخ الطبري: ج ۱، ص ۵۴۲، تاريخ ما قبل الهجرة، ذكر الخبر عما كان من أمر نبي الله; مسند أحمد: ج ۱، ص۱۵۹، مسند علي بن أبي طالب; السنن الكبرى / نسائی: ج

دوسرا مرحلہ: آیہ ولایت

تمام مفسرین کے اس آیت إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرسوله وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔[۱] پر اجماع کے مطابق جس نے حالت رکوع میں زکوۃ دی وہ علیؑ تھے۔ خدا نے اس آیت میں ولایت کو اپنے لیے، اپنے رسولؐ اور حضرت علیؑ کے لیے ثابت فرمایا ہے۔

اہل سنت کے دو متکلمین قاضی ایجی اور تفتازانی لکھتے ہیں:

تمام مفسرین اس نظریے پر متفق ہیں کہ آیہ ولایت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔[۲]

تیسرا مرحلہ: غدیر خم

غدیر خم میں خدا نے اس آیت يَا أَيُّهَا الرسول بَلِّغْ۔۔۔[۳] کو نازل فرما کر پیغمبر اکرم ﷺ کو حضرت علیؑ کو اپنا جانشین بنانے کا حکم فرمایا تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم نامی جگہ پر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اعلان فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللھم وال من والاہ۔۔۔" اور حضرت علیؑ کو لوگوں میں اپنا جانشین معین فرمایا۔[۴]

۷، ص ۳۳۱ - ۳۳۲، كتاب الخصائص، باب ذكر الأخوة، ح۸۳۹۷؛ تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۵، ص ۳۷- ۳۸، شرح حال حضرت علی علیه السلام، ش ۵۰۲۹ و الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ٦، ص ۲۹۵، ذیل تفسیر آیه ۲۱۴ سوره شعراء.

(۱) تمہارا ولی تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔ سورہ مائدہ (۵)، آیہ ۵۵۔

(۲) «و قد أجمع أئمة التفسير على أن المراد بالذين يقيمون الصلاة إلى قوله تعالى وَهُمْ رَاكِعُونَ علي فإنه كان في الصلاة راكعا فسأله سائل فأعطاه خاتمه فنزلت الآية». المواقف: ج ۳، ص ٦۱۴، المقصد الرابع في الإمام الحق بعد رسول الله ﷺ. شرح المقاصد: ج ۳، ص ۵۰۱، اس آیت کے ذیل میں مفسرین اہل سنت نے بھی ان احادیث کو ذکر فرمایا ہے جو دلالت کرتی ہیں کہ یہ آیت حضرت امام علیؑ کے لیے نازل ہوئی ہے۔

(۳) اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو گویا آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، بیشک اللہ کافروں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ سورہ مائدہ (۵)، آیہ ٦۷.

(۴) عموم مفسرین اہل سنت نے اس آیت کے ذیل میں حدیث غدیر کا ذکر کیا ہے۔ ہم نمونہ کے طور پر چند کتابوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ الكشف و البيان: ج ۴، ص ۹۲، ذیل آیه ٦۷ مائده؛ الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ۳، ص ۱۰۹، ذیل آیه ٦۷ مائده و التفسير الكبير: ج ۱۲، ص ۴۹، ذیل آیه ٦۷مائده.

سیوطی ابن مسعود کے واسطے سے نقل کرتے ہیں:

ہم نے پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں اس آیت کو اس طرح سے پڑھا ہے: (یَا أَیُّھَا الرسول بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ) ان علیا مولی المومنین (وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔)[1]

حدیث غدیر سند کے اعتبار سے صحیح اور متواتر ہے، اسی لیے ابن حجر ہیثمی صراحتاً بیان کرتے ہیں:

"حدیث غدیر کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ترمذی، نسائی اور احمد ابن حنبل جیسی جماعت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ حدیث غدیر جن جن واسطوں سے نقل ہوئی ہے، بہت زیادہ ہیں اور ۱۶ صحابیوں اور بعض قول کے مطابق ۳۰ صحابیوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اس حدیث کی کافی ساری اسناد صحیح اور حسن ہیں۔ حدیث غدیر بہت زیادہ طُرُق اور واسطوں سے نقل ہوئی ہے اور ان میں سے اکثر واسطوں کو ذہبی نے صحیح شمار کیا ہے۔ اس طرح کے شبہات کہ مثلاً علیؑ اس وقت یمن میں موجود تھے، پر توجہ نہیں دینی چاہیے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ علیؑ اس وقت یمن سے واپس آچکے تھے اور وہ حجۃ الوداع کے وقت علیؑ پیغمبر اکرم ﷺ سے ملحق ہو چکے تھے۔"[2]

ذہبی، شرح حال طبری میں نقل کرتے ہیں:

"طبری نے حدیث غدیر کے طُرق کو چار جلدوں میں جمع کیا ہے اور میں نے ان میں سے چند طرق اور واسطوں کو ملاحظہ کیا ہے۔ میں ان تمام واسطوں اور طرق کو دیکھ کر حیرت زدہ تھا، لہٰذا میں نے واقعہ غدیر کے سچے ہونے پر یقین کر لیا۔"[3]

---

(۱) الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ۳، ص ۱۰۹، ذیل آیه ۶۷ مائده.

(۲) «و جواب هذه الشبهة التي هي أقوى شبههم يحتاج إلى مقدمة و هي بيان الحديث و مخرجيه و بيانه أنه حديث صحيح لا مرية فيه و قد أخرجه جماعة كالترمذي و النسائي و أحمد و طرقه كثيرة جدا و من ثم رواه ستة عشر صحابيا و في رواية لأحمد أنه سمعه من النبي ثلاثون صحابيا و شهدوا به لعلي لما نوزع أيام خلافته كما مر و سيأتي و كثير من أسانيدها صحاح و حسان و لا التفات لمن قدح في صحته و لا لمن ردّه بأن عليا كان باليمن لثبوت رجوعه منها و إدراكه الحج مع النبي و قول بعضهم إن زيادة اللهم وال من والاه الخ موضوعة مردود فقد ورد ذلك من طرق صحح الذهبي كثيرا منها». الصواعق المحرقة في الردّ على أهل البدع و الزندقة: ص۴۲، الفصل الخامس: في ذكر شبه الشيعة و الرافضة و نحوهما و بيان بطلانها بأوضح الأدلة و أظهرها.

(۳) «قلت: جمع طرق حديث غدير خم في أربعة أجزاء، رأيت شطره فبهرني سعة رواياته و جزمت بوقوع ذلك». سير أعلام النبلاء: ج ۱۴، ص ۲۷۷، شرح حال محمد بن جرير طبری، ش ۱۷۵.

بیان کیے گئے ان تمام مطالب و دلائل پر غور کرنے کے بعد حدیث غدیر کے معتبر ہونے پر ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ بہت سارے علمائے اہل سنت نے تو اس حدیث کے متواتر ہونے اور اس کے صحیح ہونے کو تسلیم بھی کیا ہے، جن میں سے ہم انہیں دو موارد پر اکتفا کریں گے۔ زیادہ معلومات کے لیے آپ علامہ امینیؒ کی لکھی ہوئی کتاب "الغدیر فی الکتب و السنۃ و الادب" کی طرف رجوع فرما سکتے ہیں۔

علمائے اہل سنت حدیث غدیر کے متواتر ہونے اور اس کی صحت کے ثابت ہونے کے بعد اس حدیث کی توجیہ پر مجبور ہو گئے۔ اگر وہ اس مضمون روایت کو قبول کر لیتے تو پھر انہیں مجبوراً علیؑ کو بعنوان خلیفہ قبول کرنا پڑ جاتا لہٰذا انہوں نے لفظ "مولا یا مولیٰ" کا معنی ہی دوستی اور محبت میں بدل دیا، جبکہ اس کا جواب روزِ روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ بہت زیادہ تعداد میں قرائن کی موجودگی اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ "مولا اور مولیٰ" کا معنی سرپرستی اور امامت ہے۔

حضرت علیؑ نے کہیں پر بھی یہ بیان نہیں فرمایا ہے کہ روز غدیر لفظ "مولیٰ" سے رسول اللہ ﷺ کی مراد محبت اور دوستی تھی، جبکہ آپؑ نے متعدد بار یہ ضرور فرمایا ہے کہ مولیٰ بمعنی جانشین ہے۔[۱]

عمر نے بھی لفظ مولیٰ اور مولا کو جانشینی کے معنی میں تفسیر کیا ہے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے کہ عمر ابن خطاب نے عباس اور حضرت علیؑ سے کہا: "رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد، ابو بکر نے خود کو پیغمبر اکرم ﷺ کا ولی کہا: "انا ولی رسول اللہ" یعنی میں پیغمبر کا ولی ہوں۔ جب ابو بکر اس دنیا سے رخصت ہوئے تو انا ولی رسول اللہ و ابی بکر، عمر نے خود کو پیغمبر اکرم ﷺ اور ابو بکر کا ولی کہا۔[۲]

---

(۱) حدیث غدیر پر امام علیؑ کے استدلال اور ان کے دلائل کو علامہ امینی نے اپنی کتاب الغدیر فی الکتاب و سنة و الآداب ج ۲ ص ۳۲۷، میں ذکر فرمایا ہے اور انہوں نے المناشدة و الاحتجاج بحدیث الغدیر الشریف کی جمع آوری کی ہے۔ زیادہ معلومات کے کتاب الغدیر کی طرف مراجعہ فرمائیں۔

(۲) «قال لعلي و عباس: أنشدكما بالله! هل تعلمان ذلك؟ قالا: نعم. ثم توفى الله نبيه ﷺ فقال أبوبكر: أنا ولي رسول الله ﷺ فقبضها أبوبكر... ثم توفي الله أبابكر فقلت: أنا ولي رسول الله ﷺ و أبي بكر...». صحيح البخارى: ص ۱۱۲۳، كتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنة على أهله و كيف نفقات العيال، ح ۵۳۵۸ و ص ۱۴۷۵، كتاب العتصام بالكتاب و السنة، باب ما يكره من التعمق و التنازع في العلم و الغلو في الدين و البدع، ح ۷۳۰۵ و ص ۶۲۸، كتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، ح ۳۰۹۳ و صحيح مسلم: ص ۸۳۲، كتاب الجهاد و السير، باب حكم الفيء، ح ۴۵۵۲.

عجیب بات ہے! عمر کی باتوں میں لفظ مولیٰ بمعنی سرپرست و جانشین ہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ تو یہاں پر مولا کا معنی سرپرستی و جانشینی سے بدل کر دوستی ہو گیا!

عمر کی آرزو کے حوالے سے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے، عمر کہتے ہیں: اگر آج سالم، معاذ اور خالد زندہ ہوتے تو میں انہیں اپنا ولی بنا دیتا۔[۱]

اس بات کے ثبوت کے لیے کہ ولی سے مراد امت کی سرپرستی، امامت اور امت کی رہبری ہے، مرحوم مظفر نے بہت سارے قرائن کا ذکر کیا ہے۔ زیادہ آگاہی کے لیے مرحوم کی کتاب کی طرف رجوع کریں۔[۲]

اس بات پر بہتیرے موارد دلیل کے طور پر موجود ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے علیؑ کو بعنوان جانشین منتخب فرمایا تھا۔ اختصار کو مد نظر رکھے ہوئے ہم انہیں مذکورہ موارد پر اکتفا کریں گے۔

پس لوگوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ پر جو اعتراض نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے پیغمبر اکرم ﷺ نے بہت سے مقامات پر حضرت علیؑ کو اپنا جانشین منتخب کیا تھا اور واضح سی بات ہے کہ سقیفہ اور شوریٰ چونکہ خلافِ معمول اور سنت و روش رسول اللہ ﷺ کے خلاف تھا لہٰذا لوگوں نے یہاں پر اپنے اپنے اعتراضات تاریخ کے صفحات میں ثبت کرائے۔

عمر کی آرزو پر اشکال

جیسا کہ بخش اول میں گزر چکا ہے کہ عمر نے چار لوگوں یعنی ابو عبیدہ، سالم، معاذ اور خالد کے لیے خلافت کی آرزو کی تھی اور کہا تھا کہ اگر یہ چار لوگ زندہ ہوتے تو میں خلافت کو ان کے حوالے کر دیتا۔ اب چلیں جناب خلیفہ دوم سے سوال کرتے ہیں: کیا آپ کی آرزو میں اور خلافت کو شوریٰ کے حوالے کر دینے میں تناقض ہے؟ خلافت کو شورائی کرنا صحیح نہیں ہے یا پھر آپ کی آرزو ہی بے جا ہے؟ یا پھر جو کچھ بھی آپ کہہ دیں اسی کو صحیح مان لیا جائے؟

---

(۱) «و لو أدركت معاذ بن جبل ثم وليته،... و لو أدركت خالد بن الوليد ثم وليته...». تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۸۸۷، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى؛ تاريخ دمشق الكبير: ج۶۱، ص ۲۹۶، شرح حال معاذ بن جبل، ش ۷۶۳۳؛ سير أعلام النبلاء: ج ۱، ص ۳۷۲، شرح حال خالد بن وليد، ش ۷۸ و الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۵۹۰، شرح حال معاذ بن جبل.

(۲) دلائل الصدق لنهج الحق: ج ۴، ص ۳۱۴، تعيين إمامة علي بالقرآن، آيه ۲.

یعنی چونکہ آپ معصوم ہیں اور یہ اور بات ہے کہ آپ اپنے لیے لفظ معصوم کا استعمال کرتے ہیں؟ اگر خلافت کا شورائی کرنا ہی صحیح تھا تو پھر اس آرزو کا کیا مطلب ہے؟ یا اگر آرزو صحیح ہے تو پھر یہ شوریٰ کس مرض کی دوا تھا؟ جب پیغمبر اکرم ﷺ نے علیؑ خلیفہ منتخب کر لیا تھا تو پھر شک کیوں ایجاد کرتے ہیں اور اس کا انکار کیوں کرتے ہیں؟

ان مطالب کو اور زیادہ واضح وروشن کرنے کے لیے ان کے نامہ اعمال کا بطور اختصار جائزہ لیتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ خلیفہ کسے اپنا خلیفہ بنانے کے درپے تھے اور جب ان کی آرزو مکمل نہ ہو پائی تو انہوں نے شوریٰ میں کن افراد کو ان کا جاگزین قرار دیا؟

سالم مولی ابی حذیفہ

سالم ابن معقل فارس میں اصطخر [۱] نامی علاقے کا رہنے والا تھا۔ یہ ان سرگرم لوگوں اور اس لشکر کے سرداروں میں سے ایک ہے جن کی تمام کوشش یہی تھی کہ خلافت کو حضرت علیؑ سے دور کر دیا جائے۔ ان کی اور خلیفہ دوم کی دوستی کافی پرانی تھی۔ شروع سے ہی یہ دونوں کافی قریبی دوست رہے تھے۔ خلیفہ دوم سالم کا کافی احترام اور اس کی بہت زیادہ مدح سرائی کیا کرتے تھے۔[۲] سالم نے عمر کے ساتھ ہی مدینہ کی طرف ہجرت کی۔[۳] بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سالم اور ابو بکر کے درمیان صیغہ اخوت پڑھا تھا۔[۴] اور بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ صیغہ اخوت سالم اور ابو عبیدہ کے درمیان پڑھا گیا تھا۔[۵]

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

---

(۱) «سالم بن معقل مولى أبي حذيفة... و كان من أهل فارس من إصطخر. و قيل: إنه من عجم الفرس من كرمد». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص ۱۳۵، شرح حال سالم بن معقل، ش ۸۸۶.

(۲) «و كان عمر بن الخطاب يفرط في الثناء عليه». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص ۱۳۶، شرح حال سالم بن معقل، ش ۸۸۶.

(۳) «و قد روي أنه هاجر مع عمر بن الخطاب و نفر من الصحابة». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص۱۳۶، شرح حال سالم بن معقل، ش ۸۸۶.

(۴) «قيل أنه آخى بينه و بين أبي بكر». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص ۱۳۶، شرح حال سالم بن معقل، ش ۸۸۶.

(۵) «و روي عن محمد بن إبراهيم التيمي قال: وآخى النبيّ بين سالم مولى أبي حذيفة و بين أبي عبيدة بن الجراح». سير أعلام النبلاء: ج ۱، ص ۱۶۹، شرح حال سالم مولى ابی حذيفه، ش ۱۴.

"سالم ان لوگوں میں سے ایک ہے جنہوں نے آپس میں یہ قسم کھائی تھی کہ پیغمبر اکرمؐ اگر رحلت کر جائیں یا شہید ہو جائیں تو ہم خلافت کو اہل بیت پیغمبرؐ تک نہیں پہنچنے دیں گے۔"(۱)

امام صادقؑ فرماتے ہیں:

روز غدیر جب پیغمبر اکرمؐ نے علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: "جس کا میں مولا ہوں، اس کے علیؑ مولا ہیں۔" تو اس کے بعد آپ نے اپنی داہنی طرف دیکھ کر فرمایا: "منافقین کا خیمہ" جبکہ وہاں پر سالم مولیٰ ابی حذیفہ اور ابوعبیدہ جراح موجود تھے۔ جب انہوں نے پیغمبر اکرمؐ کو علیؑ کا ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو کہنے لگے: "پیغمبر اکرمؐ کی آنکھوں کی طرف دیکھو، ایسا لگ رہا ہے جیسے کسی دیوانے کی آنکھیں ہیں۔ اسی وقت جبرئیلؑ امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے: وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ۔(۲)

سالم ان منافقوں میں سے ایک ہے جس کے لیے یہ آیت: يَحْلِفُونَ بِاللهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ۔(۳) نازل ہوئی ہے۔(۴)

---

(۱) عن أبي جعفرعليه السلام قال: كنت دخلت مع أبي الكعبة فصلّى على الرخامة الحمراء بين العمودين، فقال: في هذا الموضع تعاقد القوم إن مات رسول اللّهؐ أو قتل ألا يردّوا هذا الأمر في أحد من أهل بيته أبدا. قال: قلت: و من كان؟ قال: كان الأول و الثاني و أبوعبيدة بن الجراح و سالم بن الحبيبة». الكافي: ج ۴، ص ۵۴۵، كتاب الحج، باب النوادر، ح ۲۸.

(۲) اور کفار جب اس ذکر (قرآن) کو سنتے ہیں تو قریب ہے کہ اپنی نظروں سے آپ کے قدم اکھاڑ دیں اور کہتے ہیں: یہ دیوانہ ضرور ہے۔ اور حالانکہ یہ قرآن عالمین کے لیے فقط نصیحت ہے۔ سورہ قلم (۶۸)، آیات ۵۱ - ۵۲. «روي عن حسّان الجمّال قال: حملت أباعبداللّه من المدينة إلى مكّة. فلمّا انتهينا إلى مسجد الغدير نظر في ميسرة المسجد فقال: ذاك موضع قدم رسول اللّه حيث قال: من كنت مولاه فعليّ مولاه. ثمّ نظر إلى الجانب الآخر فقال: ذاك موضع فسطاط أبي فلان و فلان و سالمٍ مولى أبي حذيفة و أبي عبيدة بن الجرّاح. فلمّا رأوه رافعاً يده قال بعضهم لبعض: انظروا إلى عينيه تدور كأنّهما عينا مجنونٍ، فنزل جبرئيل بهذه الآية: وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ الكافي: ج ۴، ص۵۶۶ - ۵۶۷، كتاب الحجّ، باب مسجد غدير خم، حديث ۲و من لايحضره الفقيه: ج ۲، ص ۳۳۵، باب الابتداء بمكة و الختم بالمدينة، الصلاة في مسجد غدير خم، حديث ۱۵۵۸.

(۳) سوره توبه (۹)، آیه ۷۴.

(۴) «عن جعفر بن محمد عليه السلام قال: لما أقام رسول اللّهؐ أميرالمؤمنين يوم غديرخم كان بحذائه سبعة نفر من المنافقين، منهم فلان و فلان و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن أبي وقاص و أبوعبيدة و سالم مولى أبي

شیخ صدوقؒ اسے ان منافقوں کی فہرست میں شمار کرتے ہیں جنہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کو تبوک کی گھاٹی میں قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔[۱]

اسی طرح یہ ان افراد میں سے بھی ہے جس نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر پر حملہ کیا تھا۔[۲]

سالم ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے حضرت علیؑ کے خلاف جھوٹی گواہی دی تھی۔ امام باقرؑ سے منقول ہے:

"پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی رحلت سے پہلے ہی اعلان فرمادیا تھا کہ حق ہمارے ساتھ ہے۔ آپؐ نے لوگوں کو یہ حکم دے دیا تھا کہ لوگ ہماری ہی اطاعت کریں۔ آپؐ نے لوگوں پر ہماری ولایت و محبت کو واجب قرار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی ذات پر ہمیں ترجیح دیں۔ آپؐ نے حاضرین کو غائبین تک یہ ساری باتیں پہنچانے کا حکم فرمایا تھا، لیکن ان سب نے ایک ساتھ پیغمبر اکرم ﷺ کے حکم کے خلاف کام کرنے کی قسم کھالی تھی۔ حضرت علیؑ نے ان لوگوں سے دلائل واستنادات کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کے ان اقوال کے ذریعے جو خود تمام لوگوں نے رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے سن رکھے تھے، مناظرہ کیا، لیکن ان لوگوں نے جواب میں کہا: "ہاں صحیح ہے! ان باتوں کو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا تو ہے لیکن پھر ان باتوں کو آپ نے نسخ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

حذيفة و المغيرة بن شعبة، قال الثاني: أما ترون عينيه كأنهما عينا مجنون؟ يعني النبي ﷺ! الساعة يقوم و يقول: قال لي ربي، فلما قام قال: أيها الناس من أولى بكم من أنفسكم؟ قالوا: اللّٰه و رسوله. قال: اللهم فاشهد، ثم قال: ألامن كنت مولاه فعلي مولاه و سلموا عليه بإمرةالمؤمنين، فأنزل جبرئيلعليه السلام و أعلم رسول اللّٰه ﷺ بمقالة القوم، فدعاهم و سألهم، فأنكروا و حلفوا، فأنزل اللّٰه: يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ تفسير القمي: ج ۱، ص ۳۰۱، ذيل آيه ۷۴ سوره توبه و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۶۳۵ - ۶۳۶، كتاب الفتن و المحن، تتميم ما ورد فيهما أو فيهم، ح ۱۴۳.

(۱) «عن حذيفة بن اليمان أنه قال: الذين نفروا برسول اللّٰه ﷺ ناقته في منصرفه من تبوك أربعة عشر: أبوالشرور و أبوالدواهي و أبوالمعازف و أبوه و طلحة و سعد بن أبي وقاص و أبوعبيدة و أبوالأعور و المغيرة و سالم مولى أبي حذيفة و خالد بن وليد و عمرو بن العاص و أبوموسى الأشعري و عبدالرحمن بن عوف و هم الذين أنزل اللّٰه عزوجل فيهم: وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ». الخصال: ج ۲، ص ۱۰۵، أبواب الأربعة عشر، ح ۹۴۰ و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۶۳۱- ۶۳۲، كتاب الفتن و المحن، تتميم ما ورد فيهما أو فيهم، ح ۱۳۵.

(۲) «قال عمر: قوموا بنا إليه فقام أبوبكر و عمر و عثمان و خالد بن الوليد و المغيرة بن شعبة و أبوعبيدة بن الجراح و سالم مولى أبي حذيفة و قنفذ و قمت معهم فلما انتهيتنا إلى الباب فرأتهم فاطمة...». تفسير العياشي: ج ۲، ص ۶۶، ذيل آيه ۶۱ سوره انفال، حديث ۷۶؛ بحارالأنوار: ج ۲۸، ص ۲۲۷، كتاب الفتن والمحن، الباب الرابع، حديث ۱۴ و الاختصاص: ص ۱۸۶، حديث سقيفة بني ساعدة.

''ہم وہ خاندان ہیں جسے خدا نے اپنا عزیز رکھا، اس نے ہمیں منتخب فرمایا اور ہمارے لیے دنیا کو ناپسند فرمایا۔ خدا نے نبوت و خلافت کو ایک ساتھ ہمارے لیے منتخب نہیں فرمایا ہے۔ اسی وقت فوراً چار لوگوں نے کھڑے ہو کر یہ گواہی دی کہ انہوں نے یہ بات خود رسول اللہ ﷺ کی زبانی سنی ہے۔ اور وہ چار افراد: عمر، ابوعبیدہ جراح، معاذ ابن جبل اور سالم مولی ابی حذیفہ تھے۔ ان لوگوں نے لوگوں کے درمیان شک و شبہ پیدا کر اہل بیتؑ کو پیچھے چھوڑ دیا اور خلافت کو اس کے مرکز سے اور اس جگہ سے جہاں خدا نے خلافت کو معین فرمایا تھا، منحرف کر دیا۔''[1]

سوال

کیا کسی کے لیے ان تمام کالے کرتوتوں کے بعد جائز ہے کہ وہ خلافت رسول اللہ ﷺ جیسے بلند مرتبہ منصب پر جا بیٹھے؟ خلیفہ دوم نے یہ آرزو آخر کیوں کی کہ اے کاش! سالم زندہ ہوتا تو میں اسے مسلمانوں کا خلیفہ بنا دیتا؟ جو قریشی نہیں تھے انہیں خلافت کے لیے امیدوار کیوں چنا؟

جناب خلیفہ! کیا پیغمبر اکرم ﷺ نے الائمة من قریش[2] نہیں فرمایا تھا؟ کیا ابو بکر نے سقیفہ کے دن انصار کو خاموش کرانے کے لیے اسی روایت سے استدلال نہیں کیا تھا؟[3] جبکہ سالم قریشی نہیں بلکہ شیراز کا رہنے والا ایک ایرانی شخص تھا تو آپ نے ایسا کیسے کہہ دیا کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو میں اسے خلیفہ بنا دیتا؟

---

(۱) قال ابان ابن ابی عباس: قال لی ابو جعفر الباقرؑ: ما لقینا اہل البیت من ظلم قریش و تظاهرهم علینا و قتلهم إيّانا. و ما لقيت شيعتنا و محبّونا من النّاس. إنّ رسول اللّه قبض و قد قام بحقّنا و أمر بطاعتنا و فرض ولايتنا و مودّتنا و أخبرهم بأنّا أولى بهم من أنفسهم و أمر أن يبلّغ الشّاهد الغائب. فتظاهروا على عليّ. و احتجّ عليهم بما قال رسول اللّه فيه و ما سمعت العامّة. فقالوا: صدقت قد قال رسول اللّه و لكن قد نسخه، فقال: إنّا أهل بيت أكرمنا اللّه عزّوجل و اصطفانا و لم يرض لنا بالدّنيا. و إنّ اللّه لايجمع لنا النبوّة و الخلافة. فشهد له بذلك أربعة نفر: عمر و أبوعبيدة و معاذ بن جبلٍ و سالمٌ مولى أبي حذيفة. فشبّهوا على العامّة و صدّقوهم و ردّوهم على أدبارهم و أخرجوها من معدنها حيث جعلها اللّه...». بحارالأنوار: ج ۲۷، ص ۲۱۱ - ۲۱۲، أبواب ولايتهم و حبّهم و بغضهم، باب ۹، حديث ۱۵; كتاب سليم بن قيس الهلالي: ج ۲، ص۶۳۰- ۶۳۱، ح ۱۰.

(۲) «حدثني بكير بن وهب الجزري قال، قال لي أنس بن مالك أحدثك حديثا ما أحدثه كل أحد إن رسول اللّه ﷺ قام على باب البيت و نحن فيه فقال الأئمة من قريش». مسند أحمد: ج ۳، ص ۱۲۹، مسند أنس بن مالك; المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۵۴۵، كتاب الفضائل، ما ذكر في فضل قريش، ح ۸و تاريخ اليعقوبي: ج۲، ص۱۰۲، باب خطب رسول اللّه و مواعظه و تأديبه بالأخلاق الشريفة.

(۳) «فقال له أبوبكر: على رسلك، ثم قال أبوبكر: نحن أول الناس إسلاماً ... فقد يعلم ملأ منكم أن رسول اللّه ﷺ قال: الأئمة من قريش ». أنساب الأشراف: ج ۲، ص ۲۶۲ – ۲۶۳، أمر السقيفة.

جناب خلیفہ! کیا آپ کا عقیدہ شوریٰ پر تھا؟ پھر آپ کیوں اپنے مورد نظر شخص کو خلیفہ نہ بنا پائے اور شوریٰ کی تعیین پر مجبور ہو گئے؟ اگر آپ اپنے مورد نظر شخص کو خلیفہ بنا لیتے تو پھر آپ کو شوریٰ کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ آگر آپ کا یقین شوریٰ پر ہی تھا تو پھر آپ نے یہ کیوں کہا کہ اگر سالم زندہ ہوتا تو میں شوریٰ کے چکر میں ہی نہ پڑتا؟

اہل سنت عالم ابن عبد البر نے عمر کے اس جملے کو (اگر سالم زندہ ہوتا تو میں شوریٰ معین نہ کرتا) اور دیگر باتوں کو نقل کرنے اور ان کی حضرت رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث الائمۃ من قریش کے تعارض (یعنی سالم کا قریشی نہ ہونے کے باوجود خلیفہ ہونے) کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اصل میں تعیین خلیفہ اور خلافت سب ایک ہی شخص کے نظریے کے مطابق چل رہا تھا، اور وہ ایک شخص خود خلیفہ دوم تھے۔"[۱]

عبد الرحمٰن کا کہنا تھا کہ خلیفہ کی تعیین خود عمر کے نظریے کے مطابق تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شوریٰ کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ اگر آپ اس پوری داستان کو آخر تک مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ خود خلیفہ اول اور خلیفہ سوم کی انتخاب میں خود عمر کا ہاتھ تھا اور وہ خود بھی خلیفہ اول کے توسط سے خلافت کے لیے منتخب ہوئے۔[۲]

امت اسلام تا روز قیامت آخر ایک ہی شخص کی بات کو مان کر کیوں بیٹھی رہے جبکہ اسے کسی نے معصوم بھی نہیں کہا ہے؟ اس شخص کے نظریے کی مخالفت، مسلمان کا خون بہانے کو کیوں حلال کر دیتی ہے؟ تاریخ میں آپ دیکھیں کہ کتنے افراد کا خون بہا دیا گیا اور آج بھی کتنوں کا خون بہایا جا رہا ہے صرف اس لیے کہ وہ ان کی خلافت کے تابع نہیں ہیں۔ آپ بتائیں، آپ کس کے تابع ہیں؟ عمر کی رائے کے تابع؟ عمر، پیغمبر، اولو العزم یا کوئی معصوم ہیں کیا؟ آخر ہم ان کی پیروی کیوں کریں؟

---

(۱) «و قد روي عن عمر أنه قال: لو كان سالم حيّا ما جعلتها شورى. و ذلك بعد أن طعن فجعلها شورى و هذا عندي أنه كان يصدر فيها عن رأيه». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص ۱۳۶، شرح حال سالم بن معقل، ش ۸۸۶.

(۲) «قال ابن إسحاق: توفي أبوبكر لثمان ليال أو تسع بقين من جمادي الآخرة، فدعا عمر. قال ابن-سعد: فيما بلغني فقال: إني مستخلفك على أصحاب نبي الله ﷺ فعهد إلى عمر عهده و أوصاه بتقوى الله، فتوفي أبوبكر و استخلف عمر على رأس سنتين و اثنين و عشرين و يوماً من متوفى رسول الله ﷺ». تاريخ دمشق الكبير: ج۳۲، ص ۲۹۶ - ۲۹۷، شرح حال ابوبکر، ش ۳۳۹۱.

ابوعبیدہ جراح

اس کا نام عامر ابن عبد اللہ ابن جراح تھا۔[۱] یہ قبرستان کا کارندہ تھا اور قبروں کی کھدائی کا کام کیا کرتا تھا۔[۲] ابوعبیدہ اور سالم مولی ابی حذیفہ کی آپس میں کافی گہری دوستی تھی۔

ایک قول کے مطابق ان میں اتنی گہری دوستی تھی کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے درمیان عقد اخوت پڑھا تھا[۳] جیسا کہ سالم کے متعلق گزشتہ صفحات میں گزر گیا ہے۔ ابوعبیدہ اور سالم یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے تبوک کی گھاٹی میں پیغمبر اکرم ﷺ کو مارنے کا قصد کیا تھا۔[۴]

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

ابوعبیدہ کا تعلق اس گروہ سے تھا جس نے یہ قسم کھارکھی تھی کہ اگر پیغمبر اکرم ﷺ رحلت کر جائیں تو خلافت کو ان کے اہل بیتؑ تک نہیں پہنچنے دیں گے۔[۵]

سالم کے تعارف میں امام صادقؑ کی ایک حدیث تفصیلاً گزر چکی ہے کہ غدیر کے دن ابوعبیدہ ان منافق لوگوں میں سے تھا جنہوں نے جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے امام علیؑ کے ہاتھ کو بلند کیا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ رسولؐ کی آنکھوں کو دیکھو، دیوانے کی آنکھوں جیسی لگ رہی ہیں۔[۶]

---

(۱) الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص ۳۴۱، شرح حال عامر بن عبداللّٰه، ش ۱۳۴۰.

(۲) «فأرسل العباس عمه إلى أبي عبيدة بن الجراح و كان يحفر لأهل مكة و يضرح على عادتهم رجلاً». شرح نهج البلاغة: ج ۱۰، ص ۱۸۵، ذكر خبر موت الرسول ﷺ، ذيل خطبه ۱۹۰ و الإرشاد في معرفة حجج اللّٰه على العباد: ج ۱، ص ۱۸۸، قرار الإمام علي عليه السلام بدفن رسول اللّٰه ﷺ في بيته.

(۳) «و روي عن محمد بن إبراهيم التيمي قال: وآخى النبيّ بين سالم مولى أبي حذيفة و بين أبي عبيدة بن الجراح». سير أعلام النبلاء: ج ۱، ص ۱۶۹، شرح حال سالم مولى أبي حذيفة، ش ۱۴.

(۴) «عن حذيفة بن اليمان أنه قال: الذين نفروا برسول اللّٰه ﷺ ناقته في منصرفه من تبوك أربعة عشر: أبوالشرور و أبوالدواهي و أبوالمعازف و أبوه و طلحة و سعد بن أبي وقاص و أبوعبيدة و أبوالأعور و المغيرة و سالم مولى أبي حذيفة و خالد بن وليد و عمرو بن العاص و أبوموسى الأشعري و عبدالرحمن بن عوف و هم الذين أنزل اللّٰه عزوجل فيهم: وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا الخصال: ج ۲، ص ۱۰۵، أبواب الأربعة عشر، ح ۹۴۰ و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۶۳۱- ۶۳۲، كتاب الفتن و المحن، تتميم ما ورد فيهما أو فيهم، ح ۱۳۵.

(۵) عن أبي جعفرعليه السلام قال: كنت دخلت مع أبي الكعبة فصلّى على الرخامة الحمراء بين العمودين، فقال: في هذا الموضع تعاقد القوم إن مات رسول اللّٰه ﷺ أو قتل ألا يردّوا هذا الأمر في أحد من أهل بيته أبدا. قال: قلت: و من كان؟ قال: كان الأول و الثاني و أبوعبيدة بن الجراح و سالم بن الحبيبة». الكافي: ج ۴، ص ۵۴۵، كتاب الحج، باب النوادر، ح ۲۸.

(۶) «روي عن حسّان الجمّال قال: حملت أباعبداللّٰه من المدينة إلى مكّة، فلمّا انتهينا إلى مسجد الغدير نظر في ميسرة المسجد فقال: ذاك موضع قدم رسول اللّٰه حيث قال: من كنت مولاه فعليّ مولاه. ثمّ نظر إلى الجانب الآخرفقال: ذاك

ابو عبیدہ وہ انسان ہے جو کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ علیؑ کو اتنا بڑھا چڑھا کر کیوں پیش کرتے ہیں؟ مجھے ڈر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہیں علیؑ کی پرستش کرنے کا نہ کہہ دیں۔[۱]

یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے گھڑی ہوئی روایت کے صحیح ہونے کی جھوٹی گواہی دی تھی اور کہا تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ نبوت و خلافت ایک خاندان میں جمع نہیں ہو سکتیں۔[۲]

ابو عبیدہ ان لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر پر حملہ کیا تھا۔[۳]

یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی عمر کے آخری دنوں میں لشکر اسامہ میں جانے سے انکار کیا اور اس پر اعتراض کیا۔[۴] جس کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ کی لعنت کا مستحق قرار پایا۔ کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی تھی جنہوں نے لشکر اسامہ میں شرکت سے انکار کیا تھا۔[۱]

موضع فسطاط أبي فلان و فلان و سالمٍ مولى أبي حذيفة و أبي عبيدة بن الجرّاح. فلمّا رأوه رافعاً يده قال بعضهم لبعض: انظروا إلى عينيه تدور كأنّهما عينا مجنونٍ. فنزل جبرئيل بهذه الآية: وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ». الكافي: ج ۴، ص ۵۶۶ - ۵۶۷، كتاب الحجّ، باب مسجد غدير خم، حديث ۲و من لايحضره الفقيه: ج ۲، ص۳۳۵، باب الابتداء بمكة و الختم بالمدينة، الصلاة في مسجد غديرخم، حديث ۱۵۵۸.

(۱) «و روي باسناده إلى الباقر عليه السلام قال: لما كثر قول المنافقين و حسّاد أميرالمؤمنين عليه السلام فيما يظهره رسول اللّٰه ﷺ من فضل علي عليه السلام ... و هم أبوبكر و عمر و عثمان و طلحة و الزبير و سعد و سعيد و عبدالرحمن بن عوف الزهري و أبوعبيدة بن الجراح، فقالوا: لقد أكثر محمد في حقّ علي حتى لو أمكنه ان يقول لنا إعبدوه لقال». إرشاد القلوب: ج ۲، ص ۱۰۱ - ۱۰۲، باب في فضائله عليه السلام، في نزول سورة والنجم و تكلم الشمس معه و بحارالأنوار: ج ۳۵، ص ۲۷۶، تاريخ أميرالمؤمنين عليه السلام، الباب الثامن في نزول سورة والنجم، ح ۵.

(۲) قال ابان ابن ابى عباس قال لى ابو جعفر الباقر ما لقينا اہل البيت من ظلم قريش و تظاهرهم علينا و قتلهم إيّانا. و ما لقيت شيعتنا و محبّونا من النّاس. إنّ رسول اللّٰه قبض و قد قام بحقّنا و أمر بطاعتنا و فرض ولايتنا و مودّتنا و أخبرهم بأنّا أولى بهم من أنفسهم و أمر أن يبلّغ الشّاهد الغائب. فتظاهروا على عليّ. و احتجّ عليهم بما قال رسول اللّٰه فيه و ما سمعت العامّة. فقالوا: صدقت قد قال رسول اللّٰه و لكن قد نسخه، فقال: إنّا أهل بيت أكرمنا اللّٰه عزّوجل و اصطفانا و لم يرض لنا بالدّنيا. و إنّ اللّٰه لايجمع لنا النبوّة و الخلافة. فشهد له بذلك أربعة نفر: عمر و أبوعبيدة و معاذ بن جبلٍ و سالمٌ مولى أبي حذيفة. فشبّهوا على العامّة و صدّقوهم و ردّوهم على أدبارهم و أخرجوها من معدنها حيث جعلها اللّٰه...». بحارالأنوار: ج ۲۷، ص ۲۱۱ - ۲۱۲، أبواب ولايتهم و حبّهم و بغضهم، باب ۹، حديث ۱۵ و كتاب سليم بن قيس الهلالي: ج ۲، ص۶۳۰-۶۳۱، ح ۱۰.

(۳) «قال عمر: قوموا بنا إليه فقام أبوبكر و عمر و عثمان و خالد بن الوليد و المغيرة بن شعبة و أبوعبيدة بن الجراح و سالم مولى أبي حذيفة و قنفذ و قمت معهم فلما انتهيتنا إلى الباب فرأتهم فاطمة...». تفسير العياشي: ج ۲، ص۶۶، ذيل آيه ۶۱ سوره انفال، حديث ۷۶; بحارالأنوار: ج ۲۸، ص ۲۲۷، كتاب الفتن والمحن، الباب الرابع، حديث ۱۴ و الاختصاص: ص ۱۸۶، حديث سقيفة بني ساعدة.

(۴) «فلما أصبح يوم الخميس عقد لأسامة لواء بيده، ثم قال: أغز بسم اللّٰه في سبيل اللّٰه فقاتل من كفر باللّٰه. فخرج بلوائه و عقوداً فدفعه إلى بريدة بن الحصيب الأسلمي و عسكر بالجرف، فلم يبق أحد من وجوه المهاجرين الأولين و الأنصار

سوال

جناب خلیفہ! کیا کوئی ان تمام کالے کارناموں کے ساتھ جانشین رسولؐ ہونے کی لیاقت رکھتا ہے؟ وہ انسان جو منافقین میں سے رہا ہو، جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہو، کیا وہ رسول اللہ ﷺ کی جگہ پر بیٹھنے کے لائق ہے؟

خالد ابن ولید

خالد ابن ولید یہ ان لوگوں میں سے ہے جس نے زمانہ جاہلیت کو دیکھا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ اور دین اسلام کے شدید ترین دشمنوں میں سے ایک تھا۔ صلح حدیبیہ تک اس نے ان تمام جنگوں میں جو مشرکین اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہوئیں، مشرکین کے لشکر میں شریک رہ کر مسلمانوں سے جنگ کی ہے۔ اس نے تقریبا ساتویں یا آٹھویں ہجری میں اسلام قبول کیا اور تقریباً ۲۱ یا ۲۲ ہجری کو عمر ابن خطاب کے زمان حکومت میں حمص نامی علاقے کے کسی گاؤں میں، جبکہ ایک قول کے مطابق مدینہ میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔[۲]

خالد ابن ولید ان مشرکوں میں سے ہے جو لیلۃ المبیت میں رسول اللہ ﷺ کے گھر کے گرد جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن خدا کی عنایتوں، امام علیؑ کی ایثار اور آپؑ کے بستر رسولؐ پر سو جانے کی وجہ سے وہ اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہیں ہو پایا۔[۳]

إلا انتدب في تلك الغزوة فيهم أبو بكر الصديق و عمر بن الخطاب و أبوعبيدة بن الجراح و سعد بن أبي وقاص و سعيد بن زيد و قتادة بن النعمان و سلمة بن أسلم بن حريش، فتكلم قوم و قالوا: يستعمل هذا الغلام على المهاجرين الأولين! فغضب رسول اللّهﷺ غضباً شديداً فخرج و قد عصب على رأسه عصابة و عليه قطيفة فصعد المنبر...». الطبقات الكبرى: ج ۲، ص ۱۹۰، سرية أسامة بن زيد بن حارثة؛ فتح الباري بشرح صحيح البخاري: ج ۷، ص ۷۵۹، كتاب المغازي، باب بعث النبيّﷺ أسامة بن زيد في مرضه الذي توفي فيه، ح ۴۴۶۹ و عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ج ۱۸، ص ۷۶، كتاب المغازي، باب بعث النبيّﷺ أسامة بن زيد في مرضه الذي توفي فيه، ح ۴۴۶۹.

(۱) «في مرضه أنه قال: جهزوا جيش أسامة، لعن اللّه من تخلف عنه». الملل و النحل: ج ۱، ص ۲۹، المقدمة الرابعة و شرح نهج البلاغة: ج ۶، ص ۵۲، ذكر أمر فاطمة مع أبي بكر، ذيل خطبه ۶۶.

(۲) الإستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص ۱۱ - ۱۴، شرح حال خالد بن وليد، ش ۶۲۱؛ أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۲، ص ۱۴۰ - ۱۴۴، شرح حال خالد بن وليد، ش ۱۳۹۹؛ الإصابة في تمييز الصحابة: ج۲، ص ۲۱۵ - ۲۱۹، شرح حال خالد بن وليد، ش ۲۲۰۶ و تهذيب التهذيب: ج ۳، ص ۱۰۷، شرح حال خالد بن وليد، ش ۲۲۸.

(۳) «ثمّ خرج رسول اللّهﷺ في فحمة العشاء الآخرة و الرصد من قريش قد أطافوا بداره ينتظرون أن ينتصف الليل و تنام الأعين... فلما غلق الليل أبوابه و أسدل أستاره و انقطع الأثر أقبل القوم على علي عليه السلام يقذفونه بالحجارة و الحلم و لايشكون أنّه رسول اللّهﷺ حتى إذا برق الفجر و أشفقوا أن يفضحهم الصبح هجموا على

خالد ابن ولید جنگ احد میں ایک کمانڈر کی حیثیت سے لشکر مشرکین میں شریک تھا، جس کے ناپاک ہاتھوں سے بہت سارے صحابہ من جملہ ثابت ابن دحداح، ابو اسیرہ، رفاعہ ابن وقش، عبد اللہ ابن جبیر اور احد کی گھاٹی کے کچھ نگہبان شہادت سے ہمکنار ہوئے۔(۱)

جنگ خندق میں بھی مشرکوں کے لشکر میں معاویہ، عمرو ابن عاص اور ابو سفیان کے ساتھ ساتھ خالد ابن ولید بھی شامل تھا۔ جس میں انس ابن اوس خالد کے ہاتھوں اس جنگ میں شہید ہوئے۔(۲)

صلح حدیبیہ میں بھی مشرکین کی طرف سے خالد ابن ولید کو مامور کیا گیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کو حج اور زیارت خانہ کعبہ کی غرض سے مکہ میں نہ آنے دے، ان پر راستوں کو بند کر دے اور انہیں مکہ میں داخل نہ ہونے دے۔(۳)

حضرت رسول اللہ ﷺ کو جنگ تبوک سے واپسی کے وقت انہیں قتل کرنے کے ارادے سے خالد بھی موجود تھا اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کو بھڑکانے پر مامور تھا تاکہ رسول اللہ ﷺ اونٹ سے دو پہاروں کے درمیان گر کر شہید ہو جائیں۔(۴)

علي عليه السلام ... فلما بصر بهم علي عليه السلام قد انتضوا السيوف و أقبلوا عليه بها و كان يقدمهم خالد بن الوليد...». الأمالي/ طوسي: ص ۴۶۳ - ۴۷۲، المجلس السادس عشر، ح ۱۰۳۱/۳۷ و بحارالأنوار: ج۱۶، ص ۵۷- ۶۷، تاريخ نبيناﷺ، باب الهجرة و مباديها، ح۱۸.

(۱) به كتاب هاى الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۱، ص ۲۷۸، شرح حال ثابت بن الدحداح، ش ۲۵۴ و ج۲، ص ۸۱، شرح حال رفاعة بن وقش، ش ۷۸۶ و ج ۴، ص ۱۶۲، شرح حال ابواسيرة، ش ۲۸۷۵; أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۱، ص ۲۰۴، شرح حال ثابت بن الدحداح، ش ۵۴۵ و ج ۲، ص ۲۸۸، شرح حال رفاعة بن وقش، ش ۱۶۹۹; الإصابة في تمييز الصحابة: ج ۲، ص ۴۱۱، شرح حال رفاعة بن وقش، ش ۲۶۸۷ و ج ۷، ص ۱۵، شرح حال أبوأسيرة، ش ۹۵۳۸ و بحارالأنوار: ج ۲۰، ص ۲۵، ۴۹، ۸۱ و ۹۴، تاريخ نبيناﷺ، باب ۱۱، غزوة أحد مراجعه شود.

(۲) «و قتل يوم الخندق... رماه خالد بن الوليد بسهم فقتله». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۱، ص ۱۹۸، شرح حال أنس بن أوس، ش ۸۳; أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۱، ص ۲۸۷، شرح حال أنس بن أوس، ش ۲۴۴; الإصابة في تمييز الصحابة: ج ۱، ص ۲۷۰، شرح حال أنس بن أوس، ش ۲۶۴ و بحارالأنوار: ج۲۰، ص ۲۴۸ - ۲۴۹، تاريخ نبيناﷺ، باب ۱۷، غزوة الأحزاب و بني قريظة، ح ۱۷، مراجعه فرمائيں.

(۳) «فان الصحيح أن خالد بن الوليد كان على خيل المشركين يوم الحديبية... أنّ رسول اللّٰهﷺ خرج يريد زيارة البيت لايريد حرباً... قال: يا رسول اللّٰه! هذه قريش قد سمعوا بمسيرك... و هذا هو خالد بن الوليد في خيل قريش قد قدموه...». أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۲، ص ۱۴۱، شرح حال خالد بن وليد، ش ۱۳۹۹ و مسند أحمد: ج ۳، ص ۳۲۳، حديث المسور بن مخرمة الزهري و مروان بن الحكم.

(۴) «الذين نفروا برسول اللّٰهﷺ ناقته في منصرفه من تبوك أربعة عشر: أبوالشرور و أبوالدواهي و أبوالمعازف و أبوه و طلحة و سعد بن أبي وقاص و أبوعبيدة و أبوالأعور و المغيرة و سالم مولى أبي حذيفة و خالد بن الوليد و

تبوک سے واپسی کے وقت کچھ صحابیوں نے مل کر رسول اللہ ﷺ کو مارنے کے لیے جو منصوبہ بنایا تھا اس کی اصل معاملے کی طرف احمد ابن حنبل، زمخشری، ابن کثیر، سیوطی اور بھی دیگر علماء اہل سنت نے اپنی اپنی کتابوں میں اشارہ فرمایا ہے۔[1]

خالد ابن ولید ان لوگوں میں سے ہے جس نے چوری چھپے نامہ لکھ کر آپس میں بعد از رسول اللہ ﷺ جانشینی رسولؐ کو بنی ہاشم سے دور کر دینے کا فیصلہ کیا تھا۔[2]

جب فتح مکہ ہو چکا تو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خالد کو قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ وہاں نے اس مدت میں کافی خون خرابہ کیا اور کئی بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خالد کی اس خونریزی کی کہانی سن کر فرمایا: "خدایا! خالد کے ان اعمال اور ان خون خرابوں سے میں بے زار ہوں۔" اس واقعے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو اسی قبیلہ کی طرف بھیجا اور انہی کے ذریعے خالد کے ہاتھوں قتل کیے گئے تمام لوگوں کی دیت ادا کروائی۔[3]

عمرو بن العاص و أبوموسى الأشعري و عبدالرحمن بن عوف». الخصال: ص ۵۴۴- ۵۴۵، أبواب الأربعة عشر، أصحاب العقبة أربعة عشر، ح ٦ و بحارالأنوار: ج ۲۱، ص ۲۲۲ - ۲۲۳، تاريخ نبيناﷺ، باب غزوة تبوك و قصة العقبة، ح ۵ و ج ۲۸، ص ۱۰۰، كتاب الفتن و المحن، الباب الثالث، ح ۳.

(۱) «لما أقبل رسول اللّهﷺ من غزوة تبوك أمر منادياً... إذ أقبل رهط متلثمون على الرواحل غشوا عماراًؓ و هو يسوق برسول اللّهﷺ...». مسند أحمد: ج ۵، ص ۴۵۳ - ۴۵۴، حديث أبي الطفيل عامر بن واثلة و تفسير القرآن العظيم: ج ۲، ص ۳۸٦- ۳۸۷، ذيل آيه ۷۴ سوره توبه . «تواثق خمسة عشر منهم على أن يدفعوه عن راحلته...». تفسير الكشاف: ج ۲، ص ۲۸۲، ذيل آيه ۷۴ سوره توبه. «مكر برسول اللّهﷺ من أصحابه...». الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ۳، ص ۲۲۰ - ۲۲۱، ذيل آيه ۷۴ سوره توبه. «و قد ورد أنّ نفراً من المنافقين همّوا بالفتك بالنبيﷺ و هو في غزوة تبوك في بعض تلك الليالي في حال السير و كانوا بضعة عشر رجلاً...». تفسير القرآن العظيم: ج ۲، ص ۳۸٦ - ۳۸۷، ذيل آيه ۷۴ سوره توبه.

(۲) «...فقال الفتى: سم لي القوم الآخرين الذين حضروا الصحيفة و شهدوا فيها؟ فقال حذيفة: أبو سفيان و عكرمة بن أبي جهل و صفوان بن أمية بن خلف و سعيد بن العاص و خالد بن الوليد و عياش بن أبي-ربيعة و بشير بن سعد و سهيل بن عمرو و حكيم بن حزام و صهيب بن سنان و أبوالأعور السلمي و مطيع بن الأسود المدري و جماعة من هؤلاء ممن سقط عني إحصاء عددهم». إرشاد القلوب: ج ۲، ص ۱۹۵، باب في فضائله عليه السلام، خبر حذيفة بن اليمان... و بحارالأنوار: ج ۲۸، ص ۱۱۱، كتاب الفتن و المحن، الباب الثالث، ح۳.

(۳) «بعث رسول اللّهﷺ حين افتتح مكة خالدَ بن الوليد داعياً و لم يبعثه مقاتلاً و معه قبائل من العرب... فلما نزلوا على الغميصاء و هي ماء من مياه بني جذيمة... أمر بهم خالد عند ذلك فكتفوا، ثمّ عرضهم على السيف، فقتل من قتل منهم، فلما انتهى الخبر إلى رسول اللّهﷺ رفع يديه إلى السماء ثمّ قال: اللهم إني أبرأ إليك مما صنع خالد، ثمّ دعا علي بن أبي طالب فقال: يا علي! أخرج إلى هؤلاء القوم، فانظر في أمرهم... فخرج حتى جاءهم و معه مالٌ قد بعثه رسول اللّهﷺ به، فودّى لهم الدماء و ما أصيب من الأموال حتى إنه ليدي ميلغة الكلب حتى إذا لم يبق شيء

ابو بکر نے بھی اپنے زمان خلافت میں ٹیکس لینے کی غرض سے خالد ابن ولید کو مالک ابن نویرہ کے قبیلے کی طرف روانہ کیا۔ اور اس نے وہاں بھی خوب درندگی دکھائی۔ اس نے جناب مالک کی بیوی تک پہنچنے کے لیے پہلے مالک کا قتل کیا اور اسی رات مالک کی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہوا اور اس کے ساتھ زنا کیا۔ خالد کا یہ کام اس قدر گھٹیا تھا کہ بہت سارے صحابہ نے من جملہ عمر نے خالد کے اس حرکت پر اعتراض کیا۔ عمر نے ابو بکر سے کہا: ”خالد ایک خونریز، پتھر دل اور ایک جلاد انسان ہے، جس کی تلوار طغیانیت پر آمادہ ہے۔“ جب خالد مسجد میں داخل ہوا تو عمر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے عمامہ سے تیروں کو نکالا اور اسے توڑ دیا اور اس سے کہا: ”تم نے مسلمانوں کا خون بہایا ہے، زنا کیا ہے اور تم اب سینہ سپر ہو کر مسجد میں آگئے ہو؟ کرنا کیا چاہتے ہو تم؟ خدا کی قسم! میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔(۱)

جب عمر خالد کے روبرو ہوتے تو اسے ڈراتے اور اسے کہتے تھے کہ جب بھی میرے ہاتھوں میں قدرت آئی، تو میں تمہیں مالک ابن نویرہ کے قتل کے جرم میں قتل کر دوں گا۔(۲)

طبری لکھتے ہیں:

من دم و لا مال إلا وداه، بقيت معه بقيّة من المال، فقال لهم علي عليه السلام حين فرغ منهم: هل بقي لكم دمٌ أو مالٌ لم يودّ رسول اللّٰه؟ قالوا: لا. قال: فإني أعطيكم هذه البقيّة من هذا المال احتياطاً لرسول اللّٰه مما لايعلم و لاتعلمون، ففعل ثمّ رجع إلى رسول اللّٰه، فأخبره الخبر، فقال: أصبتَ و أحسنتَ، ثم قام رسول اللّٰه فاستقبل القبلة قائماً شاهراً يديه حتى إنّه ليرى بياض ما تحت منكبيه و هو يقول: اللهم إني أبرأ إليك مما صنع خالد بن وليد، ثلاث مرات». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۱۶۴، حوادث سال ۸ هجرى قمرى، ذكر الخبر عن فتح مكة و الكامل في التاريخ: ج ۱، ص ۶۲۰، حوادث سال ۸ هجرى قمرى، ذكر غزوة خالد بن الوليد بني جذيمة.

(۱) «أقدم على قتل مالك بن نويرة و نكح امرأته... و كان عمر ينكر هذا و شبهه على خالد». الإصابة في تمييز الصحابة: ج ۲، ص ۲۱۸، شرح حال خالد بن وليد، ش ۲۲۰۶. «قال عمر لأبي بكر: إنّ في سيف خالد رهقا...ثمّ قدّمه فضرب عنقه و أعناق أصحابه، فلما بلغ قتلهم عمر بن الخطاب تكلّم فيه عند أبي بكر فأكثر و قال: عدوّ اللّٰه عدا على امرئ مسلم فقتله ثمّ نزا على امرأته و أقبل خالد بن الوليد قافلاً حتى دخل المسجد و عليه قباء له عليه صدا الحديد، معتجراً بعمامة له، قد غرز في عمامته أسهماً. فلمّا أن دخل المسجد قام إليه عمر فانتزع الأسهم من رأسه فحطمها، ثمّ قال: أرئاء! قتلت امرءاً مسلماً، ثمّ نزوت على امراته! واللّٰه لأرجمنك بأحجارك...». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۲۷۳ - ۲۷۴، حوادث سال ۱۱ هجرى قمرى، ذكر البطاح و خبره و الأغاني: ج ۱۵، ص ۲۹۲- ۲۹۵، ذكر متمم و أخباره و خبر مالك و مقتله.

(۲) و كان عمر يعتد على خالد بقتلهما إلى قتل مالك، يعني ابن نويرة». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۳۲۷، حوادث سال ۱۲ هجرى، مصيخ بني البرشاء.

”مالک ابن نویرہ کے سر پر بال دوسروں کے نسبت زیادہ تھے۔ جب خالد کے لشکر والوں نے کھانا بنانا چاہا تو انہوں نے مالک اور ان کے ساتھیوں کے کٹے سر سے چولہے کے تین ستون بنائے اور پھر بقیہ کٹے سروں کو انہوں نے دیگ کے نیچے ڈال دیا۔ تمام سر جل چکے تھے اور صرف ان کی ہڈیاں بچی رہ گئی تھی۔ صرف مالک کا سر ایسا تھا کہ جس کے بال تک نہ جل پائے تھے۔ مالک کے سر کے بال اتنے زیادہ تھے کہ جس کی وجہ سے آگ ان کے سر کی جلد اور چہرے تک نہ پہنچ پائی تھی۔“[۱]

خالد ابن ولید پھر سے قبیلہ بنی سلیم والے قصہ میں جرائم کا مرتکب ہوا اور روایات و دستورات رسول اللہ ﷺ کے خلاف اس نے قبیلہ بنی سلیم کے کچھ افراد کو نذر آتش کر دیا۔[۲]

خالد کو جب پتہ چلا کہ بزاخہ نامی گروہ یا قبیلے نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گستاخی کی ہے، تو اس نے ان لوگوں کو آگ میں جلا دینے کا حکم دیا۔ خالد جب مدینہ لوٹا تو وہ سب سے پہلے عمر کے پاس گیا لیکن عمر نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ پھر خالد ابو بکر کے پاس گیا تو ابو بکر نے اس کی کافی خاطر تواضع کی۔[۳]

---

(۱) «عن سوید قال: کان مالك بن نویرة من أكثر الناس شعراً و إنّ أهل العسكر اثفوا برءوسهم القدور، فما منهم رأس إلّا وصلت النار الى بشرته ما خلا مالكاً، فإن القدر نضجت و ما نضج رأسه من كثرة شعره، وقى الشعر البشرة حرها أن يبلغ منه ذلك». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۲۷۳، حوادث سال ۱۱، ذکر البطاح و خبره؛ الأغاني: ج ۱۵، ص ۲۹۳، ذکر متمم و أخباره و خبر مالك و مقتله.

(۲) «كانت في بني سليم ردّة، فبعث أبوبكر خالد بن الوليد، فجمع منهم أناساً في حظيرة حرّقها عليهم بالنار، فبلغ ذلك عمر، فأتى أبوبكر، فقال: انزع رجلاً يعذّب بعذاب اللّه...». المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۸، ص ۵، كتاب التاريخ، حديث اليمامة و من شهدها، ح ۸؛ الطبقات الكبرى: ج ۷، ص ۳۹۶، تسمية من نزل الشام من أصحاب رسول اللّهﷺ، شرح حال خالد بن الوليد و تاريخ دمشق الكبير: ج ۱۸، ص ۱۷۳ و ۱۷۴، شرح حال خالد بن الوليد، ش ۱۹۱۰.

(۳) «ثمّ أوقع بأهل بزاخة و حرقهم، لكونه بلغه عنهم مقالة سيئة شتموا النبيّﷺ... فمرّ بعمر، فلم يكلمه. و دخل على أبي بكر، فرأى منه كل ما يحبّ. و علم عمر، فأمسك». سير أعلام النبلاء: ج ۱، ص ۳۷۸، شرح حال خالد بن الوليد، ش ۸۷ و تاريخ دمشق الكبير: ج ۱۸، ص ۱۸۷، شرح حال خالد بن وليد، ش ۱۹۱۰. اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ قبیلہ بزاخہ نے رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کیا ہے، تب بھی ان سب کو آگ کے حوالے کر دینے کا خالد کو کوئی حق نہیں تھا۔ وہ خاص موارد ہیں کہ جہاں پر انسانوں کو آگ کے حوالے کیا جاتا ہے، ایسا بالکل بھی نہیں ہے کہ کسی بھی بہانے سے کسی کو آگ کے حوالے کر دیا جائے۔

خالد ابن ولید ابو بکر کے شدید حامیوں اور طرفداروں میں سے ایک تھا، اس کا تعلق ناصبی لوگوں سے تھا اور اس کا شمار دشمنان علیؑ میں ہوتا تھا جو حضرت کے لیے اپنے دل میں کینہ اور بغض لیے ہوئے تھا۔[۱]

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے دروازے پر جمع ہونے والے ہجوم میں بھی خالد ابن ولید شریک تھا اور اس وقت اس کا شمار ابو بکر و عمر کے ہمراہیوں میں ہوتا تھا،[۲] اور درِ زہرا سلام اللہ علیہا پر آگ اور لکڑیاں لانے والوں میں سے ایک نام خالد ابن ولید کا بھی ہے۔[۳]

خالد ابن ولید حضرت علیؑ کو مارنے کی کوشش میں بھی شریک تھا اور ابو بکر کی طرف سے اس منصوبے کا کرتا دھرتا تھا۔ جب حضرت علیؑ کو اس منصوبے کی خبر ہوئی تو آپؑ نے خالد کی گردن کو دو انگلیوں سے پکڑ کر اسے زمین پر پٹک دیا، اور اس عمل سے وہ اتنا ڈر گیا تھا کہ اس کے کپڑے گیلے ہو گئے تھے۔[۴]

---

(۱) «قال الزبير: و كان خالد بن الوليد شيعة لأبي بكر و من المنحرفين عن علي عليه السلام ». شرح نهج البلاغة: ج ٦، ص٢٢، أمر المهاجرين و الأنصار بعد بيعة أبي بكر. «إنّه قد كان في نفسي على علي شيء و كان خالد بن الوليد كذلك». مسند أحمد: ج ۵، ص ۳۵۸، حديث بريدة الأسلمي.

(۲) «فدخل عمر و قام خالد على باب البيت من خارج...». شرح نهج البلاغة: ج ۲، ص ۵۷، حديث السقيفة، ذيل خطبه ۲٦، به نقل از ابوبكر جوهرى. «...ثمّ أمسكهما خالد و ساقهما عمر و من معه سوقاً عنيفاً». شرح نهج البلاغة: ج ٦، ص ۴۸ - ۴۹، ما روي من أمر فاطمة مع أبي بكر، ذيل خطبة ٦٦. «فقام أبوبكر و عمر و عثمان و خالد بن الوليد و المغيرة بن شعبة و أبوعبيدة بن الجراح و سالم مولى أبي حذيفة و قنفذ و قمت معهم، فلما انتهينا إلى الباب فرأتهم فاطمة...». تفسير العياشي: ج ۲، ص ٦٦، ذيل آيه ٦١ سوره انفال؛ بحارالأنوار: ج ۲۸، ص ۲۲۷، ح ۱۴ و الاختصاص: ص ۱۸۵ - ۱۸٦، حديث سقيفة بني ساعدة. به كتاب هاى الاحتجاج: ج ۱، ص ۲۰۰، احتجاج ۳۷، اجتماع العصابة و بحارالأنوار: ج ۲۸، ص ۲۰۱ - ۲۰۲، كتاب الفتن و المحن، الباب الرابع، ح ۱۲ و ص ۲۹۹، كتاب الفتن و المحن، الباب الرابع، ح ۴۸و ج ۵۳، ص۱۷ - ۱۹، باب ۲۵ما يكون عند ظهوره برواية المفضل بن عمر، مراجعه شود.

(۳) «...فنادى خالد بن الوليد و قنفذاً فأمرهما أن يحملا حطباً و ناراً...». كتاب سليم بن قيس الهلالي: ج ۲، ص٨٦٢ - ٨٦۵، الحديث الثامن و الأربعون.

(۴) «...قال: لايفعل خالدٌ ما أمر به. سألت الشريف عمر بن ابراهيم الحسيني بالكوفة عن معنى هذا الأثر، فقال: كان أمر خالدَ بن الوليد أن يقتل علياً ثمّ ندم بعد ذلك، فنهى عن ذلك». الأنساب: ج ۳، ص ۹۵، حرف الراء، باب الراء و الواو، الرواجني. «روي أنّ أبابكر و عمر بعثا إلى خالد بن الوليد، فواعداه و فارقاه على قتل علي عليه السلام و ضمن ذلك لهما...». الاحتجاج: ج ۱، ص ۲۳۱، احتجاج ۴۵، تواطؤ الخليفتين و خالد على اغتيال عليعليه السلام . «أقبل خالد بن الوليد متقلداً بالسيف حتى قام إلى جانب علي عليه السلام و قد فطن علي عليه السلام ببعض ذلك...». بحارالأنوار: ج ۲۸، ص ۳۰۵، كتاب الفتن و المحن، الباب الرابع، ح ۴۸ و ج ۳۰، ص ۳۰٦، كتاب الفتن و المحن، كفر الثلاثة و فضل لعنهم، ح ۱۵۲. «يا خالد! لاتفعل ما أمرتك». بحارالأنوار: ج ۲۹، ص ۱۲۵، كتاب الفتن و المحن،

ابو بکر نے خالد ابن ولید سے تمام تر محبت کے باوجود بھی اسے شہوت ران، جماع کا حریص، زن باز اور مسلمانوں کے خون کی پرواہ نہ کرنے والا کہہ کر اس کا تعارف کرایا ہے۔[۱]

خالد کو قرآن کریم کا کوئی چھوٹا سا سورہ بھی یاد نہیں تھا۔ اسی لیے جب اس نے امام جماعت کی ذمہ داری لی تو نماز میں مختلف سوروں کی مختلف آیتوں کو پڑھا۔[۲] وہ حمام میں اور اپنے بدن کو دھونے کے لیے شراب کا استعمال کیا کرتا تھا۔ عمر نے ایک نامہ میں اس کی کافی مذمت کی ہے[۳] اس وجہ سے کہ اس کی پہچان ایک بزرگ صحابی کے نام سے ہونے لگی تھی اور اسے بلاوجہ ''سیف اللہ''[۴] کے لقب سے نوازا گیا تھا۔

سوال

جناب عمر! کیا ایسے شخص کے لیے خلافت کی آرزو کرنا مناسب ہے جو ظالم، فاسق، زناکار، خونریز اور پتھر دل ہو؟

باب ۱۱، نزول الآيات في أمر فدك و قصصه و جوامع الاحتجاج فيه و فيه قصة خالد و عزمه على قتل أميرالمؤمنين عليه السلام بأمر المنافقين، ح ۲۶. «و روي في كتاب البلاذري أنّ أميرالمؤمنين أخذه بإصبعيه السبابة و الوسطى في حلقه و شاله بهما و هو كالبعير عظماً و ضرب به الأرض، فدق عصعصه و أحدث مكانه». مناقب آل أبي طالب: ج ۲، ص ۲۹۰ - ۲۹۱، باب درجات أميرالمؤمنين عليه السلام، فصل في نواقض العادات منه.

(۱) «... فلما وردت هذه الأبيات إلى أبي بكر غضب لذلك ثمّ أقبل على عمر بن الخطاب فقال: يا أباحفص! ما ترى إلى خالد بن الوليد و حرصه على الزواج و قلّة اكتراثه بمن قُتل من المسلمين؟ فقال عمر: أما والله! لايزال يأتينا من قبل خالد في كلّ حين ما تضيق به الصدور...». الفتوح: ج ۱، ص ۳۹، ذكر تزويج خالد بن الوليد إلى مجاعة بن مرارة بابنته بأرض اليمامة. «لعمري يابن أم خالد! إنك لفارغ تنكح النساء و بفناء بيتك دم ألف و مائتي رجل من المسلمين لم يجفف بعد». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۲۸۴، حوادث سال ۱۱ هجرى قمرى، ذكر بقية خبر مسيلمة الكذاب و قومه من أهل اليمامة.

(۲) «روي أنّ خالد بن الوليد أمّ الناس بالحيرة، فقرأ من سور شتّى، ثمّ التفت إلى الناس حين انصرف فقال: شغلني عن تعليم القرآن الجهاد». تاريخ دمشق الكبير: ج ۱۸، ص ۱۸۱، شرح حال خالد بن الوليد، ش ۱۹۱۰ و المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۲۰۰، كتاب فضائل القرآن، باب ۵۹، باب الرجل يقرأ من هذه السورة و هذه السورة، ح۵.

(۳) تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۴۹۰ - ۴۹۱، حوادث سال ۱۷ هجرى، ذكر الخبر عن سيف في ذلك و الخبر عما ذكره عن عمر في خرجته تلك أنه أحدث في مصالح المسلمين و تاريخ دمشق الكبير: ج ۱۸، ص ۱۹۱، شرح حال خالد بن الوليد، ش۱۹۱۰.

(۴) «خالد بن الوليد بن المغيرة بن عبدالله بن عمر بن مخزوم بن يقظة بن كعب. سيف الله تعالى و فارس الإسلام... فشهد غزوة مؤتة و استشهد أمراء رسول اللهﷺ الثلاثة... و سماه النبيﷺ سيف الله فقال: إن خالدا سيف سلّه الله على المشركين». سير أعلام النبلاء: ج ۱، ص ۳۶۶، شرح حال خالد بن وليد، ش ۷۸.

کیا آپ کی نظر میں خلافت و جانشینی رسولؐ کا معیار یہی صفات ہیں؟ کون سی ایسی عقل سلیم ہے جو خلافت کے لیے ظالم، فاسق، زناکار اور خونریز انسان کی تائید کرتی ہے؟

جناب عمر! کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ آپ خالد کو سنگسار کریں گے؟ کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ خالد ایک خونریز، پتھر دل اور ایک جلاد انسان ہے کہ جس کی تلوار باغی اور ظالم ہے؟ پھر کس طرح سے آپ نے ایسے انسان کے لیے خلافت کی آرزو کی؟

جب آپ کے ہاتھوں قدرت آگئی تو پھر آپ نے اپنے عہد پر عمل کرتے ہوئے خالد قتل کیوں نہیں کیا؟ کیا آپ خالد کو سنگسار کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے؟ آپ نے احکام خدا کو کیسے نظر انداز کر دیا اور کیسے خدا کی حدود کو اس پر جاری نہیں کیا؟

شاید ممکن ہے کہ آپ نے اس کے اندر خلافت کے لیے ایک مثبت پہلو دیکھ لیا تھا اور وہ یہ کہ وہ حضرت علیؑ سے بغض و کینہ اور ان سے دشمنی رکھتا تھا کہ جو حضرت کو قتل کرنے پر آمادہ تھا۔

درِ زہرا سلام اللہ علیہا پر بھیڑ کو جمع کرنے میں حکومت کی مدد خالد نے ہی کی اور خلافت کو خاندان اہل بیت پیغمبر ﷺ سے دور کر دیا۔

معاذ ابن جبل

وہ آخری انسان جس کے لیے خلیفہ نے خلافت کی آرزو کی تھی، وہ معاذ ابن جبل تھا۔ اہل سنت کے روائی اور شرح حالات و رجال کے منابع میں معاذ ابن جبل کے کافی فضائل بیان ہوئے ہیں۔ عمر کے سامنے یہ خاص مقام و منزلت کا حامل تھا۔ خلیفہ دوم اس کے لیے خاص احترام کے قائل تھے، خلیفہ کہا کرتے تھے:

”عرب کی عورتیں اب معاذ جیسا بچہ پیدا کرنے سے عاجز ہیں، اگر معاذ نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔“

ابو عبیدہ جراح کے مر جانے کے بعد خلیفہ دوم نے معاذ ابن جبل کو حاکم شام معین کیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی حکومت شام میں زیادہ دن ٹک نہ پائی کیونکہ تقریباً ۱۸ یا ۱۹ھ میں جب ابو عبیدہ جراح کا انتقال ہوا

تھا، اسی سال معاذ بھی طاعون عمواس[۱] نامی بیماری کا شکار ہو گیا جبکہ اس وقت اس کی عمر ۳۴ سے ۳۸ سال تھی۔ وہ اردن کے قریب اس بیماری میں گرفتار ہوا اور اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔[۲]

وہ تمام فضائل جو اس کے لیے ذکر کیے گئے ہیں اگر انہیں صحیح مان بھی لیں تو بھی وہ تمام مذکورہ روایات اس کے افضل ہونے اور اس کے خلیفہ بنانے کے لیے دلیل کے طور پر کافی نہیں ہیں، کیونکہ پہلی بات تو یہ کہ جانشینی کے لیے ضروری ہے کہ انسان صرف ایک جہت سے نہیں بلکہ تمام جہات سے افضل ہو۔ دوسری بات یہ کہ خلافت کے لیے اصلی معیار تقویٰ، پرہیز گاری اور امانتداری ہے۔ معاذ کی سابقہ زندگی کے حوالے سے تاریخ کی کتابوں میں جو لکھا گیا ہے اس سے اس کے جرائم اور عدم پرہیز گاری ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے معاذ کی مالی تنگی سے نجات کے لیے اسے یمن بھیجا، لیکن معاذ نے بیت المال کے اس پیسوں سے تجارت کر لی اور اس طرح وہ مال خدا کے ذریعے تجارت کرنے والا پہلا شخص بن گیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد جب معاذ مدینہ لوٹا تو عمر نے ابو بکر و معاذ دونوں پر اعتراض کیا اور کہا کہ تمہیں تمہاری زندگی چلانے کے لیے جتنے پیسوں کی ضرورت ہے، رکھ لو اور بقیہ پیسوں کو بیت المال میں لوٹا دو، لیکن معاذ نے پہلے تو پیسے لوٹانے سے انکار کر دیا، مگر پھر چاپلوسی کے تحت یہ دعویٰ کیا کہ اس نے خواب میں کچھ دیکھا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی غلطی سے آگاہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس نے عمر سے کہا: ”میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ساحل سمندر پر کھڑا تھا۔ میں ڈوبنے ہی والا تھا لیکن اے عمر! تم نے مجھے ڈوبنے سے بچا لیا، لہٰذا تم نے جو کہا ہے میں اس پر عمل کرتے ہوئے بیت المال کے پیسے لوٹا دوں گا۔[۳]

---

(۱) عمواس، رملہ اور بیت المقدس کے درمیان واقع ایک دیہات کا نام ہے۔ ۱۸ ہجری کو عمواس نامی وبا اسی دیہات کے نام سے مشہور ہوئی تھی۔ مزید معلومات کے لیے کتاب الاستیعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۴۵۹ - ۴۶۲، شرح حال معاذ بن جبل، ش ۲۴۴۵، کی طرف مراجعہ کریں۔

(۲) «كان عمر قد استعمله على الشام حين مات أبوعبيدة فمات من عامه ذلك في ذلك الطاعون». «عجزت النساء أن يلدن مثل معاذ و لولا معاذ لهلك عمر». «كان الذين يفتون على عهد رسول اللّٰه ﷺ من المهاجرين عُمر و عثمان و عليّ و ثلاثة من الأنصار أبي بن كعب و معاذ بن جبل و زيد بن ثابت». معاذ ابن جبل کی حالات زندگی سے زیادہ آشنائی کے لیے آپ ان کتابوں کی طرف مراجعہ فرمائیں کتاب الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۴۵۹ - ۴۶۲، شرح حال معاذ بن جبل، ش ۲۴۴۵؛ أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۵، ص ۱۸۷ - ۱۹۰، شرح حال معاذ بن جبل، ش ۴۹۶۰ و الإصابة في تمييز الصحابة: ج ۶، ص ۱۰۷ - ۱۰۹، شرح حال معاذ بن جبل، ش ۸۰۵۵.

(۳) «أخبرنا عبدالرزاق قال: انا معمر عن الزهري عن عبدالرحمن بن كعب بن مالك عن أبيه قال: كان معاذ بن جبل رجلا سمحا، شابا، جميلا، من أفضل شباب قومه و كان لايمسك شيئا، فلم يزل يدان حتى أغلق ماله كله من

جیسا کہ ذکر ہوا، ممکن ہے وہ خواب اس کی ایک من گھڑت کہانی ہو، لیکن یہاں مسئلہ کچھ اور ہے۔ دراصل وہ عمر کے غصے سے ڈرا ہوا تھا لہٰذا اس نے صداقات کو واپس کرنے کا ارادہ کر لیا۔

افضلیت کا ملاک یہ ہے کہ انسان شجاع ہو اور نفسانی و اخلاقی خوبیوں کا حامل ہو، لیکن معاذ میں ان خوبیوں کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اس طرح کے انسان کا، علیؑ (جو تمام اخلاقی و نفسانی فضائل کے حامل تھے) جیسے انسان کے ساتھ کیا موازنہ؟! ایسا ممکن ہی نہیں۔

اب معاذ کی علمی صلاحیت کے حوالے سے بھی سن لیجیے:

جب معاذ یمن پہنچا تو اس سے ایک عورت نے سوال کر لیا کہ ایک عورت کے ذمے اس کے شوہر کے کیا کیا حقوق ہیں؟ چونکہ معاذ کو اس کا جواب پتہ ہی نہیں تھا لہٰذا اس نے کہا: "عورت کبھی اپنے شوہر کا حق ادا کر ہی نہیں سکتی، لہٰذا جہاں تک ہو سکے حقوق ادا کرو۔" جب اس یمنی عورت کو یہ محسوس ہوا کہ معاذ نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا ہے تو اس عورت نے معاذ سے کہا: "اگر تم واقعاً پیغمبر اکرمﷺ کے صحابی اور ساتھی ہوتے تو تم حتماً شوہر کے حقوق جو اس کی زوجہ کے ذمے ہیں، انہیں جانتے اور ان کا علم رکھتے!" معاذ نے جواب میں کہا: "لعنت ہو تم پر! اگر تم گھر جا کر اپنے شوہر کو مریض پاؤ اور اس سے پیپ اور خون کو نکلتا دیکھ کر اگر تم اس خون اور پیپ کو چاٹ بھی لو تب بھی اس کے حقوق کو ادا نہیں کر سکتی۔"(۱)

الدین، فأتی النبیﷺ یطلب إلیه أن یسأل غرماءه أن یضعوا له، فأبوا، فلو ترکوا لأحد من أجل أحد ترکوا لمعاذ بن جبل من أجل النبیﷺ، فباع النبیﷺ کل ماله فی دینه، حتی قام معاذ بغیر شیء، حتی إذا کان عام فتح مکة بعثه النبیﷺ علی طائفة من الیمن أمیرا لیجبره، فمکث معاذ بالیمن و کان أول من تجر فی مال الله هو و مکث حتی أصاب و حتی قبض النبیﷺ، فلما قبض قال عمر لأبی-بکر: أرسل إلی هذا الرجل فدع له ما یعیشه و خذ سائره منه. فقال أبوبکر: إنما بعثه النبیﷺ لیجبره و لست بآخذ منه شیئا إلا أن یعطینی. فانطلق عمر إلی معاذ إذ لم یطعه أبوبکر، فذکر ذلك عمر لمعاذ. فقال معاذ: إنما أرسلنی رسول اللهﷺ لیجبرنی و لست بفاعل، ثم لقی معاذ عمر فقال: قد أطعتك و أنا فاعل ما أمرتنی به، إنی أریت فی المنام أنی فی حومة ماء قد خشیت الغرق، فخلصتنی منه یا عمر! فأتی معاذ أبابکر فذکر ذلك له و حلف له أنه لم یکتمه شیئا، حتی بین له سوطه. فقال أبوبکر: لا والله لا آخذه منك، قد وهبته لك. قال عمر: هذا حین طاب و حل قال: فخرج معاذ عند ذلك إلی الشام». المصنف: ج ۸، ص ۲۶۸ - ۲۶۹، کتاب البیوع، باب المفلس و المحجور علیه، ح ۱۵۱۷۷؛ تاریخ دمشق الکبیر: ج ۶۱، ص ۳۱۷، شرح حال معاذ بن جبل، ش ۷۲۳۳؛ الاستیعاب فی معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۴۶۱، شرح حال معاذ بن جبل، ش ۲۴۴۵ و سیر أعلام النبلاء: ج ۱، ص ۴۵۳، شرح حال معاذ بن جبل، ش ۸۶.

(۱) «فخرج معاذ حتی إذا قدم الیمن قام بما أمره به رسول اللهﷺ، فأتته امرأة من أهل الیمن، فقالت: یا صاحب رسول اللهﷺ! ما حق زوج المرأة علیها؟ قال: ویحك! إن المرأة لاتقدر علی أن تؤدی حق زوجها، فأجهدی نفسك فی أداء حقه ما استطعت. قالت: والله لئن کنت صاحب رسول اللهﷺ إنك لتعلم حق الزوج علی

اس روایت کے ذیل میں مرحوم شوشتری تحریر فرماتے ہیں:

معاذ کا یہ جواب اس کی جہالت پر دلیل ہے۔ شوہر کے حقوق جو زوجہ کے ذمے ہیں ان سے معاذ جاہل تھا۔[۱] اور پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیث کے مطابق شوہر کے بہت ہی مشہور حقوق ہیں۔ زوجہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر کے مال کا صدقہ نہ دے۔ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر مستحب روزہ نہ رکھے۔ زوجہ اپنے وجود کو شوہر کے اختیار میں دے دے اور اس کے اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم بھی نہ رکھے۔[۲]

خود معاذ نے رسول اللہ ﷺ سے منقول ایک روایت نقل کر کے حضرت علیؑ کے افضلیت کا اقرار کیا ہے۔ معاذ نقل کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یا علی! میں مقام نبوت کی بنا پر تم سے افضل ہوں، کیونکہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے اور تمہیں سات خصلتوں کی بنا پر لوگوں پر برتری حاصل ہے، جن کی بنا پر خاندان قریش میں سے کوئی بھی تمہارا قائم مقام نہیں ہو سکتا ہے۔ تم خدا پر ایمان لانے والے پہلے انسان ہو، تم عہد وپیمان خداوند کو سب سے زیادہ وفا کرنے والے ہو، اومر الٰہی کی سب سے زیادہ پابندی کرنے والے اور اموال کو لوگوں میں برابر تقسیم کرنے والے ہو۔ لوگوں کے امور میں سب سے زیادہ عدالت سے کام لینے والے ہو اور تم ہی قضاوت میں سب سے زیادہ دقیق نگاہ رکھنے والے ہو۔ روز قیامت خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تم ہو گے اور خداوند تمہیں ایک بلند مقام عنایت فرمائے گا۔''[۳]

المرأة! قال: ويحك! لو رجعت إليه فوجدته تنثعب منخراه قيحا و دما، فمصصت ذلك حتى تذهبيه ما أديت حقه». السيرة النبوية / ابن هشام: ج ٣، ص ٢٣٧، وصية الرسول الله معاذا حين بعثه إلى اليمن.

(١) «قلت: ما قاله من جهله، فليس ما قاله حقاً للزوج و إنّما حقّ الزوج ما قاله النبيّ ﷺ لإمرأة سألته عن حقّه: أن تطيعه و لاتعصيه...». قاموس الرجال: ج ١٠، ص ٩٩، شرح حال معاذ بن جبل، ش ٧٥٨٨.

(٢) «جاءت امرأة إلى النبي ﷺ فقالت: يا رسول اللّه ﷺ ماحق الزوج على المرأة؟ فقال لها: أن تطيعه و لاتعصيه و لاتصدق من بيته إلا بإذنه و لاتصوم تطوعا إلا بإذنه و لاتمنعه نفسها و إن كانت على ظهر قتب و لاتخرج من بيتها إلا بإذنه و إن خرجت من بيتها بغير إذنه لعنتها ملائكة السماء و ملائكة الأرض و ملائكة الغضب و ملائكة الرحمة حتى ترجع إلى بيتها...». الكافي: ج ٥، ص ٥٠٧، كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرأة، ح ١؛ المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ٣، ص ٣٩٧، كتاب النكاح، ما حق الزوج على امرأته، ح ٣ و سير أعلام النبلاء: ج ٦، ص ١٨٤، شرح حال ليث بن أبي سليم، ش ٨٣.

(٣) «عن معاذ بن جبل قال: قال رسول اللّه ﷺ: يا علي! أخصمك بالنبوة ولانبوة بعدي و تخصم الناس بسبع و لايحاجك فيهن أحد من قريش: أنت أولهم إيمانا باللّه و أوفاهم بعهد اللّه و أقومهم بأمر اللّه و أقسمهم بالسوية و

شیعہ منابع میں معاذ ابن جبل کا تعارف ایک ناصبی، دشمنِ علیؑ و اہل بیتؑ اور خلیفہ اول دوم کے ساتھی اور معاون کے طور پر کرایا گیا ہے جو سقیفہ میں ان دونوں کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ تھا۔ اسی نے وہاں پر لوگوں کو جمع کر کے ایک ہنگامہ کھڑا کیا تھا اور یہی وہ انسان تھا جس نے ابو بکر کو خلافت تک پہنچانے کے لیے جان توڑ محنت کی تھی۔ جن میں سے ہم چند موارد کی طرف اشارہ کریں گے:

جب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر پر بھیڑ جمع ہوئی اور ان کے گھر کو آگ لگا دی گئی اور حضرت امام علیؑ کو دست بستہ مسجد میں لے جایا گیا تو اس وقت وہاں پر ابو بکر بیٹھا تھے اور عمر ابو بکر کے محافظ کی طرح اس کے پاس تلوار لیے کھڑے تھے۔ اسی جگہ پر معاذ ابن جبل، خالد ابن ولید، ابو عبیدہ جراح، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، مغیرہ ابن شعبہ، اسید بن حضیر، بشیر ابن سعد اور اس کے دیگر افراد شمشیر بکف ہو کر ابو بکر کے گرد حلقہ بنائے کھڑے تھے۔[1]

مرحوم طبرسی اور علامہ مجلسی نے مذکورہ روایت کے ضمن میں حادثہ سقیفہ میں سے کچھ حصوں کو اور پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد ہونے والے کارناموں اور ان کارناموں میں معاذ ابن جبل کے کردار کی طرف اشارہ فرمایا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”جب ابو بکر نے اپنی عاجزی اور اپنی کمزوری کا اظہار کیا اور مخالفین نے انہیں منبر سے نیچے اتار لیا تو وہ اپنے گھر کی طرف جانے لگے۔ سقیفہ کے اصل کرتا دھرتا اور اصلی افراد تین دنوں تک اپنے گھر میں ہی رہے۔ خلیفہ دوم ناراض ہوئے اور چوتھے دن ابو بکر کی حمایت اور انہیں مسند خلافت پر بٹھانے کے لیے معاذ ابن جبل، خالد ابن ولید اور سالم مولی ابی حذیفہ، سب کے سب اچھی خاصی تعداد میں اپنے ہمراہ جنگی لشکر لیے سقیفہ میں حاضر ہوئے۔“[2]

أعدلهم في الرعية و أبصرهم في القضية و أعظمهم عند الله يوم القيامة مزية». حلية الأولياء و طبقات الأصفياء: ج ۱، ص ۶۵- ۶۶، علي بن أبي طالب; تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۵، ص ۴۵، شرح حال حضرت على عليه السلام، ش ۵۰۲۹ و المناقب / خوارزمی: ص ۱۱۰، الفصل التاسع في بيان أنه أفضل الأصحاب، ح ۱۱۸.

(۱) «...و عمر قائم بالسيف على رأسه و خالد بن الوليد و أبوعبيدة بن الجراح و سالم مولى أبي حذيفة و معاذ بن جبل و المغيرة بن شعبة و أسيد بن حضير و بشير بن سعد و ساير الناس جلوس حول أبي بكر عليهم السلاح». كتاب سليم بن قيس الهلالي: ج ۲، ص ۵۸۶ - ۵۸۷، الحديث الرابع; الاحتجاج: ج ۱، ص ۲۱۲ - ۲۱۳، احتجاج ۳۸، قنفذ يضرب بضعة الرسول الله ﷺ بالسوط و بحارالأنوار: ج ۲۸، ص ۲۶۹ - ۲۷۰، ح ۴۵.

(۲) «فلما كان في اليوم الرابع جاءهم خالد بن الوليد و معه ألف رجل فقال لهم: ما جلوسكم؟ فقد طمع فيها والله بنوهاشم. و جاءهم سالم مولى أبي حذيفة و معه ألف رجل و جاءهم معاذ بن جبل و معه ألف رجل...». الاحتجاج: ج ۱، ص ۲۰۰، احتجاج ۳۷، اجتماع العصابة و بحارالأنوار: ج ۲۸، ص ۲۰۱ - ۲۰۲، كتاب الفتن و المحن، الباب

حضرت علیؑ نے سلمانؓ سے پوچھا: "کیا تم جانتے ہو کہ سب سے پہلے ابو بکر کی بیعت کس نے کی؟" سلمانؓ نے جواب میں فرمایا: "مغیرہ ابن شعبہ نے اس کی سب سے پہلے بیعت کی، پھر اس کے بعد بشیر ابن سعد نے، پھر ابو عبیدہ جراح، عمر ابن خطاب، سالم مولی ابی حذیفہ اور پھر معاذ ابن جبل نے بالترتیب ابو بکر کی بیعت کی۔"[۱]

معاذ وہ انسان ہے جس نے ابو بکر کے فائدے کے لیے ایک جھوٹی روایت (لا يجمع لنا النبوة و الخلافة) پر اس کے صحیح ہونے کی گواہی دی اور لوگوں کے گمراہی، غصب خلافت اور امام علیؑ کے حق کی پامالی کا سبب بنا۔[۲]

سوال

جناب عمر! وہ انسان جو بیت المال کا امانتدار نہیں ہے، کیا وہ انسان جانشینی رسول اللہ ﷺ کے لائق ہے؟

معاذ وہ پہلا انسان ہے جس نے بیت المال پر تصرف کرتے ہوئے ان پیسوں سے تجارت کی اور منفعت طلب افراد کے لیے ایک راستہ کھول دیا کہ اگر اموال الٰہی پر مسلّط ہو جاؤ تو تقویٰ الٰہی سے کنارہ کرتے

الرابع، ح ۱۲. «و جاء معاذ بن جبل في ألف رجل و قال: ما يقعدكم عنها و قد طمع أصلع قريش فيها؟». البرهان في تفسير القرآن: ج ۱، ص ۱۲٦، ذيل آيه ۳۱ سوره توبه، ح ۷. «فلما كان يوم الجمعة المقبلة سلّ عمر سيفه ثم قال: لأسمع رجلاً يقول مثل مقالته تلك إلا ضربتُ عنقه ثم مضى هو و سالم و معاذ بن جبل و أبوعبيدة شاهرون سيوفهم حتى أخرجوا أبابكر و أصعدوه المنبر». الرجال / برقي: ص ٦٦، أسماء المنكرين على أبي بكر.

(۱) «فقال علي عليه السلام: يا سلمانؓ! و هل تدري من أوّل من بايعه على منبر رسول اللّٰه؟ قلت: لا، إلا أني رأيته في ظلة بني ساعدة حين خصمت الأنصار و كان أوّل من بايعه المغيرة بن شعبة ثم بشير بن سعد ثم أبوعبيدة بن الجراح ثم عمر بن الخطاب ثم سالم مولى أبي حذيفة و معاذ بن جبل». كتاب سليم بن قيس الهلالي: ج ۲، ص ۵۷۷ -۵۷۸، الحديث الرابع؛ الكافي: ج ۸، ص ۳۴۳، ح ۵۴۱؛ الاحتجاج: ج ۱، ص ۲۰۴، احتجاج ۳۸، رواية سليم بن قيس الهلالي و بحارالأنوار: ج ۲۸، ص ۲٦۱ - ۲٦۲، ح ۴۵.

(۲) «فشهد له بذلك أربعة نفر عمر و أبوعبيدة و معاذ بن جبل و سالم مولى أبي حذيفة، فشبّهوا على العامة و صدّقوهم و ردّوهم على أدبارهم و أخرجوها من معدنها...». كتاب سليم بن قيس الهلالي: ج ۲، ص ٦۳۰ - ٦۳۱، الحديث العاشر و بحارالأنوار: ج ۲۷، ص ۲۱۱، كتاب الإمامة، باب شدة محنهم و أنهم أعظم الناس مصيبة، ح ۱۵ و ج ۲۸، ص ۲۹۵-۲۹٦، كتاب الفتن و المحن، الباب الرابع، ح ۴۷.

ہوئے اسے جیسے چاہو خرچ کرو۔ کیا ان خراب صفتوں کا حامل انسان لوگوں کا، ان کے جان و مال کا اور ان کے نفس کا امین بن سکتا ہے؟

وہ انسان جس نے اپنے مفاد کے لیے بیت المال کے پیسوں سے تجارت کی ہو، اور جس پر خود آپ نے اعتراض کیا ہو اگر وہ انسان لوگوں کی جان و مال پر مسلط ہو جائے تو وہ ان کا کیا کرے گا؟

رسول اللہ ﷺ نے معاذ کو یمن میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا، تاکہ وہ وہاں رہ کر پیسے کما کر اپنی زندگی چلا سکے، لیکن کیا پیغمبر اکرم ﷺ نے اسے بیت المال کے پیسوں پر حق تصرف دیا تھا اور کیا اسے ان پیسوں سے تجارت کرنے کی اجازت دی تھی؟ جس طرح باقی لوگ صدقات کے پیسوں کی جمع آوری کے لیے مختلف شہروں میں بھیجے جاتے تھے اور انہیں اس کام کی اجرت بھی ملا کرتی تھی، لیکن انہیں بھیجنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ان پیسوں پر تصرف کریں اور ان سے تجارت کریں۔

کیا معاذ میں شجاعت و علم جیسی تمام خصوصیات پائی جاتی تھیں؟ کیا وہ تمام لوگوں سے افضل تھا؟ علمِ علیؑ کی بات تو رہنے ہی دیں! کیا معاذ کا علم سلمانؓ و مقدادؓ اور دوسرے صحابہ کے ساتھ قابل موازنہ بھی ہے؟ وہ افراد جنہیں خلیفہ دوم اپنا خلیفہ بنانا چاہتے تھے، کیا وہ لوگ حضرت علیؑ، سلمانؓ، ابوذرؓ اور دوسرے صحابہ سے افضل تھے جو خلیفہ نے ان کے لیے خلافت کی آرزو کی تھی؟

جناب عمر! کیا آپ واقعا معاذ کے افضلیت کے قائل تھے؟ جبکہ خود معاذ علیؑ کے افضل ہونے کا قائل تھا۔

کیا معاذ قریشی تھا؟ کیا پیغمبر اکرم ﷺ نے الائمۃ من قریش نہیں فرمایا تھا؟ کیا ابو بکر نے بھی سقیفہ میں انصار کو خاموش کرنے کے لیے اسی حدیث پیغمبر اکرم ﷺ سے سہارا نہیں لیا تھا؟[1] جب معاذ تھا ہی انصار میں سے تو پھر اسے خلافت کا امیدوار کیوں کھڑا کیا؟

---

(۱) «حدثني بكير بن وهب الجزري قال، قال لي أنس بن مالك أحدثك حديثا ما أحدثه كل أحد إن رسول اللهﷺ قام على باب البيت و نحن فيه فقال الأئمة من قريش». مسند أحمد: ج ۳، ص ۱۲۹، مسند أنس بن مالك; المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۵۴۵، كتاب الفضائل، ما ذكر في فضل قريش، ح ۸ و تاريخ اليعقوبي: ج۲، ص۱۰۲، باب خطب رسول الله و مواعظه و تأديبه بالأخلاق الشريفة. «فقال له أبوبكر: على رسلك، ثم قال أبوبكر: نحن أول الناس إسلاماً... فقد يعلم ملأ منكم أن رسول اللهﷺ قال: الأئمة من قريش». أنساب الأشراف: ج ۲، ص ۲۶۲ – ۲۶۳، أمر السقيفة.

چونکہ اس نے سقیفہ میں ابو بکر کو خلافت تک پہنچانے میں آپ کی مدد کی تھی، چونکہ خانہ زہرا سلام اللہ علیہا پر بھیڑ جمع کرنے میں اس نے کوشش کی تھی لہٰذا شاید اس کے انہی کارناموں کے عوض آپ نے اس کے لیے خلافت کی آرزو کی!

عبد اللہ ابن عمر

لوگوں نے خلافت کے لیے جو نام عمر کے سامنے پیش کیے تھے ان میں سے ایک نام عبد اللہ ابن عمر کا بھی تھا۔ عبد اللہ ابن عمر وہ انسان ہے جس کے لیے خود عمر نے اعتراف کیا تھا کہ یہ انسان خلافت کے لائق نہیں ہے۔ یہ فقہ و دین سے اس قدر بیگانہ تھا کہ اپنی زوجہ کو بھی طلاق نہیں دے سکتا تھا۔ اسی حرکت کی بنا پر پیغمبر اکرم ﷺ اس پر غضبناک ہوئے تھے۔ جب عمر کو لوگ ان کے اپنے ہی بیٹے کو خلیفہ بنانے کی رائے دیا کرتے تھے تو عمر ناراض ہو جایا کرتے تھے کہ لوگ اسے خلیفہ بنانے کی رائے کیوں دیتے ہیں! خلیفہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ احکام الٰہی کا علم رکھتا ہو جبکہ وہ تو اپنی زوجہ کو طلاق بھی نہیں دے پاتا۔

تعجب کی بات ہے! یہی عبد اللہ ابن عمر مشہور ترین مفتیوں اور احادیث اہل سنت کے مشہور راویوں میں سے ایک ہے، حتیٰ کہ اس کا شمار ائمہ دین میں سے ہوتا ہے کہ جن سے لوگ دین حاصل کیا کرتے ہیں! یہ وہ انسان ہے جو بقول ذہبی اس قدر شہوت پرست تھا کہ جو اپنے روزہ عورتوں سے نکاح کر کے افطار کیا کرتا تھا۔[۱]

مالک کہتے ہیں:

”عبد اللہ ابن عمر ائمہ دین میں سے ہیں جنہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد ۶۰ سال تک لوگوں کو حج کے موسم میں اور حج کے علاوہ فتویٰ دیا ہے۔“[۲]

---

(۱) «عن ابن عمر قال: إني لأظن قسم لي منه ما لم يقسم لأحد إلا للنبي ﷺ و قيل: كان ابن عمر يفطر أول شيء على الوطيء». سير أعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۲۳، شرح حال عبدالله بن عمر، ش ۴۵.

(۲) «عن مالك، قال: أقام ابن عمر بعد النبي ﷺ ستين سنة يفتي الناس في الموسم و غير ذلك. قال: و كان ابن عمر من أئمة الدين». تاريخ بغداد أو مدينة السلام: ج ۱، ص ۱۷۲، شرح حال عبدالله بن عمر. «قال مالك: قد أقام ابن عمر بعد النبي ﷺ ستين سنة يفتي الناس في الموسم و غير ذلك. قال مالك: و كان ابن عمر من أئمة المسلمين». أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۳، ص ۳۳۸، شرح حال عبدالله بن عمر، ش ۳۰۸۲; سير

ابن حزم کہتے ہیں:

"عبد اللہ ابن عمر ان صحابیوں میں سے ایک ہے جن سے سب سے زیادہ فتاویٰ نقل ہوئے ہیں۔"(۱)

ذہبی کہتے ہیں:

"صحابہ کے درمیان ابو ہریرہ کے بعد عبد اللہ ابن عمر ایسے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ روایتیں نقل فرمائی ہیں۔ مسند بقی ابن مخلد میں ۲۶۳۰ روایتیں ان سے نقل ہوئی ہیں۔ بخاری نے ان سے ۲۴۹ اور مسلم نے ان سے ۱۹۹ روایتیں نقل کی ہیں۔"(۲)

ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

"محمد ابن اسماعیل بخاری نے اپنی کتاب صحیح میں عبد اللہ ابن عمر سے ۲۷۰ حدیثیں نقل کی ہیں۔"(۳)

ایک تحقیق کے مطابق، عبد اللہ ابن عمر سے نقل کی گئی تکراری روایتوں کے علاوہ، صحیح بخاری کی روایتوں کی تقریباً ۸۱۱ اسناد میں بھی ان کا ذکر ہے۔(۴)

بخاری میں تقریباً ۷۵۰۰ روایتیں تکراری ہیں جن میں سے دس فیصد عبد اللہ ابن عمر نے روایت کی ہیں۔

محمد ابن اسماعیل بخاری کے علاوہ صحاح ستہ کے دیگر صاحبان نے بھی عبد اللہ ابن عمر سے روایتیں نقل کی ہیں۔(۱)

أعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۲۱، شرح حال عبداللّٰہ بن عمر، ش ۴۵ و تاریخ دمشق الکبیر: ج ۳۳، ص ۱۰۹، شرح حال عبداللّٰہ بن عمر، ش ۳۵۱۴. «عن عمرو بن دینار قال: کان ابن-عمر یعد من فقهاء الأحداث». الطبقات الکبری: ج ۲، ص ۳۷۳، شرح حال عبداللّٰہ بن عمر و تاریخ دمشق الکبیر: ج ۳۳، ص ۱۰۸، شرح حال عبداللّٰہ بن عمر، ش ۳۵۱۴.

(۱) «المکثرون من الصحابة فیما روي عنهم من الفتیا، عائشة أم المؤمنین، عمر بن الخطاب، ابنه عبداللّٰہ، علي بن أبي طالب، عبداللّٰہ بن العباس، عبداللّٰہ بن مسعود، زید بن ثابت، فهم سبعة یمکن أن یجمع من فتیا کل واحد منهم سفر صخم». الاحکام في أصول الأحکام: ج ۲، ص ۶۲، الباب الثامن و العشرون.

(۲) «ولإبن عمر في مسند بقي ألفان و ست مئة و ثلاثون حدیثا بالمکرر و اتفقا له علی مئة و ثمانیة و ستین حدیثا. و انفرد له البخاري بأحد و ثمانین حدیثا و مسلم بأحد و ثلاثین». سیر أعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۳۸، شرح حال عبداللّٰہ بن عمر، ش ۴۵. «قال الحافظ الذهبي: المکثرون من روایة الحدیث من الصحابة... ابن عمر ألفان و ستمائة و ثلاثون». شذرات الذهب في أخبار من ذهب: ج ۱، ص ۶۳، حوادث سال ۵۴ هجری قمری.

(۳) «عبداللّٰہ بن عمر بن الخطاب مائتان و سبعون حدیثاً». هدي الساري مقدمة فتح الباري: ص ۴۹۹، ذکر عدة ما لکلّ صحابي في صحیح البخاري موصولاً و معلقاً علی ترتیب حروف المعجم.

(۴) کتاب بخاری و ناصبی گری نویسنده حسن بلقان آبادی کی طرف مراجعه کریں.

عمر کے قول کے مطابق جو انسان احکام الٰہی کے ابتدائی قوانین سے بھی واقفیت نہ رکھتا ہو، وہ اہل سنت کے مشہور فقہا میں سے کیسے ہو سکتا ہے؟ صحیح ترین کتابوں سے دین و احکام حاصل کرنے کے لیے اس انسان پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

عمر نے عثمان کا انتخاب کیوں کیا؟

حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ دوم کی خواہش یہی تھی کہ عثمان تخت خلافت پر بیٹھیں۔ چونکہ انہوں نے خلیفہ دوم کی کافی خدمات انجام دی تھیں لہٰذا ان خدمات کا صلہ دینا تو لازمی تھا۔ عثمان ہی وہ شخص تھے جن کی وجہ سے لوگوں کے نہ چاہنے کے باوجود بھی عمر خلیفہ بنے۔

منابع اہل سنت میں مذکورہ بہت سی روایات کے مطابق، جب ابو بکر کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے عثمان کو اپنے پاس بلایا تاکہ وہ عثمان کے سامنے اپنا وصیت نامہ پڑھیں۔ عثمان وصیت پڑھتے پڑھتے جب اس جملے پر پہنچے (میرے بعد میرا جانشین) تو ابو بکر بے ہوش ہو گئے۔ عثمان نے فوراً وصیت نامہ اٹھایا اور اس میں عمر کا نام جوڑ دیا۔ ابو بکر کو جب ہوش آیا تو انہوں نے آگے پڑھنے کا حکم دیا۔ عثمان نے کہا: ”آپ نے یہاں پر اپنے بعد اپنے جانشین کے حوالے سے گفتگو کی ہے اور چونکہ میں ڈر گیا تھا کہ کہیں آپ اس دنیا سے رخصت نہ ہو جائیں لہٰذا میں نے یہاں پر عمر کا نام اضافہ کر دیا۔“ ابو بکر نے کہا: ”تم اگر اپنا نام بھی لکھ دیتے تو مجھے قبول تھا، لیکن تم نے یہ نام لکھ کر اچھا کیا، مجھے قبول ہے۔“[۲]

---

(۱) تهذيب التهذيب: ج ۵، ص ۲۸۷، شرح حال عبدالله بن عمر، ش ۵۶۵.

(۲) «عن عثمان بن عبيدالله بن عبدالله بن عمر بن الخطاب قال: لما حضرت أبا الصديق الوفاة دعا عثمان بن عفان فأملى عليه عهده هذا ما عهد أبوبكر بن أبي قحافة عند آخر عهده بالدنيا خارجا منها و أول عهده بالآخرة داخلا فيها حين يؤمن الكافر و يتوب الفاجر إني استخلفت من بعدي عمر بن الخطاب فإن عدل فذلك رأيي فيه و ظني به و إن جار و بدل فالحق أردت و لأعلم الغيب و ما توفيقي إلا بالله و سيعلم الذين ظلموا أي منقلب ينقلبون. قال: و لما أملى عليه عهده هذا على عثمان أغمي على أبي بكر قبل أن يسمي أحدا فكتب عثمان عمر بن الخطاب. فأفاق أبوبكر فقال لعثمان: لعلك كتبت أحدا. قال: ظننتك لما بك و خشيت الفرقة فكتبت عمر بن الخطاب. فقال: يرحمك الله! أما لو كتبت نفسك لكنت لها أهلا». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۷، ص۲۰۱، شرح حال عمر بن الخطاب، ش ۵۳۰۲. «عن عائشة قالت: كان عثمان يكتب وصية أبي بكر، قالت: فأغمي عليه فعجل و كتب عمر بن الخطاب، فلما أفاق قال له أبوبكر: من كتبت؟ قال: عمر بن الخطاب. قال: كتبت الذي أردت أو الذي آمرك به و لو كتبت نفسك كنت لها أهلا». المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص۴۸۹، كتاب الفضائل، ما ذكر في فضل عثمان بن عفان، ح ۱۸؛

ابو بکر کے بعد خلیفہ کون ہو گا؟ لوگ اس بات کو جاننے کے منتظر تھے۔ جیسے ہی عمر کا نام سنا تو لوگ بھڑک اٹھے اور اعتراض کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا: ''ایک غصیلے اور بد اخلاق انسان کو آخر اپنا جانشین کیوں بنا رہے ہو؟'' اس اعتراض کو خلیفہ تک پہنچانے کی ذمہ داری طلحہ پر تھی لہٰذا وہ ابو بکر کے پاس گیا اور ان سے کہا: ''میں مسلمانوں کا نمائندہ بن کر آپ کے سامنے یہ کہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ جب خلافت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھوں میں تھی تب عمر نے اپنے بد اخلاقی اور غصے کے ذریعہ لوگوں کو کافی تنگ کیا تھا۔ آپ خلیفہ تھے، ہمیں آپ کو جوابدہ ہونا چاہیے تھا، لیکن ہم سے عمر جواب طلب کیا کرتا تھا۔ آپ نے اسے کیوں خلیفہ اور ہمارا ذمہ دار بنا دیا؟ آپ کے مرنے کا وقت قریب ہے لہٰذا ہم آپ سے چاہتے ہیں کہ آپ کسی اور کو اپنا خلیفہ منتخب کریں۔ خدا کے سامنے آپ کو اس کام کا جواب دہ ہونا پڑے گا۔ وہ آپ سے سوال کرے گا کہ تم نے ایک غصیلے انسان کو مسلمانوں کا خلیفہ کیوں بنا دیا؟ آپ اس وقت خدا کے سامنے کیا جواب پیش کریں گے؟''[۱]

تاریخ المدینة المنورة: ج ۲، ص ٦٦٧، ذکر عهد أبي بکر إلی عمر و استخلافه إیاه و وصیته إیاه و تاریخ دمشق الکبیر: ج ۴۱، ص ۱۲۰، شرح حال عثمان بن عفان، ش ۴۷۱۵. «عن زید بن أسلم عن أبیه قال: کتب عثمان عهد الخلیفة من بعد أبي بکر و أمره أن لایسمي أحدا و ترك اسم الرجل. قال: فأغمي...». تاریخ دمشق الکبیر: ج ۴۱، ص ۱۲۰، شرح حال عثمان بن عفان، ش۴۷۱۵. «أخبرنا إسحاق بن یحیی أن عثمان کتب عهد أبي بکر فأغمي علیه فکتب عمر...». تاریخ دمشق الکبیر: ج ۴۱، ص ۱۲۱، شرح حال عثمان بن عفان، ش ۴۷۱۵. «قال أبوجعفر و قال الواقدي: حدثني إبراهیم بن أبي-النضر عن محمد بن إبراهیم بن الحارث قال: دعا أبوبکر عثمان خالیا فقال له: اکتب بسم اللّٰه الرحمن الرحیم هذا ما عهد أبوبکر بن أبي قحافة إلی المسلمین أما بعد قال ثم أغمي علیه فذهب عنه فکتب عثمان...». تاریخ الطبري: ج ۲، ص ۳۵۳، حوادث سال ۱۳ هجری، ذکر أسماء قضاته و کتابه و عماله علی الصدقات; الکامل في التاریخ: ج ۲، ص ۷۹ - ۸۰، حوادث سال ۱۳ هجری، ذکر استخلافه عمر بن الخطاب و الطبقات الکبری: ج ۳، ص ۲۰۰، شرح حال ابوبکر، ذکر وصیة أبي بکر.

(۱) «أنّ أبابکر حین حضره الموت أرسل إلی عمر یستخلفه. فقال الناس: تستخلف علینا فظاً غلیظاً و لو قد ولینا کان أفظ و أغلظ، فما تقول لربّك إذا لقیته و قد استخلفت علینا عمر؟». المصنف في الأحادیث و الآثار: ج ۸، ص ۵۷۴، کتاب المغازي، ما جاء في خلافة عمر بن الخطاب، حدیث ۱و تاریخ المدینة المنورة: ج ۲، ص ٦٧١، سیاق وصیة أبي بکر لعمر. «دخل طلحة بن عبیداللّٰه علی أبي بکر فقال: استخلفت علی الناس عمر و قد رأیت ما یلقی الناس منه و أنت معه فکیف به إذا خلا بهم و أنت لاق ربك فسائلك عن رعیتك؟». تاریخ الطبري: ج۲، ص ۳۵۵، حوادث سال ۱۳ هجری، ذکر أسماء قضاته و کتّابه و عمّاله علی الصدقات; الکامل في التاریخ: ج ۲، ص ۷۹، حوادث سال ۱۳ هجری، ذکر استخلاف عمر بن الخطاب; الطبقات الکبری: ج ۳، ص ۱۹۹، شرح حال ابوبکر، ذکر وصیة أبي بکر و أنساب الأشراف: ج ۱۰، ص ۸۸، وصیة أبي بکر في استخلاف عمر.

عثمان کو علی الاعلان خلیفہ نامزد نہ کرنے کی وجہ

عمر نے آخر علی الاعلان عثمان کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں منتخب کیا؟ اس کی کئی وجوہات ذکر ہوئی ہیں:

پہلی وجہ: چونکہ حضرت علیؑ اور ان کی شان و منزلت جو دین میں اور لوگوں کے درمیان ثابت تھی لہٰذا خود عمر اور دوسرے صحابہ بھی حضرتؑ کے علم و فضل کے معترف تھے اور چونکہ عمر خود احکام کو بیان کرنے میں ضعیف تھے اور قضاوت نہیں کر پاتے تھے لہٰذا اکثر اوقات حضرت علیؑ سے مدد طلب کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے عثمان کو صراحتاً خلیفہ منتخب کرنا عمر کے لیے مشکل ہو چکا تھا۔ اور اگر وہ وصیت میں بھی امام علیؑ کے علاوہ کسی اور کی خلافت کا اعلان کر دیتے تو لوگ اس وصیت کو قبول نہ کرتے۔ لہٰذا انہوں نے حضرت علیؑ کے نام کو ایک ہتھیار کے عنوان سے استعمال کرنے کا ارادہ کیا، تاکہ ایک شوریٰ کو تشکیل دے کر اور اپنے مطابق انتخابات کرا کے حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کر دیں۔

دوسری وجہ: اگر عمر واضح طور پر عثمان کو نامزد کر کے خلیفہ بنا دیتے تو پھر وہ مبانی اہل سنت جو خلافت ابو بکر کی مشروعیت کے قائل ہیں زیر سوال آجاتے اور حضرت علیؑ کی طرف سے پیش کیے گئے "جانشین پیغمبرؐ، خود پیغمبر اکرم ﷺ کے نصب کیے جانے سے معین ہوگا" جیسے استدلال کا ان کے پاس کوئی جواب نہ رہ جاتا۔ اسی لیے انہوں نے انتخاب خلافت کے لیے ایک نیا طریقہ ایجاد کر کے لوگوں کے ذہنوں کو وصایت کے نظریے سے ہی دور کر دیا۔

تیسری وجہ: چونکہ خلافت کو بلاواسطہ عثمان وامویوں کے حوالے کرنا (جو سالوں تک پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرتے رہے) مناسب کام نہ تھا اور چونکہ عثمان کو خلیفہ بنانے اور امویوں کے بر سر کار آنے سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا لہٰذا انہوں نے علی الاعلان عثمان کو خلیفہ بنانے سے پرہیز کیا۔[1]

---

(۱) «و قد يقول قائل: لو كان عمر يقصد بالشورى إيصال عثمان إلى الخلافة لكان بامكانه أن يوصي إليه كما أوصى أبوبكر لعمر و لم يكن أبوبكر أقوى من عمر في هذا المجال؟ و نجيب: بأن وجود علي عليه السلام و مكانته في المسلمين و ملكاته و علمه و موقعه في الدين و ظهور ضعف عمر في بيان الأحكام و في القضاء و حتى في العديد من سياساته و احتياجه المستمر إلى علي عليه السلام طيلة تلك السنوات إن ذلك قد جعل النص على عثمان مع وجود علي عليه السلام أمراً متعذراً و كيف يمكن ذلك و قد ظهر فضل علي عليه السلام على جميع الصحابة و عرف الناس أن غيره لايمكن أن يقاس به، فالجهر و التصريح بالوصية لغير علي عليه السلام أصبح غير مقبول لا من عمر و لا من غيره كما أن البناء على نقل الخلافة من السابق إلى اللاحق بالوصية و النص يبطل ما تشبثوا به لتصحيح خلافة أبي بكر و

اور امویوں کی اسلام اور رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ تاریخ صدرِ اسلام کا اگر تھوڑا سا بھی مطالعہ کیا جائے تو آپ کو بآسانی امویوں کی اسلام سے دشمنی کی کافی ساری دلیلیں مل جائیں گی۔

ان باتوں پر بہترین دلیل عمر ابن خطاب کی کعب الاحبار سے گفتگو بھی ہے۔ عمر ابن خطاب نے کعب الاحبار سے پوچھا: ”میرے بعد اس اسلامی امت کا خلیفہ اور رہبر کون شخص ہو گا؟ اس مسئلے پر تم یہودیوں کی پیش گوئی کیا ہے؟“ تو کعب الاحبار نے جواب دیا: ”پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد ابو بکر ہوں گے، پھر ان کے بعد عمر اور پھر ان کے بعد دشمنان پیغمبرؐ جو دین کے حوالے سے پیغمبر اکرم ﷺ سے جنگ کرتے رہے ہیں، مسند خلافت پر تخت نشین ہوں گے۔“(۱)

چوتھی وجہ: حضرت علیؑ خلافت کو اپنا حق مانتے تھے۔ بنی ہاشم اور پیغمبر اکرم ﷺ کے بزرگ صحابہ بھی خلافت کو علیؑ کا ہی حق مانتے تھے۔ اگر خلیفہ دوم عثمان کو خلیفہ بنا دیتے تو لوگوں میں اختلاف و بغاوت ایجاد ہو جاتی لہٰذا انہوں نے حضرت امام علیؑ کو اس طرح خلافت سے الگ کر دیا کہ لوگوں میں کوئی شورش و اختلاف پیدا نہ ہو سکا۔

خلیفہ دوم نے اپنے خاص منصوبے کے تحت حضرت علیؑ کو شوریٰ کا اس حساب سے شریک قرار دیا کہ علیؑ کو خلافت بھی نہ مل پائے اور لوگ بھی اعتراض کے لیے اپنا منھ نہ کھول پائیں۔ اعتراض کی صورت میں عمر کے پاس فوراً ایک جواب تیار تھا کہ میں نے تو علیؑ کو خلافت کے لیے منتخب کیا تھا، لیکن جب شوریٰ نے ہی ان کا انتخاب نہیں کیا تو میں کیا کر سکتا ہوں؟!

پانچویں وجہ: اگر وہ عثمان کو علی الاعلان خلیفہ نامزد کر دیتے تو پھر اس کے بعد علیؑ کو خلیفہ بننے میں کوئی مشکل در پیش نہ آتی بلکہ آئندہ وہ با آسانی خلیفہ بن جاتے۔ عمر نے شوریٰ میں علیؑ کے ساتھ پانچ اور لوگوں

يضعف منطقهم في مقابل علي عليه السلام الذي لم يزل يحتج عليهم بالنص من رسول اللهﷺ فلا بد من إعادة تلميع الصورة و صرف الأذهان عن النص. يضاف إلى ذلك: أن انتقال الأمر فجأة إلى الأمويين الذين دأبوا على محاربة الإسلام و أهله طيلة كل تلك السنين سوف يثير مخاوف أكثر الناس الذين ليس لهم موقع سلطوي». الصحيح من سيرة الإمام علي عليه السلام: ج ۱۵، ص ۹۱ - ۹۲، الفصل الثاني الخطة العمرية، لماذا لم يوص عمر لعثمان.

(۱) «قال: فإلى من يفضي الأمر تجدونه عندكم؟ قال: نجده ينتقل بعد صاحب الشريعة و الإثنين من أصحابه إلى أعدائه الذين حاربهم و حاربوه و حاربهم على الدين». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۸۱، نكت من كلام عمر و سيرته و أخلاقه، ذيل خطبه ۲۲۳.

کو شریک کر کے ان کے دل میں خلافت کا لالچ پیدا کر دیا اور انہوں نے بھی اپنے دل میں یہ سوچ لیا کہ ان کے اندر بھی خلیفہ بننے کی صلاحیت موجود ہے۔ لہٰذا بعد میں انہی لوگوں نے علیؑ کے مقابل میں آکر ایک فتنے کی آگ روشن کر دی۔ اگلی بحثوں میں انشاء اللہ ارکانِ شوریٰ کے دلوں میں موجود خلافت کے لالچ کے حوالے سے بیان کیا جائے گا۔

شوریٰ کی ترکیب، اس کے اہداف اور اس کے دلائل کی چھان بین

تعیین جانشین پر اشکالات اور خلیفہ کی آرزوئے خلافت کی چھان بین کے بعد اب ہم شوریٰ کے اہداف، اس کے دلائل اور اس کی ترکیب کا تجزیہ کریں گے اور ان پر اعتراضات پیش کریں گے۔

الف: شوریٰ پر دلیل

جناب خلیفہ! چھ لوگوں پر مشتمل ایک شوریٰ کو تشکیل دینے کے لیے آپ نے کون سے معیارات معین کیے تھے اور آپ کے پاس اس کی کیا کیا دلیلیں تھی؟ کن معیارات کے مد نظر شوریٰ خلیفہ کا انتخاب کرے گا؟

ممکن ہے شوریٰ کی تشکیل پر آپ کے دلائل یہ سب ہوں:

ممکن ہے کہ شوریٰ منصوص من اللہ ہو، یا شاید آپ نے جمہوریت کو بچانے کے لیے شوریٰ کو تشکیل دے دیا ہو یا پھر خلافت کی ذمہ داری کو اپنے ذمے نہ لینے کے لیے آپ نے شوریٰ بنا دیا ہو یا پھر ممکن ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کرنے کے لیے یہ شوریٰ تشکیل دیا ہو۔

ہم ان تمام دلیلوں کی چھان بین کریں گے تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ تشکیل شوریٰ کے پیچھے خلیفہ دوم کا کیا مقصد چھپا تھا۔

نص الٰہی

کتاب و سنت میں چھ لوگوں پر مشتمل اس شوریٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے، البتہ انہوں نے چند آیتوں کے ذریعے شوریٰ کی مشروعیت پر دلیلیں پیش کی ہے جنہیں ہم نے اس کتاب کے مقدمہ میں بیان کر دیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ان آیتوں کا، خلیفہ کو انتخاب کرنے والے اس شوریٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہاں اصل بات اس بات کو جاننا ہے کہ خود خلیفہ دوم کی نظر میں شوریٰ کے ذریعے خلیفہ کو منتخب کرنے پر کون سی دلیلیں تھی؟ اگر شوریٰ کے تمام واقعات اور تاریخ کو مد نظر رکھا جائے تو یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ تعیین خلیفہ کو شورائی کرنے پر آیت وروایت میں سے کوئی بھی دلیل عمر کے پاس موجود نہیں تھی۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ شوریٰ عمر کا شخصی نظریہ تھا، جس کے ذریعے وہ اپنے اہداف تک پہنچنا چاہتے تھے۔ عمر نے شوریٰ کی مشروعیت ثابت کرنے کے لیے لوگوں کے سامنے کہا: "ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ شرھا و ان بیعۃ عمر کانت عن غیر مشورۃ و الامر بعدی شوری۔"(۱) خلیفہ کے اس استدلال پر کوئی بھی آیت وروایت بطور دلیل نہیں ملتی ہے۔

خلیفہ کو منتخب کرنے کا صحیح طریقہ اگر شوریٰ ہی ہے، اور آپ نے خود اپنی اور ابو بکر کی خلافت کے نامعتبر ہونے کا اعتراف کیا ہے اور اسے بڑی غلطی سے تعبیر کیا ہے تو اب جبکہ ان کی غلطی آشکار ہو ہی گئی ہے تو پھر اب مسلمانوں کو ان دونوں کی خلافت کو ماننے اور ان کی پیروی کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اب چاہیے کہ مسلمان پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد قانونی طور پر عثمان کے شرعی طور خلیفہ ہونے کے قائل ہو جائیں۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ عثمان خلیفہ بنے ہی اس لیے تھے کہ انہوں نے عبد الرحمٰن کی اس شرط کو قبول کیا تھا کہ وہ سیرت شیخین کی اتباع کریں گے جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ شیخین کی تبعیت لازم ہی نہیں ہے تو خود بخود عبد الرحمٰن کی یہ شرط بھی باطل ہو جاتی ہے، لہٰذا جب شرط باطل ہو گئی تو عثمان کی خلافت بھی خود بخود باطل ہو جاتی ہے۔

اگر خلافت کی تعیین شوریٰ کے ذریعہ ہی ہونی چاہیے تو پھر آپ نے سقیفہ میں خلیفہ شوریٰ کے ذریعہ کیوں نہیں انتخاب کیا؟ وہاں پر اپنا سارا زور ابو بکر کو خلیفہ بنانے میں کیوں لگاتے رہے؟ چلیں بہر حال جب آپ خلیفہ بنا بھی دیے گئے تو آپ نے خود خلافت کو کیوں نہیں چھوڑ دیا؟ اور اس کی اصلاح کے لیے آپ نے خلافت

---

(۱) ابو بکر کی بیعت اچانک تھی جو ایک اشتباہ تھا، میری بیعت بھی بنا کسی مشورت کے تھی، میرے بعد خلافت کی تعیین کی ذمہ داری شوریٰ کے حوالے ہو گی۔ أنساب الأشراف: ج ٦، ص ١١٩، أمر الشوری و بیعۃ عثمان.

کا فیصلہ شوریٰ کے حوالے کیوں نہیں کر دیا؟ کیا آپ نے خود یہ نہیں فرمایا تھا کہ مشورت کیے بنا اگر کوئی کسی کو اپنی خلافت کی طرف دعوت دے تو اس انسان سے جنگ کرو؟(۱)

پس جب خود خلیفہ دوم اور ان کے ہم فکر لوگوں نے سقیفہ برپا کر دیا، خود ابو بکر نے عمر کو بنا کسی مشورت کے خلیفہ معین کر دیا، خود عمر نے شوریٰ کو چھ لوگوں میں محدود کر کر تمام اختیارات عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیے اور بقول عمر کے یہ تمام لوگ قتل کے مستحق تھے تو ان تمام باتوں سے تو یہی سمجھ آتا ہے کہ عمر کی یہ ساری باتیں علیؑ کو خلیفہ نہ بنانے کے لیے تھیں۔ اگر علیؑ خلافت کا دعویٰ کر بھی لیتے تو لوگ ان سے مقابلہ کرتے اور ان سے جنگ پر آمادہ ہو جاتے۔

جمہوریت

کیا واقعاً عمر نے ڈیموکریسی یعنی جمہوریت کو بچانے کے لیے شوریٰ کا راستہ اپنایا؟ کیا شوریٰ کی اصل وجہ ڈیموکریسی کی محافظت تھی؟

اگر عمر کے سیرت اور ان کے حکومت کرنے کے طریقوں پر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ ان کی حکومت کی بنیاد ان کے غصے اور خوف پر قائم تھی۔ انشاء اللہ آنے والی ابحاث میں ہم تفصیلاً بیان کریں گے کہ عمر تو اصلاً جمہوریت کے قاعدے سے ہی انجان تھے۔ ان کے نزدیک حکومت کی بنیاد ڈیموکریسی نہیں تھی بلکہ تانا شاہی تھی، چنانچہ جب مسلمانوں نے عثمان پر حملہ کر دیا تو انہوں نے منبر پر جا کر کہا:

خدا کی قسم اے مہاجرین و انصار! تم جو آج میری خامیاں اور عیوب نکال رہے ہو، تم سب نے وہ تمام عیوب اور خامیاں عمر کے دوران حکومت میں بھی دیکھی ہیں۔ انہوں نے تمہارے ساتھ اتنی سختی کی،

---

(۱) «عن المعرور بن سوید أن عمر قال: من دعا إلی إمارة لنفسه من غیر مشورة المسلمین فلا یحل لکم إلا أن تقاتلوه». تاریخ المدینة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۶، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری. «عن عمر قال: لا بیعة إلا عن مشورة». تاریخ المدینة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۳، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری.

تمہیں اتنا ذلیل و رسوا کیا، لیکن تم میں سے کسی میں اتنی سی بھی ہمت نہیں تھی کہ ان کو ان کی غلطی بتا سکے حتی کہ کوئی اس کی طرف اشارہ بھی کر سکے۔"[۱]

طبری نے نقل کیا ہے کہ عثمان نے کہا: "خدا کی قسم تم نے میری خامیاں اور عیوب تلاش کر لیے، جبکہ وہی تمام عیوب تم نے عمر میں بھی دیکھے تھے، لیکن چونکہ وہ تمہیں اپنی جوتی کے نیچے رکھتے تھے، تم پر ہاتھ اٹھا دیا کرتے تھے اور تمہیں اپنی زبان سے ذلیل و خوار کیا کرتے تھے لہٰذا تم سب نہ چاہتے ہوئے بھی ان سے خوفزدہ رہتے تھے۔"[۲]

اس شوریٰ میں بھی در اصل نہ رائے کی آزادی تھی اور نہ اس میں کوئی حقیقی انتخاب تھا کیونکہ:

اولاً: اس انتخاب میں امت یعنی لوگوں کی کوئی جگہ ہی نہیں تھی۔ اس میں صرف چھ لوگوں کو ہی رائے اور فیصلے کا حق تھا۔

ثانیاً: ان چھ افراد کو بھی لوگوں نے منتخب نہیں کیا تھا، بلکہ یہ تمام کسی ایک فرد کے ذریعے ہی منتخب کیے گئے تھے۔

ثالثاً: ان سے بہتر افراد بھی موجود تھے مگر انہیں اس شوریٰ میں شرکت کی اجازت نہ تھی۔

رابعاً: عبد الرحمٰن کے فیصلے کی مخالفت پر قتل کی دھمکی اشارہ کرتی ہے کہ اس شوریٰ کا فیصلہ اور اس کا نتیجہ کسی ایک انسان کے ہاتھ میں تھا۔

یہ آخری علت شوریٰ کے ڈیموکریٹک نہ ہونے پر بہترین دلیل ہے۔ بالفرض اس شوریٰ کو ان کے نظریے کے مطابق ڈیموکریٹک مان بھی لیں تو پھر اس میں قتل کی دھمکی دینے جیسا عمل تو ڈیموکریسی سے تال میل نہیں کھاتا۔ چلیں مان بھی لیں کہ یہ شوریٰ حقیقی معنوں میں انتخاب ہی تھا تو پھر ان چھ لوگوں کو چاہیے تھا کہ بالکل آزاد ہو کر خلیفہ کا انتخاب کریں۔ مگر اس انتخاب میں قتل کی دھمکی دینے کا کیا مطلب ہے؟ عبد الرحمٰن

---

(۱) «قال: لما أنكر الناس على عثمان بن عفان صعد المنبر، فحمد اللّٰه و أثنى عليه، ثم قال: أما بعد، فإن لكل شيء آفة... أما واللّٰه يا معشر المهاجرين و الأنصار! لقد عبتم عليّ أشياء و نقمتم أمورا قد أقررتم لابن الخطاب مثلها و لكنه وقمكم و قمعكم و لم يجترئ أحد يملأ بصره منه و لايشير بطرفه إليه». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص۲۸، ذكر الإنكار على عثمان.

(۲) «ألا فقد واللّٰه عبتم علي بما أقررتم لابن الخطاب بمثله و لكنه وطئكم برجله و ضربكم بيده و قمعكم بلسانه فدنتم له على ما أحببتم أو كرهتم». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۶۴۵، حوادث سال ۳۴ هجرى، ذكر ما كان فيها من الأحداث المذكورة; أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۷۵ - ۱۷۶، مسير أهل الأمصار إلى عثمان و البداية و النهاية: ج ۷، ص ۱۷۶، حوادث سال ۳۴ هجرى.

کے فیصلے کی مخالفت پر قتل کی دھمکی دینا اور انتخاب کی جگہ پر اسلحہ سے سجے ہوئے سپاہیوں کو تعینات کر دینا کیا یہ سب تاناشاہی نہیں ہے؟ یہ سب کیا عمر کے سخت گیر اور تند خو ہونے کی تفسیر نہیں ہے؟

خلیفہ کی تعیین اور ذمہ داری کا سلب ہونا

جیسا کہ پہلے حصے میں گزر چکا ہے کہ عمر نے کہا تھا: "اگر میں علیؑ کو خلیفہ بنا دوں تو وہ یقیناً لوگوں کو راہِ ہدایت کی طرف رہنمائی کریں گے۔" عبد اللہ نے عمر سے پوچھا: "تو پھر آپ انہی کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟" تو عمر نے جواب دیا: "میں نہیں چاہتا کہ خلافت کے بوجھ کو اپنی زندگی میں بھی اپنے ذمے رکھوں اور اپنی زندگی کے بعد بھی۔"[۱]

عمر کی یہ بات شوریٰ کی اصل وجہ اور اس کی بنیاد نہیں بن سکتی کیونکہ یہ کوئی قانع کنندہ دلیل نہیں ہے:

اوّلاً: یہ کہ آپ جو ابو بکر کے بعد خلافت کو قبول کر کے مسلمانوں کے خلیفہ بن گئے اور خلافت کی ذمہ داری کو اپنے دوش پر اٹھا لیا اور جس طرح آپ کو آپ کے نزدیکی افراد اور صحابہ نے نصیحتیں کیں کہ لوگوں کو بغیر رہبر و سرپرست کے یوں ہی نہ چھوڑ جائیں! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ لوگوں کو اس طرح سے بغیر رہبر چھوڑ دینا بذاتِ خود ایک ذمہ داری ہے اور یہ ایسی ذمہ داری ہے جو تا روز قیامت آپ کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اس دوران مسلمانوں نے اگر آپ پر بھروسہ کرتے ہوئے کوئی بھی عمل انجام دیا تو اس کے ذمہ دار بھی آپ ہی ہوں گے۔ پس اگر آپ اس بار ذمہ داری سے رہا ہونا ہی چاہتے تھے تو آپ کو پہلے ہی خلافت کو قبول نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ اپنے بعد اپنے جانشین کی تعیین کی ذمہ داری خود آپ کے اپنے خلافت کی قبولیت سے زیادہ بڑی ذمہ داری نہیں ہے۔

ثانیاً: ذمہ داری سے پیچھا چھڑانے کے لیے آپ نے خلیفہ منتخب نہیں کیا اور اس انتخاب کو آپ نے شوریٰ کے حوالے کر دیا تو کیا یہ شوریٰ کا تشکیل دینا آپ کے لیے ذمہ داری نہیں لاتا؟ اس شوریٰ کے نتائج اور

---

(۱) «فلما خرجوا من عند عمر قال عمر: لو ولّوها الأجلح سلك بهم الطريق. فقال له ابن عمر: فما يمنعك يا أميرالمؤمنين؟ قال: أكره أن أتحملها حيا و ميتا». الطبقات الكبرى: ج ٣، ص ٣٤٢، شرح حال عمر، ذكر استخلاف عمر و أنساب الأشراف: ج ٦، ص ١٢٠، أمر الشورى و بيعة عثمان.

اس کے اثرات کے کیا آپ ذمہ دار نہیں ہوں گے؟ پھر آپ نے کیسے ان چھ لوگوں کا انتخاب کر لیا اور اس ذمہ داری کے بوجھ کو اپنے سر لے لیا؟

سید مرتضیٰ بیان فرماتے ہیں:

''آپ نے پہلے تو یہ فرمایا کہ میں کسی کی ذمہ داری اپنے ذمے نہیں لوں گا، لیکن پھر اس کے بعد آپ نے شوریٰ تشکیل دے دیا۔ پس یہاں ایک کو انتخاب کرنے اور چھ لوگوں کو انتخاب کرنے میں کیا فرق ہے؟ بالآخر آپ ذمہ دار تو ہو ہی گئے۔ یعنی شوریٰ کے بعد جو کچھ بھی ہو اس سب کے ذمہ دار آپ ہی ہوں گے۔''[۱]

کیا آپ کے سامنے علیؑ کو منتخب کرنے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں تھا جو بالآخر آپ نے شوریٰ کی طرف رخ کیا؟ علیؑ کو خلافت سے دور کرنے کے لیے کیا آپ کی آخری چال شوریٰ نہیں تھا؟

ثالثاً: جب آپ کو یقین تھا کہ حضرت علیؑ لوگوں کو صراط مستقیم ہی کی طرف ہدایت فرمائیں گے، تو پھر آپ کو یہ حق کس نے دے دیا تھا کہ آپ لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت پانے سے روکیں، جبکہ آپ پر تو یہ لازم تھا کہ آپ لوگوں کے سامنے واضح طور پر خلافت امام علیؑ کا اعلان کر دیتے۔ لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والے انسان کی خلافت کا اعلان نہ کرنا، مسلمانوں پر ظلم کرنا، ان کے حق میں کوتاہی کرنا اور ان کے حقوق کو پامال کرنا ہے۔

رابعاً: آپ تو ذمہ داری ہی قبول کرنا نہیں چاہتے تھے تو پھر آپ نے یہ وصیت کیسے کر دی کہ آپ کے حکومتی ملازمین اور عمّال حضرات ایک سال تک اپنے اپنے مقام پر باقی رہیں گے؟ یہ وصیت آپ نے کس بنیاد پر کی؟ کیا آپ کے پاس اس وصیت پر کوئی شرعی و قانونی دلیل ہے؟

ابن سعد نقل فرماتے ہیں:

---

(۱) «و مما تضمنته قصه الشورى من المطاعن أنه قال: لا أتحملها حيا و ميتا و هذا كان علة عدوله عن النص على واحد بعينه، فهو قول متلمس متخلص، لايفتات على الناس في آرائهم، ثم نقض هذا بأن نص على ستة من بين العالم كله، ثم رتب العدد ترتيباً مخصوصاً يؤول إلى أن اختيار عبدالرحمن هو المقدم و أيّ شيء يكون التحمل أكثر من هذا! و أيّ فرق بين أن يتحملها بأن ينص على واحد بعينه وبين أن يتحملها بما فعله من الحصر و الترتيب». موسوعة الشريف المرتضى (الشافي في الإمامة): ج ۹، ص ۲۰۵، قصة الشورى و خروج عمر بها عن الاختيار و النص معا و شرح نهج البلاغة: ج ۱۲، ص۲٦۰، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳، به نقل از سيد مرتضى.

"عمر ابن خطاب نے وصیت کی کہ ایک سال تک ان کے سرکاری ملازمین اور عمّال حضرات اپنی جگہ اور اپنے کام پر باقی رہیں گے اور عثمان نے بھی انہیں ایک سال تک ان کے کام پر باقی رکھا۔"[1]

ابن کثیر نقل فرماتے ہیں:

"عثمان نے، مغیرہ بن شعبہ کو ایک سال تک کوفہ میں صرف عمر کی وصیت کی وجہ سے باقی رکھا اور ایک سال بعد اسے معزول کر دیا۔"[2]

آخر کیسے آپ نے اپنے سرکاری ملازمین کو ایک سال تک ان کے اپنے عہدوں پر باقی رکھنے کی وصیت کر کے اپنی حیات کے بعد بھی ان کی ذمہ داری اپنے ذمے لے لی؟ کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ بار خلافت کو میں اپنی حیات کے بعد اپنے ذمے نہیں لینا چاہتا؟ آپ کا یہ کہنا کیا علیؑ کی خلافت کے اعلان سے بچنے کا محض ایک بہانہ نہیں تھا؟

کیا خلیفہ دوم اس شخص کی خلافت کی ذمہ داری اپنے ذمہ نہیں لینا چاہتے تھے، جو لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت کرنے والا تھا؟ کیا وہ اس کی ذمہ داری کو قبول کرنے سے احتیاط کر رہے تھے جس نے بیت المال اور تمام امور مسلمین کو امویوں کے حوالے کر دیا اور آخر کار اپنی بدعتوں کی وجہ سے صحابہ کے ہاتھوں مارا گیا؟ کیا ایسے شخص کی خلافت کی ذمہ داری قبول کرنے میں احتیاط کی ضرورت نہ تھی؟

خامساً: آپ نے خلافت کی ذمہ داری کو مرنے کے بعد اپنے ذمے نہ لیتے ہوئے اگرچہ خلیفہ معین نہیں کیا لیکن آپ نے شوریٰ کو تشکیل دے دیا جس کا نتیجہ اور اثرات زیادہ خطرناک تھے۔ لہٰذا اس سب کے ذمہ دار آپ ہی ہوں گے۔ اب ہم شوریٰ کے چند خطرناک نتائج کی طرف اشارہ کریں گے۔

---

(۱) «قال: أخبرنا محمد بن عمر قال: أخبرنا ربيعة بن عثمان أن عمر بن الخطاب أوصى أن تقر عماله سنة فأقرهم عثمان سنة». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۵۹، ذكر استخلاف عمر.

(۲) «و قال الواقدي: فيما ذكره عن زيد بن أسلم عن أبيه أن عمر أوصى أن تقر عماله سنة، فلما ولي عثمان أقر المغيرة بن شعبة على الكوفة سنة، ثم عزله، و استعمل سعدا ثم عزله و ولي الوليد بن عقبة بن أبي معيط». البداية و النهاية: ج ۷، ص ۱۵۵، حوادث سال ۲۴ هجرى، خلافة أميرالمؤمنين عثمان بن عفان.

پہلا خطرناک نتیجہ: امت اسلامی کے درمیان اختلافات

شوریٰ کے تشکیل پاتے ہی لوگوں کے درمیان اختلافات کا بیج بو دیا گیا اور لوگوں میں دشمنی کی ایک فضا آمادہ ہو گئی۔ وہ افراد جن میں خلیفہ بننے کی کوئی صلاحیت بھی نہ تھی، ان کے بھی دل میں یہ بات ڈال دی گئی کہ بھائی آپ بھی خلیفہ بن سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ یہ شوریٰ ہی واحد وجہ تھی جس کی وجہ سے چند افراد خلافت و حکومت کی فکر میں ڈوب گئے اور بعد میں اختلافات برپا کرنے کی وجہ ان کے ہاتھ لگ گئی؛ جس کا نتیجہ جنگ جمل اور دوسرے جنگوں کی شکل میں سامنے آیا۔ شوریٰ سے پہلے تک زبیر کا نعرہ تھا: ''خدا کی قسم! اگر خلیفہ دوم کی موت ہو جائے تو میں علیؑ کی بیعت کروں گا۔''[۱] آخر کیا وجہ تھی کہ اسی شخص نے علیؑ کی مخالفت میں پرچم بلند کر لیا اور امامؑ کے مقابلے میں آن کھڑا ہوا؟ واقعہ جنگ جمل میں طلحہ امامؑ کے ساتھ صف میں کھڑا امامؑ ہی کو خلافت کا مستحق مانتا تھا، لیکن اس کے باوجود اس کا کہنا تھا: ''چھ لوگوں کی اس شوریٰ میں سے ہم چار افراد ابھی باقی ہیں، جن میں سے میں، زبیر، اور سعد ابن ابی وقاص ہم سب آپ کی حکومت کے خلاف ہیں۔''[۲]

ابن ابی الحدید، محمد ابن سلیمان حاجب سے منقول ایک روایت تحریر فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عمر نے خلافت کو شوریٰ کے حوالے کر دیا اور کسی خاص شخص کو خلافت کے لیے معین نہیں کیا۔ یہی وجہ تھی کہ تمام چھ کے چھ افراد اپنے دل میں خلافت کا لالچ لیے خود کو خلافت کے لائق سمجھنے لگے تھے۔ اور ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے خلافت کی ہوس جاگ گئی تھی۔''[۳]

معاویہ بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

---

(۱) «بلغني أن عمر بن الخطاب أراد الخطبة يوم الجمعة... ثم قال: بلغني أن الزبير قال: لو قد مات عمر بايعنا عليا و إنما كانت بيعة أبي بكر فلتة». أنساب الأشراف: ج۲، ص ۲۶۱ - ۲۶۲، أمر السقيفة.

(۲) «فقال طلحة: يا هذا! كنا في الشورى ستة مات منا واحد و قتل آخر، فنحن اليوم أربعة كلنا لك كاره». كتاب سليم ين قيس الهلالي: ج ۲، ص ۸۰۰، الحديث التاسع و العشرون.

(۳) «و أما السبب الثاني في الاختلاف في أمر الإمامة فهو: إن عمر جعل الأمر شورى بين الستة و لم ينص على واحد بعينه، إما منهم أو من غيرهم، فبقي في نفس كل واحد منهم أنه قد رشح للخلافة و أنه أهل للملك و السلطنة، فلم يزل ذلك في نفوسهم و أذهانهم مصوراً بين أعينهم مرتسما في خيالاتهم». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۲۸، أسباب المنافسة بين عليّ و عثمان، ذيل خطبه ۱۳۵.

"اگر عمر بلاواسطہ عثمان کو منتخب کر لیتا تو پھر کوئی اختلاف ہی نہ ہو پاتا اور نہ یہ چھ افراد خلافت کا لالچ کر پاتے۔"[(۱)]

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں:

"سعد ابن ابی وقاص کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی کہ وہ خود کو حضرت کے مقابل لا کھڑا کرتا، لیکن چونکہ عمر نے اسے شوریٰ میں شریک کیا تھا لہٰذا اس کے دل میں بھی خلافت کا لالچ پیدا ہو گیا۔"[(۲)]

معاویہ نے بھی یزید کی بیعت کے لیے سب سے پہلے ان لوگوں کو راستے سے ہٹایا جو خود کو خلافت کے لائق مانتے تھے۔ ان میں سے ایک سعد کا بھی نام ہے جسے معاویہ نے مروایا چونکہ وہ شوریٰ کا واحد انسان تھا جو اب تک زندہ تھا اور خود کو خلافت کے لائق مانتا تھا۔[(۳)]

اسی سوء استفادہ کے لیے عمرو ابن عاص بھی شوریٰ میں شرکت کے لیے مصر تھا لیکن عمر نے اسے شرکت کی اجازت نہیں دی۔[(۴)] جب جلسہ منعقد ہوا تو اس وقت عمرو ابن عاص، مغیرہ ابن شعبہ کے ہمراہ دروازے کے پیچھے آ کر بیٹھ گیا لیکن سعد نے ان کے طرف پتھر پھینک کر انہیں وہاں سے بھگا دیا اور ان سے کہا:

"تم لوگوں سے یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ تم بھی شوریٰ کے اس جلسے میں حاضر تھے اور اہل شوریٰ میں سے تھے۔"[(۵)]

---

(۱) «ذكروا أن زيادا أوفد بن حصين على معاوية، فأقام عنده ما أقام... و استخلف عمر فعمل بمثل سيرته، ثم جعلها شورى بين ستة نفر، فلم يكن رجل منهم إلا رجاها لنفسه و رجاها له قومه و تطلعت إلى ذلك نفسه: و لو أن عمر استخلف عليهم كما استخلف أبوبكر ما كان في ذلك اختلاف». العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۶۵، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان.

(۲) «فقال: أما سعد بن مالك فسبب قعوده عن نصرة أميرالمؤمنينعليه السلام الحسد له و الطمع كان منه في مقامه الذي يرجوه فلما خاب من أمله حمله الحسد على خذلانه و المباينة له في الرأي قال و الذي أفسد سعدا طمعه فيما ليس له بأهل و جرأة على مسامات أميرالمؤمنين بإدخال عمر بن الخطاب إياه في الشورى و تأهيله إياه للخلافة و إيهامه لذلك أنه محل الإمامة فقدم عليه و أفسد حاله في الدنيا و الدين حتى خرج منها صفرا مما كان يرتجيه». الجمل: ص ۹۷، كلام بعض العلماء في ذكر أسباب تخلّف القوم.

(۳) المعجم الكبير: ج ۳، ص ۷۱، بقية اخبار الحسن بن عليؑ عنهما، ح ۲۶۹۵، مقاتل الطالبين: ص ۳۱، مقاتل الطالبين: ص ۴۸/۴۷، الحسن ابن علیؑ۔

(۴) «و في رواية الواقدي أنّ عمرو بن العاص تطاول ليدخل في الشورى فقال له عمر: اطمئن كما وضعك اللّه، لا أجعل فيها أحدا حمل السلاح على نبي اللّه». أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۲۲، أمر الشورى و بيعة عثمان.

(۵) «و جاء عمرو بن العاص و المغيرة بن شعبة فجلسا بالباب فحصبهما سعد و أقامهما و قال: تريدان أن تقولا حضرنا و كنا في أهل الشورى». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۲، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۷، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

دوسرا خطرناک نتیجہ: امویوں کے برسرکار آنے کے لیے زمین کا ہموار ہونا

شوریٰ کے تشکیل پانے سے شجرہ ملعونہ[۱] اور دشمنان علیؑ کو حرکت میں آنے کا موقع ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس بات کی تائید کے لیے کتاب کے اگلے حصے میں انشاء اللہ تاریخ سے کچھ مثالیں پیش کی جائیں گی۔ اس کتاب کے آخر میں انشاء اللہ ہم اموی حکومت اور ان کے مظالم پر تھوڑی روشنی ڈالیں گے۔

امویوں نے جتنے بھی مظالم اسلام پر ڈھائے ہیں ان تمام کی ذمہ داری قطعا عمر کے سر جاتی ہے، اور اس ذمہ داری سے عمر کبھی اپنا دامن نہیں چھڑا سکتے ہیں۔

تیسرا خطرناک نتیجہ: بدعتوں کی ایجاد

خود عمر کے زمانے میں ایسی بدعتیں ایجاد ہوئی ہیں جن کی ذمہ داری خود عمر نے اپنے سر لی ہے۔ پھر عمر نے شوریٰ اور اس کے نتائج کے ذریعے اور عثمان اور امویوں کے ہاتھوں بہت سی نئی بدعتوں کو اسلام میں داخل کیا کہ جس کی ذمہ داری بھی قطعی طور پر عمر کے سر جاتی ہے جس سے عمر خود کو کبھی بچا نہیں سکتے۔ جیسا کہ حضرت امام علیؑ نے شوریٰ کے حوالے سے فرمایا تھا:

"میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ عثمان کا انتخاب کریں گے اور پھر وہ دین میں ڈھیروں بدعتیں ایجاد کرے گا۔"[۲]

ہم عثمان کی ایجاد کردہ چند بدعتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

---

(۱) «قال رسول اللهؐ: أريت بني أمية على منابر الأرض و سيتملّكونكم، فتجدونهم أرباب سوء و اهتم رسول اللهؐ لذلك، فانزل الله وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ . «عن الحسين بن علي عليه السلام إنّ رسول اللهؐ أصبح و هو مهموم، فقيل: ما لك يا رسول الله؟ فقال: إني رأيت في المنام كأن بني أمية يتعاورون منبري هذا. فقيل: يا رسول الله! لاتهتهم فانّها دنيا تنالهم. فأنزل الله: وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ۵، ص ۲۷۱، سوره إسراء، ذيل آيه ۶۰ و روح المعاني في تفسير القرآن العظيم و السبع المثاني: ج ۱۵، ص ۱۳۷، سوره إسراء، ذيل آيه ۶۰

(۲) «فقال عليه السلام: أما إني أعلم أنهم سيولون عثمان و ليحدثن البدع و الأحداث». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص۱۹۲، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳.

عثمان ہی وہ پہلا انسان ہے جس نے خطبہ کو نماز عید فطر اور نماز عید قربان پر مقدم کیا، چونکہ اسے لگتا تھا کہ اگر نماز پہلے پڑھ لی جائے اور پھر خطبہ دیا جائے تو لوگ نماز میں شریک نہیں ہوں گے۔[۱] جبکہ پیغمبر اکرم ﷺ اور ابو بکر و عمر یقیناً پہلے نماز ادا کیا کرتے تھے پھر خطبہ دیا کرتے تھے۔[۲]

عثمان کی دیگر بدعتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے روز جمعہ اذان کا اضافہ کر دیا تھا۔ بخاری نقل کرتے ہیں:

"پیغمبر اکرم ﷺ و ابو بکر و عمر کے زمانے میں جمعہ کے دن اذان اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام جمعہ منبر پر بیٹھ جایا کرتے تھے، لیکن عثمان نے اس اذان کے علاوہ ایک اور اذان کا اضافہ کر دیا۔"[۳]

بلاذری نقل فرماتے ہیں:

"عثمان نے اپنی خلافت کے ساتویں سال اس بدعت کو ایجاد کیا، لیکن لوگوں نے بھی اسے بدعت کہہ کر اس پر اعتراض کیا۔[۴] عبد اللہ ابن عمر بھی اس اذان کو بدعت مانتا تھا۔"[۵]

ابن حجر عسقلانی، ابن عمر کی بات کی توجیہ پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) «حدثنا حميد قال: سألت الحسن: من أول من خطب قبل الصلاة؟ فقال: عثمان بن عفان صلى بالناس ثم خطبهم فرأى ناسا كثيرا لم يدركوا الصلاة، ففعلوا ذلك». المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۸، ص ۳۵۳، كتاب الأوائل، باب أول ما فعل و من فعله، ح ۲۵۴ و فتح الباري بشرح صحيح البخاري: ج ۲، ص ۵۲۴، كتاب العيدين، باب المشي و الركوب إلى العيد بغير أذان و لا إقامة، ذيل حديث ۹۶۱. «قال أبوعمر: قد اختلف في أول من خطب قبل الصلاة فقيل: عثمان بن عفان و هو الصحيح إن شاء اللّٰه عن عثمان». الاستذكار: ج ۲، ص ۳۸۲، كتاب العيدين، باب الأمر بالصلاة قبل الخطبة في العيدين.

(۲) «عن نافع عن ابن عمر قال كان رسول اللّٰه ﷺ و أبوبكر و عمر يصلون العيدين قبل الخطبة». صحيح البخاري: ص۱۹۶، كتاب العيدين، باب الخطبة بعد العيد، ح ۹۶۳ و صحيح مسلم: ص ۳۹۷، كتاب صلاة العيدين، باب في الصلاة قبل الخطبة في العيدين، ح ۲۰۴۹.

(۳) صحیح بخاری، ص ۱۸۶، کتاب الجمعه، باب الاذان یوم الجمعه، ح ۹۱۲، ۹۱۳ و ۹۱۶

(۴) «عن السائب بن يزيد قال: كان رسول اللّٰه ﷺ إذا خرج للصلاة أذّن المؤذّن ثم يقيم و كذلك كان الأمر على عهد أبي بكر و عمر و في صدر من أيّام عثمان ثم إنّ عثمان نادى النداء الثالث في السنة السابعة فعاب الناس ذلك و قالوا: بدعة». أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۵۰، أمر عثمان بن عفان، ما أنكروا من سيرة عثمان، أمر الحمى و غيره.

(۵) «حدثنا وكيع قال حدثنا بن الغاز قال: سألت نافعا مولى ابن عمر الأذان الأول يوم الجمعة بدعة؟ فقال ابن عمر: بدعة». المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۲، ص ۴۸، كتاب الجمعة، باب الأذان يوم الجمعة، حديث ۳.

بدعت سے مراد ایسا کام جو پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں نہ ہو۔ بعض بدعتیں حسن اور نیک ہوتی ہیں مثلاً عثمان کی یہ بدعت کہ جس سے اس نے نیک ارادہ کیا اور لوگوں کو جمع کرنے کی غرض سے اس بدعت کو شروع کیا۔[1] اس بات سے غافل رہ کر کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: "ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستہ آتش جہنم ہے۔"[2]

عثمان کی ایجاد کردہ بدعتوں میں سے ایک بدعت گھوڑوں پر زکوٰۃ وصول کرنا بھی ہے، جس پر صحابہ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: "غلام اور گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔"[3]

عثمان کی بدعتوں میں سے ایک، منیٰ میں مکمل نماز ادا کرنا بھی ہے، جبکہ پیغمبر اکرمؐ، ابو بکر و عمر حتیٰ کہ عثمان نے بھی اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں منیٰ میں نماز قصر پڑھتے تھے۔[4]

صحابہ نے اس پر شدید اعتراض بھی کیا، اور ان اعتراض کرنے والوں میں سے ایک خود حضرت علیؑ بھی تھے۔ آپؑ نے عثمان سے کہا: "پیغمبر اکرمؐ کی سنت یہ تھی کہ آپؐ منیٰ میں نماز دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ ابو بکر و عمر حتیٰ کہ تم نے بھی اپنی خلافت کے ابتدائی زمانے میں دو رکعتیں ہی پڑھی ہیں۔ پھر اس سال تم

---

(۱) «من طريق ابن عمر قال: الأذان الأول يوم الجمعة بدعة فيحتمل أن يكون قال ذلك على سبيل الإنكار و يحتمل أنه يريد أنه لم يكن في زمن النبيؐ و كل ما لم يكن في زمنه يسمى بدعة لكن منها ما يكون حسنا و منها ما يكون بخلاف ذلك و تبين بما مضى أن عثمان أحدثه لإعلام الناس بدخول وقت الصلاة قياسا على بقية الصلوات فألحق الجمعة بها و أبقى خصوصيتها بالأذان بين يدي الخطيب». فتح الباري بشرح صحيح البخاري: ج ۲، ص ۴۵۸، كتاب الجمعة، باب الأذان يوم الجمعة، ذيل حديث ۹۱۲.

(۲) «عن جابر بن عبدالله قال: كان رسول اللهؐ يقول في خطبته... و كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في النار». سنن النسائي: ص ۳۳۸، كتاب صلاة العيدين، باب كيف الخطبة، ح ۱۵۷۷ و حلية الأولياء و طبقات الصفياء: ج ۳، ص ۱۸۹، شرح حال محمد بن علي الباقر، ش ۲۳۵.

(۳) «عن الزهري انّ عثمان كان يأخذ من الخيل الزكاة، فأنكر ذلك من فعله و قالوا: قال رسول اللهؐ: عفوت لكم عن صدقة الخيل و الرقيق». أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۳۵، أمر عثمان بن عفان، ما أنكروا من سيرة عثمان. «أن ابن شهاب أخبره أن عثمان كان يصدق الخيل». المصنف: ج ۴، ص ۳۵، كتاب الزكاة، باب الخيل، ح ۶۸۸۸ و المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۳، ص ۴۳، كتاب الزكاة، ما قالوا في زكاة الخيل، ح ۷. «عن أبي هريرة قال: قال رسول اللهؐ: ليس على المسلم في فرسه و غلامه صدقة». صحيح البخاري: ص۲۹۷، كتاب الزكاة، باب ليس على المسلم في فرسه صدقة، ح ۱۴۶۳.

(۴) «عن عبد الله قال: صليت مع النبيؐ بمنى ركعتين و أبي بكر و عمر و مع عثمان صدرا من إمارته ثم أتمها». صحيح البخاري: ص ۲۲۱، كتاب تقصير الصلاة، باب الصلاة بمنى، ح ۱۰۸۲ و صحيح مسلم: ص ۳۲۵، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب قصر الصلاة بمنى، ح ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰ و ۱۵۹۱.

نے چار رکعت کیوں پڑھی ہے جبکہ کوئی خاص اتفاق بھی نہیں ہے؟" عثمان کو معلوم نہیں تھا کہ وہ اس کے جواب میں کیا کہیں، لیکن پھر بھی کہا: "میری رائے اور میرا نظریہ یہی ہے۔" عبدالرحمٰن نے بھی اعتراض کرتے ہوئے کہا: "یہ خلاف سنت ہے۔" لیکن عثمان نے ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میرا ایہی نظریہ ہے۔"(۱)

حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کرنے کی سازش

اگر تمام قرائن وشواہد پر غور کیا جائے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ شوریٰ حضرت علیؑ کو مسند خلافت پر نہ بٹھانے اور انہیں خلافت سے دور کرنے کی ایک سوچی سمجھی سازش تھی۔ عمر کو تعیین خلیفہ کے عقلانی ہونے یا الٰہی ہونے سے کوئی مطلب نہیں تھا، اصل بات تو یہ ہے کہ خود عمر کا شوریٰ پر عقیدہ ہی نہیں تھا اسی لیے انہوں نے صراحتاً ابن عباس سے کہا تھا:

"میں اپنے بعد کسی کو بعنوان خلیفہ انتخاب نہیں کروں گا۔"(۲)

اور ان تمام گزشتہ شواہد کے مطابق عمر نے تو پہلے ہی عثمان کو خلیفہ منتخب کر لیا تھا، مگر کسی دلیل کی بنا پر ان کی خلافت کا صراحتاً اعلان نہیں کیا اور ابو عبیدہ، سالم، معاذ اور خالد جیسوں کے لیے خلافت کی آرزو کرنے لگے اور کہا کہ اگر یہ لوگ زندہ ہوتے تو میں انہیں اپنا خلیفہ بنا دیتا، لیکن جب ان پر ان کے نزدیکی افراد اور مسلمانوں نے خلیفہ بنانے پر زور دیا تو اس وقت شوریٰ کی کوئی بات نہ کرتے ہوئے کہا: "اگر میں نے خلیفہ

---

(۱) «سمعت ابن عباس يقول: إن أول ما تكلم الناس في عثمان ظاهرا أنه صلى بالناس بمنى في ولايته ركعتين حتى إذا كانت السنة السادسة أتمها فعاب ذلك غير واحد من أصحاب النبيﷺ و تكلم في ذلك من يريد أن يكثر عليه حتى جاءه علي فيمن جاءه فقال: والله ما حدث أمر و لا قدم عهد و لقد عهدت نبيكﷺ يصلى ركعتين ثم أبابكر ثم عمر و أنت صدرا من ولايتك. فما أدرى ما يرجع إليه فقال: رأى رأيته. قال الواقدي... صلى عثمان بالناس بمنى أربعا فأتى آتٍ عبدالرحمن بن عوف فقال: هل لك في أخيك قد صلى بالناس أربعا؟ فصلى عبدالرحمن بأصحابه ركعتين ثم خرج حتى دخل على عثمان فقال له: ألم تصل في هذا المكان مع رسول اللهﷺ ركعتين؟ قال: بلى. قال: أفلم تصل مع أبي بكر ركعتين؟ قال: بلى. قال: أفلم تصل مع عمر ركعتين؟ قال: بلى. قال: ألم تصل صدرا من خلافتك ركعتين؟ قال: بلى... فقال عثمان: هذا رأى رأيته». تاريخ الطبري: ج ۲، ص۶۰۶، حوادث سال ۲۹ هجری قمری، أخبار متفرقة.

(۲) «خطبنا ابن عباس فقال: أنا أوّل من دخل على عمر حين طعن، فقال لي: يابن عباس احفظ عني ثلاثاً: إنّي لم أستخلف على الناس خليفة، و لم أقض في الكلالة قضاء، و كل مملوك لي عتيق». تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۳، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى; الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۴۲، ذكر استخلاف عمر و أنساب الأشراف: ج ۱۰، ص ۴۲۱، مصرع عمر.

معین کیا تو گویا میں نے ابو بکر کی سیرت پر عمل کیا اور اگر خلیفہ معین نہ کیا تو گویا میں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر عمل کیا۔"(۱)

خلیفہ دوم نے خود یہاں پر صراحتاً بیان فرمایا کہ ابو بکر کا نظریہ، پیغمبر اکرم ﷺ کے نظریے کے مخالف تھا، اس کے باوجود انہوں نے ابو بکر کے نظریے کو قبول کیا، خلیفہ کو شوریٰ کے توسط سے معین کیا اور خود کو رسول اللہ ﷺ کے نظریے کے مقابل میں لا کھڑا کر دیا۔

جناب خلیفہ! آپ نے ابو بکر کے نظریے کو رسول اللہ ﷺ کے نظریے پر کیوں مقدم کیا؟ جبکہ آپ نے خود اقرار کیا تھا کہ ابو بکر کا نظریہ، رسول اللہ ﷺ کے نظریے کے مخالف ہے۔ یا پھر کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ معین فرمایا ہو مگر آپ نے اسے قبول نہ کیا ہو!

عمر نے جب اپنے ماضی اور اپنی رفتار و کردار پر غور کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ لوگ سوائے حضرت علیؑ کے کسی اور کو اپنی رائے نہیں دیں گے۔ جب ابو بکر نے عمر کو اپنا خلیفہ اور اپنا جانشین منتخب کیا، تو طلحہ نے ابو بکر کے پاس آکر کہا: "میں لوگوں کا نمائندہ بن کر تمہارے سامنے حاضر ہوا ہوں۔ لوگوں کا یہ سوال ہے کہ کیا تم عمر کو اپنا خلیفہ منتخب کرنے والے ہو؟ کیا تمہیں خدا کا کوئی خوف نہیں ہے؟ عمر بہت ہی بد مزاج و بد رفتار اور بہت ہی زیادہ غصیلا انسان ہے۔ تمہارے زندگی میں تو اس نے ہمارا جینا محال کر دیا تھا، نہ جانے تمہارے بعد وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔"(۲)

---

(۱) «عن عبداللّٰه بن عمر قال: قیل لعمر: ألا تستخلف؟ قال: إن أستخلف فقد استخلف من هو خیرٌ مني أبوبکر و إن أترك فقد ترك من هو خیرٌ مني رسول اللّٰه ﷺ». صحیح البخاري: ص ۱۴۵۹، کتاب الأحکام، باب الاستخلاف، ح ۲۱۸۷ و صحیح مسلم: ص ۸۶۹، کتاب الإمارة، باب الاستخلاف و ترکه، ح ۱۱/ ۱۸۲۳/ ۴۶۹۰.

(۲) «أنّ أبابکر حین حضره الموت أرسل إلی عمر یستخلفه. فقال الناس: تستخلف علینا فظاً غلیظاً و لو قد ولینا کان أفظ و أغلظ، فما تقول لربّك إذا لقیته و قد استخلفت علینا عمر؟». المصنف في الأحادیث و الآثار: ج ۸، ص ۵۷۴، کتاب المغازي، ما جاء في خلافة عمر بن الخطاب، حدیث ۱ و تاریخ المدینة المنورة: ج ۲، ص۶۷۱، سیاق وصیة أبي بکر لعمر. «دخل طلحة بن عبیداللّٰه علی أبي بکر فقال: استخلفت علی الناس عمر و قد رأیت ما یلقی الناس منه و أنت معه فکیف به إذا خلا بهم و أنت لاق ربك فسائلك عن رعیتك؟». تاریخ الطبري: ج۲، ص ۳۵۵، حوادث سال ۱۳ هجری، ذکر أسماء قضاته و کتّابه و عمّاله علی الصدقات؛ الکامل في التاریخ: ج۲، ص ۷۹، حوادث سال ۱۳ هجری، ذکر استخلاف عمر بن الخطاب؛ الطبقات الکبری: ج ۳، ص ۱۹۹، شرح حال ابوبکر، ذکر وصیة أبي بکر و أنساب الأشراف: ج ۱۰، ص ۸۸، وصیة أبي بکر في استخلاف عمر.

طلحہ کی شکایتیں کسی کام نہ آسکیں اور بالآخر حکومت عمر کے ہاتھوں لگ گئی۔ عمر کی اس بارہ سالہ حکومت کے دوران لوگ ان سے تنگ آچکے تھے اور خود عمر کو بھی اس کا احساس ہو چکا تھا کہ ان کے بعد لوگ حضرت امام علیؑ کے ہی طرف رجوع کریں گے۔ لہٰذا انہوں نے ایسی چال چلی کہ جس کے بعد خلافت حضرت امام علیؑ کے ہاتھ نہ جا سکی۔ اسی لیے عمر نے اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے لوگوں سے یہ کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ خلیفہ لوگوں کی رائے سے منتخب ہو، بلکہ بہتر یہ ہے کہ تمام امور کا فیصلہ شوریٰ کے ذریعے قرار پائے۔ اور پھر انہوں نے ان چھ لوگوں کا انتخاب کیا جو سیاست سے تھوڑی بہت آگاہی رکھتے تھے اور شوریٰ کے نتائج کو سمجھتے تھے۔ انہوں نے ان چھ لوگوں کا انتخاب کیا جن کے درمیان حضرت علیؑ کا خلیفہ منتخب ہونا محال تھا۔ عبدالرحمٰن چونکہ عثمان کے رشتہ دار تھے لہٰذا ان دونوں کی رائے ایک دوسرے کے لیے ہی ہوتی۔ طلحہ جو اپنی اور حضرت علیؑ کی دشمنی کی بنا پر حضرت علیؑ کو ہرگز اپنی رائے نہ دیتا۔ سعد ابن ابی وقاص کو بھی حضرت علیؑ کی ذات سے پریشانی تھی، لہٰذا وہ بھی حضرت علیؑ کو اپنی رائے نہ دیتا۔[1]

حضرت علیؑ کو چھوڑ کر ان پانچ افراد کے درمیان صرف اور صرف زبیر کے لیے ممکن تھا کہ وہ اپنی رائے حضرت علیؑ کو دے۔ پھر عمر نے بھی اس طرح حکم صادر کیا کہ اگر پانچ کی رائے ایک ہو اور ان میں سے ایک مخالف ہو تو جیت ان پانچ افراد کی ہوگی اور اس جیت پر اگر اس چھٹے فرد نے اعتراض کیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اگر چار ہم رائے ہوں اور دو مخالف تو جیت ان چار افراد کی ہوگی اور اعتراض کی صورت میں ان دو افراد کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر رائے تین تین کی برابری پر آجائے تو ان میں اس گروہ کی جیت ہوگی جس میں عبدالرحمٰن ہوں اور دوسرا گروہ بے اعتبار قرار پائے گا اور اعتراض کی صورت میں انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

کیوں؟ کس بنا پر آپ ان کے قتل کا فرمان جاری کر رہے ہیں؟ آپ نے خلیفہ کا انتخاب شوریٰ کے حوالے کیا تھا یا عبدالرحمٰن کے حوالے؟ اسلام کے مستقبل کا فیصلہ کرنے والا عبدالرحمٰن آخر ہے کون؟ آخری فیصلے کا حق حضرت علیؑ کے مخالف گروہ کو ہی کیوں ہے؟ اور اس فیصلے پر اگر اعتراض کیا تو اس پر قتل کا فرمان کیوں؟

یہ تمام مذکورہ موارد اس بات کی دلیل ہیں کہ شوریٰ کا اصل مقصد حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کرنا تھا۔ انہوں نے منصوبہ بندی کچھ اس طرح کی کہ نہ صرف حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کریں بلکہ حضرتؐ کے

---

(۱) طلحہ اور سعد ابن ابی وقاص کی امام علیؑ سے دشمنی اور کینہ کو ہم انشاءاللہ آنے والی بحث میں ذکر کریں گے۔

سامنے کچھ ایسے دشمنوں کو بھی لا کھڑا کر دیا جو مستقبل میں بھی کبھی علیؑ کو خلیفہ نہ بننے دیں اور آپؑ کے لیے مشکلات کھڑی کر دیں اور وہ پانچ افراد چونکہ خود ارکانِ شوریٰ میں سے تھے اسی لیے وہ خود کو خلافت کے لائق بھی جانتے تھے، لہٰذا وہ علیؑ کا سامنے مشکلات کھڑی کر دیں گے۔

ب۔ شوریٰ کی ترکیب

خلیفہ دوم نے شوریٰ کے لیے چھ لوگوں کا انتخاب کیا۔ یہاں پر دراصل سوال یہ ہے کہ آخر عمر نے انہیں چھ لوگوں کا انتخاب کیوں کیا؟ اس انتخاب کے بارے میں بہت ساری علتیں بیان کی گئی ہیں:

- پیغمبر اکرمﷺ کی رضایت۔
- قریشی ہونا۔
- مسلمانوں کے مورد تائید۔
- دشمنان علیؑ کا انتخاب۔

پیغمبر اکرمﷺ کی رضایت

عمر نے ان چھ افراد کے انتخاب کی وجہ کو یوں بیان کی:

"رسول اللہﷺ اس دنیا سے اس حالت میں رخصت ہوئے کہ آپ حضرت علیؑ، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد ابی وقاص اور عبد الرحمٰن ابن عوف سے راضی تھے۔ میں انہیں چھ افراد پر مشتمل ایک شوریٰ بناؤں گا جو اپنے ہی درمیان میں کسی ایک کو خلیفہ منتخب کریں گے۔"(۱)

(۱) «أن عمر بن الخطاب لما طعن قيل له: يا أميرالمؤمنين! لو استخلفت ...عليكم هؤلاء الرهط الذين قال رسول اللّٰهﷺ: إنهم من أهل الجنة سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل منهم و لست مدخله و لكن الستة علي وعثمان ابنا عبدمناف و عبدالرحمن و سعد خالا رسول اللّٰهﷺ و الزبير بن العوام حواري رسول اللّٰهﷺ و ابن عمته و طلحة الخير بن عبيداللّٰه، فليختاروا منهم رجلا». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۰، حوادث سال ۲۳ هجری قمری، قصة الشوری. به همين مضمون در بسياری از كتب از جمله صحيح البخاري: ص ۷۵۲، كتاب فضائل أصحاب النبيﷺ، باب قصة البيعة و الاتفاق على عثمان بن عفان، ح ۳۷۰۰ و صحيح مسلم: ص۲۷۱، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب إخراج من وجد منه ريح البصل و الثوم في المسجد، ح۱۲۵۸، آمده است. «توفي رسول اللّٰهﷺ و هو عنهم راض...».

پہلا سوال جو ہم عمر سے پوچھیں گے: پیغمبر اکرم ﷺ کیا صرف انہیں چھ افراد سے راضی تھے؟ حضرت عمارؓ، مقدادؓ، سلمانؓ اور ابوذرؓ سے کیا پیغمبر اکرم ﷺ راضی نہیں تھے؟ کیا خدا اصحاب بیعت شجرہ(۱) سے بھی راضی نہیں تھا؟ جبکہ خود اہل سنت حضرات اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خدا ان افراد سے راضی تھا۔ اصحاب شجرہ کی تعداد کتنی تھی، یہ مشخص نہیں ہے،(۲) لیکن شوریٰ کے تقریباً بارہ سال بعد اصحاب شجرہ میں سے ۸۰۰ افراد نے حضرت علیؑ کے ہمراہ جنگ صفین میں شرکت کی اور معاویہ کے ساتھ جنگ کی اور ان میں سے ۶۳ افراد حضرت علیؑ کے رکاب میں ہی شہید ہوگئے۔(۳) پھر آپ نے ان لوگوں کو شوریٰ میں کیوں نہیں شریک کیا؟

دوسرا سوال ہم عمر سے یہ کریں گے: یہ آپ کو کہاں سے خبر ہوئی کہ پیغمبر اکرم ﷺ ان چھ لوگوں سے راضی تھے؟ کیا خود عمر نے یہ نہیں کہا تھا: ''اے اراکین شوریٰ! نفاق و تفرقہ اگر کہیں ہے تو وہ تم لوگوں میں ہے۔ اگر میرے بعد کہیں نفاق و تفرقہ کا شعلہ بھڑکا تو اس کے ذمہ دار تم لوگ ہوگے۔'' دوسرے قول کے مطابق تو عمر نے ان ارکان کو فتنہ گر بھی کہہ کر یاد کیا ہے۔(۴)

---

(۱) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا سورہ فتح (۴۸)، آیہ ۱۸۔

(۲) ان کی تعداد تقریبا ۱۵۲۵ افراد بھی بتائی گئی ہے۔ «عن ابن عباس قال: كان أهل البيعة تحت الشجرة ألفا و خمسمائة و خمسة و عشرين... عن عمرو بن مرة قال سمعت عبدالله بن أبي أوفى يقول: كنا في يوم الشجرة ألفا و ثلثمائة و كانت أسلم ثمن المهاجرين». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۱۱۶، حوادث سال ۶ ہجری، ذکر الخبر عن عمرة النبيّ التي صدّه المشركون فيها عن البيت و هي قصة الحديبية.

(۳) «قال عبدالرحمن بن أبزى: شهدنا مع علي علي عليه السلام صفّين في ثمانمائة من بايع بيعة الرضوان، قتل منهم ثلاثة و ستون، منهم عمارؓ بن ياسر». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۲۲۹، شرح حال عمارؓ یاسر، ش ۱۸۸۳ و تاريخ الإسلام: ج ۳، ص ۵۴۵، حوادث سال ۳۷ہجری، وقعة صفين.

(۴) «فقال: يا معشر المهاجرين الأولين! إني نظرت في أمر الناس فلم أجد فيهم شقاقا و لا نفاقا، فإن يكن بعدي شقاق و نفاق فهو فيكم، تشاوروا ثلاثة أيام...». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۴، تولية عمر بن الخطاب الستة الشورى. «دعا عمر حين طعن علياً و عثمان و عبدالرحمن بن عوف و الزبير قال: و أحسبه قال: و سعد بن أبي وقاص، فقال: إني نظرت في أمر الناس فلم أر عندهم شقاقا، فإن يك شقاق فهو فيكم». المصنف: ج ۵، ص ۴۸۰ - ۴۸۱، کتاب المغازي، حديث الشورى، ح ۹۷۷۶. «إن عتبة بن أبي سفيان قال: كنت مع معاوية... ثم قال: قدمت على عمر بن الخطاب، فإني عنده إذ جائه علي و عثمان و طلحة و الزبير وسعد و عبدالرحمن بن عوف، فاستأذنوا، فأذن لهم، فدخلوا و هم يتدافعون و يضحكون، فلما رآهم عمر نكس، فعلموا أنه على حاجة، فقاموا كما دخلوا. فلما قاموا أتبعهم بصره. فقال: فتنة، أعوذ بالله من شرهم و قد كفاني الله شرهم...». العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۸۲ - ۲۸۳، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان.

پہلے تو آپ نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت ان چھ افراد سے راضی تھے اور پھر آپ نے انہیں منافق اور فتنہ گر کہہ دیا! کیا پیغمبر اکرم ﷺ منافقین سے راضی تھے؟ کیا آپ خلیفہ منافقین کے درمیان سے انتخاب کرنا چاہتے تھے؟ حضرت علیؑ جو آیہ تطہیر کے مصداق ہیں[(۱)]، نعوذ باللہ کیا وہ بھی منافقین اور فتنہ گر افراد میں سے ہیں؟ کیا ارکان شوریٰ کے ساتھ کیے گئے جلسے میں عمر نے طلحہ سے نہیں کہا تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت تم سے راضی نہیں تھے۔

ان تمام بیانات سے یہ بات واضح ہے کہ ارکان کے انتخاب میں رضایتِ پیغمبر اکرم ﷺ کا کوئی دخل نہیں تھا اور عمر کا یہ جملہ (توفی رسول اللہ ﷺ و ھوعنھم راض) صرف اور صرف اپنے منظور نظر افراد کے منتخب کرنے کا ایک بہانہ تھا۔

قریشی ہونا

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ عمر نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے فرمان (الائمۃ من قریش) اور ابو بکر کی سیرت کی پیروی کرتے ہوئے (کہ جب سقیفہ میں بھی انہوں نے اسی روایت کو دلیل پیش کرتے ہوئے انصار کو خلافت سے دور کیا تھا۔[(۲)])

ارکانِ شوریٰ کو ان کے قریشی ہونے کی بنیاد پر انتخاب کیا اور تمام ارکان کو قریشیوں کے درمیان سے ہی چنا، تو پھر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عمر نے صرف خاص لوگوں کا ہی شوریٰ کے لیے انتخاب کیوں کیا جبکہ اہم ترین افراد وہاں موجود تھے پھر بھی ان سے چشم پوشی کیوں اختیار کی؟

پیغمبر اکرم ﷺ کے چچا عباس اور ان کے بیٹے عبد اللہ ابن عباس بھی قریشی تھے، انہیں کیوں نہیں منتخب کیا؟ جبکہ یہ اہل سنت حضرات کے درمیان بھی خاص مقام و منزلت کے حامل ہیں۔ انہوں نے حضرت امام

---

(۱) «رأيت رسول اللّٰه ﷺ يأتي باب عليّ و فاطمة ستّة أشهرٍ فيقول: إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ ـــ». سير أعلام النبلاء: ج ۲، ص ۱۳۴، شرح حال فاطمة بنت رسول اللّٰه ﷺ، ش ۱۸و الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ٦، ص۵۳۵، ذیل آیہ ۳۳ سورہ احزاب.

(۲) «حدثني بكير بن وهب الجزري قال، قال لي أنس بن مالك أحدثك حديثا ما أحدثه كل أحد إن رسول اللّٰه ﷺ قام على باب البيت و نحن فيه فقال الأئمة من قريش». مسند أحمد: ج ۳، ص ۱۲۹، مسند أنس بن مالك؛ المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۵۴۵، كتاب الفضائل، ما ذكر في فضل قريش، ح ۸ و تاريخ اليعقوبي: ج۲، ص۱۰۲، باب خطب رسول اللّٰه و مواعظه و تأديبه بالأخلاق الشريفة. «فقال له أبوبكر: على رسلك، ثم قال أبوبكر: نحن أول الناس إسلاماً... فقد يعلم ملأ منكم أن رسول اللّٰه ﷺ قال: الأئمة من قريش». أنساب الأشراف: ج ۲، ص ۲۶۲ – ۲۶۳، أمر السقيفة.

حسنؑ و حضرت امام حسینؑ کو شوریٰ کا رکن کیوں منتخب نہیں کیا جبکہ آپ دونوں جوانان جنت کے سردار اور رسول مقبول ﷺ کے نواسے ہیں؟ لہٰذا نتیجہ تو یہی نکلتا ہے کہ شوریٰ میں شامل ان چھ افراد کو صرف ان کے قریشی ہونے کی بنیاد پر منتخب نہیں کیا گیا، بلکہ کوئی اور وجہ رہی ہوگی جس کے مد نظر عمر نے ان افراد کا انتخاب کیا۔

مسلمانوں کے مورد تائید

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ چھ افراد مسلمانوں کے مورد اعتبار و مورد تائید لوگ تھے جس کی وجہ سے عمر نے انہیں منتخب کیا، تو اس کا جواب بھی روشن ہے کہ تمام قبائل میں کیا کوئی اور مسلمانوں کے مورد تائید و مورد اعتماد لوگ موجود نہیں تھے؟ آپ نے صرف اور صرف قریش میں سے ہی کیوں لوگوں کو چنا؟ کیوں آپ نے دوسرے قبائل کے لوگوں کو نظر انداز کر دیا؟ صدر اسلام کے مسلمان اور بالخصوص مہاجرین و انصار جبکہ خود موجود تھے۔ اس وقت مہاجرین کے کم سے کم ۲۳ قبائل موجود تھے تو پھر آپ نے قریش کے علاوہ دیگر قبائل سے بھی لوگوں کا انتخاب کیوں نہیں کیا؟ جبکہ آپ نے غیر قریشی افراد کے لیے بھی خلافت کی آرزو کی ہوئی ہے۔ انصار میں سے کوئی ایک بھی آخر کیوں شوریٰ میں شامل نہیں تھا، جبکہ ان کی منزلت اس قدر تھی کہ ابو بکر کو کہنا پڑا کہ امیر قریشیوں میں سے اور وزیر انصار کے درمیان سے ہوں گے۔[1] ابو بکر نے تو بہر حال اتنا بھی مان لیا تھا، پھر آپ نے انہیں کیوں قبول نہیں کیا؟

انصار نے پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ وعدہ کیا تھا، جس پر وہ آخر وقت تک قائم رہے۔ اگر عقبہ کی بیعت اور انصار کی رضایت نہ ہوتی تو پیغمبر اکرم ﷺ کو ہجرت کے لیے امن و امان والا مدینہ نہ مل پاتا۔ انصار ہی ہجرت پیغمبر اکرم ﷺ کی زمین ہموار کرنے والے بنے، کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ کوئی رسول اللہ ﷺ پر کوئی چوٹ پہنچا سکے۔ جب بھی پیغمبر اکرم ﷺ غصے کی حالت میں وارد مسجد ہوتے تھے تو انصار فوراً تلوار لیے

(۱) «فقال له أبوبكر: ... فنحن الأمراء و أنتم الوزراء و لن تدين العرب إلّا لهذا الحيّ من قريش...». أنساب الأشراف: ج ۲، ص ۲۶۲ - ۲۶۳; عيون أخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۵۴، الخطب، خطبة أبي بكر يوم سقيفة بني ساعدة; سبل الهدى و الرشاد في سيرة خير العباد: ج ۱۲، ص ۳۱۲، الباب الثالث والثلاثون في ذكر خبر السقيفة و بيعة أبي بكر بالخلافة بعد موت سيدنا رسول الله ﷺ.

کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور پیغمبر اکرم ﷺ کے گرد جمع ہو کر کہا کرتے تھے: ’’کس نے پیغمبر اکرم ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے، ہم اسے چھٹی کا دودھ یاد دلا دیں گے۔‘‘(۱)

آپ نے انصار میں موجود مورد اعتماد صحابہ سے آخر کیوں استفادہ نہیں کیا؟

عمر کے زمانے میں مسلمان کافی ممالک میں پھیل چکے تھے اور حجاز، جزیرہ نمائے عرب، عراق، بین النہرین، شامات، ایران، افریقہ کے بعض مناطق اور دوسرے ممالک میں اسلامی حکومت نافذ ہو چکی تھی، تو پھر آپ نے ان علاقوں میں سے کسی ایک کو بھی شوریٰ کے لیے کیوں نہیں منتخب کیا؟ کیا ان تمام اسلامی ممالک میں کوئی بھی شوریٰ میں شریک ہونے کے لائق نہیں تھا؟ کیا ان تمام ممالک میں کوئی بھی مسلمانوں کا مورد اعتبار شخص نہیں تھا؟ کیا عمر کی فتح شدہ زمینوں میں سے کوئی بھی اس لائق نہیں تھا جو شوریٰ کے لیے منتخب ہو پاتا؟

خدا، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے مورد تائید بزرگ صحابیوں سے آپ نے کیوں استفادہ نہیں کیا؟ آپ نے مقدادؓ، ابوذرؓ اور عمارؓ کو کیوں شوریٰ میں شامل نہیں کیا؟

عمارؓ یاسر جو شہید کے بیٹے ہیں، جن کے والدین سے پیغمبر اکرم ﷺ نے بہشت کا وعدہ فرمایا ہے۔(۲) جنھوں نے مسجد قبا کی تعمیر میں خالصۃً للہ کوششیں کی اور کافی کام کیا۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں: ’’ہم مسجد کی تعمیر

---

(۱) «و أخرج أبويعلى و ابن المنذر و ابن أبي حاتم و نصر المقدسي في الحجة و الضياء في المختارة عن خالد بن عرفطة قال: كنت جالسا عند عمر إذ أتاه رجل من عبد القيس... قال: اجلس فجلس بين يديه. فقال: انطلقت أنا فانتسخت كتابا من أهل الكتاب ثم جئت به في أديم. فقال لي رسول اللهﷺ: ما هذا في يدك يا عمر؟ فقلت: يا رسول الله! كتاب نسخته لنزداد به علما إلى علمنا فغضب رسول اللهﷺ حتى احمرت وجنتاه ثم نودي بالصلاة جامعة فقالت الأنصار: أغضب نبيكم؟ السلاح فجاؤوا حتى أحدقوا بمنبر رسول اللهﷺ فقال: يا أيها الناس! انی قد أوتيت جوامع الكلم و خواتيمه و اختصر لي اختصارا و لقد أتيتكم بها بيضاء نقية فلا تتهوكوا و لايغرنكم المتهوكون. قال عمر: فقمت فقلت: رضيت بالله ربا و بالإسلام دينا و بك رسول اللها. ثم نزل رسول اللهﷺ». الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ۴، ص ۴۴۳ - ۴۴۴، ذيل آيه ۳ سوره يوسف.

(۲) «أنّ عمارؓ بن ياسر و أباه ياسر و أخاه عبدالله بن ياسر و سمية أم عمارؓ كانوا يعذّبون في الله، فمرّ بهم النبيّﷺ، فقال: صبراً آل ياسر، فإنّ موعدكم الجنة. فمات ياسر في العذاب و أغلظت سمية لأبي جهل، فطعنها في قبلها، فماتت و رمي عبدالله فسقط». أنساب الأشراف: ج ۱، ص ۱۸۲، عمارؓ بن ياسر؛ السيرة النبوية / ابن هشام: ج۱، ص ۳۴۲، ذكر عدوان المشركين على المستضعفين ممن أسلم بالأذى و الفتنة؛ عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ج ۱، ص ۱۹۷، كتاب الإيمان، باب إذا لم يكن الإسلام على الحقيقة،

کے لیے ایک ایک کر کے پتھر لایا کرتے تھے جبکہ عمارؓ دو دو پتھروں کو ایک ساتھ اٹھا کر لایا کرتے تھے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے جب عمارؓ کو اس حالت میں دیکھا تو آپؐ نے عمارؓ کے چہرے سے گرد و غبار کو صاف کیا اور ان سے فرمایا: "عمارؓ مجھے تم پر افسوس ہے کہ تمہیں ایک ستمگر اور ظالم گروہ قتل کر دے گا، جبکہ تم انہیں بہشت کی طرف دعوت دے رہے ہوگے اور وہ تمہیں جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔"(۱)

پیغمبر اکرم ﷺ عمارؓ کے حوالے سے فرماتے ہیں: "عمارؓ حق کے ساتھ ہیں اور حق عمارؓ کے ساتھ۔ عمارؓ ہمیشہ حق کے ہمراہی ہیں اور انہیں قتل کرنے والا جہنمی ہے۔"(۲)

ان تمام فضائل کے باوجود بھی آپ نے انہیں حق کی تعیین کے لیے شوریٰ میں شریک کیوں نہیں کیا؟

کیا آپ نے خود یہ نہیں کہا تھا: "جب تک بدر والے زندہ ہیں امر خلافت ان کے لیے ہے، پھر احد والوں کے لیے ہے مگر یہ کہ ان میں سے کوئی زندہ ہو۔ مگر ان کے آزاد کردہ غلاموں اور ان کے بچوں کے لیے امر خلافت میں کوئی حق نہیں ہے۔"(۳)

شرح حديث ۱، باب إفشاء السلام من الإسلام و أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۴، ص ۱۲۳ - ۱۲۴، شرح حال عمارؓ بن ياسر، ش ۳۸۰۴.

(۱) «حدثنا إبراهيم بن موسى، أخبرنا عبدالوهاب، حدثنا خالد عن عكرمة، أنّ ابن عباس قال له و لعليّ بن عبدالله: إئتيا أباسعيد فاسمعا من حديثه، فأتيناه و هو و أخوه في حائطٍ لهما يسقيانه، فلما رآنا جاء فاحتبى و جلس. فقال: كنا ننقل لبن المسجد لبنة لبنة و كان عمارؓ ينقل لبنتين لبنتين فمرّ به النبي ﷺ و مسح عن رأسه الغبار و قال ويح عمارؓ! تقتله الفئة الباغية، عمارؓ يدعوهم إلى الله و يدعونه إلى النار». صحيح البخاري: ص ۵۷۴، كتاب الجهاد و السير، باب مسح الغبار عن الرأس في سبيل الله، حديث ۲۸۱۲; مسند أحمد: ج ۳، ص ۹۱، مسند أبي سعيد الخدري و... . ہیثمی اور حاکم نے متعدد نقل کے ذریعے اس روایت کے صحت کی تصریح کی ہے۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ج ۹، ص ۲۹۶، باب فضل عمارؓ بن ياسر و وفاته و المستدرك على الصحيحين: ج۲، ص ۱۶۲، كتاب قتال أهل البغي و هو آخر الجهاد، ح ۲۶۵۲و ۲۶۵۳.

(۲) «عمارؓ مع الحقّ أين دار و قاتل عمارؓ في النّار». أنساب الأشراف: ج ۱، ص ۱۹۸، عمارؓ بن ياسر; تاريخ دمشق الكبير: ج۴۶، ص ۳۲۵، شرح حال عمارؓ بن ياسر، ش ۵۲۵۲ و الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۲۶۲، شرح حال عمارؓ بن ياسر.

(۳) «عن عمر قال: هذا الأمر في أهل بدر ما بقي منهم أحد ثم في أهل أحد ما بقي منهم أحد و في كذا و كذا و ليس فيها لطليق و لا لولد طليق و لا لمسلمة الفتح شيء». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۴۲، شرح حال عمر، ذكر استخلاف عمر و أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۵، ص ۲۰۴، شرح حال معاويه بن صخر، ش ۴۹۸۴.

اب سوال یہ ہے کہ بدر و احد کے بہت سے افراد زندہ تو تھے، پھر کیوں انہیں شوریٰ میں شریک نہیں کیا؟

حضرت علیؑ کے ساتھ دشمنی

ہمارا عقیدہ ہے کہ عمر نے ان چھ افراد کا جو انتخاب کیا اس اصل بنیاد عداوت و کینہ ہے جو وہ سب لوگ حضرت علیؑ کے لیے اپنے دلوں میں رکھتے تھے اور اس شوریٰ کا اصل ہدف بھی یہی تھا کہ حضرت امام علیؑ کو خلافت سے دور کیا جا سکے۔

خلیفہ دوم نے اپنے ان پسندیدہ لوگوں کو حضرت علیؑ کے مقابلے میں لا کھڑا کیا جو خود بقول عمر خلافت کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے تھے، لیکن سوال یہ ہے کہ بزرگان صحابہ کو چھوڑ آپ نے کیوں ان قریشیوں کا انتخاب کیا؟

ان تمام گزشتہ مطالب کو مدنظر رکھتے ہوئے ان چھ افراد کے انتخاب کی وجہ واضح ہو جاتی ہے، چونکہ یہ تمام حضرت علیؑ سے دشمنی رکھتے تھے اور ان کے دلوں میں حضرت علیؑ کے لیے کینہ تھا لہٰذا ان افراد کا خلیفہ دوم نے انتخاب کیا۔ ان کے متعلق انشاءاللہ آگے بحث آئے گی کہ شوریٰ میں دراصل انتخابِ خلیفہ کا حق صرف عبدالرحمٰن، طلحہ، سعد اور عثمان کو تھا جو امامؑ کے سب سے بڑے دشمن اور آپؑ کے حوالے سے سب سے زیادہ کینہ رکھنے والے افراد تھے۔ ان کی کوشش یہی تھی کہ یہ حضرت علیؑ کے مخالفین اور افراد بنی امیہ کو خلافت کی کرسی دے دیں۔ اب پھر یہاں سوال یہ ہے کہ آپ نے اس طرح کے لوگوں کو (جو علی الاعلان علیؑ کے مخالف تھے) کیوں حضرتؑ کے مقابل لا کھڑا کر دیا؟ اور ان جیسوں کو کیوں آپ نے انتخاب کا حق دے دیا؟ جبکہ یہ سب قریش کے لوگ تھے، اور یہ لوگ حضرت علیؑ کے لیے سب سے زیادہ اپنے دلوں میں کینہ رکھتے تھے۔ خلیفہ نے صرف ان تمام عادتوں کی بنیاد پر ان کا انتخاب کیا۔ حضرت امام علیؑ مسلسل اپنے ہاتھوں کو خدا کی بارگاہ میں اٹھا کر یہ فرمایا کرتے تھے:

”خدایا! تو ہی میری مدد فرما اور میری مشکل کو حل کر دے۔ میں تیرے سامنے قریش کی شکایت کرتا ہوں، انہوں نے میرے حق سے انکار کیا ہے اور ہمارے مقام و منزلت سے روگردانی اختیار کی ہے۔ یہ لوگ کیوں میرے لیے اپنے دلوں میں اتنا کینہ رکھتے ہیں؟“[1]

---

(۱) «خطب صلوات اللّٰه عليه فقال: ما لنا و لقريش! و ما تنكر منا قريش غير أنا أهل بيت شيّد اللّٰه فوق بنيانهم بنياننا و أعلى فوق رؤوسهم رؤوسنا و اختارنا اللّٰه عليهم، فنقموا على اللّٰه أن اختارنا عليهم و سخطوا ما رضي اللّٰه و أحبوا ما كره اللّٰه، فلما اختارنا اللّٰه عليهم شركناهم في حريمنا و عرفناهم الكتاب و النبوة و علمناهم الفرض و

قریش ہمیشہ حضرت امام علیؑ کے مخالفین میں سے رہے ہیں، آپؐ نے انہی میں سے شوریٰ کے لیے لوگوں کا انتخاب کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ جانتے تھے کہ یہ لوگ کسی کو بھی خلیفہ منتخب کرلیں گے مگر کبھی امام علیؑ کا انتخاب نہیں کریں گے۔

عثمان نے حضرت امام علیؑ سے کہا تھا: "قریش آپ کو پسند نہیں کرتے ہیں تو اس میں میں کیا کروں۔ جنگ بدر میں آپ ہی نے تو ان کے ۷۰ لوگوں کا قتل کیا تھا جو قریش کے بہترین لوگوں میں سے تھے۔"(۱)

حضرت امام علیؑ خود اس مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لوگوں کی نگاہیں قریش کی طرف ہیں، اور قریشی یہ سوچ رہے ہیں کہ خلافت اگر بنی ہاشم کے ہاتھوں چلی گئی تو پھر وہاں سے کبھی واپس نہیں آئے گی، لیکن اگر خلافت بنی ہاشم کے علاوہ کسی اور کے ہاتھوں گئی تو خلافت ایک دوسرے کے ہاتھوں میں منتقل ہوتی رہے گی۔"(۲)

ج: شوریٰ کا مقصد

حضرت امام علیؑ کو خلافت سے دور کرنا اور اموی لوگوں اور عثمان کو خلافت تک پہنچانا ہی شوریٰ کا اصل ہدف اور مقصد تھا۔ در اصل اس شوریٰ میں تو مشورت کی کوئی جگہ ہی نہیں تھی، جیسا کہ مرحوم کاشف الغطاء(۱) شوریٰ کے ہدف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الدين و حفظناهم الصحف و الزبر و ديناهم الدين و الإسلام، فوثبوا علينا و جحدوا فضلنا و منعونا حقنا و ألّتونا أسباب أعمالنا و أعلامنا، اللهم فإنّي استعديك على قريش فخذ لي بحقي منها و لا تدع مظلمتي لديها وطالبهم يا ربّ بحقي، فإنّك الحكم العدل، فإنّ قريشاً صغرت عظيم أمري...». بحارالأنوار: ج ۲۹، ص ۵۵۸، باب ۱۵ شكاية أميرالمؤمنين عليه السلام عمن تقدمه من المتغلبين الغاصبين، ح ۱۰.

(۱) «عن ابن عباس: قال عثمان لعلي عليه السلام: ما ذنبي إن لم تحبك قريش و قد قتلت منهم سبعين رجلاً كأن وجوههم سيوف المذهب». معرفة الصحابة: ج ۱، ص ۱۰۳، معرفة نسبة علي بن أبي طالب، ش ۴، ح ۳۳۸ و شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۲۲ - ۲۳، ذكر أطراف مما شجر بين علي و عثمان في أثناء خلافته، فصل فيما شجر بين عثمان و ابن عباس من الكلام بحضرة علي، ذيل خطبه ۱۳۵.

(۲) «فقال علي: إن الناس ينظرون إلى قريش و قريش تنظر إلى بيتها فتقول إن ولي عليكم بنوهاشم لم تخرج منهم أبدا و ما كانت في غيرهم من قريش تداولتموها بينكم». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۱، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

شوریٰ تو صرف دکھاوے کا شوریٰ ہے ورنہ یہ تو دراصل عثمان کو خلافت تک پہنچانے کی سوچی سمجھی سازش تھی۔ عثمان کے خلیفہ بنائے جانے سے لوگ راضی نہیں تھے لہٰذا عمر نے اپنی چالاکی سے شوریٰ کے ذریعے اپنے مقصد کو پورا کیا اور عثمان کو لوگوں کے سروں پر تھوپ دیا، جس کے نتیجے میں مسلمان مشکلات میں گرفتار ہو کر رہ گئے جن کے اثرات آسانی سے ختم ہونے والے نہیں ہیں۔[۲]

گزشتہ بحثوں میں عمر کے شوریٰ کے پیچھے جو مقاصد تھے وہ واضح ہو گئے۔ ہم یہاں پر تکمیل بحث کے لیے شوریٰ کے محض ایک سازش ہونے پر کچھ اور دلیلیں پیش کریں گے جس کا مقصد صرف امام علیؑ کو خلافت سے دور کرنا اور اموی لوگوں اور عثمان کو خلافت تک پہنچانا تھا۔

پہلی دلیل: حضرت امام علیؑ کی صلاحیت پر عمر کا اقرار

پہلی دلیل یہ ہے کہ عمر نے بارہا حضرت امام علیؑ کے افضل ہونے اور آپؑ کے باصلاحیت ہونے کا اقرار کیا ہے، مگر پھر بھی انہیں خلافت کے لیے منتخب نہیں کیا۔

بلاذری اور ابن سعد اہل سنت کے بزرگ مؤرخین نقل کرتے ہیں:

---

(۱) آپ ایک بہترین سیاست داں، فقیہ اور زمانے کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر راستہ چلنے والے انسان تھے۔ کسی عالم کا کہنا ہے: جب آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ کی تشییع جنازہ کے لیے نور السعد بغداد سے نجف تشریف لائے اور انہوں نے وہاں پر ایک تقریر کی۔ انہوں نے مرحوم کے جنازے کی طرف رخ کیا اور فرمایا: (کنا نخوف الاستعمار بک، ہم استعمار کو آپ سے خوف دلایا کرتے تھے) یعنی اگر استعماری قوتیں ہمیں کسی کام پر مجبور کرنا چاہتیں تو ہم ان سے یہ کہا کرتے تھے کہ کاشف العظاء کبھی تمہاری نہیں سنیں گے۔

(۲) «یقول الإمام کاشف الغطاء: الشوری بجوهرها و حقیقتها مؤامرة واقعیة و شوری صوریة و هي مهارة بارعة لفرض عثمان خلیفة علی المسلمین رغما علیهم و لکن بتدبیر بارع عاد علی الإسلام و المسلمین بشر ما له دافع». حیاة الإمام الحسین بن علي: ج ۱، ص ۳۴۸- ۳۴۹، حکومة الشیخین، حکومة عمر، موقف الإمام علي علیه السلام.

"عمر نے کہا: اگر میں حضرت علیؑ کو منتخب کروں تو وہ لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت فرمائیں گے۔" عبد اللہ ابن عمر نے اپنے باپ سے پوچھا: "تو پھر آپ انہیں ہی منتخب کیوں نہیں کر لیتے؟" عمر نے کہا: "مجھے پسند نہیں ہے کہ میں بار خلافت کو اپنی حیات میں اور اپنی موت کے بعد بھی اپنے ذمہ رکھوں۔"(۱)

طبری اور عبدربہ نقل کرتے ہیں:

لوگ دوبارہ عمر کے پاس حاضر ہوئے اور اس سے وصیت کی درخواست کی۔ عمر نے کہا: "تم لوگوں سے گفتگو کے بعد میں نے ایک مرد کو دیکھا جو تم سب کو دوسروں سے بہتر راہ راست کی طرف ہدایت کرے گا۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔ "لیکن پھر میں نے غور و فکر کیا اور خود کو مرنے کے قریب پایا، اس لیے میں بار خلافت کو اپنی حیات اور اپنی موت کے بعد بھی اپنے ذمے نہیں رکھ سکتا۔"(۲)

اس واقعے کی تفصیل شیعہ کتب میں ذکر ہوئی ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے عبد اللہ ابن عمر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "تمہیں خدا کی قسم ہے! یہ بتاؤ کہ تمہارے والد نے ہم سب کو اپنے پاس سے ہٹانے کے بعد کیا کہا؟" عبد اللہ نے کہا: "چونکہ آپ نے مجھے قسم دی ہے، اس لیے بتا رہا ہوں۔ میرے بابا نے کہا: "اگر لوگ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو علیؑ لوگوں کو راہ روشن کی طرف ہدایت کریں گے اور لوگوں کو کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ پر مستحکم کر دیں گے۔" حضرتؑ نے فرمایا: "اے عمر کے بیٹے! پھر تم نے کیا کہا؟" عبد اللہ نے کہا: "میں نے اپنے بابا سے کہا کہ پھر آپ علیؑ کو ہی خلیفہ کیوں نہیں منتخب کر لیتے ہیں؟" اس کے بعد عبد اللہ خاموش ہو گیا۔ حضرتؑ نے پوچھا: "پھر عمر نے کیا کہا؟" عبد اللہ نے جواب دیا: "بابا نے کہا کہ میں اس بات کو لوگوں سے چھپا کر رکھوں گا۔" امام علیؑ نے فرمایا: "پیغمبر اکرم ﷺ نے تمہاری ان باتوں سے

---

(۱) «فلما خرجوا من عند عمر قال عمر: لو ولّوها الأجلح سلك بهم الطريق. فقال له ابن عمر: فما يمنعك يا أميرالمؤمنين؟ قال: أكره أن أتحملها حيا و ميتا». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۴۲، شرح حال عمر، ذكر استخلاف عمر و أنساب الأشراف: ج ٦، ص ١٢٠، أمر الشورى و بيعة عثمان.

(۲) «فخرجوا ثم راحوا فقالوا: يا أميرالمؤمنين! لو عهدت عهدا. فقال: قد كنت أجمعت بعد مقالتي لكم أن أنظر فأولي رجلا أمركم هو أحراكم أن يحملكم على الحق و أشار إلى علي و رهقتني غشية فرأيت رجلا دخل جنة قد غرسها فجعل يقطف كل غضة و يانعة فيضمه إليه و يصيره تحته فعلمت أن الله غالب أمره و متوفٍّ عمر فما أريد أتحملها حيا وميتا عليكم». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۰، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۷۴- ۲۷۵، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان.

مجھے پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا۔" عبداللہ نے پوچھا: "پیغمبر اکرم ﷺ نے آپ کو اس کی کب خبر دی؟" حضرتؑ نے فرمایا: "ایک مرتبہ خود اپنی زندگی میں اور ایک مرتبہ اس رات جب عمر اس دنیا سے گئے، اسی رات پیغمبر اکرم ﷺ نے میرے خواب میں آکر مجھے اس خبر سے باخبر فرمایا تھا۔

اور جس کسی نے بھی پیغمبر اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا گویا اس نے آپؐ کو بیداری میں دیکھا ہے۔"

عبداللہ نے پوچھا: "پیغمبر اکرم ﷺ نے آپ کو اور کون سی باتیں بتائی ہیں؟" حضرتؑ نے فرمایا: "اے عمر کے بیٹے! تمہیں خدا کی قسم ہے! اگر میں تمہیں بتاؤں تو تم اس کی تصدیق کرو گے؟" عبداللہ نے کہا: "اگر میں چاہوں تو خاموش ہو جاؤں گا۔" حضرتؑ نے فرمایا: "جب تم نے اپنے بابا سے یہ پوچھا کہ آپ علیؑ کو ہی منتخب کیوں نہیں کر لیتے، تو انہوں نے تمہارے جواب میں کہا: "میں اس لیے علیؑ کو منتخب نہیں کر رہا کہ ہم نے اپنے درمیان علیؑ کو خلیفہ نہ بنانے کے لیے ایک نامے پر عہد کیا ہے۔ ہم نے جو خانہ کعبہ میں اور حجۃ الوداع میں ایک دوسرے سے وعدہ کیا تھا اسی وعدے اور پیمان کی وجہ سے میں علیؑ کو منتخب نہیں کر رہا ہوں۔" ابن عمر، جس نے خاموشی اختیار کر لی تھی، سے امامؑ نے فرمایا: "تمہیں پیغمبر اکرم ﷺ کے حق کی قسم ہے! تم جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟" سلیم ابن قیس کہتے ہیں: "میں نے دیکھا کہ عبداللہ ابن عمر کا دل امڈ آیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔"[۱]

نامے سے عمر کی مراد وہ عہد نامہ ہے جس کے متن پر کچھ لوگوں نے عمل کرنے کی خانہ خدا میں قسم کھائی تھی۔ اس عہد نامے کا مضمون یہ تھا کہ اگر پیغمبر اکرم ﷺ مارے جاتے ہیں یا اس دنیا سے

---

(۱) «و لم قال عمر حين دعانا رجلا رجلا لابنه عبدالله و ها هو ذا أنشدك بالله ما قال لك حين خرجنا؟ فقال عبدالله: أما إذ ناشدتني فإنه قال: إن بايعوا أصلع بني هاشم حملهم على المحجة البيضاء و أقامهم على كتاب ربهم و سنة نبيهم. ثم قال عليه السلام: يابن عمر! فما قلت أنت عند ذلك؟ قال: قلت له: فما يمنعك يا أبة أن تستخلفه؟ قال عليه السلام: فما ردّ عليك؟ قال: ردّ علي شيئا أكتمه. قال عليه السلام: فإن رسول الله ﷺ قد أخبرني بكل ما قال لك و قلت له. قال: و متى أخبرك؟ قال عليه السلام: أخبرني في حياته ثم أخبرني به ليلة مات أبوك في منامي و من رأى رسول الله ﷺ في المنام فقد رآه في اليقظة. قال له ابن عمر: فما أخبرك؟ قال عليه السلام: أنشدك الله يابن عمر! لئن حدثتك به لتصدقني؟ قال: أو أسكت. قال عليه السلام: فإنه قال لك حين قلت له: فما يمنعك أن تستخلفه؟ قال: الصحيفة التي كتبناها بيننا و العهد الذي تعاهدنا عليه في الكعبة في حجة الوداع، فسكت ابن عمر. فقال: أسألك بحق رسول الله ﷺ لما أمسكت عني؟ قال سليم: فلقد رأيت ابن عمر في ذلك المجلس و قد خنقته العبرة و عيناه تسيلان دموعا». كتاب سليم بن قيس الهلالي: ج ۲، ص ۶۵۲ - ۶۵۳، الحديث الحادي عشر و بحارالأنوار: ج ۵۸، ص ۲۴۰- ۲۴۱، كتاب السماء و العالم، باب آخر في رؤية النبيّ و أوصيائه:، ح ۷.

رخصت ہو جاتے ہیں، تو ہم خلافت کو غصب کر لیں گے اور خلافت کو علیؑ تک نہ پہنچنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔"[۱]

جناب عمر! جب آپ کو یہ تمام باتیں معلوم تھیں تب آپ نے تعیین خلافت کی ذمہ داری شوریٰ کے حوالے کیوں کی؟ اور امام علیؑ کو علی الاعلان کیوں نہیں خلیفہ منتخب کیا؟ کیا یہ تمام چیزیں صرف حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کرنے کی سازش نہیں تھی؟ کیا یہ تمام منصوبہ بندی، یہ شوریٰ اور شوریٰ کے سب ارکان حضرت امام علیؑ کو خلافت تک نہ پہنچنے کے لیے نہیں تھے؟ کیا یہ تمام کام اس آیت کا مصداق نہیں ہیں (وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ[۲]) آپ سب اپنے دلوں میں علیؑ کی حقانیت اور ان کی خلافت کا یقین رکھتے تھے، لیکن اپنے آپ کو آگے بڑھانے کی غرض سے آپ لوگوں نے اس سب کا انکار کر دیا۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ ارکان شوریٰ بھی ان سازشوں میں اور علیؑ کو خلافت تک نہ پہنچانے کی منصوبہ مندی میں برابر کے شریک رہے۔ ان سب نے اپنے ذتی مفاد کی خاطر ان امور کو انجام دیا جبکہ سب کے سب علیؑ کی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ حضرت امام علیؑ نے اپنی ایک تقریر میں جب اپنے فضائل و کمالات کو شمار کرانا شروع کیا تو اس وقت ان میں سے کسی نے بھی ان فضائل کا انکار نہیں کیا۔ حضرت جب ان کے درمیان سے رخصت ہو گئے تو ان سب نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا: "خدا نے علیؑ کو ان تمام فضائل کے ساتھ، جن کا انہوں نے ذکر فرمایا ہے ہم پر برتری عطا کی ہے۔ مگر علیؑ کوئی پارٹی باز شخص نہیں ہیں، وہ ہمارے اور غلاموں کے حقوق میں کوئی فرق نہیں کرنے والے ہیں۔ اگر علیؑ کو خلافت مل گئی تو ان کے ہاں کالے گورے کا فرق ختم ہو جائے گا، اور علیؑ اس فرق کو ختم کرنے کی خاطر ہماری گردنوں پر تلوار بھی رکھ سکتے ہیں، لیکن اگر خلیفہ عثمان کو بنا دیا جائے تو وہ خلافت کو ہماری فکر اور ہماری خواہشات کے مطابق ہی چلائیں گے۔"[۳]

---

(۱) «عن أبي جعفر عليه السلام قال: كنت دخلت مع أبي الكعبة فصلّى على الرخامة الحمراء بين العمودين، فقال: في هذا الموضع تعاقد القوم إن مات رسول الله ﷺ أو قتل ألا يردّوا هذا الأمر في أحد من أهل بيته أبدا. قال: قلت: و من كان؟ قال: كان الأول و الثاني و أبوعبيدة بن الجراح و سالم بن الحبيبة». الكافي: ج ۴، ص ۵۴۵، كتاب الحج، باب النوادر، ح ۲۸.

(۲) سورہ نمل (۲۷)، آیہ ۱۴.

(۳) «قال: فما زال يناشدهم و يذكرهم ما أكرمه الله و أنعم عليه به، حتى قام قائم الظهيرة و دنت الصلاة، ثم أقبل عليهم فقال: أما إذا أقررتم على أنفسكم و بان لكم من سببي الذي ذكرت، فعليكم بتقوى الله وحده،

دوسری دلیل: ارکان شوریٰ کا انتخاب

حضرت علیؑ نے شوریٰ کی تشکیل سے پہلے ہی عمر کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”عمر نے خلافت کو مجھ سے دور کرنے کے لیے ہی اس طرح کے ارکان کا انتخاب کیا ہے۔“

جلسہ شوریٰ کے انعقاد سے پہلے حضرت امام علیؑ اور عباس کے درمیان ایک گفتگو ہوئی۔ امام علیؑ نے عباس سے فرمایا: ”انتخابات سے پہلے ہی میں ان کا نتیجہ جانتا ہوں، خلافت کو مجھ سے دور کیا جائے گا۔“ عباس نے امام سے عرض کیا: ”ابھی تو انتخابات شروع بھی نہیں ہوئے ہیں تو پھر آپ کو یہ سب کہاں سے پتہ چل گیا؟“ حضرتؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ”عمر نے عثمان اور دوسرے افراد کو میرے مقابل لا کھڑا کیا ہے۔ اکثر افراد کی جو رائے ہو گی اسے قبول کیا جائے گا اور رائے کی برابری کی صورت میں اس گروہ کی رائے قابل قبول ہو گی جس میں عبدالرحمٰن ہو گا۔ سعد اپنے چچازاد بھائی عبدالرحمٰن کی کبھی مخالفت نہیں کرے گا۔ عبدالرحمٰن جو عثمان کا داماد ہے، وہ ایک دوسرے کو روٹی قرض پر دیا کرتے ہیں اگر دونوں میرے مقابل ہوں تو وہ مجھے شکست دینے کے لیے کبھی آپس میں اختلاف نہیں کریں گے۔ اس صورت میں یا تو عبدالرحمٰن اپنی رائے عثمان کو دے گا یا عثمان اپنی رائے عبدالرحمٰن کو دیں گے۔ وہ کبھی بھی خلافت کو خود سے الگ نہیں ہونے دیں گے۔“(۱)

أنهاكم عن سخط الله، فلا تعرضوا و لاتضيعوا أمري و ردّوا الحق إلى أهله و اتبعوا سنة نبيكمﷺ و سنتي من بعده فإنكم إن خالفتموني خالفتم نبيكمﷺ فقد سمع ذلك منه جميعكم و سلموها إلى من هو لها أهل و هي له أهل، أما والله ما أنا بالراغب في دنياكم و لا قلت ما قلت لكم افتخارا و لا تزكية لنفسي و لكن حدثت بنعمة ربي و أخذت عليكم بالحجة، ثم نهض إلى الصلاة. قال: فتآمر القوم فيما بينهم و تشاوروا فقالوا: قد فضل الله علي بن أبي طالب بما ذكر لكم و لكنه رجل لايفضل أحدا على أحد و يجعلكم و مواليكم سواء و إن وليتموه إياها ساوى بين أسودكم و أبيضكم و لو وضع السيف على أعناقكم، لكن ولوها عثمان فهو أقدمكم ميلا و ألينكم عريكة و أجدر أن يتبع مسرتكم والله غفور رحيم». الأمالي / طوسى: ص ۵۵۳ - ۵۵۴، المجلس العشرون، ح ۱۱۶۸/۴.

(۱) «فقال علي لقوم كانوا معه من بني هاشم: إن أطيع فيكم قومكم لم تؤمروا أبداً و تلقاه العباس، فقال: عدلت عنا! فقال: و ماعلمك؟ قال: قرن بي عثمان و قال: كونوا مع الأكثر، فان رضي رجلان رجلا و رجلان رجلا فكونوا مع الذين فيهم عبدالرحمن بن عوف، فسعد لايخالف ابن عمه عبدالرحمن و عبدالرحمن صهر عثمان، لايختلفون، فيوليها عبدالرحمن عثمان او يوليها عثمان عبدالرحمن، فلو كان الآخران معي لم ينفعاني، بله أني لا أرجو إلا أحدهما». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۱، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۵، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

امام علیؑ نے اپنی باتوں کو جاری رکھتے ہوئے عباس سے فرمایا: ”میں جانتا ہوں کہ وہ سب عثمان کو ہی خلیفہ منتخب کریں گے اور اسی فیصلے سے بدعت کا آغاز ہوگا۔ اگر عثمان زندہ رہے تو میں انہیں ساری باتیں یاد دلاؤں گا اور اگر مر گئے تو بنی امیہ خلافت کو اپنے ہی درمیان ہاتھوں ہاتھ گھماتے رہیں گے۔ اگر میں زندہ رہا تو میں اس طرح زندگی بسر کروں گا کہ وہ اس سے کبھی خوش نہ ہو پائیں۔“

اس کے بعد امام نے چند اشعار پڑھے۔[۱]

امام باقرؑ فرماتے ہیں:

”عمر نے جب شوریٰ کو تشکیل دیا اور کہا کہ جب رائے برابر کی ہو جائے یعنی جب تین تین کی رائے برابر ہو جائے تو اس صورت میں رائے اس گروہ کی مانی جائے گی جس میں عبدالرحمٰن ہوں اور وہ گروہ جس میں عبدالرحمٰن نہیں ہیں، مخالفت کی صورت میں قتل کر دیا جائے گا۔ امام علیؑ عمر کے اس جلسے سے باہر نکل آئے اور آپؑ نے عبداللہ ابن عباس سے فرمایا: ”اس قوم (قریش) نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ہمارے ساتھ دشمنی کی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی زندگی میں دشمنی کرتے تھے۔ خدا کی قسم! ہمیں ہمارا حق نہیں ملے گا مگر یہ کہ ہم شمشیر بکف ہو جائیں۔“ ابن عباس نے پوچھا: ”کیسے؟“ حضرتؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ”کیا تم نے عمر کی باتیں نہیں سنی ہیں؟ وہ کہہ رہا تھا: ”اگر رائے برابری کی ہو تو اس گروہ کی بات مانی جائے گی جس میں عبدالرحمٰن ہو اور دوسرا گروہ جس میں عبدالرحمٰن نہیں ہے، مخالفت کی صورت میں قتل کر دیا جائے گا۔“ ابن عباس نے کہا: ”جی ہاں! میں نے سنی ہیں یہ باتیں۔“ امام نے فرمایا: ”کیا تم نہیں

---

(۱) «فقال عليه السلام: أما إني أعلم أنهم سيولون عثمان و ليحدثن البدع و الأحداث و لئن بقي لأذكرنك و إن قتل أو مات ليتداولنها بنوأمية بينهم و إن كنت حياً لتجدني حيث تكرهون، ثم تمثل:

حلفت برب الراقصات عشية غدون خفافا يبتدرن المحصبا
ليجتلبن رهط ابن يعمر غدوة نجيعا بنو الشداخ ورداً مصلبا

شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۹۲، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳. «فقال علي: أما لئن بقي عثمان لأذكرنه ما أتى و لئن مات ليتداولنها بينهم و لئن فعلوا ليجدني حيث يكرهون ثم تمثل:

حلفت برب الراقصات عشية غدون خفافا فابتدرن المحصبا
ليجتلبن رهط ابن يعمر مارئا نجيعا بنو الشداخ ورداً مصلبا

تاريخ الطبري: ج ۲، ص۵۸۱، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص۹۲۶، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

جانتے ہو کہ عبد الرحمٰن، سعد کا چچازاد بھائی اور عثمان کا داماد ہے؟" ابن عباس نے کہا: "جی جانتا ہوں۔" حضرتؑ نے فرمایا: "عمر یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ شوریٰ میں سعد، عبد الرحمٰن اور عثمان تینوں کی ایک ہی رائے ہوگی اور یہ تینوں ایک ہی گروہ میں ہوں گے، لہٰذا اس نے مخالفت کی صورت میں مقابل گروہ کے قتل کا فرمان جاری کر دیا۔ ان تینوں کے مقابل میں مَیں ہوں۔ اگر طلحہ و زبیر میرے ساتھ رہیں اور میرے قتل کے ساتھ اگر وہ بھی قتل کر دیے جائیں تو یہ عمر کے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ خدا کی قسم اگر عمر با حیات رہا تو میں شوریٰ کے حوالے سے اس کے مقاصد اور مجھ سے اس کی قدیم دشمنی کے بارے میں اسے ضرور بتاؤں گا۔ اور اگر وہ مر گیا تو میرا اور اس کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔"(۱)

امیر المؤمنینؑ نے خطبہ شقشقیہ میں اپنی حکومت سے پہلے کی تین حکومتوں پر گفتگو کی ہے۔ خطبے کے دوران جب آپؑ خلیفہ دوم کی حکومت کے ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں: پر پہنچے تو آپ نے فرمایا:

"میں نے بھی سخت حالات میں طویل مدت تک صبر کیا یہاں تک کہ عمر بھی اپنے راستے پر چلا گیا، لیکن خلافت کو ایک جماعت میں قرار دے گیا جن میں سے ایک مجھے بھی شمار کر گیا۔ جبکہ میرا اس شوریٰ سے کیا تعلق تھا؟ شوریٰ نامی یہ کون سی بلا تم نے امت کے سر تھوپ دی؟ جب تم نے ابو بکر کو منتخب کیا تھا اس وقت بھی میری خلافت و ولایت اور رہبری کی لیاقت میں کوئی شک نہیں تھا۔ جب تمہیں اس وقت شک نہیں تھا تو پھر آج تم نے مجھے ان سب جیسا سمجھتے ہوئے شوریٰ میں شامل کر ان سب کے ساتھ ایک صف میں کیوں کھڑا کر دیا ہے۔ میں مجبور تھا لہٰذا ان سب کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

---

(۱) «عن أبي صادق قال: لما جعلها عمر شورى في ستة و قال: إن بايع اثنان لواحد و اثنان لواحد، فكونوا مع الثلاثة الذين فيهم عبدالرحمن و اقتلوا الثلاثة الذين ليس فيهم عبدالرحمن. خرج أميرالمؤمنينعليه السلام من الدار و هو معتمد على يد عبدالله بن العباس فقال له: يابن عباس! إن القوم قد عادوكم بعد نبيكم كمعاداتهم لنبيكم ﷺ في حياته، أم والله! لاينيب بهم إلى الحق إلا السيف. فقال له ابن-عباس: و كيف ذاك؟ قال: أما سمعت قول عمر: إن بايع اثنان لواحد و اثنان لواحد، فكونوا مع الثلاثة الذين فيهم عبدالرحمن و اقتلوا الثلاثة الذين ليس فيهم عبدالرحمن؟ قال ابن عباس: بلى. قال: أفلا تعلم أن عبدالرحمن ابن عم سعد و أن عثمان صهر عبدالرحمن؟ قال: بلى. قال: فإن عمر قد علم أن سعدا و عبدالرحمن و عثمان لايختلفون في الرأي و إنه من بويع منهم كان الإثنان معه، فأمر بقتل من خالفهم و لم يبال أن يقتل طلحة إذا قتلني و قتل الزبير. أم والله! لئن عاش عمر لأعرفنه سوء رأيه فينا قديما و حديثا و لئن مات ليجمعني و إياه يوم يكون فيه فصل الخطاب». الإرشاد في معرفة حجج الله على العباد: ج ۱، ص ۲۸۵ - ۲۸۶، فصل و من كلامه عليه السلام عند الشورى و في الدار.

مگر پھر بھی ان میں سے ایک شخص اپنے کینے کی بنا پر مجھ سے منحرف ہوا اور دوسرے نے اپنے رشتۂ دامادی کو حق پر ترجیح دی اور کچھ ناقابل ذکر اسباب واشخاص بھی تھے جو مجھ سے منحرف ہو گئے تھے۔"[۱]

تیسری دلیل: عمر کے قول وفعل میں تضاد

عمر نے اپنے مقصد تک پہنچنے اور حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کرنے کے لیے یہ ساری چالیں چلیں جس کے نتیجے میں اس کے قول وفعل کے درمیان کافی تناقض پایا گیا جن میں سے ہم بعض کی طرف اشارہ کریں گے۔

پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "الائمة من قریش۔"

ابوبکر نے سقیفہ میں انصار کو پیچھے ہٹانے کے لیے اس حدیث سے استدلال بھی کیا تھا۔[۲] لیکن خلیفہ دوم اپنی خلافت کے بعد غیر قریشی افراد کی خلافت کی آرزو کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ میں کسی کو خلیفہ منتخب نہیں کروں گا۔ خلافت کی ذمہ داری کو زندگی میں بھی اپنے ذمہ رکھوں اور اپنے مرنے کے بعد بھی! ایسا نہیں ہو سکتا! لیکن پھر اس کے بعد کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ ان چھ افراد سے راضی تھے لہٰذا انہوں نے ان چھ لوگوں کو ملا کر ایک شوریٰ بنا دیا، لیکن پھر ان سب پر نفاق کی تہمت لگائی اور ایک جلسے میں ان سب کو خلافت کے لیے فاقد صلاحیت بھی قرار دے دیا، لیکن آخر کار امور خلافت کو ان چھ کے حوالے کر دیا۔

---

(۱) «فصبرت علی طول المدة و شدة المحنة. حتی إذا مضی لسبیله. جعلها في جماعة زعم أني أحدهم فیا للّٰه و للشوری! متی اعترض الریب في مع الأول منهم حتی صرت أقرن إلی هذه النظائر لکنی أسففت إذ أسفوا و طرت إذ طاروا. فصغی رجل منهم لضغنه و مال الآخر لصهره مع هن وهن». نهج البلاغه: ص ۳۰، خطبه سوم معروف به شقشقیه. البتہ اس خطبے کو امام علیؑ سے منسوب کرنے کے حوالے سے اختلاف ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ خطبہ خود سید رضیؒ کا بنایا ہوا ہے۔ اس اشکال کے جواب میں ہم کہتے ہیں: جنہوں نے اس خطبہ کو نقل فرمایا ہے وہ سید رضیؒ سے سالوں پہلے کے تھے اور دوسری بات یہ کہ یہ خطبہ سید کے علاوہ دیگر افراد نے بھی نقل فرمایا ہے۔ اس خطبہ کے طرق اور اسناد کو علامہ امینی نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔ زیادہ معلومات کے لیے آپ علامہ کی کتاب الغدیر في الکتاب و السنة و الأدب: ج ۷، ص ۱۰۹، کلمتنا حول هذه الخطبة کی طرف مراجعہ فرمائیں۔

(۲) «حدثني بکیر بن وهب الجزري قال، قال لي أنس بن مالك أحدثك حدیثا ما أحدثه کل أحد إن رسول اللّٰهﷺ قام علی باب البیت و نحن فیه فقال الأئمة من قریش». مسند أحمد: ج ۳، ص ۱۲۹، مسند أنس بن مالك؛ المصنف في الأحادیث و الآثار: ج ۷، ص ۵۴۵، کتاب الفضائل، ما ذکر في فضل قریش، ح ۸ و تاریخ الیعقوبي، ج۲، ص۱۰۲، باب خطب رسول اللّٰه و مواعظه و تأدیبه بالأخلاق الشریفة. «فقال له أبوبکر: علی رسلك، ثم قال أبوبکر: نحن أول الناس إسلاماً ... فقد یعلم ملأ منکم أن رسول اللّٰهﷺ قال: الأئمة من قریش». أنساب الأشراف: ج ۲، ص ۲۶۲ – ۲۶۳، أمر السقیفة.

یہ واضح ہے کہ آپ نے ان پانچ افراد (کہ جو خود بقول عمر نفاق کی جڑ تھے، جو خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے اور جن کے اندر منفی خصوصیات پائی جاتی تھی) کا انتخاب صرف اس لیے کیا تھا تاکہ آپ خلافت کو حضرت امام علیؑ سے دور کر سکیں، جبکہ حضرت علیؑ کے لیے خود عمر نے ان کے سب سے زیادہ اہل ہونے کو قبول کیا تھا۔

عمر نے اپنے چچا کے بیٹے سعید ابن زید کو شوریٰ کا رکن نہیں بنایا، کیوں؟ اس لیے کہ لوگ عمر کی رشتہ داری کی بنیاد پر کہیں اسے خلیفہ نہ منتخب کر لیں، لیکن دوسری طرف عمر نے طلحہ کو جو خود عمر کے چچا کا ہی بیٹا تھا اور عمر کے ہی قبیلے کا تھا، اسے رکنِ شوریٰ بنادیا۔

جیسا کہ بخش اول میں گزر چکا ہے کہ عمر نے کہا تھا: "اگر اہل بدر میں سے کوئی زندہ ہوتا تو یہ امر خلافت ان کے لیے ہوتا۔ ان کے بعد یہ امر خلافت احد والوں کے لیے ہوگی مگر یہ کہ ان مین سے جب تک کوئی زندہ ہو۔ خلافت میں ان کے آزاد کردہ غلاموں اور ان کے بچوں کی کوئی حصہ داری نہیں ہوگی۔ لیکن عمر نے اپنے اس قول کے باوجود عثمان کو (جو جنگ بدر میں تھے ہی نہیں[1] اور جنگ احد میں اگرچہ جناب حاضر تھے مگر اجماع اہل سنت کے مطابق اس جنگ میں فرار کر گئے تھے۔[2]) بقیہ کے صف میں لا کھڑا کر دیا اور اس طرح سے منصوبہ بندی کی کہ حضرت علیؑ جنگ بدر و احد کے فاتح ہونے کے باوجود خلیفہ نہ بن پائیں اور عثمان جو شوریٰ کا عضو بننے کے بھی مستحق نہیں تھے، خلیفہ بن جائیں۔ عثمان جو امویوں کی اہم ترین شخصیت تھے، ان کے حکومت میں آنے سے امویان، جن میں سے اکثر ان کے آزاد کردہ غلام اور ان کے بیٹے تھے، خلافت اور خلیفہ کی جان بن گئے۔ خود خلیفہ دوم کے بقول: "اگر عثمان خلیفہ بن جائے گا تو وہ خلافت کی باگ ڈور بنی امیہ کے سپرد کر دے گا۔"

---

(۱) «عثمان بن عفان... و لم يشهد بدراً لتخلفه على تمريض زوجته رقية». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۱۵۵ - ۱۵۶، شرح حال عثمان، ش ۱۷۹۷.

(۲) «قلت: قد اختلف في عمر بن الخطاب هل ثبت يومئذ أم لا، مع اتفاق الرواة كافة على أن عثمان لم يثبت». شرح نهج البلاغه: ج ۱۵، ص ۲۰، القول فيمن ثبت مع رسول اللهﷺ يوم أحد، ذيل نامه ۹. «و قد كان الناس انهزموا عن رسول اللهﷺ حتى انتهى بعضهم إلى المنقى دون الأعوص و فرّ عثمان بن عفان و عقبة بن عثمان و سعد بن عثمان رجلان من الأنصار حتى بلغوا الجلعب جبلا بناحية المدينة مما يلي الأعوص فأقاموا به ثلاثا ثم رجعوا إلى رسول اللهﷺ فزعموا أن رسول اللهﷺ قال لهم لقد ذهبتم فيها عريضة». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۶۹، حوادث سال ۳ هجرى، غزوة أحد.

بہر حال آپ نے حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کرنے کے لیے کسی ایسے کو خلیفہ بنادیا جو آپ ہی کے نظریے کے خلاف اہل بدر و احد میں سے نہیں تھا اور طلقا (فتح مکہ کے موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ آزاد کردہ غلاموں) اور ان کے بچوں کے ہاتھوں میں خلافت کی چابی تھمادی۔

ایک بناوٹی دیوانہ شوریٰ میں پائے جانے عمر کے تمام تناقضات، ابوالہذیل کو سناتا ہے۔

ابوالہذیل[1] کہتا ہے:

"جب میں رقّہ پہنچا تو لوگوں نے بتایا کہ زکن[2] نامی خانقاہ یا معبد میں ایک دیوانہ ہے جو بہت اچھی اچھی باتیں کرتا ہے۔ میں نے سوچا کہ چلو دیکھا جائے کہ وہ دیوانہ کون ہے؟ جب میں اس کے پاس پہنچا، تو میں نے ایک خوبصورت شخص کو دیکھا جو ایک چادر پر بیٹھا اپنے سر کے بالوں اور اپنی داڑھی کو کنگھی کر رہا تھا۔ میں نے اسے سلام کیا اور اس نے بھی بڑے ہی عزت و احترام کے ساتھ میرے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے پوچھا: "تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟" میں نے کہا: "عراقِ عرب سے۔" تو اس نے مجھے اہل ظرافت و ادب کہا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا: "عراق میں کہاں سے ہو؟" میں نے کہا: "بصرہ۔" تو اس نے مجھے اہل علم و تجربہ کہا۔

پھر اس نے پوچھا: "تم کس قوم سے تعلق رکھتے ہو؟" میں نے کہا: "میں ابوالہذیل ہوں۔ اس نے کہا: "وہی ابوالہذیل جو علم کلام کے استاد ہیں؟" میں نے کہا: "ہاں میں وہی ابوالہذیل ہوں۔"

اس نے فوراً اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر مجھے اپنی جگہ پر بٹھایا اور پھر ہمارے درمیان کافی باتیں ہوئی۔ اس نے مجھ سے کہا: "میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ امامت کے حوالے سے تمہارا کیا نظریہ ہے؟" میں نے اس سے پوچھا: "امامت سے تمہاری کیا مراد ہے؟" اس نے کہا: "پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد خلافت کے لیے تم پہلے کسے مقدم کرتے ہو؟۔۔" بہر حال یہ بات چلی اور چلتے چلتے یہ بات شوریٰ تک پہنچی۔ اس نے مجھ سے کہا: "اے ابوالہذیل! میں پھر تم سے سوال کرتا ہوں۔ یہ بتاؤ، تم تو یہی کہتے ہو کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین منتخب نہیں فرمایا تھا، لیکن ابو بکر نے عمر کو منتخب کیا اور پھر عمر نے کسی کو اپنا جانشین منتخب نہیں کیا۔ یہ بتاؤ کہ ان میں سے کس کا عمل صحیح ہے؟ کیا یہ تناقض نہیں ہے؟ جب پیغمبر اکرم ﷺ نے کسی کو اپنا

---

(۱) «محمد بن الهذيل بن عبدالله بن مكحول البصري أبوالهذيل العلاف، مولى عبدالقيس شيخ المعتزلة و مصنف الكتب الكثيرة في مذاهبهم». لسان الميزان: ج ۵، ص ۴۰۷، شرح حال ابوالهذيل، ش ۸۲۱۵.

(۲) شہر رقہ سے نزدیک ایک جگہ کا نام ہے، معجم البلدان: ج۲، ص۵۱۲، حرف دال، دیرز کی لکھا گیا ہے.

جانشین معین نہیں کیا تھا تو پھر ابو بکر نے اپنا جانشین کیوں معین کر لیا؟ اور اگر جانشین کا معین کرنا ضروری ہی تھا تو پھر پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنا جانشین کیوں نہیں معین فرمایا؟ ان تناقضات کا کیا جواب ہے؟

اور دوسرا سوال جو میں تم سے کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ عمر نے تعیین خلافت کی ذمہ داری شوریٰ کے حوالے کر دی تھی اور یہ کہا تھا کہ یہ تمام جنتی ہیں۔ پھر عمر نے کہا کہ اگر ان تمام کے درمیان رائے چار اور دو کی ہو جائے تو ان دو کو چونکہ مخالف اکثریت ہیں قتل کر دیا جائے گا اور اگر رائے تین تین کی برابری پر آجائے تو اس گروہ کو جس میں عبدالرحمٰن نہیں ہے قتل کر دیا جائے گا۔ کیا یہ دین ہے جس میں خلیفہ، اہل بہشت کے قتل کا فرمان جاری کر رہا ہے؟

جب خلیفہ دوم پر حملہ کیا گیا تو عبداللہ ابن عباس ان کے دیدار کے لیے آئے اور انہوں نے خلیفہ کو کافی پریشان پایا۔ جب عبداللہ نے ان کی پریشانی کی وجہ دریافت کی تو عمر نے کہا: ”اے ابن عباس! میں اس لیے پریشان نہیں ہوں کہ مجھ پر حملہ کیا گیا ہے، بلکہ میں یہ سوچ کر پریشان ہوں کہ میرے بعد مسند خلافت پر کون آئے گا؟“

ابن عباس نے کہا: ”طلحہ کو خلیفہ بنالیں!“

عمر نے کہا: ”وہ تند مزاج انسان ہے، پیغمبر اکرم ﷺ بھی اس سے واقف تھے، لہٰذا آپؐ نے اسے کبھی کوئی ذمہ داری نہیں سونپی۔“

ابن عباس نے کہا: ”پھر خلافت زبیر کو دے دیں!“

عمر نے کہا: ”زبیر کنجوس انسان ہے۔ وہ ایک دھاگے کے چھوٹے سے ٹکڑے کے لیے اپنی زوجہ سے لڑ رہا تھا۔ میں امر خلافت کو ایک بخیل انسان کے سپرد نہیں کر سکتا۔“

ابن عباس نے کہا: ”تو پھر خلافت کی ذمہ داری سعد ابن ابی وقاص کے سپرد کر دیں!“

عمر نے جواب میں کہا: ”یہ ایک جنگ جو انسان ہے جس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

ابن عباس نے کہا: ”پھر عبدالرحمٰن ابن عوف کو ہی خلیفہ بنا دیں!“

عمر نے کہا: ”یہ تو اپنے گھر کو بھی صحیح طرح نہیں چلا پاتا۔ خود اس کے اپنے گھر میں ہی مشکلات ہیں! کیا میں اسے خلیفہ بنا دوں؟“

ابن عباس نے رائے دیتے ہوئے کہا: ”آپ اپنے بیٹے کو ہی اپنا جانشین بنالیں!“

عمر اپنی جگہ سے بلند ہوئے اور کہا: "ابن عباس! تم مجھے فریب دے رہے ہو؟ میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ تم نے خدا کو مد نظر نہ رکھتے ہوئے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں اپنے بیٹے کو ہی اپنا جانشین بنالوں۔ میرا بیٹا جسے صیغہ طلاق بھی نہیں آتا ہے، میں اسے کیسے خلیفہ بنادوں؟ وہ انسان جسے صیغہ طلاق بھی نہ پتا ہو کیا وہ خلیفہ بن سکتا ہے؟"

ابن عباس نے کہا: "پھر آپ عثمان کو اپنا خلیفہ بنالیں!"

عمر نے کہا: "میں جانتا ہو کہ عثمان ایک پارٹی باز اور کنبہ پرور انسان ہے۔ اگر میں اسے خلیفہ بنادوں تو وہ خلافت کے بڑے بڑے عہدوں کو بنی امیہ کے سپرد کر دے گا اور پھر لوگ اسے مار ڈالیں گے۔" عمر نے تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا: "اگر میں اسے اپنا خلیفہ بنالوں تو وہ لوگوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے طرفداروں کو سارے عہدے عطا کرنے میں لگ جائے گا۔"

ابن عباس کہتے ہیں: "میں نے پھر کچھ نہیں کہا اور چونکہ مجھے پتا تھا کہ یہ حضرت علیؑ کو پسند نہیں کرتے لہٰذا میں آپؑ کا نام بھی اپنی زبان پر نہ لایا۔"

خود عمر نے مجھ سے کہا: "تم اپنے آقا کا نام کیوں نہیں لے رہے؟"

میں نے کہا: "چلیں اب لے لیتا ہوں ان کا نام، آپ علیؑ کو ہی اپنا خلیفہ بنادیں!"

عمر نے کہا: "میری پریشانی کی وجہ یہی ہے کہ میں نے حق تلفی کی ہے، خلافت ہمارا حق نہیں تھا لیکن ہم نے زور وزبردستی سے اپنے پاس رکھ لیا۔ واللہ اگر علیؑ کو خلیفہ بنادوں تو وہ لوگوں کو راہ راست وراہ روشن کی طرف ہدایت کریں گے۔ اگر لوگوں نے ان کی پیروی کی تو وہ سب کے سب جنت میں داخل ہوں گے۔"

ابوالہذیل اس روایت کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ پھر اس بوڑھے شخص نے کہا: "خلیفہ ابن عباس کی طرف رخ کرکے کہتے ہیں کہ علی کا ہدف ہی یہی ہے کہ وہ خلیفہ بن کر لوگوں کو بہشت کی طرف ہدایت کریں۔ لیکن اس کے باوجود خلیفہ دوم نے خلافت کو شورائی کر دیا۔ افسوس ہے ان کی اس حالت پر، یہ کیا کر دیا عمر نے؟"[1]

---

(۱) «دخلت الرّقة فذكر لي أن بدير زكن رجلا مجنوناً حسن الكلام فأتيته فإذا أنا بشيخ حسن الهيئة جالس على وسادة يسرح رأسه و لحيته فسلمت عليه فردّ السلام و قال: ممن يكون الرجل؟ قال: قلت: من أهل العراق. قال: نعم أهل الظرف و الأدب. قال: من أيها أنت؟ قلت: من أهل البصرة. قال: أهل التجارب و العلم. قال: فمن أيهم أنت؟ قلت: أبوالهذيل العلاف. قال: المتكلم؟ قلت: بلى. فوثب عن وسادته و أجلسني عليها ثم قال: بعد كلام جرى بيننا ما تقولون في الإمامة؟ قلت: أي الإمامة تريد؟ قال: من تقدمون بعد النبي ﷺ... فأخبرني يا أباالهذيل! عن الذي زعم أن النبي ﷺ لم يستخلف و أن أبابكر استخلف عمر و أن عمر لم يستخلف فأرى أمركم بينكم متناقضاً. و أخبرني يا

چوتھی دلیل: ارکان شوریٰ کی صورت حال

ارکان شوریٰ کی صورت حال پر اگر ہم تھوڑی سا غور بھی کریں تو یہ واضح ہو جائے گا کہ ان انتخابات اور اس شوریٰ کا مقصد صرف اور صرف عثمان وامویان اور مخالفین حضرت امام علیؑ کے ہاتھوں حکومت کو سونپنا تھا۔

عثمان ابن عفان

عثمان ابن عفان ابن ابی العاص ابن امیہ جن کا شمار اموی خاندان کے اہم افراد میں سے ہوتا تھا۔ باقی امویوں کی حیثیت مخصوصا اہل بیتؑ کی نظر میں کیا تھی وہ تو واضح ہی ہے کہ انہیں حضرت امام علیؑ نے نابود کر ان کے شاخوں کو توڑ مروڑ دیا تھا۔ جب معاویہ نے حضرت امام علیؑ کو ڈرانے کی غرض سے ایک نامہ لکھا تو حضرتؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: "وہ تلوار جو جنگ بدر میں تمہارے دادا، خالو اور تمہارے بھائی پر چلی تھی، وہی تلوار آج بھی میرے پاس ہی ہے۔"[۱] یعنی میں نے تمہاری مشرک قوم اور قبیلے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور تم مجھے ہی ڈرانے کی کوشش میں لگے ہو۔ وہ تلوار، جس کے ذریعے میں نے تمہارے باپ دادا کو جہنم تک پہنچایا وہ تلوار میرے پاس ہی ہے!

أباالهذيل! عن عمر حين صيرها شورى بين ستة و زعم أنهم من أهل الجنة فقال: إن خالف اثنان لأربعة فاقتلوا الاثنين و إن خالف ثلاثة لثلاثة فاقتلوا الثلاثة الذين ليس فيهم عبدالرحمن بن عوف فهذا ديانة أن يأمر بقتل أهل الجنة. و أخبرني يا أباالهذيل عن عمر لما طعن دخل عليه عبدالله بن عباس قال: فرأيته جزعا فقلت: يا أميرالمؤمنين ما هذا الجزع؟ قال: يابن عباس! ما جزعي لأجلي و لكن جزعي لهذا الأمر من يليه بعدي. قال: قلت: و لها طلحة بن عبيدالله. قال: رجل له حدة كان النبي ﷺ يعرفه فلا أولي أمر المسلمين حديداً. قال: قلت: و لها زبير بن العوام. قال: رجل بخيل رأيته يماكس امرأته في كبة من غزل فلاأولي أمور المسلمين بخيلاً. قال: قلت: ولها سعد بن أبي وقاص. قال: رجل صاحب فرس و قوس و ليس من أحلاس الخلافة. قال: قلت: و لها عبدالرحمن بن عوف. قال: رجل ليس يحسن أن يكفي عياله. قال: قلت: و لها عبدالله بن عمر. فاستوى جالساً ثم قال: يابن عباس! ما الله أردت بهذا، أُولي رجلاً لم يحسن أن يطلق امرأته. قال: قلت: و لها عثمان بن عفان. قال: والله لئن وليته ليحملن بني أبي معيط على رقاب المسلمين ويوشك أن يقتلوه، قالها ثلاثاً. قال: ثم سكت لما أعرف من مغايرته لأميرالمؤمنين علي بن أبي طالب عليه السلام. فقال: يابن عباس! أذكر صاحبك. قال: قلت: فولها علياً. قال: فوالله ما جزعي إلا لما أخذنا الحق من أربابه والله لئن وليته ليحملنهم على المحجة العظمى و إن يطيعوه يدخلهم الجنة. فهو يقول هذا ثم صيرها شورى بين الستة فويل له من ربه. قال أبو الهذيل: فوالله بينما هو يكلمني إذ اختلط و ذهب عقله. فأخبرت المأمون بقصته و كان من قصته أن ذهب بماله و ضياعه حيلة و غدرا، فبعث إليه المأمون، فجاء به و عالجه و كان قد ذهب عقله بما صنع به، فرد عليه ماله و ضياعه و صيره نديما، فكان المأمون يتشيع لذلك و الحمدلله على كل حال». الاحتجاج: ج۲، ص۳۱۶ - ۳۲۱، احتجاج ۲۶۰، احتجاج رجل على أبي الهذيل العلاف.

(۱) «و عندي السيف الذي أعضضته بجدك و خالك و أخيك في مقام واحد». نهج البلاغه: ص ۴۳۰، نامه ۶۴.

بہر حال امویان وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں حضرت امام علیؑ کے لیے دشمنی تھی کہ جن میں سب سے زیادہ کینہ عثمان کے دل میں تھا۔

عثمان نے خلیفہ بننے کے بعد تمام بڑے عہدے بنی امیہ کو دے دیے۔ انہوں نے معاویہ اور ولید ابن عقبہ جیسے شراب خور انسان کو عہدے سے نوازا جس نے مسجد کوفہ میں فجر کی نماز شراب کے نشے میں آکر چار رکعت پڑھادی اور لوگوں سے کہا کہ اگر اور زیادہ پڑھنے کا ارادہ ہو تو بتاؤ میں پڑھادوں گا۔[۱] عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح جیسے کو عہدہ دیا جس کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: "اگر وہ کعبہ کے پردے سے بھی لگ کر کھڑا ہو تب بھی اسے قتل کر دو۔"[۲] مروان جیسے کو عثمان نے اپنا وزیر بنالیا جس پر اور اس کے باپ پر پیغمبر اکرم ﷺ نے لعنت کی تھی۔ مروان جب پیدا ہوا اور اسے پیغمبر اکرم ﷺ کے ہاتھوں پر رکھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "یہ ملعون ابن ملعون ہے، یہ گرگٹ، گرگٹ کا بیٹا ہے۔" اس حدیث کو حاکم نیشاپوری نے نقل فرمایا ہے اور اس حدیث کی سند کو بھی صحیح مانا ہے۔[۳]

حکم ابن العاص (عثمان کا چچا) پیغمبر اکرم ﷺ نے جسے اس کے بچے کے ساتھ طائف کی طرف شہر بدر کر دیا تھا، اسے عثمان نے مدینہ واپس بلا لیا۔[۴] حکم ابن العاص وہی انسان ہے جس کے آنے پر پیغمبر اکرم ﷺ نے اس پر تین مرتبہ لعنت کی اور فرمایا: "بہت جلد یہ کتاب خدا اور سنت پیامبر ﷺ کی مخالفت کرے

---

(۱) «و ما كان من الوليد بن عقبة بالكوفة إذ صلّى بهم الصبح و هو أمير عليها سكران أربع ركعات ثم قال لهم: إن شئتم أزيدكم صلاة زدتكم». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۳۲، ما أنكر الناس على عثمان.

(۲) «عن ابن إسحاق قال: و كان رسول اللّه ﷺ قد عهد إلى أمرائه من المسلمين حين أمرهم أن يدخلوا مكة ألا يقتلوا أحدا إلا من قاتلهم إلا أنه قد عهد في نفر سماهم أمر بقتلهم و إن وجدوا تحت أستار الكعبة منهم عبد اللّه بن سعد بن أبي سرح». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۱۶۰، حوادث سال ۸ هجری، ذکر الخبر عن فتح مكة.

(۳) «عن عبدالرحمن بن عوف قال: كان لايولد لأحد مولود إلا أتى به النبي ﷺ فدعا له فادخل عليه مروان بن الحكم فقال: هو الوزغ ابن الوزغ الملعون ابن الملعون. هذا حديث صحيح الإسناد و لم-يخرجاه». المستدرك على الصحيحين: ج۴، ص ۵۲۶، كتاب الفتن و الملاحم، ح ۸۴۷۷/ ۱۸۵

(۴) «و كان يفشي أحاديث رسول اللّه ﷺ فلعنه و سيّره إلى الطائف و معه عثمان الأزرق و الحارث و غيرهما من بنيه وقال: لايساكني فلم يزالوا طرداء حتى ردّهم عثمان، فكان ذلك ممّا نقم فيه عليه». أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۲۵۵ - ۲۵۶، مروان بن الحكم. «الحكم بن أبي العاص بن أمية بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصي القرشي الأموي، عمّ عثمان بن عفّان و أبو مروان بن الحكم، كان من مسلمة الفتح و أخرجه رسول اللّه ﷺ من المدينة و طرده عنها فنزل الطائف و خرج معه ابنه مروان». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج۱، ص ۴۱۴، شرح حال حکم بن ابی العاص، ش ۵۴۷.

گا اور اس کے صلب سے فتنے وجود میں آئیں گے جن کے اثرات آسمان کو چھو جانے والے ہوں گے۔" کسی نے پیغمبر اکرم ﷺ سے کہا کہ اس کے لیے یہ سب کرنا ممکن ہے تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہاں! صحیح ہے کہ یہ سب کرنا اس کے لیے ناممکن ہے، لیکن تم میں سے ہی کچھ لوگ اس کی ان کاموں میں مدد کریں گے۔"[1]

حکم ابن العاص کو واپس بلا کر اور اسے ایک لاکھ درہم دے کر[2] اور مروان کو حکومت میں مقام و منزلت دے کر اور اس کا افریقہ کا خمس معاف کر کے[3] عثمان نے اس فتنہ کی مدد کی جس کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ اگر چہ عثمان نے ابو بکر و عمر کے زمانے میں بھی حکم ابن العاص کو مدینہ واپس بلانے کی کوشش کی تھی، لیکن ابو بکر و عمر نے کہا تھا: "جسے پیغمبر اکرم ﷺ نے شہر سے نکالا ہو اسے ہم واپس نہیں بلا سکتے۔" جب عثمان نے خلیفہ ہو کر حکم ابن العاص کو مدینہ بلانے کا ارادہ کیا تو اس پر مسلمانوں نے کافی اعتراضات بھی کیے لیکن عثمان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور انہوں نے حکم کو مدینہ واپس بلا لیا۔[4]

---

(۱) «قد جاء بالحكم آخذا بأذنه و لهازمه جميعا حتى وقفه بين يدي النبي ﷺ فلعنه نبي اللّٰه ﷺ ثلاثا ثم قال نبي اللّٰه ﷺ لعلي اجلس ناحية حتى راح إلى نبي اللّٰه ﷺ ناس من المهاجرين و الأنصار ثم دعا به نبي اللّٰه ﷺ ثم قال: ها إن هذا سيخالف كتاب اللّٰه و سنة نبيه ﷺ و يخرج من صلبه فتن يبلغ دخانها السماء. فقال رجل من المسلمين: صدق اللّٰه و رسوله هو أقل و أذل من أن يكون منه ذلك. قال: بلى و بعضكم و بعضهم يومئذ شيعته». المعجم الكبير: ج۱۲، ص ۳۳۶، عطاء بن أبي رباح عن ابن عمر، ح ۱۳۶۰۲.

(۲) «و مما نقم الناس على عثمان أنه آوى طريد رسول اللّٰه ﷺ الحكم بن أبي العاص و لم يؤوه أبوبكر و لاعمر و أعطاه مائة ألف». العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۸۳، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان. «وكان ممّا نقموا على عثمان أنه آوى الحكم بن أبي-العاص و أعطاه مائة ألف درهم». المعارف: ص ۱۹۴، أخبار عثمان بن عفان، خلافة عثمان و شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۹۸، نتف من أخبار عثمان بن عفان، ذيل خطبه ۳.

(۳) «ذكروا أنه اجتمع ناس من أصحاب النبيّ ﷺ، فكتبوا كتاباً ذكروا فيه ما خالف فيه عثمان من سنة رسول اللّٰه ﷺ و سنة صاحبيه و ما كان من هبته خمس إفريقية لمروان و فيه حقّ اللّٰه و رسوله و سهم ذوي القربى و اليتامى و المساكين». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۳۲، ما أنكر الناس على عثمان. «و افتتح إفريقية، و أخذ خمسه فوهبه لمروان». العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۸۳، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم وأخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان و شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۹۸، نتف من أخبار عثمان بن عفان، ذيل خطبه ۳.

(۴) و اطّلع على رسول اللّٰه ﷺ ذات يوم و هو في بعض حجر نسائه فعرفه و خرج إليه بعنزة و قال: من عذيري من هذا الوزغة اللعين، ثم قال: لايساكنني و لا ولده، فغرّبهم جميعا إلى الطائف، فلما قبض رسول اللّٰه ﷺ كلّم عثمان أبابكر فيهم و سأله ردّهم فأبى ذلك و قال: ما كنت لآوي طرداء رسول اللّٰه ﷺ . ثم لما استخلف عمر كلّمه فيهم. فقال مثل قول أبي بكر. فلما استخلف عثمان أدخلهم المدينة و قال: قد كنت كلّمت رسول

قریشی عثمان سے بہت زیادہ ہی محبت کیا کرتے تھے، اتنی محبت کہ ان کی محبت ایک کہاوت بن چکی تھی۔ مائیں اپنے بچوں سے کہا کرتی تھی کہ میں تمھیں اتنی محبت کرتی ہوں جتنی قریش عثمان سے کرتے ہیں۔[۱] اور قریش کی عثمان سے یہ محبت صرف حضرت امام علیؑ سے دشمنی کی بنا پر تھی، جس کا ذکر خود عثمان نے حضرت امام علیؑ سے کیا تھا: "قریش آپ کو نہیں چاہتے تو اس میں میں کیا کروں؟ آپ نے ہی تو قریش کے ستر بہترین لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔"[۲]

عبدالرحمٰن ابن عوف[۳]

عبدالرحمٰن، عثمان کا بہنوئی[۴] جو اپنے دل میں حضرت علیؑ کے لیے بہت زیادہ کینہ رکھا کرتا تھا اور چونکہ یہ قبیلہ بنوزہرہ کا سردار تھا لہٰذا اس کی اور اس کے قبیلہ کی ابو بکر سے بیعت نے، ابو بکر کی حکومت کو کافی تقویت بخشی، جبکہ حضرت علیؑ اور بنی ہاشم نے ابو بکر کی بیعت سے انکار کر دیا اور مسجد سے باہر نکل آئے تھے۔[۵] عبدالرحمٰن ان لوگوں میں سے ہے جو در زہرا سلام اللہ علیہا پر آگ اور لکڑیاں لے کر آئے تھے۔[۱]

اللّٰه ﷺ فيهم و سألته ردّهم فوعدني أن يأذن لهم فقبض قبل ذلك، فأنكر المسلمون عليه إدخاله إيّاهم المدينة». أنساب الأشراف: ج ۵، ص ۱۳۵، ما أنكروا من سيرة عثمان.

(۱) «عن الشعبي قال: كان عثمان في قريش محببا يوصون إليه و يعظمونه و إن كانت المرأة من العرب لترقص صبيها و هي تقول:

أحبــــك و الـــــرحمن | حـــبّ قـــريش عثمـــان

تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۱، ص ۱۶۴ - ۱۶۵، شرح حال عثمان، ش ۴۷۱۵ و أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۱۳، أمر عثمان بن عفان.

(۲) «عن ابن عباس: قال عثمان لعلي عليه السلام: ما ذنبي إن لم تحبك قريش و قد قتلت منهم سبعين رجلاً كأن وجوههم سيوف المذهب». معرفة الصحابة: ج ۱، ص ۱۰۳، معرفة نسبة علي بن أبي طالب، ش ۴، ح ۳۳۸ و شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۲۲ - ۲۳، ذكر أطراف مما شجر بين علي و عثمان في أثناء خلافته، فصل فيما شجر بين عثمان و ابن عباس من الكلام بحضرة علي، ذيل خطبه ۱۳۵.

(۳) «عبدالرحمن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن الحارث بن زهرة بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤي». سير أعلام النبلاء: ج ۱، ص ۶۸، شرح حال عبدالرحمن، ش ۴.

(۴) «و قال ابن الكلبي: عبدالرحمن بن عوف زوج أمّ كلثوم بنت عقبة بن أبي معيط و أمّها أروى بنت كريز و أروى أمّ عثمان فلذلك قال: صهره». أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۲۴ - ۱۲۵، أمر الشورى و بيعة عثمان.

(۵) «و اجتمعت بنوأمية إلى عثمان و اجتمعت بنوزهرة إلى سعد و عبدالرحمن بن عوف، فكانوا في المسجد الشريف مجتمعين، فلما أقبل عليهم أبوبكر و أبوعبيدة و قد بايع الناس أبابكر قال لهم عمر: ما لي أراكم

شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے منقول ایک روایت کے مطابق عبد الرحمٰن ان منافقوں میں سے تھا جس نے تبوک کی گھاٹی میں پیغمبر اکرم ﷺ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔[۲]

عبد الرحمٰن ان منافقوں میں سے ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے کہا تھا کہ ان کی آنکھوں کی طرف دیکھو، ان کی آنکھیں بالکل دیوانوں جیسی دکھ رہی ہیں۔ ان کے لیے ہی یہ آیت نازل ہوئی تھی[۳]: يَحْلِفُونَ بِاللهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ۔[۴] عبد الرحمٰن نے یہ جملہ غدیر کے دن کہا تھا جب رسول اللہ ﷺ علیؑ کے ہاتھوں کو اوپر اٹھائے فرمارہے تھے کہ جس جس کا میں مولا ہوں، اس اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔

مجتمعين حلقا شتى، قوموا فبايعوا أبابكر، فقد بايعته و بايعه الأنصار، فقام عثمان بن عفان و من معه من بني أمية فبايعوه و قام سعد و عبدالرحمن بن عوف و من معهما من بني زهرة فبايعوا. و أما علي و العباس بن عبدالمطلب و من معهما من بني هاشم فانصرفوا إلى رحالهم». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۱۱، تخلف سعد بن عبادة عن البيعة و شرح نهج البلاغة: ج ٦، ص ۱۱، أخبار يوم السقيفة، ذيل خطبه ٦٦. «فاجتمع عليه بنوهاشم و معهم الزبير بن العوام و اجتمعت بنوأمية إلى عثمان بن عفان و بنوزهرة إلى عبدالرحمن بن عوف، فكانوا في المسجد فقام عثمان و عبدالرحمن بن عوف و من معهما فبايعوا و انصرف علي و بنوهاشم إلى منزل علي عليه السلام و معهم الزبير». الاحتجاج: ج ۱، ص ۱۸۱، احتجاج ۳٦، الإنكار على أبي بكر.

(۱) «كان مع الجماعة الذين دخلوا بيت فاطمة. قال: و روى سعد بن إبراهيم أن عبدالرحمن بن عوف كان مع عمر ذلك اليوم». شرح نهج البلاغة: ج٦، ص ۴۸، ما روي من أمر فاطمة مع أبي بكر، ذيل خطبه ٦٦. كلهم مجتمعين...

(۲) «عن حذيفة بن اليمان أنه قال: الذين نفروا برسول اللهﷺ ناقته في منصرفه من تبوك أربعة عشر: أبوالشرور و أبوالدواهي و أبوالمعازف و أبوه و طلحة و سعد بن أبي وقاص و أبوعبيدة و أبوالأعور و المغيرة و سالم مولى أبي حذيفة و خالد بن وليد و عمرو بن العاص و أبوموسى الأشعري و عبدالرحمن بن عوف و هم الذين أنزل الله عزوجل فيهم: وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ». الخصال: ج ۲، ص ۵۰۱، أبواب الأربعة عشر، ح ۹۴۰و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ٦۳۱- ٦۳۲، كتاب الفتن و المحن، تتميم ما ورد فيهما أو فيهم، ح ۱۳۵.

(۳) «عن جعفر بن محمد عليه السلام قال: لما أقام رسول اللهﷺ أميرالمؤمنين يوم غديرخم كان بحذائه سبعة نفر من المنافقين، منهم فلان و فلان و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن أبي وقاص و أبوعبيدة و سالم مولى أبي حذيفة و المغيرة بن شعبة، قال الثاني: أما ترون عينيه كأنهما عينا مجنون؟ يعني النبيﷺ! الساعة يقوم و يقول: قال لي ربي، فلما قام قال: أيها الناس من أولى بكم من أنفسكم؟ قالوا: الله و رسوله. قال: اللهم فاشهد، ثم قال: ألا من كنت مولاه فعلي مولاه و سلموا عليه بإمرةالمؤمنين، فأنزل جبرئيل عليه السلام و أعلم رسول اللهﷺ بمقالة القوم، فدعاهم و سألهم، فأنكروا و حلفوا، فأنزل الله: يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ تفسير القمي: ج ۱، ص ۳۰۱، ذيل آيه ۷۴ سوره توبه و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ٦۳۵- ٦۳٦، كتاب الفتن و المحن، تتميم ما ورد فيهما أو فيهم، ح ۱۴۳.

(۴) سوره توبه (۹)، آيه ۷۴.

صحیفہ ملعونہ لکھنے والوں میں سے ایک عبدالرحمٰن بھی ہے جنہوں نے آپس میں یہ قسم کھائی تھی کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد خلافت کو بنی ہاشم سے دور کر دیں گے۔[۱]

خلیفہ دوم، عبدالرحمٰن کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اے عبدالرحمٰن! تم اس امت کے فرعون ہو۔"[۲]

علامہ شوشتری عمر کے اس قول پر حاشیہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں:

جتنی اس کے پاس مال و دولت تھی اس حساب سے وہ فرعون ہونے کے ساتھ ساتھ اس امت کا قارون بھی تھا[۳] کیونکہ ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے کہ اس کی میراث ۱۶ قسموں میں تقسیم ہوئی اور اس کی ہر ایک عورتوں کو ۸۰ ہزار درہم حصے میں ملے۔[۴]

اگر عبدالرحمٰن کی حضرت امام علیؑ سے سابقہ دشمنی اور اس کی عثمان سے رشتہ داری اور دوستی کی طرف دیکھا جائے جبکہ پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں ان دونوں کے درمیان عقد اخوت بھی پڑھا گیا تھا[۵]، تو عبدالرحمٰن کا عثمان کو انتخاب کرنے اور حضرت علیؑ کو اس کی اپنی رائے نہ دینے پر آپ کو کوئی تعجب نہیں ہوگا حالانکہ عبدالرحمٰن یہ جانتا تھا کہ علیؑ پیغمبر اکرم ﷺ کا نفس اور آپؐ کی جان ہیں۔

---

(۱) عن أبي عبدالله عليه السلام في قول الله عزوجل: مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ قال: نزلت هذه الآية في فلان و فلان و أبي عبيدة الجراح و عبدالرحمن بن عوف و سالم مولى أبي حذيفة و المغيرة بن شعبة حيث كتبوا الكتاب بينهم و تعاهدوا و توافقوا: لئن مضى محمد لاتكون الخلافة في بني هاشم و لاالنبوة أبدا». الكافي: ج ۸، ص ۱۷۹ - ۱۸۰، الذين تعاهدوا على غصب الخلافة، ح ۲۰۲و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۶۳۳، كتاب الفتن و المحن، تتميم ما ورد فيهما أو فيهم، ح ۱۴۰.

(۲) «و ما يمنعني منك يا عبدالرحمن! إلا أنك فرعون هذه الأمة». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۴، تولية عمر بن الخطاب الستة الشورى و عهده إليهم.

(۳) «قلت: و قد كان قارون الأمة بماله ايضا. قال ابن قتيبة: قسّم ميراثه...». قاموس الرجال: ج ۶، ص ۱۳۳، شرح حال عبدالرحمن بن عوف، ش ۴۰۵۷.

(۴) «قال أبواليقظان: مات في خلافة عثمان و قسم ميراثه على ستة عشر سهما، فبلغ نصيب كل امرأة له ثمانين ألف درهم». المعارف: ص ۲۳۶، أخبار عبدالرحمن بن عوف.

(۵) « أنّ رسول الله ﷺ آخى بين عثمان و عبدالرحمن بن عوف». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص ۳۸۹، شرح حال عبدالرحمن، ش ۱۴۵۵؛ أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۳، ص ۴۷۸، شرح حال عبدالرحمن، ش ۳۳۷۰ و المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص ۱۶، كتاب الهجرة، ح ۳۳ / ۴۲۸۹.

بزرگان و محدّثان اہل سنت کے ذریعے نقل شدہ حدیثوں کے مطابق جس حدیث کی سند کو حاکم نیشاپوری صحیح مانتے ہیں۔ عبد الرحمٰن کہتا ہے: "فتح مکہ کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ طائف کی طرف گئے اور شہر طائف کا سات یا آٹھ دنوں تک محاصرہ کرنے کے بعد آپؐ شہر میں داخل ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! حوض کوثر پر میں تم پر سب سے پہلے پہنچوں گا۔ ہماری وعدہ گاہ حوض کوثر ہے۔ میں تمھیں اپنی عترت کے ساتھ خیر اور نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! یا تو تم لوگ مسلمان ہو جاؤ، نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ یا پھر تمہارے جنگجوؤں کے سروں کو قلم کرنے، تمہارے بچوں کو اسیر کرنے کے لیے میں اپنی جان (علیؑ) کو اپنی طرف سے تمہارے درمیان بھیجوں۔" عبد الرحمٰن کہتا ہے: "لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کو بھیجنے کا وعدہ کیا ہے وہ شخص یا تو ابو بکر ہوگا یا عمر، لیکن پیغمبر اکرم ﷺ نے اس وقت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "یہی وہ شخص ہے۔"[1]

مطلب ابن عبد اللہ نے عبد الرحمٰن کے بیٹے مصعب سے پوچھا: "اس طرح کی حدیث کو نقل کرنے کے باوجود تمہارے والد نے جلسہ شوریٰ میں کیوں علیؑ کو نظر انداز کیا؟" مصعب نے جواب میں کہا: "خدا کی قسم! بابا کی حرکت پر مجھے بھی تعجب ہے۔"[2]

عبد الرحمٰن کا اس حدیث میں حضرت امام علیؑ کی برتری اور ان کی افضلیت کا اقرار کرنا، لیکن اس اقرار کے بعد بھی اس کا اس شوریٰ میں اپنی رائے امام علیؑ کو نہ دینا، شوریٰ کے سازش ہونے کو اور بھی زیادہ واضح کرتا ہے۔

سعد ابن ابی وقاص

سعد ابن مالک بن وہیب معروف بہ سعد ابن ابی وقاص کا نسب اس کی ماں کی طرف سے اموی خاندان سے جا کر ملتا ہے۔[3] جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اس کا تعلق بنی زہرہ نامی قبیلہ سے تھا اور یہ

---

(۱) «عن عبدالرحمن بن عوف قال: افتتح رسول اللّٰه ﷺ مكة ثم انصرف إلى الطائف فحاصرهم ثمانية أو سبعة ثم أوغل غدوة أو روحة ثم نزل ثم هجر ثم قال: أيها الناس! اني لكم فرط و اني أوصيكم بعترتي خيراً موعدكم الحوض و الذي نفسي بيده لتقيمن الصلاة و لتؤتون الزكاة أو لأبعثن عليكم رجلا مني أو كنفسي فليضربن أعناق مقاتليهم و ليسبين ذراريهم. قال: فرأى الناس أنه يعني أبابكر أو عمر فأخذ بيد علي فقال هذا. هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه». المستدرك على الصحيحين: ج ۲، ص ۱۳۱، كتاب الجهاد ح ۱۵۵۹/۱۸۴؛ مسند أبي يعلى الموصلي: ج ۱، ص ۳۵۴، مسند عبدالرحمن بن عوف، ح ۸۵۶ و المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۴۹۸، كتاب الفضائل، فضائل علي بن أبي طالب، ح ۲۳.

(۲) «قال المطلب بن عبداللّٰه: فقلت لمصعب بن عبدالرحمن: فما حمل أباك على ما صنع؟ قال: أنا و اللّٰه أعجب من ذلك». الأمالي: ص ۵۰۴، المجلس الثامن عشر، ح ۱۱ / ۱۱۰۴.

(۳) «اسم أبي وقاص مالك بن وهيب بن عبدمناف بن زهرة بن كلاب بن مرة و يكنى أباإسحاق و أمه حمنة بنت سفيان بن أمية بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصي». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۱۳۷، شرح حال سعد و أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۲، ص ۴۵۳، شرح حال سعد، ش ۲۰۳۸.

عبدالرحمٰن ابن عوف کا چچازاد بھائی تھا۔ چونکہ سعد اموی خاندان سے تھا لہٰذا حضرت امام علیؑ سے اس کی دشمنی اور کینہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، جبکہ حضرت امام علیؑ نے دین اسلام کی ابتدائی جنگوں میں اس کی ماں کے کئی سارے بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔[۱]

سعد ابن ابی وقاص ان منافقوں میں سے ہے جنہوں نے روز غدیر جب پیغمبر اکرم ﷺ حضرت امام علیؑ کے ہاتھ کو بلند کر یہ فرمارہے تھے کہ میں جس جس کا مولا ہوں، یہ علیؑ بھی اس اس کے مولا ہیں، تو اس وقت کہا تھا کہ پیغمبرؐ کی آنکھ دیکھو، جیسے کسی دیوانے کی آنکھ لگ رہی ہے۔ اور یہ آیت انہی لوگوں کی مذمت میں نازل ہوئی:[۲] (يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ۔[۳])

علمائے اہل سنت میں سے ایک معروف عالم ابن حزم اندلسی اور شیخ صدوق کی نقل کردہ روایت کے مطابق سعد ابن ابی وقاص، ابو بکر، عمر، طلحہ اور عثمان ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے تبوک کی گھاٹی میں پیغمبر اکرم ﷺ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔[۴]

---

(۱) «الذي ذكره الراوندي... فأما الرواية التي جاءت بأن طلحة لم يكن حاضرا يوم الشورى، فإن صحت فذو الضغن هو سعد بن أبي وقاص، لأن أمه حمنة بنت سفيان بن أمية بن عبدشمس و الضغينة التي عنده على علي من قبل أخواله الذين قتل صناديدهم و تقلد دماءهم و لم يعرف أن عليا عليه السلام قتل أحدا من بني زهرة لينسب الضغن إليه». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۹۰، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳.

(۲) «عن جعفر بن محمد عليه السلام قال: لما أقام رسول اللّٰه ﷺ أميرالمؤمنين يوم غديرخم كان بحذائه سبعة نفر من المنافقين، منهم فلان و فلان و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن أبي وقاص و أبوعبيدة و سالم مولى أبي حذيفة و المغيرة بن شعبة، قال الثاني: أما ترون عينيه كأنهما عينا مجنون؟ يعني النبي ﷺ! الساعة يقوم و يقول: قال لي ربي، فلما قام قال: أيها الناس من أولى بكم من أنفسكم؟ قالوا: اللّٰه و رسوله. قال: اللهم فاشهد، ثم قال: ألا من كنت مولاه فعلي مولاه و سلموا عليه بإمرةالمؤمنين، فأنزل جبرئيل عليه السلام و أعلم رسول اللّٰه ﷺ بمقالة القوم، فدعاهم و سألهم، فأنكروا و حلفوا، فأنزل اللّٰه: يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ تفسير القمي: ج ۱، ص ۳۰۱، ذيل آيه ۷۴ سوره توبه و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۶۳۵ - ۶۳۶، كتاب الفتن و المحن، تتميم ما ورد فيهما أو فيهمم، ح ۱۴۳.

(۳) سوره توبه (۹)، آيه ۷۴.

(۴) «عن حذيفة بن اليمان أنه قال: الذين نفروا برسول اللّٰه ﷺ ناقته في منصرفه من تبوك أربعة عشر: أبوالشرور و أبوالدواهي و أبوالمعازف و أبوه و طلحة و سعد بن أبي وقاص و أبوعبيدة و أبوالأعور و المغيرة و سالم مولى أبي حذيفة و خالد بن وليد و عمرو بن العاص و أبوموسى الأشعري و عبدالرحمن بن عوف و هم الذين أنزل اللّٰه عزوجل فيهم: وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا الخصال: ج ۲، ص ۱۰۵، أبواب الأربعة عشر، ح ۹۰ وبحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۶۳۱ - ۶۳۲، كتاب الفتن و المحن، تتميم ما ورد فيهما أو فيهم، ح ۱۳۵. «و أما حديث حذيفة فساقط لأنه من طريق الوليد بن جميع و هو هالك و لانراه يعلم من وضع الحديث فإنه قد روى أخبارا فيها ان أبابكر و عمر و عثمان و طلحة و سعد بن أبي وقاص أرادوا قتل النبي ﷺ و إلقاءه من العقبة في تبوك و هذا هو الكذب الموضوع الذي يطعن اللّٰه تعالى واضعه فسقط التعلق به و الحمدللّٰه ربّ العالمين». المحلى: ج ۱۱، ص ۲۲۴، ما ورد في صفات المنافق و النهي عن تعظيمه.

لیکن ابن حزم جب اس روایت کو نقل کرتے ہیں تو بیان کرتے ہیں: اس روایت میں صرف ایک مشکل ہے اور وہ یہ کہ اس روایت کی سند میں ولید بن عبد اللہ بن جمیع موجود ہے لہٰذا ابن حزم اس روایت کو جعلی اور جھوٹی مانتے ہیں، لیکن جب آپ اہل سنت کی رجالی کتابوں کی طرف مراجعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ تمام علمانے اسے مورد اعتماد اور ثقہ قرار دیا ہے۔

اہل سنت علمائے رجال ولید ابن جمیع کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: یحییٰ ابن معین اور عجلی نے اسے ثقہ مانا ہے۔ احمد ابن حنبل اور ابو زرعہ نے اسے مورد تائید قرار دیا ہے۔ ابو حاتم رازی اس کے صالح الحدیث ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: صدوق، ابن حبان اسے ثقہ مانتے ہیں اور ابن سعد نے بھی اس کے ثقہ ہونے کی تائید کی ہے۔[۱]

اسی بنیاد پر مسلم نیشاپوری نے اپنی صحیح میں اس سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔ سعد وہ انسان ہے جو کہا کرتا تھا کہ آخر پیغمبر اکرم ﷺ علیؑ کو اتنا بڑھا چڑھا کر کیوں بیان فرماتے ہیں؟ مجھے تو ڈر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہیں علیؑ کی عبادت کا حکم نہ دے دیں۔[۲]

سعد ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری لمحات میں لشکر اسامہ میں جانے سے انکار کیا اور اس کے ساتھ جانے پر اعتراض کیا۔[۳] اور پھر نتیجۃً سعد رسول اللہ ﷺ کی لعنت کا مستحق قرار پایا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر اسامہ میں شریک نہ ہونے والوں پر لعنت کی تھی۔[۱]

---

(۱) «قال أحمد و أبوداود: ليس به بأس. و قال ابن معين و العجلي: ثقة. و قال أبوزرعة: لا بأس به. و قال أبوحاتم: صالح الحديث. و ذكره ابن حبان في الثقات. و قال ابن سعد: كان ثقة و له أحاديث». تهذيب التهذيب: ج ۱۱، ص ۱۲۲، شرح حال وليد بن عبدالله بن جميع، ش ۲۳۰ و الطبقات الكبرى: ج ٦، ص ۳۵۴، الوليد بن عبدالله. «وليد بن عبدالله بن جميع الزهري المكي نزيل الكوفة صدوق...». تقريب التهذيب: ج۲، ص ۳۳۳، ش ٦۴.

(۲) «و روى باسناده إلى الباقر عليه السلام قال: لما كثر قول المنافقين و حسّاد أميرالمؤمنين عليه السلام فيما يظهره رسول الله ﷺ من فضل علي عليه السلام... و هم أبوبكر و عمر و عثمان و طلحة و الزبير و سعد و سعيد و عبدالرحمن بن عوفالزهري و أبوعبيدة بن الجراح، فقالوا: لقد أكثر محمد في حقّ علي حتى لو أمكنه ان يقول لنا: إعبدوه لقال». إرشاد القلوب: ج ۲، ص ۱۰۱ - ۱۰۲، باب في فضائله عليه السلام، في نزول سورة والنجم و تكلم الشمس معه و بحارالأنوار: ج ۳۵، ص ۲۷٦، تاريخ أميرالمؤمنين عليه السلام، الباب الثامن في نزول سورة والنجم، ح ۵.

(۳) «فلما أصبح يوم الخميس عقد لأسامة لواء بيده، ثم قال: أغز بسم الله في سبيل الله فقاتل من كفر بالله. فخرج بلوائه و عقوداً فدفعه إلى بريدة بن الحصيب الأسلمي و عسكر بالجرف، فلم يبق أحد من وجوه المهاجرين الأولين و الأنصار إلا انتدب في تلك الغزوة، فيهم أبو بكر الصديق و عمر بن الخطاب و أبوعبيدة بن الجراح و سعد بن أبي وقاص و سعيد بن زيد و قتادة بن النعمان و سلمة بن أسلم بن حريش، فتكلم قوم و قالوا: يستعمل

سعد چونکہ امام علیؑ کے لیے اپنے دل میں کینہ رکھتا تھا لہٰذا اس نے علیؑ کی بیعت نہ کر کے گزشتہ خلفائے کی بیعت کی اور جب امام علیؑ نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لی تب بھی اس نے امام علیؑ کے ہاتھوں بیعت نہیں کی۔(۲)

یہ جنگ جمل، صفین اور جنگ نہروان میں بھی حاضر نہیں تھا۔ ابن قتیبہ نقل فرماتے ہیں: عمارؓ نے اس سے بات چیت کی تا کہ وہ جنگ میں شریک ہونے پر راضی ہو جائے۔

لیکن عمارؓ کو جواب کے طور پر سعد کی طرف سے برے الفاظ ہی ملے۔ عمارؓ حضرت امام علیؑ کی طرف لوٹ گئے تو امامؑ نے ان سے فرمایا: "سعد ایک حاسد انسان ہے لہٰذا ان لوگوں کو ان کے ہی حال پر چھوڑ دو۔"(۳)

جب جنگ صفین کہ جس کا خرچ حکومت امام علیؑ کے لیے بہت زیادہ تھا، ختم ہوئی اور سعد اور جنگ سے پیچھے رہ جانے والے دوسرے افراد نے امامؑ کی خدمت میں آ کر بیت المال سے اپنے چند مہینوں کا ماہیانہ طلب کیا تو حضرت امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: "ہم مہینے جنگوں میں مصروف رہے، تم لوگ اس جنگ میں شریک ہونے کیوں نہیں آئے؟" انہوں نے کہا: "ہم مشکوک تھے اس جنگ کہ بارے میں کہ آیا یہ جنگ حق ہے یا باطل؟" حضرت نے فرمایا: "میں بھی مشکوک ہوں کہ تمہیں بیت المال میں سے تمہارا ماہیانہ دوں یا چھوڑ دوں، چلو اٹھو اور چلے جاؤ یہاں سے۔"(۴)

هذا الغلام على المهاجرين الأولين! فغضب رسول اللّٰهﷺ غضباً شديداً فخرج و قد عصب على رأسه عصابة و عليه قطيفة فصعد المنبر...». الطبقات الكبرى: ج ۲، ص ۱۹۰، سرية أسامة بن زيد حارثة; فتح الباري بشرح صحيح البخاري: ج ۷، ص ۷۵۹، كتاب المغازي، باب بعث النبيّﷺ أسامة بن زيد في مرضه الذي توفي فيه، ح ۴۴۶۹و عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ج ۱۸، ص ۷۶، كتاب المغازي، باب بعث النبيّﷺ أسامة بن زيد في مرضه الذي توفي فيه، ح ۴۴۶۹.

(۱) «في مرضه أنه قال: جهزوا جيش أسامة، لعن اللّٰه من تخلف عنه». الملل و النحل: ج ۱، ص ۲۹، المقدمة الرابعة و شرح نهج البلاغه: ج ۶، ص ۵۲، ذكر أمر فاطمة مع أبي بكر، ذيل خطبه ۶۶.

(۲) «و بايعه المسلمون بالمدينة إلا محمد بن مسلمة و عبداللّٰه بن عمر و أسامة بن زيد و سعد بن أبي-وقاص». شرح نهج البلاغة: ج ۴، ص ۹، بيعة علي و أمر المتخلفين عنها، ذيل خطبه ۵۳.

(۳) «قال: ثم أتى سعد بن أبي وقاص فكلمه، فأظهر الكلام القبيح. فانصرف عمارؓ إلى علي. فقال له علي: دع هؤلاء الرهط، أما ابن عمر فضعيف و أما سعد فحسود». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۵۳- ۵۴، اعتزال عبداللّٰه بن عمر و سعد بن أبي وقاص و محمد بن مسلمة عن مشاهدة عليّ و حروبه.

(۴) «في حديث عمر بن سعد: و دخل عبداللّٰه بن عمر و سعد بن أبي وقاص و المغيرة بن شعبة مع أناس معهم و كانوا قد تخلفوا عن علي، فدخلوا عليه فسألوه أن يعطيهم عطاءهم و قد كانوا تخلفوا عن علي حين خرج إلى

سعد باوجود اس کے کہ امام علیؑ کی حقانیت و افضلیت کا یقین رکھتا تھا لیکن پھر بھی اس نے اپنے کینہ اور حضرت سے دشمنی کی خاطر، امام کا ساتھ نہیں دیا۔ جب عمارؓ نے اس سے پوچھا: "کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ ایک گروہ دین سے خارج ہو جائے گا اور علیؑ سے جنگ کرے گا؟" سعد کہتا ہے: "بخدا رسول اللہ ﷺ کی زبان سے میں نے یہ سنا ہے، لیکن میں ان سب سے کنارہ کشی اختیار کرنا پسند کرتا ہوں۔"(۱)

حاکم نیشاپوری ایک روایت نقل کرتے ہیں اور جس کی سند کو شیخین کی شرائط کے مطابق صحیح مانتے ہیں: سعد نے ایک شخص، جو حضرت امام علیؑ کو برا بھلا کہہ رہا تھا، سے کہا: "تم کس بنا پر علیؑ کو برا بھلا کہہ رہے ہو؟ کیا علیؑ سب سے پہلے مسلمان اور رسول اللہ کے پیچھے سب سے پہلے نماز گزار نہیں ہیں؟ کیا علیؑ زاہد ترین و عالم ترین شخص نہیں ہیں؟" سعد نے امام کے فضائل بیان کرتے کرتے کہا: "کیا پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی اکلوتی بیٹی علیؑ کو نہیں دی ہے؟ کیا علیؑ تمام جنگوں میں رسول اللہؐ کے علمدار نہیں رہے ہیں؟" پھر سعد نے اس مرد پر لعنت کی۔(۲)

صفين و الجمل. فقال لهم علي: ما خلفكم عني؟ قالوا: قتل عثمان و لاندرى أحل دمه أم لا؟ و قد كان أحدث أحداثا ثم استتبتموه فتاب، ثم دخلتم في قتله حين قتل، فلسنا ندري أصبتم أم اخطأتم؟ مع أنا عارفون بفضلك يا أميرالمؤمنين و سابقتك و هجرتك. فقال علي: ألستم تعلمون أن الله عزوجل قد أمركم أن تأمروا بالمعروف و تنهوا عن المنكر. فقال: وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ؟ قال سعد: يا علي! أعطني سيفا يعرف الكافر من المؤمن، أخاف أن أقتل مؤمنا فأدخل النار. فقال لهم علي: ألستم تعلمون أن عثمان كان إماما بايعتموه على السمع و الطاعة، فعلام خذلتموه إن كان محسنا، و كيف لم تقاتلوه إذ كان مسيئا؟! فإن كان عثمان أصاب بما صنع فقد ظلمتم إذ لم-تنصروا إمامكم و إن كان مسيئا فقد ظلمتم إذ لم تعينوا من أمر بالمعروف و نهى عن المنكر. و قد ظلمتم إذ لم تقوموا بيننا و بين عدونا بما أمركم الله به، فإنه قال: فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فردهم و لم يعطهم شيئاً». وقعة صفين: ص۵۵۱ - ۵۵۲، دخول جمع من الصحابة على علي عليه السلام.

(۱) «عن عامر بن سعد أن عمارؓ بن ياسر قال لسعد بن أبي وقاص: ما لك لا تخرج فتقاتل مع علي بن أبي طالب؟ أما سمعت رسول اللهﷺ ما قال فيه قال: يخرج قوم من أمتي يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية يقتلهم علي بن أبي طالب ثلاثا. قال: صدقت، والله لقد سمعته و لكني أحببت العزلة حتى أجد سيفا يقطع الكافر و ينبو عن المؤمن». السنة: ج ۲، ص ۸۹۰-۸۹۱، باب ما ذكر في علي عليه السلام و المعجم الأوسط: ج ۳، ص ۳۹۵، باب السين، من اسمه سهل، ح ۳۶۳۴.

(۲) «عن قيس بن أبي حازم قال كنت بالمدينة فبينا انا أطوف في السوق إذ بلغت أحجار الزيت فرأيت قوما مجتمعين على فارس قد ركب دابة و هو يشتم علي بن أبي طالب و الناس وقوف حواليه إذ أقبل سعد بن أبي وقاص فوقف عليهم فقال: ما هذا؟ فقالوا: رجل يشتم علي بن أبي طالب. فتقدم سعد فأفرجوا له حتى وقف عليه فقال: يا هذا على ما تشتم علي بن أبي طالب؟ ألم يكن أول من أسلم؟ ألم يكن أول من صلى مع رسول اللهﷺ؟ ألم يكن أزهد الناس؟ ألم يكن أعلم الناس؟ و ذكر حتى قال: ألم يكن ختن رسول اللهﷺ على ابنته؟ ألم يكن صاحب راية رسول

تعجب ہے! سعد نے امامؑ کے ان تمام فضائل کو نقل کرنے کے بعد بھی ان کی بیعت اور ان کی ہمراہی سے انکار کر دیا، جبکہ وہ بہتر طور پر جانتا تھا کہ حق حضرت امامؑ کے ساتھ ہے لیکن پھر بھی اس نے اپنے کینہ اور دشمنی کی پیروی کی۔ جیسا کہ ہیثمی سے منقول ایک روایت ہے: سعد نے مدینہ آئے ہوئے اس انسان سے کہا: "میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جہاں کہیں بھی حق ہو، علیؑ حق کے ساتھ ہیں۔" اس شخص نے کہا: "تمہارے علاوہ بھی کیا کسی اور نے اس حدیث کو سنا ہے؟" سعد نے کہا: "پیغمبر اکرمؐ نے اس حدیث شریف کو خانہ ام سلمہ میں بیان فرمایا ہے۔" وہ شخص ام سلمہ کے گھر کی طرف بڑھا اور ان سے دریافت کیا۔ ام سلمہ بیان فرماتی ہیں: "پیغمبر اکرم ﷺ نے اس حدیث کو میرے ہی گھر میں بیان فرمایا ہے۔" پھر اس شخص نے سعد سے کہا: "اب میری نظر میں تمہارے سوا کوئی اور مورد ملامت و سرزنش نہیں ہے۔" سعد نے پوچھا: "ایسا کیوں؟" اس شخص نے کہا: "اگر میں اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی سنتا تو میں اپنی تمام زندگی علیؑ کی خدمت میں گزار دیتا۔"[۱]

وہ مشہور روایت جسے محدثین اہل سنت نے نقل کیا ہے اور جس کی سند کو ابن کثیر بھی معتبر مانتے ہیں، یہ ہے: معاویہ نے ایک ایسی نشست میں کہ جس میں خود سعد بھی شریک تھا، امام علیؑ کے حوالے سے بد گوئی کی۔ سعد نے غصے میں آکر معاویہ سے کہا: "میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے حضرت امام علیؑ کی خصلتیں سنی ہیں، اگر ان خصلتوں میں سے ایک خصلت بھی میرے پاس ہوتی تو وہ خصلت دنیا ومافیہا میں میرے لیے سب

اللّٰهﷺ في غزواته؟ ثم استقبل القبلة و رفع يديه و قال: اللهم إن هذا يشتم وليا من أوليائك فلاتفرق هذا الجمع حتى تريهم قدرتك. قال قيس: فواللّٰه ما تفرقنا حتى ساخت به دابته فرمته على هامته في تلكالأحجار فانفلق دماغه و مات. هذا حديث صحيح على شرط الشيخين و لم-يخرجاه». المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص۵۷۱-۵۷۲، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب أبي-إسحاق سعد بن أبي وقاص، ح۶۱۲۱/ ۱۷۹۱.

(۱) «وعن محمد بن إبراهيم التيمي أن فلانا دخل المدينة حاجا فأتاه الناس يسلمون عليه فدخل سعد فسلم. فقال: و هذا لم يعنا على حقنا على باطل غيرنا. قال: فسكت عنه. فقال مالك: لاتتكلم. فقال: هاجت فتنة و ظلمة. فقال لبعيري: إخ إخ فأنخت حتى انجلت. فقال رجل: إني قرأت كتاب اللّٰه من أوله إلى آخره فلم أر فيه أخ أخ. فقال: أما إذ قلت ذاك فإني سمعت رسول اللّٰهﷺ يقول: علي مع الحق أو الحق مع علي حيث كان. قال: من سمع ذلك؟ قال: قاله في بيت أم سلمة. قال: فأرسل إلى أم سلمة فسألها. فقالت: قد قاله رسول اللّٰهﷺ في بيتي. فقال الرجل لسعد: ما كنت عندي قط ألوم منك الآن. فقال: و لم؟ قال: لو سمعت هذا من النبيﷺ لم أزل خادما لعلي حتى أموت. رواه البزار و فيه سعد بن شعيب و لم أعرفه و بقية رجاله رجال الصحيح». مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ج ۷، ص ۲۳۵ - ۲۳۶، كتاب الفتن، باب فيما كان في الجمل و صفين و غيرهما.

«عن عبيداللّٰه بن عبداللّٰه المديني قال: حج معاوية بن أبي سفيان فمر بالمدينة فجلس في مجلس فيه سعد بن أبي وقاص...». تاريخ دمشق الكبير: ج ۲۲، ص ۲۴۶، شرح حال سعد بن مالك، ش ۲۴۳۳.

سے زیادہ محبوب ہوتی۔ میں نے روز غدیر پیغمبر اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "جس کسی کا بھی میں مولا اور سرپرست ہوں، یہ علیؑ بھی اس کے مولا اور اس کے سرپرست ہیں۔" پیغمبر اکرم ﷺ سے میں نے یہ سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "اے علی! تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، لیکن میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے۔" خیبر کے دن میں نے پیغمبر اکرم ﷺ سے یہ سنا ہے: "میں کل علم اس کے ہاتھ میں دوں گا جو خدا اور اس کے رسول اللہؐ سے محبت کرتا ہو، اور خدا اور رسول اللہؐ بھی اس سے محبت کرتے ہوں۔"(۱)

اسی روایت کو مسعودی جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب سعد نے چاہا کہ وہ معاویہ کے پاس سے چلا جائے تو معاویہ نے ریح خارج کرتے ہوئے سعد سے کہا: "بیٹھو! میں تمہارا جواب دیتا ہوں۔

میری نظر میں تم کبھی بھی اتنے حقیر اور پست نہیں تھے جتنے آج ہوئے ہو! اگر اتنا ہی ہے تو پھر تم نے علیؑ کی ہمراہی اور ان کی بیعت کیوں نہیں کی؟ اگر میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ایسے مطالب سنتا تو میں اپنی تمام عمر علیؑ کی خدمت کرنے میں گزار دیتا۔"(۲)

---

(۱) «عن سعد قال: قدم معاوية في بعض حجاته فأتاه سعد فذكروا عليا فنال منه معاوية فغضب سعد فقال: تقول هذا الرجل، سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول: له ثلاث خصال لأن تكون لي خصلة منها أحب إلي من الدنيا و ما فيها و سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول: من كنت مولاه فعلي مولاه و سمعت النبي ﷺ يقول: أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لانبي بعدي و سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول: لأعطين الراية رجلا يحب اللّٰه و رسوله». المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۴۹۶، كتاب الفضائل، فضائل علي بن أبي طالب، ح ۱۵ و سنن ابن ماجة: ص ۱۹، باب فضل علي بن أبي طالب عليه السلام، ح ۱۲۱. «عن سعد بن أبي وقاص قال... و سمعته يقول: لأعطين الراية غدا رجلا يحب اللّٰه و رسوله و يحبه اللّٰه و رسوله و سمعته يقول: أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لانبي بعدي. لم يخرجوه و إسناده حسن». البداية و النهاية: ج ۷، ص ۳۵۳، شيء من فضائل أميرالمؤمنين علي بن أبي طالب، رواية سعد بن أبي وقاص في ذلك.

(۲) «عن ابن أبي نجيح قال: لما حج معاوية طاف بالبيت و معه سعد، فلما فرغ انصرف معاوية الى دار النَّدوة، فأجلسه معه على سريره و وقع معاوية في علي و شرع في سبِّه... و وجدت في وجه آخر من الروايات و ذلك في كتاب علي بن محمد بن سليمان النوفلي في الأخبار عن ابن عائشة و غيره أن سعداً لما قال هذه المقالة لمعاوية و نهض ليقوم ضرط له معاوية و قال له: اقعد حتى تسمع جواب ما قلت، ما كنت عندي قط ألأم منك الآن، فهلّا نصرته و لم قعدت عن بيعته؟ فاني لو سمعت من النبي ﷺ مثل الذي سمعت فيه لكنت خادماً لعلي ما عشت». مروج الذهب و معادن الجوهر: ج ۳، ص ۱۷ - ۱۸، ذكر خلافة معاوية بن أبي سفيان، ذكر لمع من أخباره و سيره و نوادر من بعض أفعاله، بين معاوية و سعد.

سعد میں ایک شہر کو چلانے کی صلاحیت بھی نہیں تھی۔ عمر کے زمانے میں اس سے عراق کی حکمرانی چھین لی گئی تھی اور اس نے سارے اموال کو تقسیم کر دیا تھا۔[1] عہدِ عثمان میں جبکہ یہ والی کوفہ تھا تب اس نے بیت المال سے پیسے چرائے تھے لہٰذا عثمان نے بھی اسے نکال باہر کیا اور اس کی جگہ پر ولید ابن عقبہ کو بٹھا دیا، اور عبد اللہ ابن مسعود کو بیت المال کا ذمہ دار بنا دیا تاکہ وہ چوری کیے گئے تمام اموال کو واپس لا سکیں۔[2] خود ارکان شوریٰ کے ساتھ ہونے والے جلسے میں خود خلیفہ دوم نے سعد سے کہا کہ تم میں خلافت مسلمین کی قابلیت نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کے باوجود بھی عمر نے اسے شوریٰ کا رکن کیوں چنا اور اسے خلافت کا امیدوار کیوں قرار دیا؟ واضح ہے کہ شوریٰ میں سعد کی شرکت علیؑ کو خلافت سے دور کرنے کی ایک چال تھی۔ عمر کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ سعد باوجود اس کے کہ اسے علیؑ کی افضلیت کا یقین تھا لیکن پھر بھی وہ اپنی دشمنی اور حضرتؑ سے کینہ کی وجہ سے کبھی بھی حضرت علیؑ کے خلیفہ بننے کی رائے نہیں دے گا اور اپنی خاندانی تعصبات اور خود اموی ہونے کی بنا پر ہمیشہ علیؑ کے مخالف امیدوار کو ہی اپنی رائے دے گا۔

طلحہ ابن عبید اللہ

طلحہ ابن عبید اللہ ابن عثمان کہ جس کا تعلق بنی تیم نامی قبیلے سے تھا اور اس کی ماں صعبہ حضرمی تھی۔[3] طلحہ کا باپ ایک غلام تھا جو مکہ سے باہر چوپانی کیا کرتا تھا۔ پھر جب وہ مکہ آیا تو عثمان ابن عمر نے اسے اپنے فرزندی

(۱) «عن سالم بن عبداللّٰه عن أبيه: أن عمر عزل سعدا عن العراق و قاسمه ماله و ولي عمارؓ بن ياسر بعده». أنساب الأشراف: ج ۱، ص ۱۸۶، عمارؓ بن ياسر.

(۲) «عن شقيق بن سلمة قال: قدم الوليد بن عقبة عاملا لعثمان على الكوفة و عبداللّٰه بن مسعود على بيت المال و كان سعد قد أخذ مالا، فقال الوليد لعبداللّٰه: خذه بالمال فكلّمه عبداللّٰه بمحضر من الوليد في ذلك؛ فقال سعد: آتي أميرالمؤمنين فإن أخذني به أدّيته. فغمز الوليد عبداللّٰه و نظر إليهما سعد فنهض و قال: فعلتماها! و دعا اللّٰه أن يغري بينهما و أدّى المال». الأغاني: ج ۵، ص ۱۳۸، ذكر باقي خبر الوليد بن عقبة و نسبه.

(۳) «طلحة بن عبيداللّٰه بن عثمان بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم بن مرة بن كعب بن لؤيّ بن غالب القرشي التيمي و أمه الحضرميّة، اسمها الصعبة بنت عبداللّٰه بن عماد بن مالك بن ربيعة بن أكبر بن مالك بن عويف بن مالك بن الخزرج بن إياد بن الصّدف بن حضرموت بن كندة، يعرف أبوها عبداللّٰه بالحضرمي». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص ۳۱۶، شرح حال طلحه، ش ۱۲۸۹.

میں قبول کر لیا۔[۱] البتہ یہ بات بھی یقینی نہیں ہے کہ اس کا باپ عبید اللہ تھا، کیوں؟ اس لیے کہ اس کی ماں صعبہ مکہ کی ایک پرچم دار عورت تھی۔ لہٰذا کلبی نقل کرتا ہے: صعبہ مکہ کی ایک پرچم دار اور ایک بدکردار عورت تھی، ابو سفیان کے اس کے ساتھ ہمبستر ہونے کے بعد عبید اللہ نے اس کے ساتھ شادی کر لی اور پھر چھ مہینے کے بعد طلحہ اس دنیا میں آ گیا۔ طلحہ کی فرزندی کے حوالے سے ابوسفیان اور عبید اللہ کے درمیان اختلاف ہو گیا لہٰذا اس کا فیصلہ طلحہ کی ماں کے حوالے کر دیا گیا۔ طلحہ کی ماں صعبہ نے عبید اللہ کو طلحہ کا باپ منتخب کیا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تم نے ابوسفیان کو انتخاب کیوں نہیں کیا؟ تو صعبہ نے جواب دیا: کیونکہ عبید اللہ سخی ہے اور ابوسفیان کنجوس۔"[۲]

ابن ابی الحدید بھی اس قضیے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ صعبہ عبید اللہ کی بیوی ہونے سے پہلے ابوسفیان کی بیوی تھی۔ ابوسفیان نے اسے طلاق دے دی تھی مگر پھر بھی وہ صعبہ کی محبت میں گرفتار تھا لہٰذا وہ اس کے لیے عاشقانہ اشعار پڑھا کرتا تھا۔[۳]

طلحہ کے چچا عمیر بن عثمان اور اس کے بھائی عثمان بن عبید اللہ اور مالک بن عبید اللہ جنگ بدر میں مشرکین کی صف میں کھڑے تھے اور حضرت علیؑ کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔[۴] طلحہ کا باپ، ابوبکر کا چچازاد

---

(۱) «و قدحوا في نسبه بأن أباه عبيدالله كان عبدا راعيا بالبلقاء، فلحق بمكة فادعاه عثمان بن عمرو بن كعب التميمي». تقريب المعارف: ص ۳۵۸، بيان حال عثمان و طلحة و الزبير و سعد و عبدالرحمن و بحارالأنوار: ج۳۲، ص ۲۱۸، الباب الثالث ورود البصرة و وقعة الجمل و ما وقع فيها من الاحتجاج.

(۲) «و ذكره أيضا أبوالمنذر هشام بن محمد بن السائب الكلبي في كتاب المثالب فقال: و ذكر من جملة البغايا من ذوي الرايات صعبة فقال: و أما صعبة فهي بنت الحضرمية كانت لها راية بمكة و استبضعت بأبي سفيان فوقع عليها أبوسفيان و تزوجها عبيدالله بن عثمان بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم فجاءت بطلحة بن عبيدالله لستة أشهر فاختصم أبوسفيان و عبيدالله في طلحة فجعلا أمرهما إلى صعبة فألحقته بعبيدالله فقيل لها: كيف تركت أباسفيان؟ فقالت: يد عبيدالله طلقة و يد أبي سفيان كرة». الطرائف في معرفة مذاهب الطوائف: ج ۲، ص۲۱۱، نزول آيات في عثمان و طلحة و مثالبهما و إلزام النواصب بإمامة علي بن أبي طالب: ص ۱۷۳، نسب طلحة بن عبيدالله.

(۳) «و أمه الصعبة بنت الحضرمي و كانت قبل أن تكون عند عبيدالله تحت أبي سفيان صخر بن حرب، فطلقها ثم تبعتها نفسه، فقال فيها شعرا أوله: إني و صعبة فيما أرى / بعيدان و الود ود قريب. في أبيات مشهورة». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص۲۲۵، طلحة و الزبير و نسبهما، ذيل خطبه ۶.

(۴) «و قد أثبت رواة العامة و الخاصة معا أسماء الذين تولى أميرالمؤمنين عليه السلام قتلهم ببدر من المشركين، على اتفاق فيما نقلوه من ذلك و اصطلاح، فكان ممن سموه:... و عمير بن عثمان بن كعب بن تيم، عمّ طلحة بن عبيدالله و عثمان و مالك ابنا عبيدالله، أخوا طلحة بن عبيدالله». الإرشاد في معرفة حجج الله على العباد: ج ۱، ص ۷۱، تسمية من قتله أميرالمؤمنين عليه السلام في يوم بدر و بحارالأنوار: ج ۱۹، ص ۲۷۷ - ۲۷۸، باب ۱۰ غزوة بدر الكبرى، ح ۱۶. «و من بني تيم بن مرة: عمير بن عثمان بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم قتله علي بن أبي طالب عليه السلام». المغازي: ج ۱، ص

بھائی تھا اور دونوں ہی قبیلہ بنی تیم سے تعلق رکھتے تھے۔(۱) حضرت امام علیؑ نے ابو بکر کے خلیفہ ہونے میں چونکہ اختلاف ظاہر کیا تھا، لہٰذا طلحہ کو امام علیؑ کا اس کے چچا کے بیٹے کے لیے اختلاف ظاہر کرنا اچھا نہیں لگا، اسی لیے اس نے امام علیؑ کے ساتھ اختلاف ظاہر کر دیا۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید نقل کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے نزدیک علیؑ کی شان و منزلت، مقام اور ان کا خاص مرتبہ ہی سبب بنا کہ ابو بکر اور طلحہ حضرتؑ سے حسد کرنے لگے اور ان کے لیے اپنے دلوں میں کینہ رکھنے لگے۔(۲) اور چونکہ یہ ابو بکر کا چچازاد بھائی تھا اور ان دونوں کا تعلق قبیلہ بنی تیم سے تھا اور قبیلہ بنی تیم و بنی ہاشم میں شروع سے ہی خلافت کے لیے حسادت و دشمنی پائی جاتی تھی۔(۳) لہٰذا اسی دشمنی اور کینہ کی وجہ سے طلحہ نے عثمان کو خلیفہ بنانے کی رائے دی۔

طلحہ کی حضرت امام علیؑ سے اختلاف کی دوسری وجہ عائشہ تھیں۔ عائشہ خلافت کو قبیلہ بنی تیم میں واپس لوٹانے کی امید میں طلحہ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئیں اور حضرت علیؑ کے مقابل آن کھڑی ہوئیں۔(۴)

طلحہ جانتا تھا کہ علی حق پر ہیں لیکن پھر بھی اپنے کینہ اور دشمنی کی وجہ سے عائشہ اور زبیر کے ہمراہ جنگ جمل میں علیؑ کے مقابل میں آ کھڑا ہوا۔ حضرت علیؑ نے بصرہ جاتے وقت ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں آپ نے اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

۱۴۹، تسمیة من قتل من المشرکین ببدر؛ أنساب الأشراف: ج ۱، ص۳۵۷، قتلى المشركين ببدر و شرح نهج البلاغه: ج ۱۴، ص ۲۱۰، قصة غزوة بدر، القول فيمن قتل ببدر من المشركين و أسماء قاتليهم، ذيل نامه ۹.

(۱) «و طلحة هو أبومحمد طلحة بن عبيدالله بن عثمان بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم بن مرة. أبوه ابن عم أبي بكر». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۲۲۵، طلحة و الزبير و نسبهما، ذيل خطبه ۶.

(۲) «ثم تزايد تقريظ رسول اللهﷺ لعلي عليه السلام و تقريبه و اختصاصه، فأحدث ذلك حسدا له و غبطة في نفس أبي بكر عنه و هو أبوها و في نفس طلحة و هو ابن عمها و هي تجلس إليهما». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۱۹۳ - ۱۹۴، فصل في ترجمة عائشة و ذكر طرف من أخبارها، ذيل خطبه ۱۵۶.

(۳) «و إنما مال طلحة إلى عثمان لانحرافه عن علي عليه السلام، باعتبار أنه تيمي و ابن عم أبي بكر الصديق و قد كان حصل في نفوس بني هاشم من بني تيم حنق شديد لأجل الخلافة و كذلك صار في صدور تيم على بني هاشم و هذا أمر مركوز في طبيعة البشر و خصوصا طينة العرب و طباعها و التجربة إلى الآن تحقق ذلك». شرح نهج البلاغه: ج۱، ص ۱۸۷ - ۱۸۸، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳.

(۴) «لما سمعت قتله و أملت أن تكون الخلافة في طلحة فتعود الأمرة تيمية، كما كانت أولا، فعدل الناس عنه إلى علي بن أبي طالب، فلما سمعت ذلك صرخت: وا عثماناه! قتل عثمان مظلوما و ثار ما في الأنفس، حتى تولدمن ذلك يوم الجمل و ما بعده». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۱۹۹، فصل في ترجمة عائشة و ذكر طرف من أخبارها، ذيل خطبه ۱۵۶.

"خدا کی قسم! طلحہ، زبیر اور عائشہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ میں حق پر ہوں اور وہ باطل پر۔"[۱]

طلحہ ان افراد میں سے ہے جو یہ کہا کرتا تھا کہ محمد ﷺ، علیؑ کو کیوں اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں؟ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ علیؑ کی عبادت کا حکم نہ دے دیں۔[۲]

شیخ صدوق و ابن حزم اندلسی نے اسے ان منافقوں میں سے شمار کیا ہے جو تبوک کی گھاٹی میں حضرت رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔[۳]

طلحہ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے آپس میں یہ قسم کھائی تھی کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد یا ان کی شہادت کے بعد ہم علیؑ کو خلیفہ بننے نہیں دیں گے۔[۴]

طلحہ وہی انسان ہے جو کہتا تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد میں عائشہ سے شادی کر لوں گا۔ پیغمبر اکرمؐ طلحہ کی اس بات سے ناراض ہوئے اور طلحہ کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی: (وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا

---

(۱) «أن عليا عليه السلام قال في خطبته حين نهوضه إلى الجمل... والله إنّ طلحة و الزبير و عائشة ليعلمون أنّي على الحق و أنهم مبطلون». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۲، ص ۳۱۸، شرح حال طلحه، ش ۱۲۸۹.

(۲) «و روي باسناده إلى الباقر عليه السلام قال: لما كثر قول المنافقين و حسّاد أميرالمؤمنين عليه السلام فيما يظهره رسول اللهﷺ من فضل علي عليه السلام... و هم أبوبكر و عمر و عثمان و طلحة و الزبير و سعد و سعيد و عبدالرحمن بن عوف الزهري و أبوعبيدة بن الجراح، فقالوا: لقد أكثر محمد في حقّ علي حتى لو أمكنه ان يقول لنا: إعبدوه لقال». إرشاد القلوب: ج ۲، ص ۱۰۱ - ۱۰۲، باب في فضائله عليه السلام، في نزول سورة والنجم و تكلم الشمس معه و بحارالأنوار: ج ۳۵، ص ۲۷۶، تاريخ أميرالمؤمنين عليه السلام، الباب الثامن في نزول سورة والنجم، ح ۵.

(۳) «عن حذيفة بن اليمان أنه قال: الذين نفروا برسول اللهﷺ ناقته في منصرفه من تبوك أربعة عشر: أبوالشرور و أبوالدواهي و أبوالمعازف و أبوه و طلحة و سعد بن أبي وقاص و أبوعبيدة و أبوالأعور و المغيرة و سالم مولى أبي حذيفة و خالد بن وليد و عمرو بن العاص و أبوموسى الأشعري و عبدالرحمن بن عوف و هم الذين أنزل الله عزوجل فيهم: وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا الخصال: ج ۲، ص ۱۰۵، أبواب الأربعة عشر، ح ۹۰ و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۶۳۱ - ۶۳۲، كتاب الفتن و المحن، تتميم ما ورد فيهما أو فيهم، ح ۱۳۵. «فإنه قد روى أخبارا فيها ان أبابكر و عمر و عثمان و طلحة و سعد بن أبي وقاص أرادوا قتل النبيﷺ و إلقاءه من العقبة في تبوك». المحلى: ج ۱۱، ص ۲۲۴، ما ورد في صفات المنافق و النهي عن تعظيمه.

(۴) «فقال: أما والله يا طلحة! ما صحيفة ألقى الله بها يوم القيامة أحب إلي من صحيفة الأربعة الذين تعاهدوا على الوفاء بها في الكعبة إن قتل الله محمدا أو توفاه أن يتوازروا دون علي و يتظاهروا فلا تصل إلي الخلافة». الاحتجاج: ج ۱، ص ۳۴۸- ۳۴۹، احتجاج ۵۶، كلام طلحة بن عبيدالله و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۴۱۷، كتاب الفتن و المحن، احتجاجات أميرالمؤمنين عليه السلام على المهاجرين و الأنصار، ح ۱.

رسول اللہِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا) جس میں مسلمانوں کو ازواج پیغمبر اکرمﷺ کے ساتھ شادی کرنے سے منع کیا گیا۔[1]

ابو الصلاح حلبی نقل کرتے ہیں: طلحہ ایک یہودی عورت پر عاشق ہو گیا اور اس سے شادی کی خواہش ظاہر کی۔ وہ عورت اس سے شادی پر راضی ہو گئی مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ یہودی بن جائے۔ طلحہ نے اس شرط کو قبول کر لیا۔

عثمان نے طلحہ سے ہونے والی ایک بحث میں اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ عثمان کہتے ہیں: "خدا کی قسم! یہودی عورت سے شادی کرنے والے تم پہلے صحابی ہو۔"[2]

عبد الرزاق صنعانی نقل کرتے ہیں: طلحہ نے، عمر کے زمانے میں ایک یہودی عورت سے شادی کی تھی، جس پر عمر نے اس کی سرزنش بھی کی تھی اور انہیں ایک دوسرے سے جدا ہونے کا حکم دیا تھا۔[3]

اُحد کے دن جب مسلمانوں پر سختی آن پڑی تب طلحہ نے کہا کہ میں شام میں جا کر پناہ لے لوں گا، وہاں میرا ایک نصرانی دوست ہے میں اسی کے ساتھ مسیحی بن جاؤں گا۔[4]

---

(۱) «حدثني بكر بن الهيثم عن عبدالرزاق عن معمر عن قتادة و الكلبي قالا: قال رجل من أصحاب رسول اللهﷺ: لو قد توفي رسول اللهﷺ تزوجت عائشة فأنزل الله عزوجل: وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رسول اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا و قال معمر، قال الكلبي و الزهري: هو طلحة بن عبيدالله». أنساب الأشراف: ج ۱۰، ص ۱۲۳، طلحة بن عبيدالله; الطبقات الكبرى: ج ۸، ص ۲۰۱، باب تفسير الآيات التي في ذكر أزواج رسول اللهﷺ; تفسير القرآن العظيم: ج ۳، ص ۵۱۳، ذیل آیہ ۵۳ سورہ احزاب و الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ۶، ص ۵۶۸، ذیل آیہ ۵۳ سورہ احزاب.

(۲) «و قول عثمان لطلحة و قد تنازعا: والله إنك أول أصحاب محمد تزوج يهودية. فقال طلحة: و أنت والله لقد قلت ما يحبسنا هاهنا ألا نلحق بقومنا. و قد روي من طريق موثوق به ما يصحح قول عثمان لطلحة، فروي أن طلحة عشق يهودية فخطبها ليتزوجها، فأبت إلا أن يتهود، ففعل». تقريب المعارف: ص ۳۵۸، بيان حال عثمان و طلحة و الزبير و سعد و عبدالرحمن و بحارالأنوار: ج ۳۲، ص ۲۱۸، الباب الثالث باب ورود البصرة و وقعة الجمل و ما وقع فيها من الاحتجاج، ذيل ح۱۷۱.

(۳) «عبدالرزاق عن ابن جريج قال: أخبرني عامر بن عبدالرحمن بن نسطاس أن طلحة بن عبيدالله نكح بنت عظيم يهود، قال: فعزم عليه عمر إلا ما طلقها. عبدالرزاق عن الثوري عن أبي إسحاق عن هبيرة ابن يريم أن طلحة بن عبيدالله تزوج يهودية». المصنف: ج ۷، ص ۱۷۷ - ۱۷۸، باب نكاح نساء أهل الكتاب، ح ۱۲۶۷۲ و ۲۶۷۳. «و بهذا الإسناد من غير ذكر نافع: أن طلحة بن عبيدالله تزوج يهودية من أهل الشام». أحكام القرآن: ج ۱، ص ۴۵۵، سورة البقرة، باب نكاح المشركات.

(۴) «قال السدي لما أصيب أصحاب النبيﷺ بأحد... و قال طلحة بن عبيدالله: لأخرجن إلى الشام فإن لي صديقاً من النصارى فلآخذن منه أمانا فإني أخاف أن يدال علينا النصارى. قال السدي: فأراد أحدهما أن يتهود و الآخر أن يتنصر». الطرائف في معرفة مذاهب الطوائف: ج ۲، ص ۲۱۰، طرائف عثمان، نزول آيات في عثمان و طلحة و مثالبهما.

جب عائشہ جنگ جمل کے لیے اپنے سپاہیوں کے ہمراہ بصرہ کی طرف جارہی تھیں اور حوأب نامی علاقے میں پہنچیں تو انہیں پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک حدیث یاد آئی لہٰذا انہوں نے وہاں سے پلٹنے کا ارادہ کر لیا لیکن طلحہ اور زبیر نے پچاس لوگوں کے ساتھ اس بات پر جھوٹی گواہی دی کہ یہ جگہ حوأب نہیں ہے۔

مسعودی کی نگاہ میں تاریخ اسلام میں ایک گروہ کی طرف سے دی گئی سب سے پہلی جھوٹی گواہی یہی ہے۔[۱]

جب طلحہ جنگ جمل میں مارا گیا تو اس کے ہاتھ میں سونے کی ایک انگوٹھی پائی گئی تھی۔[۲]

بہر حال طلحہ کی امام کے حوالے سے اتنی زیادہ دشمنی اور کینہ خود واضح کر رہا تھا کہ یہ امام علیؑ کو کسی صورت خلیفہ بننے نہیں دے گا۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید بیان کرتے ہیں: چونکہ طلحہ کو یہ بات بخوبی پتا تھی کہ وہ خلیفہ تو بن نہیں سکتا ہے، خلافت یا علیؑ کے لیے ہے یا عثمان کے لیے لہٰذا اس نے عثمان کو خلیفہ بنانے کی رائے دی تا کہ علیؑ کا پلڑا کمزور اور عثمان کا پلڑا بھاری ہو جائے۔[۳] ابن ابی الحدید کا یہ ماننا ہے کہ اس عبارت سے (فصغا رجل منهم لضغنه) امام علیؑ کی مراد طلحہ ہی ہے۔[۴]

نتیجہ: گزشتہ تمام دلائل و شواہد کے پیش نظر عمر کا ارادہ اور مقصد یہی تھا کہ وہ کسی بھی طرح علیؑ کو خلیفہ بننے سے روکے اور خلافت کو عثمان و امویان کے سپرد کر دے۔ لہٰذا عمر نے اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے

---

(۱) «و سار القوم نحو البصرة في ستمائة راكب. فانتهوا في الليل الى ماء لبني كلاب يعرف بالحَوْأب، عليه ناس من بني كلاب، فعوت كلابهم على الركب. فقالت عائشة: ما اسم هذا الموضع؟ فقال لها السائق لجملها: الحوأب. فاسترجعت و ذكرت ما قيل لها في ذلك. فقالت: رُدّوني إلى حرم رسول اللّٰه ﷺ لا حاجة لي في المسير. فقال الزبير: باللّٰه ما هذا الحوأب! و لقد غلط فيما أخبرك به و كان طلحة في ساقة الناس، فلحقها فأقسم أن ذلك ليس بالحوأب و شهد معهما خمسون رجلا ممن كان معهم. فكان ذلك أول شهادة زور أقيمت في الإسلام». مروج الذهب و معادن الجوهر: ج ۲، ص ۳۹۴، ذكر خلافة أميرالمؤمنين علي بن أبي طالب، ذكر الأخبار عن يوم الجمل و بدئه و ما كان فيه من الحرب و غير ذلك، المسير إلى البصرة.

(۲) «أن طلحة بن عبيداللّٰه قتل يوم الجمل و عليه خاتم من ذهب». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۲۲۰، طلحة بن عبيداللّٰه و أنساب الأشراف: ج ۱۰، ص ۱۲۳، طلحة بن عبيداللّٰه.

(۳) «فأول ما عمل طلحة أنه أشهدهم على نفسه أنه قد وهب حقه من الشورى لعثمان و ذلك لعلمه أن الناس لايعدلون به عليا و عثمان و أن الخلافة لاتخلص له و هذان موجودان، فأراد تقوية أمر عثمان و إضعاف جانب علي عليه السلام بهبة أمر لاانتفاع له به و لاتمكن له منه». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۷، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳.

(۴) «أما قوله عليه السلام: فصغا رجل منهم لضغنه، فانه يعني طلحة». شرح نهج البلاغه: ج۱، ص ۱۸۹، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳.

ایسے ایسے لوگوں کو شوریٰ کا رکن چنا جو اپنے دلوں میں امام علیؑ کے لیے کینہ رکھتے تھے اور حضرتؑ سے ان کے تمام فضائل و مناقب جاننے کے باوجود بھی ان سے کوئی لگاؤ اور انسیت نہیں رکھتے تھے۔

علائلی کا تجزیہ

شوریٰ کے محض ایک سازش ہونے پر دلیل و شواہد کا ذکر کرنے کے بعد اب ہم اہل سنت کے مشہور عالم علائلی کی تحریر خلیفہ کے مقاصد و ہدف پر بعنوان تائید آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

علائلی تحریر کرتے ہیں:

"حکومت بنو امیہ کی زمین ہموار کرنے، ان کے ویران ارمانوں کو آباد کرنے اور انہیں لوگوں پر مسلط کرنے کے لیے عمر نے شوریٰ کو صرف چھ لوگوں میں محصور کر کے رکھ دیا۔ میر علی ہندی بھی اسی بات کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ عمر نے مسلمانوں کی مصلحتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ارکان شوریٰ کو چنا اور بغیر کسی فکر کے امور خلافت کو ان کے حوالے کر دیا۔ عمر نے سیرت رسول اللہ ﷺ اور سیرت ابو بکر کے خلاف عمل کرتے ہوئے خلیفہ کو معین کیا اور امویوں کے مقاصد تک پہنچنے میں ہاتھ بٹانے والے انسان کو خلیفہ بنا دیا۔ جبکہ بنو امیہ اسلام کے دشمن تھے اور انہوں نے صرف اپنے لالچ کو پورا کرنے کی غرض سے اسلام قبول کیا تھا۔[1]

حضرت علیؑ کی شوریٰ میں شرکت کی وجہ

اگر آپ گزشتہ مباحث پر غور کریں تو شوریٰ کا محض ایک سازش ہونا آپ پر واضح و روشن ہو جائے گا۔ جبکہ حضرت امام علیؑ ان سازشوں سے آگاہ تھے۔ لیکن سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب علیؑ نے اس شوریٰ کی شدت سے مخالفت کی، جبکہ انہیں اس کی سازش کا بھی علم تھا تو اس کے باوجود آپؑ نے شوریٰ میں شرکت کیوں کی؟ اگر امام شوریٰ میں شرکت نہ کرتے تو کیا یہ امامؑ کی طرف سے شوریٰ پر سب سے بڑا اعتراض ثابت نہ ہوتا؟

---

(۱) «إن تعيين الترشيح مجدهم على اكتاف المسلمين و قد وصل إلى هذه النتيجة السيد ميرعلي الهندي قال: إن حرص عمر على مصلحة المسلمين دفعة إلى اختيار هؤلاء الستة من خيرة أهل المدينة دون أن يتبع سياسة سلفه و كان للامويين حزب قوي في المدينة و من هنا مهد اختياره السبيل لمكائد الأمويين و دسائسهم هؤلاءالذين ناصبوا الاسلام العداء، ثم دخلوا فيه وسيلة لسدّ مطامعهم و تشييد صرح مجدهم على اكتاف المسلمين».
موسوعة سيرة أهل البيت: ج ۱۲، ص ۳۴۸ - ۳۴۹، حكومة الشيخين، آفات الشورى.

پہلی وجہ: بہتر ہے کہ اس سوال کا جواب خود حضرت کی زبانی سنا جائے۔ ابن عباس نے یہی سوال جب حضرتؑ سے پوچھا تو حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: ”عمر نے کہا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبوت و خلافت ایک ہی خاندان میں جمع نہیں ہو سکتی۔ میں نے شوریٰ میں شرکت کی تاکہ میں لوگوں کو یہ سمجھا سکوں کہ عمر کے قول و فعل میں کس قدر تضاد ہے۔“(۱)

امام صادقؑ فرماتے ہیں:

جب عمر ارکان شوریٰ کے اسما لکھ رہا تھا تب اس نے عثمان کا نام سب سے پہلے اور حضرت علیؑ کا نام سب سے آخر میں لکھا۔ عباس نے حضرت امام علیؑ سے کہا: ”رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں بیعت کر سکوں، لیکن آپ نے اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا اور بالآخر لوگوں نے ابو بکر کے ہاتھوں بیعت کر لی۔ آپ کو پتا ہے کہ عمر نے شوریٰ میں آپ کا نام سب سے آخر میں لکھا ہے، وہ یقینی طور پر آپ کو خلافت سے خارج کرنا چاہتا ہے لہٰذا آپ میری بات سنیں اور شوریٰ میں شریک ہونے سے گریز کریں۔“ حضرت امام علیؑ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر جب لوگوں نے عثمان کی بیعت کر لی تب عباس نے حضرت علیؑ سے کہا: ”علیؑ! کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا؟“ حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: ”اے چچا! آپ سے ایک بات پوشیدہ رہ گئی تھی۔ کیا روز سقیفہ آپ نے عمر کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ خدا خلافت و نبوت کو ایک خاندان میں جمع نہیں کرے گا؟ اس نے یہی کہہ کر تو مجھے خلافت سے دور کیا تھا اور ابو بکر کو خلیفہ بنایا تھا۔ میں شوریٰ میں شریک ہو کر عمر کو خود اس کی اپنی زبان سے جھوٹا ثابت کرنا چاہتا تھا تاکہ لوگوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ مجھ میں خلافت کی صلاحیت تھی اور اس کی سقیفہ والی دلیل جھوٹی تھی۔“ عباس یہ سن کر خاموش ہو گئے۔(۲)

---

(۱) «روی القطب الراوندي: إن عمر لما قال: کونوا مع الثلاثة التي عبدالرحمن فيها. قال ابن عباس لعلي عليه السلام: ذهب الأمر منا. الرجل يريد أن يكون الأمر في عثمان. فقال علي عليه السلام: و أنا أعلم ذلك و لكني أدخل معهم الشوری لأن عمر قد أهلني الآن للخلافة و كان قبل ذلك يقول: إن رسول الله ﷺ قال: إن النبوة و الإمامة لايجتمعان في بيت. فأنا أدخل في ذلك لأظهر للناس مناقضة فعله لروايته». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص۱۸۹، قصة الشوری، ذیل خطبه ۳.

(۲) «أبي رحمه الله قال: حدثنا علي بن إبراهيم بن هاشم عن أبيه باسناده رفعه إلى أبي عبدالله عليه السلام قال: لما كتب عمر كتاب الشوری بدأ بعثمان في أول الصحيفة و أخّر عليا أميرالمؤمنين عليه السلام ! فجعله في آخر

دوسری وجہ: اگر میں شوریٰ میں شرکت نہ کرتا تو لوگوں کو یہ کہنے کا بہانہ مل جاتا کہ علیؑ نے خود شوریٰ میں شرکت نہیں کی، اگر وہ شریک ہوتے تو ہم انہی کو خلیفہ بناتے۔ امام ان کی چالاکیوں کو سمجھ رہے تھے لہٰذا شوریٰ میں شریک ہو کر آپ نے ان پر اپنی حجت تمام کر دی اور لوگوں پر یہ ظاہر کر دیا کہ یہ شوریٰ دراصل اہل بیتؑ کو ایک طرف کرنے اور دشمنان علیؑ کو حکومت دینے کی ایک سازش تھی جیسا کہ دیگر خلفا کے زمانے میں اور بہت سارے مواقع میں یہ کام انجام دیا گیا۔

تیسری وجہ: عمر نے ارکان شوریٰ کے لیے سوائے شرکت کے کوئی اور راستہ ہی نہیں چھوڑا تھا۔ انہوں نے تو مخالفت کی صورت میں قتل کا حکم بھی صادر کر دیا تھا۔ اگر شوریٰ میں حضرت شرکت نہ کرتے تو حضرتؑ کا شرکت نہ کرنا بھی ایک طرح سے مخالفت شمار ہوتا اور ان کے لیے حضرت کے قتل کا بہانہ فراہم ہو جاتا۔

چوتھی وجہ: حضرتؑ نے شوریٰ میں شرکت کر کے اس موقع سے بہترین فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں پر اس شوریٰ کی حقیقت کو واضح کر دیا۔ شوریٰ سے پہلے تک اگر کوئی یہ سوچ رہا تھا کہ حضرت نے خلفا کو قبول کر لیا ہے تو حضرت نے شوریٰ میں شریک ہو کر ان کی خلافت کو باطل کیا اور اپنی حقانیت کو لوگوں پر روشن کر دیا کیونکہ حضرتؑ نے اعلانیہ طور پر عبدالرحمٰن کی سیرت شیخین کی پیروی والی شرط کی مخالفت کر یہ ثابت کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ اپنے آپ کو ہی خلافت کا حقدار مانتے ہیں۔ آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ ابو بکر و عمر کو خلافت کا حقدار نہیں مانتے تھے کیونکہ سیرت شیخین کی مخالفت خود ان کی خلافت کے باطل ہونے کی دلیل ہے اور عثمان کے دورِ حکومت میں بھی آپ عثمان کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور خلافت کو اپنا حق ثابت کیا اور یہ بتا دیا کہ یہ خلافت عثمان کا حق نہیں ہے۔

القوم. فقال العباس: يا أميرالمؤمنين! يا أباالحسن! أشرت عليك في يوم قبض رسول الله أن تمد يدك فنبايعك فإن هذا الأمر لمن سبق إليه فعصيتني حتى بويع أبوبكر و أنا أشير عليك اليوم إن عمر قد كتب اسمك في الشورى و جعلك آخر القوم و هم يخرجونك منها فأطعني و لاتدخل في الشورى فلم يجبه بشيء فلما بويع عثمان قال له العباس: ألم أقل لك؟ قال له: يا عم! إنه قد خفي عليك أمر، أما سمعت قوله على المنبر: ما كان الله ليجمع لأهل هذا البيت الخلافة و النبوة. فأردت أن يكذب نفسه بلسانه فيعلم الناس إن قوله بالأمس كان كذبا باطلا و إنا نصلح للخلافة. فسكت العباس». علل الشرائع: ج ۱، ص ۱۷۰-۱۷۱، باب ۱۳۴ العلة التي من أجلها دخل أميرالمؤمنين عليه السلام في الشورى و بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۳۵۵ - ۳۵۶، كتاب الفتن و المحن، باب ۲۶ الشورى و احتجاج أميرالمؤمنين عليه السلام على القوم في ذلك اليوم، ح ۹.

ارکان شوریٰ کے حوالے سے خلیفہ دوم کے متناقض بیانات

خلیفہ دوم نے ارکان شوریٰ کے ساتھ ایک جلسے میں جس کی تفصیل پہلے حصے میں گزر چکی ہے، ایسی ایسی باتیں کہیں ہیں جو ان کی گزشتہ باتوں سے بالکل ہی متناقض ہیں۔

عمر نے انہیں پہلے بہت ہی زیادہ مقدس بیان کرتے ہوئے انہیں آسمان پر چڑھا دیا اور ان کے سلسلے میں کہا: ''پیغمبر اکرمؐ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت ان چھ افراد سے راضی تھے۔'' پہلے تو عمر، ان سب کو عشرہ مبشرہ میں سے مانتے تھے، لیکن بعد میں خود ہی انہیں نفاق، شقاق اور فتنے کا منبع ٹھہرا دیا۔ پھر ایک جلسے میں ان تمام کو محکوم کر کے ان سب کی عیب تراشی کی اور سبھی کی شخصیت کو مورد سوال قرار دے دیا۔ جناب عمر! آپ خود ہی بتائیں! آپ کی کون سی بات کو درست مانا جائے؟

جب آپ ان چھ لوگوں کو شوریٰ کے لیے منتخب کر چکے تھے تو کیا ضرورت تھی کہ آپ ان پر تہمت لگائیں، ان کے عیوب کو آشکار کریں اور ان کی شخصیت پر سوالات کھڑے کریں! جب یہ تمام لوگ ان تمام عیوب کے پیش نظر جو آپ نے ان کے لیے بیان کیے، خلیفہ بننے کا لائق نہیں تھے تو کیا ان سب کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے ان میں خلافت کی صلاحیت پیدا ہو جاتی؟ جو اشکالات آپ نے ان چھ کے حوالے سے بیان کیے تھے وہی اشکالات ان کے شوریٰ میں جمع ہونے کے بعد بھی باقی ہیں۔ جب ان میں خلیفہ کے انتخاب کا بھی سلیقہ نہیں تھا تو آپ نے انہیں شوریٰ میں شامل ہی کیوں کیا؟

طلحہ کو حوالے سے عمر کے متناقض بیانات

ابو عثمان جاحظ، طلحہ کے سلسلے میں عمر کے متناقض بیانات کے سلسلے میں کہتے ہیں: اگر کوئی خلیفہ دوم سے یہ سوال کرے کہ آپ ہی نے تو ایک جلسے میں یہ کہا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت ان چھ افراد سے راضی تھے اور ظاہری بات ہے کہ ان چھ افراد میں طلحہ بھی شامل تھا، تو پھر بعد میں آپ نے طلحہ سے یہ کیوں کہا: ''پیغمبر اکرمؐ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت تم سے ناراض تھے۔'' لیکن اگر کسی نے عمر سے ایسے سوال کر دیے تو اس کا یہ کارنامہ ایسا ہے جیسے اس نے عمر پر تیر چلا دیا ہو۔

جرأت ہے کسی میں جو عمر سے ایسے سوالات کرے؟ ایسے اشکالات تو بہر حال سخت ہیں، کوئی ان پر چھوٹے سے چھوٹا اشکال بھی نہیں کر سکتا۔[۱]

زبیر کے حوالے سے عمر کے متناقض بیانات

جناب عمر! آپ نے تو زبیر سے کہا تھا: ''تم ایک دن انسان ہو تو دوسرے دن شیطان۔'' تو اب آپ ہی بتائیں کہ آپ ایک شیطان کو کس طرح خلیفہ بنا سکتے ہیں؟ ایک شیطان کو آپ مسلمانوں کا سرپرست کس طرح بنا سکتے ہیں؟ خدا اس شیطان سے کیسے راضی ہو سکتا ہے؟

جناب عمر! آپ نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے زبیر سے کہا: '' میں جاننا چاہتا ہوں کہ جب تم شیطان رہو اور غصے کی حالت میں ہو تو حکومت کو کیسے چلاؤ گے؟''

اب ہم سوال پوچھتے ہیں جناب عمر سے کہ جناب عمر! ایک دن ابو بکر نے بھی منبر پر جا کر لوگوں سے کہا تھا: ''خدا کی قسم! میں تم سے بہتر نہیں ہوں! تم لوگوں کی طرح شیطان میرے بھی پیچھے ہے جو مجھے فریب دیتا ہے، جب میں غصے میں ہوں تو تم سب مجھ سے دور ہی رہنا!''[۲]

جناب عمر! آپ نے اس وقت ابو بکر پر کیوں نہیں اعتراض کیا؟ کیوں ابو بکر سے نہیں پوچھا کہ جب شیطان تمہیں بھی بہکاتا رہتا ہے تو پھر تم حکومت کو کیسے چلا پاؤ گے؟ بقول خود ابو بکر جب وہ شیطان اور غصیلے تھے تب وہ کیسے حکومت چلایا کرتے تھے؟

---

(۱) «قال أبوعثمان أيضا: لو قال لعمر قائل: أنت قلت: إن رسول اللهﷺ مات و هو راض عن الستة، فكيف تقول الآن لطلحة إنه مات ساخطا عليك للكلمة التي قلتها لكان قد رماه بمشاقصه و لكن من الذي كان يجسر على عمر أن يقول له ما دون هذا، فكيف هذا». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۶، قصة الشورى، ذيل خطبه۳ .

(۲) «عن الحسن أن أبابكر الصديق خطب فقال: أما والله ما أنا بخيركم... و إن لي شيطانا يعتريني، فإذا غضبت فاجتنبوني، لا أوثر في أشعاركم و لا أبشاركم، ألا فراعوني! فإن استقمت فأعينوني، إن زغت فقوموني». المصنف: ج ۱۱، ص ۳۳۶، باب لا طاعة في معصية، ح ۲۰۷۰۱؛ الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۲۱۲، ذكر وصية أبي بكر و تاريخ الطبري: ج ۲، ص۲۴۵، حوادث سال ۱۱ هجرى، ذكر الخبر عما جرى بين المهاجرين و الأنصار في أمر الإمارة في سقيفة بني ساعدة.

عبد الرحمٰن ابن عوف کے حوالے سے عمر کا متناقض بیان

جناب عمر! آپ نے شروع میں عبد الرحمٰن سے تو یہ کہا: ''آدھے مسلمانوں کے ایمان کا موازنہ اگر تمہارے ایمان کے ساتھ ہو تو تمہارا ایمان ان آدھے مسلمانوں کے ایمان سے زیادہ بہتر ہو گا۔'' لیکن پھر آپ نے اسی عبد الرحمٰن کو ضعیف، ناتوان اور فرعون امت کہہ دیا۔ کیا کسی ضعیف، ناتوان و فرعون امت کا ایمان، آدھے مسلمانوں کے ایمان سے بہتر ہو سکتا ہے؟ آپ ایک فرعون کو مسلمانوں کا خلیفہ اور ان کا سردار کیسے بنا سکتے ہیں؟ خدا امت کے اس فرعون سے کیسے راضی ہو سکتا ہے؟

سعد ابن ابی وقاص کے حوالے سے عمر کا متناقض بیان

جناب عمر! آپ نے سعد کے بارے میں تو یہ کہا تھا کہ قبیلہ بنی زہرہ کے کسی فرد کو خلافت نہیں ملے گی: (الائمة من قریش) کیا پیغمبر اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ہے؟ کیا بنی زہرہ قریش نہیں ہیں؟ ایسا کیسے ہو گیا کہ بنی تیم، بنی عدی اور بنی امیہ خلافت کے لیے صلاحیت مند ہو گئے اور بنی زہرہ فاقد صلاحیت رہ گئے؟

آپ نے تو سعد کے متعلق یہ کہہ دیا تھا کہ یہ تو ایک جنگجو اور اہل حرب انسان ہے۔ تو پھر خالد ابن ولید کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ کیا وہ جنگجو انسان نہیں تھا؟ پھر کیوں آپ نے اس کے لیے خلافت کی آرزو کی؟

عثمان کے حوالے سے عمر کا متناقض بیان

جناب عمر! آپ نے عثمان سے کہا: ''اے عثمان! تمہارے ایمان کو اگر ایک لشکر میں تقسیم کیا جائے تو تمہارا ایمان سبھی میں برابر سے تقسیم ہو جائے گا۔'' لیکن پھر آپ نے عثمان کے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ خلیفہ بن جائے تو یہ اپنے رشتہ داروں کو لوگوں کے سروں پر اور بیت المال پر مسلط کر دے گا۔ کیا وہ انسان جو لوگوں پر اور ان کے اموال پر اپنے رشتہ داروں کو مسلط کر دے کیا ایسے انسان کا ایمان، باقی تمام انسانوں کے برابر ہو سکتا ہے؟

حضرت امام علیؑ کے حوالے سے عمر کا متناقض بیان

آپ حضرت امام علیؑ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر حضرت شوخ مزاج نہ ہوتے تو خدا کی قسم میں انہیں خلیفہ بنا دیتا۔ اور اس سے پہلے آپ نے زبیر کے متعلق بیان فرمایا کہ چونکہ زبیر تند مزاج و بد اخلاق ہے لہٰذا یہ خلیفہ بننے کے لائق نہیں ہے! اب تک ہمیں تو یہی سمجھ نہیں آیا کہ آپ کے نزدیک خلیفہ بننے کا معیار و ملاک کیا ہے؟ تند مزاج و غصیلا انسان خلیفہ ہوگا یا نرم و شوخ مزاج انسان؟

خلیفہ دوم رافضی ہیں کیا؟

جناب عمر! ان چھ ارکان شوریٰ کے ہمراہ منعقد ایک جلسے میں آپ نے ان کی عیب جوئی کی اور ان کے نقص کو سب کے سامنے بیان کیا۔ اہل سنت کے نزدیک صحابہ کی عیب جوئی کرنا جائز ہے کیا؟ بطور نمونہ ہم احمد ابن حنبل کے اس کلام کو ذکر کر رہے ہیں:

کسی نے اگر کسی ایک صحابی پر بھی لعن و نفرین کی یا اس کی عیب جوئی کی تو وہ انسان بدعت گزار، رافضی اور خبیث شمار ہوگا۔ اور خدا اس کے ایک بھی عمل کو قبول نہیں کرے گا۔[1]

خلیفہ دوم نے کیوں ان چھ لوگوں کی برائی کی اور انہیں برا بھلا کہا جبکہ خود بقول خلیفہ دوم یہ تمام بہترین صحابیوں میں سے تھے؟ کیا یہ روایت منقول نہیں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے صحابیوں کی برائی کرنے سے منع فرمایا ہے؟[2]

ابن ابی الحدید نے ابتدا میں مدح صحابہ کے عنوان سے ابو المعالی جوینی کے کلام کو ذکر کیا لیکن پھر اس کے رد میں انہوں نے زیدی مذہب سے کچھ روایتوں کا ذکر کیا ہے۔ جب ابن ابی الحدید شوریٰ میں بیان کردہ عمر

---

(۱) «و من الحجة الواضحة الثابتة البينة المعروفة ذكر محاسن أصحاب رسول اللّٰهؐ كلهم أجمعين و الكف عن ذكر مساويهم و الخلاف الذي شجر بينهم فمن سبّ أصحاب رسول اللّٰهؐ أو أحدا منهم أو تنقصه أو طعن عليهم أو عرض بعيبهم أو عاب أحدا منهم فهو مبتدع رافضي خبيث مخالف، لايقبل اللّٰه منه صرفا و لاعدلا بل حبهم سنة و الدعاء لهم قربة و الاقتداء بهم وسيلة و الأخذ بآثارهم فضيلة». طبقات الحنابلة: ج ۱، ص ۳۰، شرح حال اصطخرى، ش ۹.

(۲) «عن أبي سعيد الخدري قال: قال النبيؐ: لاتسبوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم و لانصيفه». صحيح البخاري: ص ۷۴۵، كتاب فضائل أصحاب النبيؐ، باب قول النبيؐ: لو كنت متخذا خليلا، ح ۳۶۷۳ و صحيح مسلم: ص ۱۱۶۳، كتاب فضائل الصحابة، باب تحريم سب الصحابة، ح ۶۴۳۴ و ۶۴۳۵.

کے کلمات پر پہنچتے ہیں تو وہ بیان کرتے ہیں کہ عمر نے کہا: پیغمبر اکرم ﷺ ان چھ صحابیوں سے راضی تھے لیکن پھر عمر، ان صحابیوں کے عیوب و نقائص کو بیان کرنے لگ جاتے ہیں اور یہ حکم صادر کرتے ہیں کہ اگر خلیفہ کو چننے میں ان چھ نے تاخیر کی تو ان سب کے جسم سے گردن اتار دی جائے۔ اب اگر آج کے زمانے میں صحابہ کے حوالے سے عمر کے بیان کردہ عیوب کو لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے تو لوگ اسے اسی کے کپڑوں میں گھسیٹتے ہوئے بادشاہ کے سامنے لے آئیں گے اور اس کے رافضی ہونے کا حکم صادر کرتے ہوئے اسے واجب القتل ثابت کر دیں گے۔ اگر صحابی کی عیب جوئی کرنے والا انسان رافضی ہے تو اس حساب سے عمر سب سے بڑے رافضی بلکہ امام الروافض ثابت ہو جائیں گے۔ (۱)

عمر کی نظر میں خلیفہ بننے کی خصوصیات اور شرائط

خلیفہ دوم کے وہ تمام کلمات جو انہوں نے ارکان شوریٰ کے لیے بیان کیے ہیں یا وہ بیانات جو خلیفہ نے شوریٰ سے پہلے خلافت کے حوالے سے دیے ہیں، اگر ان تمام بیانات میں غور و فکر کیا جائے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ خلیفہ کی نظر میں خلافت کی تقریباً پندرہ شرطیں تھی۔

۱۔ قریشی ہونا۔

۲۔ پیغمبر اکرم ﷺ سے سابقہ و قرابت رکھنا۔

۳۔ رضایت پیغمبر اکرم ﷺ۔

۴۔ جنتی ہونا۔

۵۔ اہل بدر یا اہل احد میں سے ہونا۔

۶۔ اہل بدر و احد کے فرزندان و آزاد کردہ غلاموں میں سے نہ ہونا۔

---

(۱) «و هذا عمر بن الخطاب يشهد لأهل الشورى إنهم النفر الذين توفي رسول اللّٰه ﷺ و هو عنهم راض، ثم يأمر بضرب أعناقهم إن أخروا فصل حال الإمامة، هذا بعد أن ثلبهم و قال في حقهم ما لو سمعته العامة اليوم من قائل لوضعت ثوبه في عنقه سحبا إلى السلطان ثم شهدت عليه بالرفض و استحلت دمه، فإن كان الطعن على بعض الصحابة رفضا فعمر بن الخطاب أرفض الناس و إمام الروافض كلهم». شرح نهج البلاغه: ج ۲۰، ص۲۱، إيراد كلام لأبي المعالي في أمر الصحابة و الرّد عليه، ذيل خطبه ۲۱۳.

۷۔لوگوں کا امین ہونا۔

۸۔منافق نہ ہونا۔

۹۔تند مزاج، غصیلا اور جنگجو نہ ہونا۔

۱۰۔کنجوس نہ ہونا۔

۱۱۔ضعیف وناتوان نہ ہونا۔

۱۲۔رشتہ پرور نہ ہونا۔

۱۳۔عورتوں سے مشورت کرنے والا نہ ہونا۔

۱۴۔احکام وفقہ کا عالم ہونا۔

۱۵۔شوخ مزاج نہ ہونا۔

عمر نے ان میں سے کچھ خصوصیات مثلا قریشی ہونا، سابقہ و قرابت، رضایت پیغمبر اکرم ﷺ، اہل بہشت وامین واہل بدر واحد ہونا وغیرہ کو جلسہ شوریٰ سے پہلے بعض مواقع میں ارکان شوریٰ کے سامنے پیش کیا تھا۔ ہم نے دھیرے دھیرے تمام بحث کو بیان کیا اور اس پر نقد وبرسی بھی کی۔ اس تمام نقد وبرسی سے یہی بات روشن ہوتی ہے کہ عمر کی مورد نظر تمام شرطیں صرف اور صرف حضرت امام علیؑ میں پائی جاتی ہیں۔

لیکن عمر کی وہ شرطیں جو انہوں نے جلسے میں ارکان شوریٰ کے سامنے بیان فرمائی تھی، ان تمام کی ہم یہاں چھان بین کریں گے اور انشاء اللہ یہ ثابت کریں گے کہ عمر کی بیان کردہ وہ خصوصیات خود عمر میں بھی نہیں پائی جاتی تھیں۔ عمر تو کیا ارکان شوریٰ میں سے سوائے حضرت علیؑ کے کسی میں بھی یہ خصوصیات نہیں پائی جاتی تھیں۔ حضرت امام علیؑ کے لیے تو خود عمر معترف تھے کہ حضرت امام علیؑ خلافت کی صلاحیت رکھتے ہیں اور وہ لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت بھی کریں گے۔ لیکن بقول خود عمر علیؑ کا شوخ مزاج ہونا ان کے خلیفہ بننے میں مانع ہے۔

شوخ طبع ہونا، مانع خلافت نہیں ہے اسے ہم ثابت کریں گے اور یہ بھی ثابت کریں گے کہ ان تمام مذکورہ خصوصیات کا مالک سوائے حضرت امام علیؑ کے کوئی اور نہیں ہے۔

نفاق

جناب خلیفہ! آپ نے تو تمام ارکان شوریٰ کو منافق کہہ دیا۔ کیا آپ اپنی پاکدامنی پر مطمئن ہیں؟ نفاق کی علامتیں کیا آپ میں موجود نہیں تھیں؟ کیا آپ اپنی منافقت میں مشکوک نہیں تھے؟ آپ نے حذیفہ سے نہیں پوچھا تھا کہ میں منافقین میں سے ہوں یا نہیں؟

تبوک کی گھاٹی میں جو گروہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا ان سب حملہ آوروں کے نام رسول اللہ ﷺ نے حذیفہ کو بتا دیے تھے۔ جناب عمر! آپ بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔[۱] ہم یہاں پر جناب عمر کی منافقت پر چند دلیلیں پیش کریں گے۔

پہلی دلیل: حضرت عمر کا اپنے ایمان میں شک کرنا

جناب عمر خود اپنے ہی بارے میں مشکوک رہا کرتے تھے۔ وہ اپنے ایمان کے حوالے سے کافی پریشان بھی تھے۔ اسی لیے ہمیشہ حذیفہ سے اپنی منافقت کے متعلق سوال کیا کرتے تھے۔ حذیفہ عمر کے سوال سے پریشان ہو کر کہتے تھے: ”نہیں! تمہارے بعد بھی میں اس کا جواب کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

ابن حزم اندلسی اس تلخ حقیقت کے جاننے بعد، اس حقیقت سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

(۱) «عن عروة قال: و رجع رسول اللّٰه ﷺ قافلاً من تبوك إلى المدينة حتى إذا كان ببعض الطريق مكر برسول اللّٰه ﷺ ناس من أصحابه فتآمروا عليه أن يطرحوه في عقبة في الطريق فلما بلغوا العقبة أرادوا أن يسلكوهامعه فلما غشيهم رسول اللّٰه ﷺ أخبر خبرهم فقال: من شاء منكم أن يأخذ بطن الوادي فإنه أوسع لكم و أخذ النبي ﷺ العقبة.... فقال النبي ﷺ لحذيفة: هل عرفت يا حذيفة من هؤلاء الرهط أو الركب أو أحداً منهم؟ قال حذيفة: عرفت راحلة فلان و فلان و قال كانت ظلمة الليل و غشيتهم و هم متلثمون. فقال: هل علمتم ما كان شأن الركب و ما أرادوا؟ قالوا: لا واللّٰه يا رسول اللّٰه ﷺ. قال: فإنهم مكروا ليسيروا معي حتى إذا أظلمت في العقبة طرحوني منها. قالوا: أفلا تأمر بهم يا رسول اللّٰه ﷺ إذا جاءك الناس فتضرب أعناقهم؟ قال: أكره أن يتحدث الناس و يقولوا إن محمداً قد وضع يده في أصحابه فسماهم لهما و قال: اكتماهم». دلائل النبوة: ج ۵، ص ۲۵۶ - ۲۵۷، باب رجوع النبي ﷺ من تبوك و أمره بهدم مسجد الضرار و مكر المنافقين به في الطريق؛ المغازي: ج ۳، ص ۱۰۴۲ - ۱۰۴۳، غزوة أكيدر بن عبدالملك بدومة الجندل و تفسير القرآن العظيم: ج ۲، ص ۳۸۶ - ۳۸۷، ذيل آيه ۷۴ سوره توبه. «و كان النبي ﷺ قد أسر إلى حذيفة أسماء المنافقين و ضبط عنه الفتن الكائنة في الأمة». سير أعلام النبلاء: ج ۲، ص ۳۶۴، شرح حال حذيفه، ش ۷۶. «و حذيفة صاحب سرّ رسول اللّٰه ﷺ في المنافقين لم يعلمهم أحد إلا حذيفة أعلمه بهم رسول اللّٰه ﷺ». أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۱، ص ۷۰۶، شرح حال حذيفه، ش ۱۱۱۳ و عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ج ۲، ص ۱۲، كتاب العلم، باب قول المحدث.

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ عمر حذیفہ سے اپنی منافقت کے حوالے سے سوال کیا کرتے تھے کہ میں منافق ہوں یا نہیں؟ اور حذیفہ جواب میں کہتے: نہیں میں کسی کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ ابن حزم کہتے ہیں: یہ روایت یقیناً باطل ہے کیونکہ اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ عمر خود اپنے ہی بارے میں مشکوک تھے اور انہیں یہ بھی پتا نہیں تھا کہ وہ منافقین میں سے ہیں یا نہیں؟[۱]

وہ روایتیں جو عمر کے تردد کو بیان کرتی ہیں، ان روایتوں کو ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر جیسے محدثین اہل سنت زید ابن وہب کے ذریعے نقل کرتے ہیں:

ایک دفعہ جب ایک منافق مرا تو حذیفہ اس کی نماز میں حاضر نہیں ہوئے۔ عمر نے حذیفہ سے پوچھا: ''کیا یہ بندہ منافقین میں سے تھا؟'' حذیفہ نے کہا: ''ہاں!'' پھر عمر نے پوچھا: ''خدا کی قسم کیا میں بھی منافقین میں سے ہوں؟'' حذیفہ نے کہا: ''نہیں، تمہارے بعد بھی میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔''[۲]

زید ابن وہب بزرگان تابعین میں سے ہیں جو ثقہ شمار کیے جاتے ہیں، جیسا کہ اہل سنت علمائے رجال نے ذکر کیا ہے اور ان کی تائید کی ہے۔ اعمش کہتے ہیں: ''جب تم کوئی بھی حدیث زید سے سنو تو گویا تم نے وہ حدیث اس کے اصل راوی سے سنی ہے۔'' یا دوسری جگہ زید ابن وہب کے حوالے سے کہتے ہیں: ''اگر تم نے زید سے کوئی روایت سنی ہے تو پھر وہ روایت کسی اور سے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ زید کی نقل کردہ روایتیں معتبر ہیں۔''[۳]

---

(۱) «و في بعضها أن عمر سأله أنا منهم؟ فقال له: لا و لأخبر أحدا غيرك بعدك. و هذا باطل كما ترى لأن من الكذب المحض أن يكون عمر يشك في معتقد نفسه حتى لايدري أمنافق هو أم لا؟». المحلى: ج ۱۱، ص۲۲۵، ما ورد فيمن يرى قتل المنافق.

(۲) «عن زيد بن وهب قال: مات رجل من المنافقين فلم يصل عليه حذيفة، فقال له عمر: أمن القوم هو؟ قال: نعم. فقال له عمر: باللّٰه منهم أنا؟ قال: لا و لن أخبر به أحدا بعدك». المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۸، ص۶۳۷، كتاب الفتن، من كره الخروج في الفتنة و تعوذ عنها، ح ۲۸۲; تاريخ دمشق الكبير: ج ۱۳، ص ۱۹۲ - ۱۹۳، شرح حال حذيفه، ش ۱۵۱۴ و كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۱، ص ۳۶۹، كتاب الإيمان و الإسلام، الباب الأول، الفصل الثامن في صفات المؤمنين و صفات المنافقين، ح ۱۶۲۲.

(۳) «زيد بن وهب الجهني أدرك الجاهلية و أسلم في حياة النبي ﷺ و هاجر إليه فبلغته وفاته في الطريق يكنى أباسليمان و هو معدود في كبار التابعين سكن الكوفة و صحب علي بن أبي طالب». أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۲، ص ۳۷۷، شرح حال زيد بن وهب، ش ۱۸۷۹. «زيد بن وهب الجهني أبوسليمان الكوفي مخضرم ثقة جليل لم يصب من قال في حديثه خلل مات بعد الثمانين و قيل سنة ست و تسعين». تقريب التهذيب: ج ۱، ص ۲۷۷، شرح حال زيد بن وهب، ش ۲۱۰. «عن الأعمش: إذا حدثك زيد بن وهب عن أحد فكأنك سمعته من الذي حدثك عنه و قال إسحاق بن منصور عن يحيى بن معين: ثقة. و قال عبدالرحمٰن بن

ابن کثیر اور ذہبی جیسے دیگر مورخین نے بھی اپنی کتابوں میں یہ ذکر کیا ہے کہ عمر حذیفہ کو قسم دے کر پوچھا کرتے تھے کہ میں منافقین میں سے ہوں یا نہیں؟[۱]

غزالی عمر کے اس شک و تردد کی توجیہ کرتے ہیں اور اس شک و تردد کو بعنوان فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

چونکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے حذیفہ کو منافقین کے نام بتائے تھے اس لیے عمر ہمیشہ اپنے دل کو پرکھنے کے حذیفہ سے یہ پوچھا کرتے تھے کہ کیا مجھ میں بھی نفاق کے آثار پائے جاتے ہیں یا نہیں؟[۲]

عمر نے اپنے اس شک کو ام سلمہ سے بھی دریافت کیا تھا۔ احمد ابن حنبل ایک روایت کو نقل کرتے ہیں کہ جس کی سند کو ہیثمی صحیح مانتے ہیں:

عبدالرحمٰن ام سلمہ کے پاس تھے، ام سلمہ نے پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک روایت کو نقل فرمایا: "میرے اصحاب میں سے کچھ صحابی ایسے بھی ہیں جو میری وفات کے بعد مجھے نہیں دیکھیں گے۔"

عبدالرحمٰن نے یہ روایت عمر کو سنائی۔ عمر فوراً ام سلمہ کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں قسم دے کر پوچھا کہ کیا میں بھی انہی صحابیوں میں سے ہوں؟" تو ام سلمہ نے جواب میں فرمایا: "نہیں، میں کسی کو یہ نہیں بتاؤں گی۔"[۳]

یوسف بن خراش: کوفي، ثقة». تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ج ٦، ص ٣٨٨، شرح حال زيد بن وهب، ش ٢١١٣. «و قال الأعمش كنت إذا سمعت من زيد بن وهب الحديث لم أبالي أن لاأسمعه من غيره». تاريخ أسماء الثقات: ص ٩٠، ش ٣٨١.

(۱) «و روينا عن أميرالمؤمنين عمر بن الخطاب أنه قال لحذيفة: أقسمت عليك بالله أنا منهم؟ قال: لا و لا أبرئ بعدك أحدا. يعني حتى لايكون مفشيا سرّ النبي». البداية و النهاية: ج ۵، ص ١٨، حوادث سال ۹ هجری، فصل و سير أعلام النبلاء: ج ۲، ص ۳٦۴، شرح حال حذيفه، ش ۴٧.

(۲) «و لقد كان عمر يبالغ في تفتيش قلبه حتى كان يسأل حذيفة أنه هل يعرف به من آثار النفاق شيئاً؟ إذ كان قد خصه رسول الله ﷺ بعلم المنافقين». احياء علوم الدين: ج ۴، ص ١٦۵، كتاب خوف و الرجاء، بيان أن الأفضل هو غلبة الخوف أو غلبة الرجاء أو اعتدالهما.

(۳) «عن مسروق قال: دخل عبدالرحمن على أم سلمة فقالت: سمعت النبي ﷺ يقول: إن من أصحابي لمن لايراني بعد أن أموت أبدا. قال: فخرج عبدالرحمن من عندها مذعورا حتى دخل على عمر فقال له: إسمع ما تقول أمك! فقام عمر حتى أتاها فدخل عليها فسألها ثم قال: أنشدك بالله! أمنهم أنا؟ فقالت: لا و لن أبرئ بعدك أحدا». مسند أحمد: ج ٦، ص ٣١٢، حديث بعض أزواج النبي ﷺ. «عن أم سلمة أن عبدالرحمن بن عوف

عمر اپنے دین و ایمان و اسلام میں شک و تردید کے شکار تھے، اس کا اعتراف انہوں نے خود صلح حدیبیہ میں بھی کیا ہے۔ صلح حدیبیہ میں جب پیمان نامے پر رسول اللہ ﷺ اور سہیل ابن عمرو کے دستخط ہو گئے اور ان دونوں کے درمیان یہ قرار پایا کہ مسلمانوں کی طرف سے اگر کوئی قریش یا مکہ کی طرف گیا تو وہ لوگ اس شخص کو مسلمانوں کی طرف نہیں پلٹائیں گے، لیکن مشرکین میں سے اگر کوئی مسلمانوں یا مدینہ کی طرف آجائے تو اسے مشرکین کی طرف لوٹا دیا جائے گا، تو عمر اس قرار داد سے ناراض ہو گئے اور ابو بکر سے کہا: "یہ کیا بات ہوئی؟ ہم مسلمانوں کو مشرکین کے حوالے کر دیں گے؟" پھر عمر نے کہا: "خدا کی قسم! جب سے میں مسلمان ہوا ہوں، آج کی طرح کبھی میں اپنے دین و اسلام کے بارے میں مشکوک نہیں ہوا!"

کچھ لوگوں کی عزت بچانے کی خاطر بخاری نے اپنی روایت میں حذف و اضافہ والی پرانی عادت کے مطابق، واقعہ صلح حدیبیہ کو عبد الرزاق کے واسطے سے نقل کیا ہے لیکن اس نے اس واقعہ میں سے عمر کے اس جملے (ما شككت منذ اسلمت الا يومئذ) کو، جو عمر کے کمزور ایمان کی دلیل ہے، حذف کر دیا ہے، جبکہ عبد الرزاق نے خود اپنی کتاب میں اس جملے کا ذکر کیا ہے۔[1]

حضرت عمر کا یہ شک اور ڈر ان کے آخری وقت تک ان کے ساتھ رہا، جیسا کہ بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب عمر پر حملہ ہوا تو عمر مضطرب و پریشان تھے۔ ابن عباس نے عمر سے پوچھا: "تم تو صحابی پیغمبر ﷺ اور ابو بکر کے جانشین ہو، وہ سب تو تم سے راضی ہی تھے، پھر کیوں اتنے پریشان اور مضطرب ہو؟"

دخل عليها... رواه البزار و رجاله رجال الصحيح». مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ج ۹، ص ۷۲، كتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب، باب خوفه على نفسه.

(۱) «فقال سهيل: [و] على أنّه لايأتيك منّا رجلٌ و إن كان على دينك إلّا رددته إلينا... فقال سهيل: هذا يا محمد! أول من أقاضيك عليه أن ترده [إلي. فقال النبيّ ﷺ: إنّا لم نقض الكتاب بعد... فقال عمر بن الخطاب: والله ما شككت منذ أسلمت إلّا يومئذٍ، قال: فأتيت النبيّ ﷺ، فقلت: ألست نبيّ الله حقاً؟ قال: بلى. قال: قلت: ألسنا على الحقّ؟ و عدّونا على الباطل؟ قال: بلى. قلت: فلم نعطَى الدنيّة في ديننا؟ فقال: إنّي رسول الله و لست أعصيه و هو ناصري. ..». المصنّف: ج۵، ص ۳۳۸ - ۳۴۰، غزوة الحديبية، ح ۹۷۲۰؛ المعجم الكبير: ج ۲۰، ص ۱۴، عروة بن الزبير عن المسور بن مخرمة، ح ۱۳؛ جامع البيان عن تأويل آي القرآن: ج ۱۳، ص۱۲۹، ذيل تفسير آيه ۲۵ سوره فتح و تاريخ الإسلام: ج ۱، ص ۳۷۱، حوادث سال ششم هجرى، قصة غزوة الحديبية. بخارى عين همين روايت را از عبدالرزاق نقل مى كند ولى جمله عمر «ما شككت منذ أسلمت» را حذف مى كند. صحيح البخاري: ص ۵۵۴، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد و المصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشروط، حديث ۲۷۳۱ و ۲۷۳۲.

عمر نے کہا: "میں تمہاری اور تمہارے لوگوں (بنی ہاشم) کی وجہ سے پریشان ہوں۔ خدا کی قسم! اگر تمام زمین سونے کی ہو جائے اور ان تمام زمینوں کا مالک میں بن جاؤں، تو عذاب الٰہی سے نجات پانے کے لیے میں ان زمینوں کو راہ خدا میں تقسیم کر دوں گا۔"(۱)

اس روایت میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے! اس روایت سے یہ چند نکات سمجھ میں آتے ہیں!

پہلا نکتہ: عمر کا یہ کہنا کہ ابن عباس! میں تمہاری اور تمہارے لوگوں کی وجہ سے پریشان ہوں۔ شارحین بخاری کہتے ہیں کہ اس جملے سے عمر کی مراد وہ فتنہ ہے جو اس کے بعد ظاہر ہو گا یا اس سے مراد بنی ہاشم کے ذریعے اس کی حکومت چھن جانے کا ڈر جو عمر اس جملے سے ظاہر کر رہا تھے۔(۲)

لیکن علماء شیعہ مثلاً علامہ حلیؒ نے اس طرح اس جملے کی تشریح کی ہے: "یہ جملہ عمر کا اعتراف تھا کہ انہوں نے بنی ہاشم کے حق میں جو بھی ظلم کیے ہیں وہ ان تمام امور کے مؤاخذے کے ڈر سے پریشان تھے۔"(۳)

---

(۱) «عن المسور بن مخرمة قال: لما طعن عمر جعل يألم فقال له ابن عباس: و كأنه يجزعه يا أميرالمؤمنين! و لئن كان ذاك لقد صحبت رسول اللهﷺ فأحسنت صحبته ثم فارقته و هو عنك راض ثم صحبت أبابكر فأحسنت صحبته ثم فارقته و هو عنك راض ثم صحبت صحبتهم فأحسنت صحبتهم و لئن فارقتهم لتفارقنهم و هم عنك راضون. قال: أما ما ذكرت من صحبة رسول اللهﷺ و رضاه فإنما ذاك مَنٌّ مِن الله تعالى منّ به علي و أما ما ذكرت من صحبة أبي بكر و رضاه فإنما ذلك منّ من الله جل ذكره منّ به علي و أما ما ترى من جزعي فهو من أجلك و أجل أصحابك والله لو أن لي طلاع الأرض ذهبا لأفتديت به من عذاب الله عزوجل قبل أن أراه». صحيح البخاري: ص ۸۴۸ - ۸۴۹، كتاب فضائل أصحاب النبيﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب، ح۳۶۹۲.

(۲) « قوله: فهو من أجلك أي: جزعي من أجلك و أجل أصحابك، قال ذلك لما شعر من فتن تقع بعده و في رواية أبي ذر عن الحموي و المستملي: أصيحابك بالتصغير». عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ج ۱۶، ص ۲۰۰، كتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب، ح ۱۸۸. «قوله: فهو من أجلك و من أجل أصحابك في رواية أبي ذر عن الحموي و المستملي أصيحابك بالتصغير أي من جهة فكرته فيمن يستخلف عليهم أو من أجل فكرته في سيرته التي سارها فيهم و كأنه غلب عليه الخوف في تلك الحالة مع هضم نفسه و تواضعه لربه». فتح الباري بشرح صحيح البخاري: ج ۷، ص ۶۴، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عمر بن الخطاب، ح ۳۶۹۲. «و قوله: من أجلك و أجل أصحابك يعني الإمارة». كشف المشكل من حديث الصحيحين: ج ۲، ص ۳۸۵، كشف المشكل من مسند عبدالله بن عباس، ح ۸۹۹/ ۱۰۷۲.

(۳) «و هذا اعتراف منه حال الاحتضار بأنه وقع منه ما يستوجب به المؤاخذة في حق بني هاشم و أنه تمنى أن يفتدي بملء الأرض ذهبا من عذاب الله، لأجل ما جرى منه في حقهم». نهج الحق و كشف الصدق: ص ۳۵۴، نوادر الأثر في علم عمر. «قال عبدالمحمود: هل يقوم أحد من المسلمين المعتقدين لخلافة عمر أن يقول هذا القول وقع من عمر على سبيل الكذب و صريح لفظه يشهد أنه ما قال عن نفسه إلا حقا و لولا ذلك ما فرق بين ما وقع منه في حياة نبيهم وبين ما وقع منه بعد وفاته و لا قال لابن عباس من أجلك و أصحابك و لايخفى على كل عاقل أن هذا

عمر کے کلام سے واقعاً جو ظاہر ہوتا ہے وہ وہی دوسری تفسیر ہے۔ عمر کو چونکہ عذاب کا ڈر تھا لہٰذا وہ اس عذاب سے رہائی کے لیے پورے سونے کو راہ خدا میں خیرات کرنے پر راضی تھے۔ عمر کو ایسے کون سے گناہ اور اس گناہ کے عذاب کا ڈر تھا کہ جس سے بچنے لیے وہ تمام دنیا کے سونے کو راہ خدا میں خیرات کرنے پر راضی تھے؟! انہوں نے یقیناً کوئی ایسا کارنامہ انجام دیا تھا جس کی وجہ سے وہ مرتے وقت بھی پریشان تھے، لیکن یہ کہنا کہ عمر مسلمانوں کے مستقبل اور لوگوں کی خلافت کی وجہ سے پریشان تھے، اسی لیے اس عذاب سے بچنے کے لیے کہا کہ میں پورا سونا راہ خدا میں تقسیم کرنے پر راضی ہوں، تو یہ تفسیر حلق سے نیچے اترنے والی نہیں ہے۔

دوسرا نکتہ: عمر کا یہ کہنا کہ خدا کی قسم یہ پوری زمین سونا بن جائے اور میں اس سب کا مالک بن جاؤں تو اس کے عذاب سے رہائی کے لیے میں اس تمام سونے کو راہ خدا میں تقسیم کر دوں گا۔ کیا خدا نے یہی جملہ قرآن میں ظالمین کے لیے نہیں کہا ہے؟ خدا قرآن میں فرماتا ہے:

”اور اگر ظالموں کے پاس جو کچھ زمین میں ہے سب ہو اور اسی قدر اس کے ساتھ اور بھی ہو تو قیامت کے بڑے عذاب کے معاوضے میں دے کر چھوٹنا چاہیں گے، اور اللہ کی طرف سے انہیں وہ پیش آئے گا کہ جس کا انہیں گمان بھی نہ تھا۔“[۱]

تیسرا نکتہ: وہ روایتیں جو حالت احتضار کے متعلق یا موت سے پہلے کے حالات کے متعلق وارد ہوئی ہیں اور جن کے لیے غزالی نے اپنی کتاب میں مستقل ایک باب (ظالموں کا جہنم میں اپنے مقام کا دیکھنا اور عذاب میں مبتلا ہونے سے پہلے ظالموں میں ڈر) کے عنوان سے بنایا ہے اور جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے

الکلام یقتضي شهادة عمر على نفسه بأنه قد وقع منه بعد وفاة نبيهم من الأمور ما أوجب مثل هذا القول المذكور و هو أعرف بنفسه و سريرته، فما ترك لأحد طريقا تزكيته و لا عذرا يحتج به في تصحيح خلافته». الطرائف في معرفة مذاهب الطوائف: ج ۲، ص ۱۹۳، اعترافات عمر على نفسه. «مع أنهم رووا أنه: ما من محتضر يحتضر إلا يرى مقعده من الجنة أو النار و أن هذا اعتراف منه حين رأى مقعده من النار و أن ذلك بسبب ظلمه في بني هاشم و غصبه حقهم و قد حق عليه قوله تعالى: وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ ». إلزام النواصب بإمامة علي بن أبي طالب: ص ۲۱۵ - ۲۱٦، فصل في علة مخالفة القوم مع الحق.

(۱) وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ سوره زمر (۳۹)، آیه ۴۷.

فرمایا ہے: ''کوئی بھی انسان نہیں مرتا مگر یہ کہ وہ اپنے انجام سے آگاہ ہو جاتا ہے اور جنت یا جہنم میں اپنی جگہ دیکھ لیتا ہے۔''(۱)

حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں: ''نفس کا یہ جانے بغیر کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی، اس دنیا سے باہر نکلنا حرام ہے۔''(۲)

بخاری بھی ایک روایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عائشہ اور دیگر ازواج پیغمبر ﷺ نے کہا کہ ہمیں موت سے ڈر لگتا ہے تو پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ صحیح نہیں ہے، مومن کو موت سے ڈرنا نہیں چاہیے، کیونکہ مومن جب حالت احتضار میں ہوتا ہے اور اپنی جان دینے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے تو اسے بہشت و کرامت خدا کی بشارت دی جاتی ہے۔ اس وقت مومن کے لیے سب سے بہترین اور محبوب ترین راہ یہی ہوتی ہے۔ مومن یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے خدا سے جا ملے اور خدا بھی اپنے مومن بندے سے ملنا پسند کرتا ہے، لیکن جب ایک کافر حالت احتضار میں ہوتا ہے اور جب اپنی جان دینے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے تو اسے عذاب و عقاب خدا کی خبر دی جاتی ہے اور کافر کے لیے سب سے بدترین اور ناگوار ترین راہ یہی ہوتی ہے، نہ وہ خدا سے ملنا چاہتا ہے اور نہ ہی خدا اس سے ملنا چاہتا ہے۔''(۳)

اس روایت کے پیش نظر مرتے وقت عمر کے پریشان ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اگر مرتے وقت انہوں نے جنت میں اپنی جگہ دیکھ لی ہے اور انہیں جنت کی بشارت دے دی گئی ہے تو پھر انہیں موت سے ڈرنے

---

(۱) «الداهية الثالثة: مشاهدة العصاة مواضعهم من النار و خوفهم قبل المشاهدة... و قد قال النبي ﷺ: لن يخرج أحدكم من الدّنيا حتّى يعلم أين مصيره و حتّى يرى مقعده من الجنّة أو النّار». إحياء علوم الدين: ج ۴، ص۴۶۴- ۴۶۵، الباب الثالث: في سكرات الموت و شدته، مشاهدة العصاة مواضعهم من النار و طبقات الشافعية الكبرى: ج ۶، ص ۳۸۲، كتاب ذكر الموت.

(۲) «عبدالرزاق عن الثوري قال: قال علي: حرام على نفس أن تخرج حتى تعلم إلى الجنة أم إلى النار». المصنف: ج۳، ص۵۸۷، كتاب الجنائز، باب فتنة القبر، ح ۶۷۵۰.

(۳) «عن عبادة بن الصامت عن النبي ﷺ قال: من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه و من كره لقاء الله كره الله لقاءه. قالت عائشة أو بعض أزواجه: إنا لنكره الموت. قال: ليس ذلك و لكن المؤمن إذا حضره الموت بشر برضوان الله و كرامته فليس شيء أحب إليه مما أمامه فأحب لقاء الله و أحب الله لقائه و إن الكافر إذا حضر بشر بعذاب الله و عقوبته فليس شيء أكره إليه مما أمامه، كره لقاء الله و كره الله لقائه». صحيح البخاري: ص ۱۳۲۳، كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقائه، ح ۶۵۰۷.

کی کیا ضرورت تھی؟ خدا سے ملاقات کے لیے خوش نہیں ہونا چاہیے کیا؟ جب انہوں نے بہشت میں اپنی جگہ دیکھ لی ہے تو پھر عذاب الٰہی سے نجات کے لیے پوری دنیا کا سونا خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟[1]

دوسری دلیل: پیغمبر اکرم ﷺ پر حملہ کرنے میں شرکت

ابن حزم اندلسی نقل کرتے ہیں: طلحہ اور سعد ابن ابی وقاص پیغمبر اکرم ﷺ کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے اور حضرت کو تبوک کی گھاٹی سے نیچے پھینک دینا چاہتے تھے۔[2]

ابن حزم، سند میں موجود ولید ابن جمیع کو ضعیف مانتے ہیں لیکن جیسا کہ سعد ابن ابی وقاص کے حالات میں گزر چکا ہے کہ اہل سنت علمائے رجال اسے ثقہ مانتے ہیں۔

---

(۱) جنت کے جوانوں کے سردار ہونے کے باوجود امام حسنؑ اپنی شہادت کے وقت (جیسا کہ خود آپ سے ہی روایت ہے) عظمت قیامت کے لیے اور اپنی شہادت کے بعد جو برزخ اور قیامت کا مناظر دیکھ رہے تھے آپ گریہ فرمارہے تھے۔ امام حسنؑ کا گریہ فرمانا اور امام کی اس حدیث کا عمر کے اس کلام سے کوئی رابطہ نہیں ہے کہ عمر عذاب الٰہی سے نجات پانے کے لیے رو رہا تھا۔ اور یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ امام حسنؑ کی اس روایت کے سند میں ابو سعید ہمدانی ہے کہ جو مہمل ہے «عن الرضا عن آبائه: قال: لما حضرت الحسن بن علي بن أبي طالب الوفاة بكى فقيل له: يابن رسول الله! أتبكي و مكانك من رسول الله ﷺ الذي أنت به؟ و قد قال فيك رسول الله ﷺ ما قال؟ و قد حججت عشرين حجة ماشيا؟ و قد قاسمت ربك مالك ثلاث مرات حتى النعل و النعل؟ فقال ؑ: إنما أبكي لخصلتين: لهول المطلع و فراق الأحبة». بحارالأنوار: ج ۴۳، ص ۳۳۲، تاريخ الإمام الزكي الحسن المجتبى عليه السلام، باب ۱۶ مكارم أخلاقه و عمله و علمه و فضله و شرفه، ح ۲. «أبوسعيد الهمداني: لم يذكروه». مستدركات علم رجال الحديث: ج ۸، ص ۳۹۶، شرح حال ابوسعيد، ش ۱۶۹۶۳. کلینی در کافی شریف، ج ۱، ص ۴۶۱، کتاب الحجة، باب مولد الحسن بن علي، ح ۱، ایک دوسرے طریق کے ذریعے بھی یہ حدیث نقل ہوئی ہے لیکن اس کی بھی سند اشکال سے خالی نہیں ہے۔ لیکن اگر ہم اس روایت کی سند کو صحیح مان بھی لیں اور یہ کہیں کہ عمر اپنی موت کے وقت عذاب الٰہی سے نجات کے لیے رو رہے تھے حتیٰ کہ اس عذاب سے بچنے کے لیے زمین کے تمام سونے کو راہ خدا میں خرچ کرنے پر آمادہ تھے. پھر بھی عمر کے اس گریہ وزاری کا امام حسنؑ کے گریہ سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ کیوں! اس لیے کہ امام عظمت قیامت اور خوف خدا کی خاطر گریہ فرمارہے تھے جبکہ آپ اپنے مقام سے آشنا تھے لہٰذا خوف خدا اور مناظر قیامت کی خاطر گریہ کرنا یہ ایک اچھے کاموں میں سے ہے۔ جبکہ اس حوالے سے بہت ساری روایتیں موجود ہیں۔

(۲) «و أما حديث حذيفة فساقط لأنه من طريق الوليد بن جميع و هو هالك و لانراه يعلم من وضع الحديث فإنه قد روى أخبارا فيها ان أبابكر و عمر و عثمان و طلحة و سعد بن أبي وقاص أرادوا قتل النبي ﷺ و إلقاءه من العقبة في تبوك و هذا هو الكذب الموضوع الذي يطعن الله تعالى واضعه فسقط التعلق به و الحمدلله ربّ العالمين». المحلى: ج ۱۱، ص ۲۲۴، ما ورد في صفات المنافق و النهي عن تعظيمه.

پیغمبر اکرم ﷺ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھنے والوں کے نام سے مکمل آشنائی کے لیے شیعہ کتب کی طرف مراجعہ فرمائیں۔[۱]

تیسری دلیل: ابو بکر و عمر کی نماز میت میں حذیفہ کی عدم موجودگی

حذیفہ کی سیرت یہ تھی کہ آپ منافقوں کی نماز میت میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے انہیں منافقوں پر نماز نہ پڑھنے کی نصیحت فرمائی تھی۔ جب بھی کوئی اس دنیا سے رخصت ہوتا تو عمر حذیفہ کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ جس نماز میں حذیفہ شرکت نہیں کرتے تھے، اس نماز میں عمر بھی شریک نہیں ہوا کرتے تھے۔[۲]

ابن حزم نقل کرتے ہیں: حذیفہ نے ابو بکر و عمر کی نماز میت میں شرکت نہیں کی تھی، لیکن پھر اس کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: خلفا کو منافق ماننے والی حذیفہ کی یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ حدیث صحیح ہوگی تو بلا شک وشبہ ہمیں ان کو منافق ماننا پڑے گا۔

---

(۱) «فقال رسول اللّٰه ﷺ يا حذيفة! كأنك شاك في بعض من سميت لك ارفع رأسك إليهم فرفعت طرفي إلى القوم و هم وقوف على الثنية فبرقت برقة فأضاءت جميع ما حولنا و ثبتت البرقة حتى خلتها شمسا طالعة فنظرت واللّٰه إلى القوم فعرفتهم رجلا رجلا فإذا هم كما قال رسول اللّٰه و عدد القوم أربعة عشر رجلا تسعة من قريش و خمسة من سائر الناس. فقال له الفتى: سمهم لنا يرحمك اللّٰه! فقال حذيفة: هم واللّٰه أبوبكر و عمر و عثمان و طلحة و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن أبي وقاص و أبوعبيدة بن الجراح و معاوية بن أبي سفيان و عمرو بن العاص هؤلاء من قريش...». إرشاد القلوب: ج ۲، ص ۱۹۵، باب في فضائله عليه السلام، خبر حذيفة بن اليمان من تآمر القوم و نكثهم و تخلّفهم عن جيش أسامة و بحارالأنوار: ج۲۸، ص ۱۰۰، كتاب الفتن و المحن، الباب الثالث، ح ۳.

(۲) «قال: فبينا النبي ﷺ سائر إلى تبوك نزل عن راحلته ليوحى إليه و أناخها النبي ﷺ، فنهضت الناقة تجر زمامها مطلقة، فتلقاها حذيفة... فقال النبي ﷺ: فإني أسر إليك سرا لاتحدث به أحدا أبدا، إني نهيت أن أصلي على فلان و فلان، رهط ذوي عدد من المنافقين. قال: فلما توفي رسول اللّٰه ﷺ و استخلف عمر، فكان إذا مات الرجل من أصحاب النبي ﷺ ممن يظن عمر أنه من أولئك الرهط أخذ بيد حذيفة فقاده، فإن مشى معه صلى عليه و إن انتزع منه لم يصل عليه و أمر من يصلي عليه». المصنف: ج ۱۱، ص ۲۳۸ - ۲۳۹، باب أصحاب النبي ﷺ، ح ۲۰۴۲۴ و السيرة الحلبية: ج ۳، ص ۱۲۲، غزوة تبوك. «و كان عمر ينظر إليه عند موت من مات منهم، فإن لم يشهد جنازته حذيفة لم يشهدها عمر». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۱، ص۳۹۴، شرح حال حذيفه، ش ۵۱۰. «و سأله عمر أفي عمالي أحد من المنافقين؟ قال: نعم واحد. قال: من هو؟ قال: لا أذكره. قال حذيفة: فعزله كأنما دل عليه. و كان عمر إذا مات ميت يسأل عن حذيفة فان حضر الصلاة عليه صلّى عليه عمر و إن لم يحضر حذيفة الصلاة عليه لم يحضر عمر». أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج۱، ص ۷۰۶، شرح حال حذيفه، ش ۱۱۱۳ و عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ج ۲، ص ۱۲، كتاب العلم، باب قول المحدث.

جبکہ حذیفہ ان حضرات کے باطن کی خبر نہیں رکھتے تھے۔ ممکن ہے کہ خلفا نے توبہ کر لی ہو اور چونکہ حذیفہ کو ان کے باطن کی خبر نہیں تھی، اسی لیے انہوں نے نماز میں شرکت نہیں کی۔[۱]

چوتھی دلیل: صفات منافقین

منافقین کی صفات کے حوالے سے بخاری اور مسلم کی نقل کردہ روایتوں کے مطابق، ان میں مذکورہ صفات میں سے کم سے کم تین صفات (امام علیؑ اور عباس کے نظریے کے مطابق) حضرت خلیفہ دوم میں پائی جاتی تھیں۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

اگر یہ چار خصلتیں کسی میں پائی جائیں تو وہ انسان خالص منافق ہے۔ ان خصلتوں میں سے ایک خصلت اگر کسی میں پائی جائے تو وہ منافق خصلت کا حامل ہے مگر یہ کہ اس خصلت کو ترک کر دے: ۱۔ جب بھی اسے امانت دی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ ۲۔ بات کرتے وقت جھوٹ بولتا ہو۔ ۳۔ وعدہ وفائی نہ کرتا ہو۔ ۴۔ بحث اور جھگڑے میں گالیاں دیتا ہو۔[۲]

ایک دوسری روایت میں پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

"کوئی شخص چاہے جتنی نمازیں پڑھتا ہو، جتنے روزے رکھتا ہو یا جتنا بھی خود کو مسلمان سمجھتا ہو، اگر یہ تین خصلتیں اس میں پائی جاتی ہیں تو وہ منافق ہے: اگر اسے کوئی امانت دی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے، بات کرتے وقت جھوٹ بولتا ہو اور وعدہ وفا نہ کرتا ہو۔"[۳]

---

(۱) «و أما الموقوفة علی حذیفة فلا تصح و لو صحت لكانت بلا شك علی ما بینا من أنهم صح نفاقهم و عاذوا بالتوبة و لم يقطع حذیفة و لا غيره علی باطن أمرهم فتورع عن الصلاة علیهم». المحلی: ج ۱۱، ص ۲۲۵، ما ورد في صفات المنافق و النهي عن تعظیمه.

(۲) «عن عبدالله بن عمرو أن النبي ﷺ قال: أربع من كن فیه كان منافقا خالصا و من كانت فیه خصلة منهن كانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها، إذا ائتمن خان و إذا حدث كذب و إذا عاهد غدر و إذا خاصم فجر». صحیح البخاري: ص ۲۰ - ۲۱، كتاب الإیمان، باب علامة المنافق، ح ۳۴ و ص ۴۹۰ - ۴۹۱، كتاب المظالم، باب إذا خاصم فجر، ح ۲۴۵۹ و ص ۶۴۷، كتاب الجزیة و الموادعة، باب إثم من عاهد ثم غدر، ح ۳۱۷۸ و صحیح مسلم: ص ۸۷، كتاب الإیمان، باب بیان خصال المنافق، ح ۲۰۷.

(۳) «عن الحسن صح عن النبي ﷺ قال: ثلاث من كن فیه فهو منافق و إن صام و صلی و زعم أنه مسلم من إذا حدث كذب و إذا وعد أخلف و إذا أئتمن خان». مسند أحمد: ج ۲، ص ۵۳۶، مسند أبوهریرة و صحیح مسلم: ص ۸۷، كتاب الإیمان، باب بیان خصال المنافق، ح ۲۱۰ و ۲۱۱.

مسلم ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عمر کے حوالے سے حضرت امام علیؑ اور رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس کا یہ ماننا ہے کہ عمر میں منافقت کی یہ چاروں خصلتیں پائی جاتی تھی لہٰذا عمر ایک خالص منافق انسان تھے۔ اسی روایت میں خلیفہ دوم حضرت امام علیؑ اور عباس سے کہتے ہیں: "میرے اور ابو بکر کے بارے میں آپ دونوں کا یہ نظریہ ہے کہ ہم دونوں خائن، دروغ گو، پیمان شکن اور گناہگار انسان ہیں؟" حضرت امام علیؑ اور عباس نے عمر کی اس بات سے انکار نہیں کیا۔[1]

غصہ اور تند مزاجی

جناب عمر! آپ نے زبیر پر تند مزاجی اور غصے کی تہمت لگا دی، سعد کو آپ نے غصیلا اور جنگجو اور طلحہ کو مغرور کہہ دیا اور پھر آپ نے فرمادیا کہ چونکہ یہ صفات ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں لہٰذا یہ لوگ خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں۔

جناب عمر! کیا آپ میں یہ تمام صفات نہیں تھیں؟

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو آپ سے زیادہ غصیلا، سخت مزاج اور متکبر کوئی اور نہیں تھا۔ ذیل میں ہم چند موارد کی طرف اشارہ کریں گے:

الف: تاریخ میں ہے کہ ایک عورت جس کا شوہر سفر پر تھا اور اس کے یہاں اس کے شوہر کی غیر موجودگی میں کچھ لوگوں کا آنا جانا رہتا تھا، تو عمر نے اس عورت کو اپنے سامنے بلایا۔ جب وہ عورت عمر کے سامنے آئی تو عمر کے خوف سے راستے میں ہی اس کا بچہ ساقط ہو گیا۔ بچہ جو دنیا میں زندہ آیا تھا اس نے ایک چیخ ماری اور مر گیا۔ یہ خبر لوگوں نے عمر تک پہنچائی کہ تم نے جس عورت کو حاضر ہونے کا حکم دیا تھا اس عورت کا بچہ تمہارے خوف سے ساقط ہو گیا۔[2]

---

(۱) «قال: فلمّا توفي رسول الله ﷺ قال أبوبكر: أنا وليّ رسول الله ﷺ فجئتما تطلب ميراثك من ابن أخيك و يطلب هذا ميراث امرأته من أبيها. فقال أبوبكر: قال رسول الله ﷺ: ما نورث ما تركنا صدقة، فرأيتماه كاذباً آثماً غادراً خائناً... توفي أبوبكر و أنا ولي رسول الله ﷺ و ولي أبي بكر، فرأيتماني كاذباً آثماً غادراً خائناً». صحيح مسلم: ص ۸۳۲، كتاب الجهاد و السير، باب حكم الفيء، حديث ۴۵۵۲. **بخاری نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب میں خیانت کے ساتھ نقل کیا ہے اس نے اس لفظ کی جگہ پر** «كاذباً آثماً غادراً خائناً» «كذا و كذا» **کا استعمال کیا ہے**۔ صحيح البخاري: ص ۱۱۲۳، كتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنة على أهله، حديث ۵۳۵۸.

(۲) «أرسل عمر بن الخطاب إلى امرأة مغيبة (مغنيه) كان يدخل عليها. فأنكر ذلك فأرسل إليها. فقيل لها: أجيبي عمر. فقالت: يا ويلها ما لها و لعمر! فبينما هي في الطريق فزعت، فضربها الطلق، فدخلت دارا فألقت ولدها، فصاح الصبي

ب: ایک صحیح روایت میں نقل ہوا ہے کہ کچھ عورتیں پیغمبر اکرمؐ کے پاس آئیں اور آپؐ سے کچھ سوالات پوچھے۔ ان کے سوال وجواب کا سلسلہ ذرا طولانی ہو گیا اور عمر وہاں پر پہنچ گئے۔ عورتوں نے عمر کے خوف سے اپنی بات چیت ترک کر دی اور وہاں سے اٹھی کھڑی ہوئیں۔ عمر نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ تم سبھی کو مجھ سے نہیں بلکہ پیغمبر اکرمؐ سے ڈرنا چاہیے، تو ان عورتوں نے کہا: ”ہم ایسے شخص کے پاس بیٹھی تھیں جو نیک کردار اور نیک اخلاق کا مالک ہے، لیکن تم بڑے غصیلے اور سخت مزاج انسان ہو۔“(۱)

ج: جب ابو بکر کا انتقال ہوا اور ابو بکر کی بیٹی عائشہ، اس کی بہن ام فروہ اور دوسری عورتیں گریہ وزاری کرنے لگیں تو عمر نے ان لوگوں کو کہلوا بھیجا کہ تم سب نالہ و شیون برپا نہ کرو، لیکن ان عورتوں نے پھر بھی اپنا گریہ و نالہ و شیون جاری رکھا۔ عمر ام فروہ کے گھر آ گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب ام فروہ گھر سے باہر نکلیں تو عمر نے انہیں لکڑی اور کوڑوں سے اتنا مارا کہ دوسری عورتیں اسے دیکھ ڈر کے مارے وہاں سے چلی گئیں۔(۲)

صيحتين ثم مات. فاستشار عمر أصحاب النبيّ، فأشار عليه بعضهم أن ليس عليك شيء إنما أنت وال و مؤدب. و صمت عليٌّ. فأقبل عليه فقال: ما تقول؟ قال: إن كانوا قالوا برأيهم فقد أخطأ رأيهم و إن كانوا قالوا في هواك فلم ينصحوا لك. أرى أنّ ديته عليك، فانّك أنت أفزعتها و ألقت ولدها في سبيلك، فأمر عليّاً أن يقسم عقله على قريش يعني يأخذ عقله من قريش لأنه أخطأ». المصنف: ج ۹،ص ۴۵۸ - ۴۵۹، كتاب العقول، باب من أفزعه السلطان، حديث ۱۸۰۱۰; كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۱۵، ص ۸۴ - ۸۵، كتاب القصاص و القتل و الديات و القسامة من قسم الأفعال القصاص، ح ۴۰۲۰۱و المُحلّى: ج ۱۱، ص ۲۴، حكم من أفزعه السلطان فتلف، مسأله ۲۱۲۰.

(۱) «قال: استأذن عمر بن الخطاب على رسول اللّهﷺ و عنده نسوة من قريش يكلمنه و يستكثرنه عالية أصواتهنّ على صوته. فلمّا استأذن عمر بن الخطاب قمن فبادرن الحجاب، فأذن له رسول اللّهﷺ فدخل عمر و رسول اللّهﷺ يضحك. فقال عمر: أضحك اللّه سنك يا رسول اللّه! فقال النبيّﷺ: عجبت من هؤلاء اللاتي كنّ عندي، فلما سمعن صوتك ابتدرن الحجاب. فقال عمر: فأنت أحقّ أن يهبن يا رسول اللّه! ثمّ قال عمر: يا عدوات أنفسهن أتهبنني و لاتهبن رسول اللّهﷺ؟ فقلن: نعم، أنت أفظ و أغلظ من رسول اللّهﷺ. فقال رسول اللّهﷺ: إيهاً يابن الخطاب! و الذي نفسي بيده ما لقيك الشيطان سالكاً فجاً قط إلّا سلك فجاً غير فجك». صحيح البخاري: ص ۷۴۷، كتاب فضائل أصحاب النبيﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب، حديث ۳۶۸۳ و ص ۶۶۸، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده، حديث ۳۲۹۴ و ص ۱۲۴۷كتاب الأدب، باب التبسّم و الضحك، حديث ۶۰۸۵ و صحيح مسلم: ص ۱۱۰۸، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر، حديث ۶۱۵۲. «و في الصحيح أنّ نسوةً كنّ عند رسول اللّه، قد كثر لغطُهنّ، فجاء عمر، فهربنَ هيبةً له. فقال لهنّ: يا عُديات أنفسهن! أتهبنني و لاتهبن رسول اللّه؟ قلن: نعم أنت أغلظ و أفظ». شرح نهج البلاغة: ج۱، ص ۱۸۱، طرف من أخبار عمربن الخطاب، ذيل خطبه ۳.

(۲) «قال لما توفيّ أبوبكر أقامت عليه عائشة النوح. فأقبل عمر بن الخطاب حتى قام ببابها، فنهاهنّ عن البكاء على أبي بكر، فأبين أن ينتهين. فقال عمر لهشام بن الوليد: ادخل فأخرج إليّ ابنة أبي قحافة أخت أبي بكر. فقالت عائشة لهشام حين سمعت ذلك من عمر: إني أحرج عليك بيتي. فقال عمر لهشام: ادخل فقد أذنت لك. فدخل هشام

د: جب زینب اور رقیہ فوت ہو گئیں تو عورتیں ان کی موت پر گریہ کرنے لگیں، لیکن عمر نے ان سب کو کوڑوں سے مارنا شروع کر دیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے عمر کی حرکت دیکھ، عمر کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "اے عمر! ٹھہر جاؤ!" اس روایت کے آگے آیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کی بیٹی فاطمہؑ نے رقیہ کی قبر پر بیٹھ کر کافی گریہ وزاری کی اور پیغمبر اکرم ﷺ اپنے لباس مبارک سے اپنی بیٹی کے آنسو پوچھتے جاتے تھے۔[۱]

علامہ امینی اس روایت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

مجھے نہیں پتہ جب عمر عورتوں کو ان کے گریہ وزاری کرنے پر مار رہا تھا تو ان عورتوں میں حضرت فاطمہ زہراؑ وہاں موجود تھیں یا نہیں؟ لیکن پھر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ کر کافی گریہ فرمایا۔[۲]

ھ: خلیفہ دوم نے اپنی بہن اور اپنے بہنوئی کو ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے مارا اور اپنی بہن کے چہرے پر ایسا گھونسا مارا کہ اس کا چہرہ خون سے تر ہو گیا۔[۳]

فأخرج أم فروة أخت أبي بكر إلى عمر، فعلاها بالدرة فضربها ضربات فتفرّق النوح حين سمعوا ذلك». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۳۴۹ - ۳۵۰، حوادث سال ۱۳ هجری، ذكر الخبر عمن غسله و الكفن الذي كفن فيه; تاريخ المدينة المنورة: ج ۲، ص ٦٧٦، ذكر ابتداء خلافته; الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۲۰۸ - ۲۰۹، ذكر وصية أبي بكر و أنساب الأشراف: ج ۱۰، ص ۹۵، وفاة أبي بكر. «أول من ضرب عمر بالدرة، أم فروة بنت أبي قحافة. مات أبوبكر فناح النساء عليه و فيهن أخته أم فروة. فنهاهن عمر مراراً و هنّ يعاودن. فأخرج أم فروة من بينهن و علاها بالدِّرة فهربن و تفرقن». شرح نهج البلاغة: ج ۱، ص ۱۸۱، طرف من أخبار عمربن الخطاب، ذيل خطبه ۳.

(۱) «فلما ماتت زينب ابنة رسول اللّٰه ﷺ قال رسول اللّٰه ﷺ: الحقي بسلفنا الصالح الخير عثمان ابن مظعون فبكت النساء فجعل عمر يضربهن بسوطه فأخذ رسول اللّٰه ﷺ بيده و قال: مهلا يا عمر! ثم قال: أبكين و إياكن و نعيق الشيطان». مسند أحمد: ج ۱، ص ۲۳۷ - ۲۳۸، مسند عبداللّٰه بن عباس بن عبدالمطلب عن النبي ﷺ و المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص ۲۱۰، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب عثمان بن مظعون، ح ۴٦۷/ ۴۸٦۹. «اتت رقية ابنة رسول اللّٰه ﷺ فقال: الحقي بسلفنا الخير عثمان بن مظعون. قال: و بكت النساء فجعل عمر يضربهن بسوطه فقال النبي ﷺ: لعمر دعهن يبكين و إياكن و نعيق الشيطان. ثم قال رسول اللّٰه ﷺ: مهما يكون من القلب و العين فمن اللّٰه و الرحمة و مهما كان من اليد و اللسان فمن الشيطان و قعد رسول اللّٰه ﷺ على شفير القبر و فاطمة إلى جنبه تبكى فجعل النبي ﷺ يمسح عين فاطمة بثوبه رحمة لها». مسند أحمد: ج ۱، ص ۳۳۵، مسند عبداللّٰه بن عباس بن عبدالمطلب عن النبي ﷺ.

(۲) «قال الأميني: ... وغير أني لا أعلم أن الصديقة الفاطمة التي كانت من الباكيات في ذلك اليوم هل كانت بين تلكم النسوة المضروبات أو لا؟ و على أي فقد جلست إلى أبيها و هي باكية». الغدير في الكتاب و السنة و الأدب: ج ٦، ص ۲۲٦، نوادر الأثر في علم عمر، اجتهاد الخليفة في البكاء على الميت، ش ۵۱.

(۳) «قال: فمشى عمر ذامرا حتى أتاهما و عندهما رجل من المهاجرين يقال له خباب. قال: فلما سمع خباب حس عمر توارى في البيت فدخل عليهما فقال: ما هذه الهينمة التي سمعتها عندكم؟ قال: كانوا يقرؤون طه. فقالا: ما

و: عمر نے اپنے ہی قبیلے کی ایک کنیز کو اس کے مسلمان ہونے کی بنا پر اتنا مارا کہ مار مار کر تھک گیا اور پھر کہنے لگا کہ میں تھک جانے کی بنا پر تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔[۱]

ز: اشعث بیان کرتے ہیں:

میں ایک رات عمر کا مہمان تھا، میں نے آدھی رات کے وقت عمر کو اپنی بیوی کو مارتے ہوئے دیکھا۔ میں بستر سے اٹھا اور عمر کو مارنے سے روکا۔ جب عمر اپنے بستر پر واپس آیا تو اس نے مجھ سے کہا: پیغمبر اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ کسی شوہر سے یہ پوچھے کہ تم نے اپنی بیوی کو کیوں مارا؟''[۲]

عجب! کیا کسی اور نے اس حدیث کو پیغمبر اکرم ﷺ سے سنا ہے یا نقل کیا ہے؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ عمر نے اپنے غصے کی توجیہ کرتے ہوئے اس حدیث کو نقل کیا ہو؟ کہیں کچھ ایسا نقل ہوا ہے کہ جہاں پر پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی بیوی کو مارنے کی اجازت دی ہو؟

ح: ابن عبد البر اور طبری نقل کرتے ہیں:

عمر نے عائشہ کے ذریعے ام کلثوم دختر ابو بکر کے لیے اپنا رشتہ بھیجا، لیکن ام کلثوم نے عمر کے اس رشتے کو قبول نہیں کیا اور کہا: ''وہ عورتوں کے ساتھ بڑا سخت رویہ اختیار کرتا ہے اور خود بھی بڑا غصیلا انسان ہے۔''

ط: عمر نے ام ابان کے لیے اپنا رشتہ بھیجا، لیکن ام ابان نے بھی اس رشتے کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ وہ تو ہمیشہ غصہ ناک پر چڑھائے گھر میں داخل ہوتا ہے اور گھر سے باہر آتا ہے۔''[۳]

عدا حديثا تحدثناه بيننا. قال: فلعلكما قد صبوتما؟ قال: فقال له ختنه: أرأيت يا عمر! إن كان الحق في غيرِدينك؟ قال: فوثب عمر على ختنه فوطئه وطأ شديدا فجاءت أخته فدفعته عن زوجها فنفحها بيده نفحة فدمي وجهها». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۲٦۸، إسلام عمر; أنساب الأشراف: ج ۱۰، ص ۲۸۹، إسلام عمر و تاريخ المدينة المنورة: ج ۲، ص ٦۵۸، عمر بن الخطاب، أسلام عمر.

(۱) «و مر بجارية بني مؤمل حي من بني عدى بن كعب و كانت مسلمة و عمر بن الخطاب يعذبها لتترك الإسلام و هو يومئذ مشرك و هو يضربها، حتى إذا مل، قال: إني أعتذر إليك، إني لم أتركك إلا ملالة. فتقول: كذلك فعل اللّٰه بك، فابتاعها أبوبكر، فأعتقها». السيرة النبوية / ابن هشام: ج ۱، ص ۳۴۱، ذكر عدوان المشركين على المستضعفين ممن أسلم بالأذى و الفتنة.

(۲) «عن الأشعث بن قيس قال: ضفت عمر ليلة. فلما كان في جوف الليل قام إلى امرأته يضربها، فحجزت بينهما. فلما أوى إلى فراشه قال لي: يا أشعث! احفظ عني شيئا سمعته عن رسول اللّٰه ﷺ لايسأل الرجل فيم يضرب امرأته و لاتنم إلا على وتر و نسيت الثالثة». سنن ابن ماجة: ص ۲۰۵، كتاب النكاح، باب ضرب النساء، ح۱۹۸٦.

(۳) «قال المدائني: و خطب أم كلثوم بنت أبي بكر وهي صغيرة و أرسل فيها إلى عائشة. فقالت: الأمر إليك فقالت أم كلثوم: و لا حاجة لي فيه. فقالت لها عائشة: ترغبين عن أميرالمؤمنين! قالت: نعم، إنه خشن العيش شديد

ی: عمر نے بڑے ہی سخت انداز میں جبلہ بن ایہم کا سامنا کیا اور اسے اتنی جسمانی اذیت دی کہ اس نے اسلام چھوڑ کر مسیحیت کو قبول کر لیا۔[۱]

ک: ایک شخص بنام صبیغ کہ جو قبیلے کا رئیس تھا، عمر کے پاس آیا اور اس نے عمر سے کچھ آیتوں کی تفسیر کے حوالے سے سوالات کیے۔ عمر بجائے یہ کہنے کے کہ میں نہیں جانتا، الٹا اس شخص پر بھڑک اٹھے اور حکم دیا کہ اس کے سر سے عمامہ اتار کر اسے اتنا مارا جائے کہ اس کے سر سے خون جاری ہو جائے۔ اس کے بعد عمر نے اس کے رہائی کا حکم صادر کیا۔ جب اس شخص کے سر کا زخم صحیح ہو گیا تو عمر نے پھر اسے مارنے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح جب عمر نے اسے تیسری بار مارنے کا حکم دیا تو اس شخص نے کہا: اتنا بھی نہ مارو مجھے! میں نے کیا کیا ہے؟ اے عمر! میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں، میری عقل زائل ہو چکی ہے! آخر کرنا کیا چاہتے ہو میرے ساتھ؟ اگر تم مجھے جان سے مارنا ہی چاہتے ہو تو مجھے با آسانی مار ڈالو اور اگر مجھے ادب سکھانا چاہتے ہو تو میں ادب سیکھ چکا ہوں۔ عمر نے اس کے سارے وظائف ختم کر دیے اور لوگوں کو اس کے ساتھ خرید و فروخت سے منع کر دیا۔ لوگ بھی خلیفہ کے حکم کے مطابق اس سے بات نہیں کرتے تھے اور اس کا سماج سے رشتہ ختم کر دیا تھا۔ نتیجۃً وہ اتنا پریشان ہو گیا کہ اسی پریشانی کی وجہ سے دنیا سے رخصت ہو گیا۔[۲]

علی النساء... قال المدائني: و خطب أم أبان بنت عتبة بن ربيعة فكرهته و قالت: يغلق بابه و يمنع خيره و يدخل عابسا و يخرج عابسا». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۶۴، حوادث سال ۲۳ هجری، ذکر أسماء ولده و نسائه و الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۲۱۳، حوادث سال ۲۳ هجری، ذکر أسماء ولده و نسائه. «عن إسماعيل بن أبي خالد قال: خطب عمر بن الخطاب أم كلثوم بنت أبي بكر إلى عائشة فأطمعته و قالت: أين المذهب بها عنك؟ فلما ذهبت قالت الجارية: تزوجيني عمر و قد عرفت غيرته و خشونة عيشه والله لئن فعلت لأخرجنّ إلى قبر رسول الله ﷺ و لأصيحن به، إنما أريد فتى من قريش يصبّ علي الدنيا صبا». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۴، ص ۳۶۹، شرح حال حبيبة بنت خارجة، ش ۳۳۲۳.

(۱) «و عمر هو الذي أغلظ على جَبَلة بن الأيهم حتى اضطره إلى مفارقة دار الهجرة، بل مفارقة دار الإسلام كلها و عاد مرتداً داخلاً في دين النصرانية، لأجل لطمة لُطِمها». شرح نهج البلاغة: ج ۱، ص ۱۸۳، طرف من أخبار عمربن الخطاب، ذيل خطبه ۳.

(۲) «عن نافع مولى عبدالله: أنّ صبيغ العراقي جعل يسأل عن أشياء من القرآن في أجناد المسلمين حتى قدم مصر. فبعث به عمرو بن العاص إلى عمر بن الخطاب. فلما أتاه الرسول الله بالكتاب فقرأه قال: أين الرجل؟ قال: في الرحل. قال عمر: أبصر لايكون ذهب، فيصيبك مني العقوبة الموجعة. فأتي به. فقال عمر: سبيل محدثة. فأرسل عمر إلى رطائب من جريد، فضربه بها حتى نزل ظهره دبرة. ثم تركه حتى برأ ثم عاد له. ثم تركه حتى برأ، فدعا به ليعود فقال صبيغ: إن كنت تريد قتلي فاقتلني قتلاً جملاً و إن كنت تريد أن تداويني فقد والله برئت. فأذن له إلى أرضه.عن سليمان بن يسار: أنّ

ل: عمر کی تند مزاجی کو ثابت کرنے کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ اگر ہم حجاج ابن یوسف ثقفی کی تاریخ زندگی پر غور کریں[۱] تو ہمیں پتا چلے گا کہ وہ کتنا بڑا خونریز تھا اور اس نے کتنے بے گناہوں کو قتل کر دیا تھا۔ حجاج کے ان تمام اوصاف کے ساتھ عمر کے لیے یہ کہاوت مشہور تھی کہ عمر کا تازیانہ حجاج کی تلوار سے زیادہ ڈراؤنا تھا۔[۲]

م: طبری نقل کرتے ہیں: عمر لوگوں کو مارنے کے لیے تازیانہ ہاتھ میں لینے والا پہلا انسان تھا۔[۳] نماز جماعت میں تکبیر کہنے سے پہلے عمر اپنے تازیانے سے صفوں کو مرتب کیا کرتے تھے۔[۴] عمر، ان لوگوں کو جو نماز عصر کے بعد دوسری نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے مارتے اور برا بھلا کہتے تھے۔[۵] ابو ایوب انصاری

رجلا يقال له صبيغ، قدم المدينة فجعل يسأل عن متشابه القرآن. فأرسل إليه عمر و قد أعدّ له عراجين النخل. فقال: من أنت؟ فقال: أنا عبدالله صبيغ. فأخذ عمر عرجوناً من تلك العراجين فضربه. قال: أنا عبدالله عمر. فجعل له ضربا حتى دمّى رأسه. قال: يا أميرالمؤمنين! حسبك، قد ذهب الذي كنت أجد في رأسي. عن السائب بن يزيد: أنّ رجلا قال لعمر: إنّي مررت برجل يسأل عن تفسير مشكل القرآن فقال عمر: اللّهمّ أمكنّي منه. فدخل الرجل على عمر يوما و هو لابس ثيابا و عمامة و عمر يقرأ القرآن. فلمّا فرغ قام إليه الرجل فقال: يا أميرالمؤمنين! ما الذّارياتِ ذَرْواً؟ فقام عمر فحسر عن ذراعيه و جعل يجلده. ثمّ قال: ألبسوه ثيابا و احملوه على قتب، و أبلغوا به حيّه. ثم ليقم خطيب فيقل إنّ صبيغا طلب العلم و أخطأه. فلم يزل وضيعا في قومه، بعد أن كان سيدا فيهم. عن محمّد بن سيرين قال: كتب عمر بن الخطاب إلى أبي موسى الأشعري أن لاتجالس صبيغا و أن يحرم عطاءه و رزقه». تاريخ مدينه دمشق: ج ۲۵، ص ۲۷۹ - ۲۸۱، شرح حال صبيغ بن عسل، ش ۲۹۲۸; سنن الدارمي: ج ۱، ص ۶۷، باب من هاب الفتيا و كره التنطع و التبدع، حديث ۱۴۸; كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج۲، ص ۳۳۱، فصل في حقوق القرآن، حديث ۴۱۶۱ و الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ۲، ص ۱۴۹ - ۱۵۰، سوره آل عمران، آيه ۷.

(۱) «قتل من الشيعة أكثر من مائة ألف و كفره و زندقته أظهر و أشهر من أن يذكر». مستدركات علم رجال الحديث: ج ۲، ص ۳۱۰، شرح حال حجاج بن يوسف الثقفي، ش ۳۱۹۸.

(۲) «كانت دِرّة عمر أهيب من سيف الحجاج». ربيع الأبرار و نصوص الأخبار: ج ۴، ص ۱۳، الباب التاسع و الخمسون، ش ۷۴ ; وفيات الأعيان و أنباء أبناء الزمان: ج ۳، ص ۱۴، شرح حال عامر بن شراحيل شعبى، ش ۳۱۷ ; أنساب الأشراف: ج ۱۰، ص ۳۵۶، عمر بن الخطاب و شرح نهج البلاغة: ج ۱، ص ۱۸۱، طرف من أخبار عمربن الخطاب، ذيل خطبه ۳.

(۳) «و هو أول من حمل الدرة و ضرب بها». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۷۰، حوادث سال ۲۳ هجرى، حمله الدرّة و تدوينه الدواوين.

(۴) «و كان عمر لايكبر حتى يستقبل الصف المقدم بوجهه فإن رأى رجلا متقدما من الصف أو متأخرا ضربه بالدرة». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۴۰- ۳۴۱، ذكر استخلاف عمر; أنساب الأشراف: ج ۱۰، ص۴۱۸، عمر بن الخطاب، مصرع عمر و الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۲۱، قتل عمر بن الخطاب.

(۵) «قال: رأيت عمر بن الخطاب يضرب على الصلاة بعد العصر». المصنف: ج ۲، ص ۴۲۹، باب الساعة التي يكره فيها الصلاة، ح ۳۹۶۵; التاريخ الكبير: ج ۵، ص ۸۵، عبدالله، باب العين، ش ۲۳۴ و السنن

ایک ایسے صحابی تھے جنہوں نے عمر کے تازیانے کے ڈر سے نماز عصر کے بعد دوسری نمازیں پڑھنا چھوڑ دی تھیں۔[۱] اسی وجہ سے پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: "اے عمر! اصحاب کے لیے عذاب اور ان کے شکنجے کا سبب نہ بننا۔"[۲] ابوہریرہ خود کہتا ہے کہ اس روایت کو اگر میں عمر کے زمانے میں بیان کرتا تو وہ میرا سر پھوڑ دیتا۔[۳]

ن: ابن شبہ نقل کرتے ہیں:

ایک مرد نے عمر سے ان کے قریب آنے اور ان سے کچھ سوالات کرنے کی اجازت مانگی تو عمر نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس مرد نے کہا: "میں جا رہا ہوں تا کہ خدا مجھے تم سے بے نیاز کر دے۔" عمر نے اس مرد کی طرف بڑھ کر اس کے لباس کو پکڑا اور اس سے کہا: "بتاؤ، تمہارا سوال کیا ہے؟" اس مرد نے تین مرتبہ کہا: "لوگ تم سے ناراض و متنفر ہیں اور تم پر غصے میں ہیں۔" عمر نے کہا: "لعنت ہو تم پر! کیوں مجھ سے ناراض ہیں؟" اس مرد نے جواب دیا: "تمہاری زبان اور تمہارے اس تازیانے کی وجہ سے۔" عمر نے اس بات کو قبول کیا اور دعا کی: "خدایا! مجھے لوگوں میں محبوب اور لوگوں کو میرا محبوب بنا دے۔ مجھے لوگوں کے لیے اور لوگوں کو میرے لیے نرم دل اور مہربان بنا دے۔"[۴]

الکبری / بیهقی: ج ۴، ص ۲۰، کتاب الصلاة، جماع أبواب صلاة التطوع و قیام شهر رمضان، باب من جعل قبل صلاة المغرب رکعتین، ح ۴۵۹۸.

(۱) «عن ابن طاوس عن أبیه أن أباأیوب الأنصاري کان یصلي قبل خلافة عمر رکعتین بعد العصر، فلما استخلف عمر ترکهما، فلما توفي رکعهما، فقیل له: ما هذا؟ فقال: إن عمر کان یضرب الناس علیهما». المصنف: ج ۲، ص ۴۳۳، باب الساعة التي یکره فیها الصلاة، ح ۳۹۷۷.

(۲) «قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول ذلك: یابن الخطاب! فلا تکونن عذابا علی أصحاب رسول اللّٰه ﷺ». صحیح مسلم: ص ۱۰۱۴، کتاب الآداب، باب الإستئذان، ح ۵۵۹۸ و ۵۵۹۹ و سنن أبي داود: ص ۵۹۲، کتاب الأدب، باب کم مرة یسلم الرجل في الإستئذان، ح ۵۱۸۱.

(۳) «عن ابن عجلان: أن أباهریرة کان یقول: إني لأحدث أحادیث لو تکلمت بها في زمن عمر لشجّ رأسي». سیر أعلام النبلاء: ج ۲، ص ۶۰۱، شرح حال ابوهریره، ش ۱۲۶ و البدایة و النهایة: ج ۸، ص ۱۱۰، حوادث سال ۵۹ هجری، أبوهریرة الدوسي.

(۴) «قال عبداللّٰه بن جعفر بن برقان قال: قال رجل لعمر: أدنو منك فإن لي إلیك حاجة؟ قال: لا. قال: إذن أذهب فیغنیني اللّٰه عنك، فولی ذاهبا فأتبعه عمر فأخذ بثوبه فقال: حاجتك؟ قال الرجل: أبغضك الناس أبغضك الناس، کرهك الناس ثلاثا قال عمر له: ویحك؟! قال: لسانك و عصاك، فرفع عمر یدیه فقال: اللهم حببني إلیهم و حببهم إلي و لیني لهم و لینهم لي. قال: فما وضع یدیه حتی ما علی الأرض أحب إلي منه». تاریخ المدینة المنورة: ج ۳، ص ۸۵۸، إقامة عمر الحدود علی القریب و البعید.

س: طبری نقل کرتے ہیں: کچھ مسلمانوں نے عبدالرحمٰن ابن عوف سے کہا: عمر سے کہو کہ وہ اپنے چہرے اور اپنے اعمال سے تھوڑی وحشت، سختی اور ڈر کم کرے۔ ہم سب کے دلوں میں اس کا اتنا ڈر بسا ہے کہ خدا کی قسم ہم اس سے نظر ملانے تک کی جرأت نہیں کرسکتے ہیں۔ عبدالرحمٰن نے عمر کو یہ باتیں سنائیں تو عمر نے جواب میں کہا: ''ابھی تو میں ان کے ساتھ نرمی سے پیش آرہا ہوں۔''(۱)

ع: ایک دن عمر نے خود منبر سے یہ کہا: ''میں نے سنا ہے کہ لوگ میری سنگدلی اور تند مزاجی سے ڈرے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب پیغمبر اکرم ﷺ ہمارے درمیان تھے تب بھی عمر ہم سے سخت گیری سے کام لیا کرتا تھا، اسی طرح ابو بکر کے زمانے میں بھی۔ ابھی تو حکومت خود اس کے ہاتھوں میں ہے، نہ جانے وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟'' اور پھر عمر کہتے ہیں: ''جس کسی نے بھی یہ سب باتیں کی ہیں، بخدا درست کہی ہیں۔''(۲)

ف: ابن ابی الحدید نقل کرتے ہیں: جب بھی عمر اپنے خاندان والوں میں کسی پر بھی غصہ کرتے تھے، تو جب تک اس کے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹ نہ لیتے تھے تب تک ان کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوتا تھا۔(۳)

عمر کی اسی سخت گیری کی بناپر (جس کے کچھ نمونے ہم نے یہاں بیان کیے ہیں) ابن ابی شیبہ نقل کرتے ہیں: جب ابو بکر نے مرتے وقت عمر کو خلیفہ معین کیا تو جیسے ہی یہ خبر لوگوں تک پہنچی، لوگوں نے فوراً اعتراض کر دیا اور کہا: ''ایک تند مزاج اور بد اخلاق انسان کو آپ اپنا جانشین بنا رہے ہیں؟ خدا کو کیا جواب دیں گے آپ؟''(۴)

---

(۱) «أن زيد بن أسلم حدثه عن أبيه أن نفرا من المسلمين كلموا عبدالرحمن بن عوف فقالوا: كلم عمر بن الخطاب فإنه قد أحشانا حتى والله ما نستطيع أن نديم إليه أبصارنا. قال: فذكر ذلك عبدالرحمن بن عوف لعمر. فقال: أوقد قالوا ذلك فوالله لقد لنت لهم حتى تخوفت الله في ذلك و لقد اشتددت عليهم حتى خشيت الله في ذلك و أيم الله لأنا أشد منهم فَرَقا منهم مني». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۶۸، حوادث سال ۲۳ هجری، ذکر بعض سیره.

(۲) «فلما بلغه هيبة الناس له، جمعهم ثم قام على المنبر حيث كان أبوبكر يضع قدميه، فحمد الله تعالى و أثنى عليه بما هو أهله و صلى على النبي ﷺ ثم قال: بلغني أن الناس قد هابوا شدتي و خافوا غلظتي و قالوا: قد كان عمر يشتد علينا و رسول الله ﷺ بين أظهرنا، ثم اشتد علينا و أبوبكر والينا دونه، فكيف الآن و قد صارت الأمور إليه؟ و لعمري من قال ذلك صدق، كنت مع رسول الله ﷺ فكنت عبده و خادمه حتى قبضه الله عزّوجلّ و هو عني راض و الحمد لله و أنا أسعد الناس بذلك...». حياة الحيوان الكبرى: ج ۱، ص ۶۱ - ۶۲، باب الهمزة، الإوز، خلافة عمر الفاروق.

(۳) «كان عمر إذا غضب على بعض أهله لم يشتف حتى يعضّ يده». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۴۴، نكت من كلام عمر و سيرته و أخلاقه، ذيل خطبه ۲۲۳.

(۴) «أنّ أبابكر حين حضره الموت أرسل إلى عمر يستخلفه. فقال الناس: تستخلف علينا فظاً غليظاً و لو قد ولينا كان أفظ و أغلظ، فما تقول لربّك إذا لقيته و قد استخلفت علينا عمر؟». المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۸،

ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

عمر بہت ہی زیادہ غصے والے اور سخت انسان تھے۔ شرارت اور برائی ہمیشہ ان کے ساتھ رہتی تھی۔ مہربانی نامی صفت کا ان کے اندر نام ونشان تک نہیں تھا۔ ابروئیں ہمیشہ چڑھی ہوئی رہتی تھیں۔[۱] عمر کے اخلاق اور ان کی باتوں کو سننے والا ان کے ظلم اور تند مزاجی سے آگاہ ہو جاتا تھا، جبکہ عمر ایسی باتیں صرف کہا کرتے تھے، لیکن ان پر کبھی عمل نہیں کرتے تھے۔[۲] عمر بڑے ہی مغرور اور سخت انسان تھے۔ بزرگ اصحاب ان سے دوری اختیار کیا کرتے تھے اور اس سے ملاقات کے وقت ایک دوسرے کے پیچھے چھپ جایا کرتے تھے۔[۳]

دوسری جگہوں پر ابن ابی الحدید بعض زیدیوں کی طرف سے عمر کے سعد بن عبادہ، ابو ہریرہ، خالد ابن ولید، معاویہ اور عمرو ابن عاص پر کیے گئے سب و شتم کو ذکر کرنے کے بعد، نقل کرتے ہیں: کسی برے کام کی طرف فوراً اور بلا جھجک بڑھ جانا اور ہر کسی کو برا بھلا کہنا یہ عمر کے اخلاق کا حصہ تھا۔ اصحاب میں سے بہت ہی کم ہیں جو عمر کی بدزبانی اور ان کے ہاتھوں سے سالم بچے ہوں۔ عمر کی انہی سب عادتوں کی وجہ سے لوگ ان سے ناراض رہتے تھے اور ان کی حکومت سے تھک چکے تھے۔[۴]

ص ۳۵۷، كتاب المغازي، ما جاء في خلافة عمر بن الخطاب، حديث ۱ و تاريخ المدينة المنورة: ج ۲، ص ۶۷۱، سياق وصية أبي بكر لعمر.

(۱) «و لما كان عمر شديد الغلظة و عرّ الجانب، خشن الملمس، دائم العبوس». شرح نهج البلاغه: ج ۶، ص ۳۲۷، فصل في شرح ما نسب إلى عليّ من الدعابة، ذيل خطبه ۸۳.

(۲) «و كان في أخلاق عمر و ألفاظه جفاء و عنجهية ظاهرة، يحسبه السامع لها أنه أراد بها ما لم يكن قد أراد و يتوهم من تحكي له أنه قصد بها ما لم يقصده». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۳، طرف من أخبار عمر بن الخطاب، ذيل خطبه ۳.

(۳) «و كان عمر بن الخطاب صعبا، عظيم الهيبة شديد السياسة، لايحابى أحدا و لايراقب شريفا و لامشروفا و كان أكابر الصحابة يتحامون و يتفادون من لقائه». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۷۳، طرف من أخبار عمر بن الخطاب، ذيل خطبه۳ .

(۴) «ثم عمر القائل في سعد بن عبادة و هو رئيس الأنصار و سيدها: اقتلوا سعدا، قتل اللّه سعدا، اقتلوه فإنه منافق. و قد شتم أباهريرة و طعن في روايته و شتم خالد بن الوليد و طعن في دينه و حكم بفسقه و بوجوب قتله و خوّن عمرو بن العاص و معاوية بن أبي سفيان و نسبهما إلى سرقة مال الفيء و اقتطاعه. و كان سريعا إلى المساءة، كثير الجبة و الشتم و السب لكل أحد و قلّ أن يكون في الصحابة من سلم من معرة لسانه أو يده، و لذلك أبغضوه و ملّوا أيامه مع كثرة الفتوح فيها». شرح نهج البلاغه: ج ۲۰، ص ۲۱، إيراد كلام لأبي المعالي الجويني في أمر الصحابة و الردّ عليه، ذيل خطبه ۴۱۳.

کنجوسی

خلیفہ دوم نے زبیر پر اس کے کنجوس ہونے کی تہمت لگائی تھی، جبکہ خود عمر کوئی بہت بڑے سخی نہیں تھے۔ حضرت عمر کی کنجوسی کے واقعات تاریخ میں بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

طبری اور واقدی نقل کرتے ہیں:

عمر نے ام ابان سے اپنی شادی کے لیے رشتہ بھیجا۔ ام ابان نے اس رشتے سے انکار کر دیا اور کہا: ''اس کے گھر کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے، اس کے دروازے سے آج تک کسی کا بھی بھلا نہیں ہوا (عمر کی کنجوسی کی طرف اشارہ)۔ ابروئیں چڑھائے گھر میں داخل ہوتا ہے اور اسی طرح گھر سے باہر آجاتا ہے۔''[۱]

عمر کا بیٹا کہتا ہے:

میرے بابا ۲۳ھ کو حج کے لیے روانہ ہوئے اور اس سفر کا پورا خرچہ ۱۶ دینار ہوا۔ میرے بابا نے مجھ سے کہا: ''ہم نے اس سفر میں کافی زیادہ خرچ کر دیے ہیں اور اس سفر میں زیادہ روی سے کام لیا ہے۔''[۲]

مورخین اہل سنت نقل کرتے ہیں کہ عمر کو خود اپنی کنجوسی اور تند مزاجی کا اعتراف تھا۔ عمر جب منبر پر گئے تو انہوں نے سب سے پہلا جملہ یہ کہا: ''خدایا! میں تند مزاج ہوں، مجھے نرم مزاجی عطا فرما! میں کمزور ہوں، مجھے قوت عطا فرما! میں بخیل اور کنجوس ہوں، مجھے سخی بنا دے۔''[۳]

وہ انسان جو خود کہتا ہے کہ خلیفہ کو تند مزاج اور کنجوس نہیں ہونا چاہیے کیا وہ خود خلافت کی صلاحیت رکھتا ہے؟

---

(۱) «قال المدائني: و خطب أم أبان بنت عتبة بن ربيعة فكرهته و قالت: يغلق بابه و يمنع خيره و يدخل عابسا و يخرج عابسا». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۶۴، حوادث سال ۲۳ ہجری، ذكر أسماء ولده و نسائه و الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۲۱۳، حوادث سال ۲۳ہجری، ذكر أسماء ولده و نسائه. «قال الواقدي: و خطب أم أبان...». البداية و النهاية: ج ۷، ص ۱۴۴، حوادث سال ۲۳ ہجری، ذكر زوجاته و أبنائه و بناته.

(۲) «و أخرج عن ابن عمر أن عمر حجّ سنة ثلاث و عشرين فأنفق في حجته ستة عشر دينارا. فقال: يا عبدالله! أسرفنا في هذا المال». تاريخ الخلفاء: ص ۱۱۱، عمر بن الخطاب، نبذ من أخباره و قضاياه.

(۳) «عن جامع بن شداد عن أبيه قال: كان أول كلام تكلم به عمر حين صعد المنبر أن قال: اللهم إني شديد فليني و إني ضعيف فقوني و إني بخيل فسخني». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۲۷۴، ذكر استخلاف عمر; المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۸۱، كتاب الدعاء، ما ذكر عن أبي بكر و عمر من الدعاء، ح ۲ و أنساب الأشراف: ج ۱۰، ص ۳۰۶، خطبة عمر عقب توليته.

ضعف وناتوانی

جناب خلیفہ دوم! آپ نے ضعف و ناتوانی جیسی صفات کی نسبت عبد الرحمٰن کی طرف دی اور کہا کہ چونکہ عبد الرحمٰن ان صفات کا حامل ہے لہٰذا وہ خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

جناب عمر! کیا یہ صفات خود آپ میں نہیں تھیں؟

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ عمر نے منبر پر سب سے پہلے اپنے ضعف و ناتوانی کا اقرار کیا اور کہا:

"خدایا! میں کمزور ہوں، مجھے قوت عطا فرما۔"

خلیفہ دوم حکومت چلانے اور علمی مسائل کے معاملے میں اتنے کمزور اور ناتوان تھے کہ انہیں کئی مرتبہ امام علیؑ کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ عمر کا بارہا کہا ہوا یہ جملہ کافی مشہور ہے: "اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ میں ان مشکلات سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں جس میں علیؑ نہ ہوں۔"[۱]

سعید بن مسیب کہتے ہیں:

"میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں ان مشکلات سے جن میں علیؑ نہ ہوں۔" عمر نے یہ جملہ اس لیے کہا تھا کہ ایک مرتبہ بادشاہ روم نے عمر کو ایک خط لکھا جس میں اس نے عمر سے چند سوالات پوچھے۔ جن سوالات کے جوابات سوائے امام علیؑ کے نہ ہی عمر کو پتہ تھے اور نہ ہی کسی اور صحابی کو، جبکہ امام نے ان سوالات کے جوابات فوراً عطا کر دیے۔[۲]

ابن عباس نقل کرتے ہیں:

عمر، ان سخت و حیران کن سوالات کے جواب کی لاعلمی کے سبب کبھی اٹھتے تھے اور کبھی بیٹھتے تھے۔ عمر کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا، لہٰذا انہوں نے ان سوالات کے جوابات کے لیے اصحاب پیغمبر ﷺ کو جمع کیا لیکن وہ تمام بھی ان جوابات سے قاصر تھے۔ آخر کار ان سب نے حضرت امام علیؑ سے ان کے جوابات کو طلب

---

(۱) «عن سعيد بن المسيّب قال: كان عمر يتعوّذ بالله من معضلة ليس لها أبوحسن... فكان عمر يقول: لولا عليّ لهلك عمر». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۲۰۶، شرح حال حضرت علی علیه السلام، ش ۱۸۷۵.

(۲) «قال أحمد في الفضائل، حدثنا عبدالله القواريري، حدثنا مؤمل، عن يحيى بن سعيد، عن أبي-المسيب قال: كان عمر بن الخطاب يقول: أعوذ بالله من معضلة ليس لها أبوحسن قال ابن المسيب: و لهذا القول سبب و هو أن ملك الروم كتب إلى عمر يسأله عن مسائل فعرضها على الصحابة فلم يجد عندهم جوابا فعرضها على أميرالمؤمنين فأجاب عنها في أسرع وقت بأحسن جواب». تذكرة الخواص: ص ۱۳۴ - ۱۳۵، فصل في قول عمر بن الخطاب.

کیا۔ جب امام علیؑ نے اس کے جوابات دے دیے تو عمر نے بڑے ہی تعجب سے کہا: "اے ابو الحسن! جس میں تم نہ ہو، خدا مجھے ان مشکلات میں گرفتار نہ کرے۔ خدا مجھے اس شہر میں نہ رکھے جس شہر میں تم نہ ہو۔"[۱]

تاریخ میں بعض موارد تو ایسے بھی ذکر ہیں کہ جن میں خلیفہ کا ضعف اور ناتوانی آشکار ہوتی ہے اور انہوں نے نہ صرف حضرت امام علیؑ سے مدد مانگی ہے بلکہ بعض اوقات عام لوگوں سے بھی مدد مانگی ہے۔ حضرت عمر نے تو متعدد مواقع پر متعدد بار یہ کہا ہے: "تمام لوگ حتی کہ پردے کے پیچھے بیٹھی عورتیں بھی عمر سے زیادہ فقیہ اور عالم ہیں۔"[۲]

اقربا پروری اور بیت المال میں تصرف

جناب عمر! آپ نے عثمان، عبدالرحمٰن اور سعد کو خاندان پرور کہا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ یہ لوگ اپنے قبیلے والوں کو لوگوں پر اور بیت المال پر مسلط کر دیں گے۔ کیا آپ میں خود یہ پریشانی موجود نہیں تھی؟ کیا آپ نے اپنے دوستوں کو شہروں کا حاکم نہیں بنایا؟ کیا آپ نے فاسق، خیانتکار، چور، ڈکیت اور غلاموں کی اولادوں کو لوگوں پر مسلط نہیں کیا؟ کیا آپ نے سعد ابن ابی وقاص، ابوہریرہ اور حارث ابن کعب جیسوں کا ان کی ملکیت سے آدھا مال ضبط نہیں کیا ہے؟ جب آپ نے ابو موسیٰ کی آدھی ملکیت ضبط کر لی تھی تو پھر اسے اس کے عہدے پر باقی کیوں رکھا؟[۳]

---

(۱) «عن ابن عباس قال: وردت على عمر بن الخطاب واردة قام منها و قعد و تغير و تربد و جمع لها أصحاب النبي ﷺ فعرضها عليهم و قال: أشيروا علي. فقالوا جميعا: يا أميرالمؤمنين! أنت المفزع و أنت المنزع، فغضب عمر... فأعجب به عمر إعجابا شديدا ثم قال: أباحسن لا أبقاني اللّٰه لشدة لست لها و لا في بلد لست فيه». كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۵، ص ۸۳۰ - ۸۳۲، حرف الخاء، كتاب الخلافة مع الإمارة، الباب الثاني في الإمارة و توابعها من قسم الأفعال، الرشوة، ح ۱۴۵۰۸.

(۲) «فقال: اللهم غفرا، كل الناس أفقه من عمر». تفسير القرآن العظيم: ج ۱، ص ۴۷۸، ذيل تفسير آيه ۲۰ از سوره نساء و التفسير الكبير: ج ۱۰، ص ۱۳، ذيل تفسير آيه ۲۰ سوره نساء. «حدثنا عن إبراهيم التيمي قال: قال رجل عند عمر: اللهم اجعلني من القليل. قال: فقال عمر: ما هذا الذي تدعو به؟ فقال: إني سمعت اللّٰه يقول: وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ فأنا أدعو أن يجعلني من أولئك القليل. قال: فقال عمر: كل الناس أعلم من عمر». المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۸۱، كتاب الدعاء، ما ذكر عن أبي بكر و عمر من الدعاء، ح ۵. «و في لفظ الرازي في أربعينه ص ۴۶۷: كل الناس أفقه من عمر حتى المخدرات في البيوت». الغدير في الكتاب و السنة و الأدب: ج ۶، ص ۱۴۱، نوادر الأثر في علم عمر.

(۳) «و لما عزل عمر أباموسى الأشعري عن البصرة و شاطره ماله و عزل أباهريرة عن البحرين و شاطره ماله و عزل الحارث بن كعب بن وهب و شاطره ماله دعا أباموسى فقال له:... ارجع إلى عملك عاقصا بقرنك». العقد الفريد: ج ۱، ص

اگر آپ کو ان کی خیانت کاری پر یقین تھا تو آپ نے ان کی صرف آدھی ملکیت ہی کیوں ضبط فرمائی؟ آپ نے اپنے بعض کارندوں کو ان کے مقامات پر کیوں باقی رکھا جبکہ آپ کو ان کے خیانت کاری کا علم تھا؟ اگر آپ کو ان کی خیانت کا علم نہیں تھا پھر آپ نے ان پر خیانت کی تہمت کیوں لگائی؟ اور ان کی ملکیت سے آدھا مال کیوں ضبط کر لیا؟

مغیرہ اور معاویہ سے تو آپ کا کوئی رابطہ بھی نہیں تھا۔ وہ مغیرہ جسے اس کے فاسق ہونے کی بنا پر بصرہ کی حکومت سے معزول کر دیا گیا تھا، جس کے زنا کے قصے ساری جگہوں پر عام ہو چکے تھے۔[1] زنا کے واقعات کے بعد جب بھی عمر مغیرہ کو دیکھا کرتے تھے تو کہتے تھے: اے مغیرہ! جب بھی میں تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے ڈر لگا رہتا ہے کہ خدا مجھے کہیں سنگسار نہ کر دے۔[2] یہی مغیرہ ہیں جو عمر کو کوفہ میں حکومت کی رائے دے رہے ہیں۔ عمر مغیرہ سے کہتے ہیں: ''تم تو ایک فاسق و فاجر انسان ہو۔'' مغیرہ نے جواب میں کہا: ''تمہیں میرے باطن سے کیا سروکار؟ میری قدرت اور میرا بھروسہ تمہارے لیے، میرا فسق اور میرا فجور خود میرے لیے۔'' بہر حال عمر نے مغیرہ کو کوفہ کا والی منتخب کر لیا۔ کچھ مدت بعد جب کوفہ کے لوگوں سے عمر نے مغیرہ کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا: ''ہم سے زیادہ تو خود آپ مغیرہ کے فسق و فجور سے واقفیت رکھتے ہیں۔'' (اور یہ جاننے کے باوجود آپ نے اسے ہمارا حاکم بنا دیا۔)

۴۵، کتاب اللؤلؤة في السلطان، ما يأخذ به السلطان من الحزم و العزم. «و أخرج ابن سعد عن ابن عمر أن عمر أمر عماله فكتبوا أموالهم منهم سعد بن أبي وقاص فشاطرهم عمر في أموالهم فأخذ نصفا و أعطاهم نصفا». تاريخ الخلفاء: ص ۱۱۱، عمر بن الخطاب، نبذ من أخباره و قضاياه. «كان عمر يصادر خونة العمال، فصادر أباموسى الأشعري و كان عامله على البصرة و قال له: بلغني أن لك جاريتين و أنك تطعم الناس من جفنتين و أعاده بعد المصادرة إلى عمله». شرح نهج البلاغة: ج ۱۲، ص ۴۲، نكت من كلام عمر و سيرته و أخلاقه، ذيل خطبه ۲۲۳.

(۱) جریان زنای مغیره را مورخین زیادی نقل کردند: تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۴۹۳- ۴۹۴، حوادث سال ۱۷ هجری، ذكر الخبر عن سيف في ذلك و الخبر عما ذكره عن عمر في خرجته تلك أنه أحدث في مصالح المسلمين; تاريخ دمشق الكبير: ج ۶۳، ص ۲۸ - ۲۹، شرح حال مغيرة بن شعبة، ش ۷۷۴۳; الكامل في التاريخ: ج۲، ص ۱۵۹، حوادث سال ۱۷ هجری، ذكر عزل المغيرة عن البصرة و ولاية أبي موسى. ابوالفرج اصفهانی قضیه زنای مغیرة را به نقل های متعدد ذکر کرده است، به كتاب الأغاني: ج ۱۶، ص ۱۰۳، أخبار المغيرة بن شعبة و نسبه، المغيرة يزني و أبوبكرة يشهد عليه، رجوع شود.

(۲) «و كان عمر إذا رأى المغيرة قال: يا مغيرة ! ما رأيتك قط إلا خشيت أن يرجمني الله بالحجارة». تاريخ اليعقوبي: ج ۲، ص ۱۴۶، أيام عمر بن الخطاب.

عمر نے کہا: ”میں تم کوفی لوگوں کے ساتھ کیا کروں؟ اگر کسی مومن کو تمہارا حاکم بناؤں تو کہتے ہو کہ ضعیف کو ہمارا حاکم بنا دیا، اگر کسی مجرم کو حاکم بنادوں تو کہتے ہو ہمارا حاکم فاسق ہے۔“[۱] جبکہ خود حضرت عمر کہتے ہیں: ”اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کو جس کے فسق و فجور کا وہ علم رکھتا ہو، کسی کام پر مامور کر دے تو وہ انسان بھی اسی کی طرح فاسق وفاجر شمار کیا جائے گا۔“[۲]

معاویہ جس نے ریاکار اور بناوٹی لوگوں کی حکومت کی بنیاد شام میں رکھی تھی۔ اس سے بھی آپ نے کوئی سخت رویہ اختیار نہیں فرمایا، جبکہ آپ ان کے حوالے سے اکثر کہتے تھے: ”معاویہ تم لوگوں کے درمیان موجود ہے اور تم لوگ قیصر و کسری کی سیاست کے متعلق باتیں کرتے ہو؟“[۳] یعنی معاویہ کی سیاست قیصر و کسری کی سیاست جیسی ہے۔ مدائنی نقل کرتے ہیں: ”جب بھی حضرت عمر کی نظر معاویہ پر پڑتی تھی تو آپ اسے دیکھ کر کہتے تھے: ”یہ عرب کا کسری ہے۔“[۴]

مؤرخینِ اہل سنت نقل کرتے ہیں: جب عمر شام پہنچے تو معاویہ کو انہوں نے ایک خاص جاہ و حشم اور محافظین کے ساتھ آتا دیکھا اور پھر اسی رات معاویہ کو ایک دوسرے جاہ و جلال اور ایک الگ مجمع اور عوام کے ساتھ آتا دیکھا۔

ابن عبد البر نقل کرتے ہیں: جب عمر شام میں داخل ہوئے اور انہوں نے معاویہ کو اس کے تمام جاہ و جلال کے ساتھ آتا دیکھا تو آپ نے کہا: ”دیکھو یہ عرب کا کسریٰ ہے۔“ پھر عمر نے معاویہ سے کہا: ”شام کو

---

(۱) «و وجه جبير بن مطعم، فمكر به المغيرة و حمل عنه خبرا إلى عمر و قال له: ولني يا أميرالمؤمنين! قال: أنت رجل فاسق. قال: و ما عليك مني؟ كفايتي و رجلتي لك و فسقي على نفسي. فولاه الكوفة، فسألهم عن المغيرة. فقالوا: أنت أعلم به و بفسقه. فقال: ما لقيت منكم يا أهل الكوفة! إن وليتكم مسلما تقيا قلتم: هو ضعيف». تاريخ اليعقوبي: ج٢، ص ١٥٥، أيام عمر بن الخطاب.

(۲) «عن عمر قال: من استعمل فاجرا و هو يعلم أنه فاجر فهو مثله». كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ٥، ص ٧٦١، كتاب الخلافة مع الإمارة، الباب الثاني في الإمارة و توابعها من قسم الأفعال، الترغيب الإمارة، ح ١٤٣٠٦.

(۳) «عن سعيد المقبري قال: قال عمر بن الخطاب: تذكرون كسرى و قيصر و دهاءهما و عندكم معاوية». تاريخ الطبري: ج٣، ص ٢٦٤ - ٢٦٥، حوادث سال ٦٠ هجری، ذكر بعض ما حضرنا من ذكر أخباره و سيره. «كان عمر بن الخطّاب كثيرا ما يقول: تذكرون كسرى و قيصر و دهيهما و سياستهما و عندكم معاوية». تجارب الأمم: ج ٢، ص ١٧ - ١٨، أيام معاوية بن أبي سفيان، ما قاله عمر فيه.

(۴) ««قال المدائني: كان عمر إذا نظر إلى معاوية، قال: هذا كسرى العرب». سير أعلام النبلاء: ج ٣، ص ١٣٤، شرح حال معاويه، ش ٢٥.

تمہارا ایک الگ جاہ و حشم ہوتا ہے اور صبح کچھ اور۔ میں نے سنا ہے کہ صبح کے وقت تم اپنے گھر میں ہوتے ہو اور تم سے ملاقات کرنے والے تمہارے گھر کے دروازے پر کھڑے رہتے ہیں؟" معاویہ کہتا ہے: "دشمن ہمارے بہت نزدیک ہیں اور اس نے ہم میں بہت زیادہ جاسوس چھوڑ رکھے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ لوگ اسلام کی عزت و وقار کا مشاہدہ کریں۔" عمر نے کہا: "یہ باتیں ایک چالاک مرد کی چالاکی ہے یا ایک مکار انسان کی مکاری؟" معاویہ نے کہا: "تمہیں جو کہنا ہے کہو میں ویسا ہی کروں گا۔" عمر نے کہا: "لعنت ہو تم پر! میں نے تم سے اتنی باتیں کی، تمہارے اتنے عیوب کو تم پر واضح کیا لیکن پھر بھی تم نے ایسا کام کر دیا کہ مجھے اب سمجھ نہیں آ رہا کہ میں تمہیں ایسا پھر سے کرنے کو کہوں یا تمہیں ایسا کرنے سے منع کر دوں۔"(۱)

سبحان اللہ! اسلام کی عزت کیا اسی میں ہے کہ ملنے والوں اور ملاقات کرنے والوں کو دروازے کے پیچھے انتظار کرایا جائے اور خود گھر میں بیٹھ کر سکون کی سانس لی جائے! کیا یہ ممکن ہے کہ روم کے جاسوس حضرات اس کم ظرفی اور مسلمانوں کی اس ذلت بھری داستان کو لوگوں کے سامنے عزت اسلام کے عنوان سے پیش کریں گے!

ابوسفیان معاویہ سے ملاقات کی غرض سے شام گیا۔ جب وہ واپس آنے لگا تو معاویہ نے اسے دس دس ہزار درہم کے دو تھیلے دیے، لیکن عمر نے درہم کے ان تھیلوں کو ضبط کر کے انہیں بیت المال کی ملکیت میں شامل کر لیا، لیکن جب عثمان کو حکومت ملی تو اس نے ابوسفیان کو دس ہزار درہم کا تھیلا واپس کیا، لیکن اس تھیلے کو ابوسفیان نے لینے سے انکار کر دیا۔(۲)

---

(۱) «حدثنا أبو محمد الأموي قال: خرج عمر بن الخطاب إلى الشأم فرأى معاوية في موكب يتلقاه و راح إليه في موكب فقال له عمر: يا معاوية! تروح في موكب و تغدو في مثله و بلغني أنك تصبح في منزلك و ذووالحاجات ببابك! قال: يا أميرالمؤمنين! إن العدو بها قريب منا و لهم عيون و جواسيس فأردت يا أميرالمؤمنين! أن يروا للإسلام عزا. فقال له عمر: إن هذا لكيد رجل لبيب أو خدعة رجل أريب. فقال معاوية: يا أميرالمؤمنين! مرني بما شئت أصر إليه. قال: ويحك! ما ناظرتك في أمر أعيب عليك فيه إلا تركتني ما أدري آمرك أم أنهاك». تاريخ الطبري: ج ۳، ص ۲۶۵، حوادث سال ۶۰ هجری، ذكر بعض ما حضرنا من ذكر أخباره و سيره. «و قال عمر إذ دخل الشام و رأى معاوية: هذا كسرى العرب و كان قد تلقّاه معاوية في موكب عظيم... قال: فمرني يا أميرالمؤمنين! قال: لاآمرك و لاأنهاك». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۱۴۷۱-۱۴۷۲، شرح حال معاويه، ش ۲۴۶۴ و سير أعلام النبلاء: ج ۳، ص ۱۳۳، شرح حال معاويه، ش ۲۵.

(۲) «قد زار أبوسفيان معاوية بالشام، فلما رجع من عنده دخل على عمر فقال: أجزنا أباسفيان. قال: ما أصبنا شيئا فنجيزك به. فأخذ عمر خاتمه فبعث به إلى هند و قال للرسول الله: قل لها: يقول لك أبوسفيان: أنظري الخرجين

جناب خلیفہ دوم! آپ تو معاویہ کے اس دکھاوے اور اس کی عطا و بخشش کی اصلیت سے واقف تھے، پھر بھی آپ نے معاویہ کو حکومت سے کیوں نہیں معزول کیا؟ اس پر آپ نے مقدمہ کیوں نہیں جاری کیا؟ کم از کم آپ کو اس کا آدھا مال تو ضبط کر ہی لینا چاہیے تھا؟ آپ نے معاویہ کو یہ کہتے ہوئے کہ میں اسے کسی چیز کی امر و نہی نہیں کروں گا، آزاد کیسے چھوڑ دیا؟ جبکہ انہی صفات کی بنیاد پر عثمان کے لیے تو آپ بڑی مشکل کھڑی کر رہے تھے۔ آپ تو کہتے تھے کہ اگر عثمان خلیفہ بن گیا تو وہ بیت المال کے پیسوں کو ہوا میں اڑا دے گا؟ آپ نے ان لوگوں کے لیے تو بڑی مشکلیں کھڑی کر دی کہ جو معاویہ کے مال کا دس فیصد بھی نہیں رکھتے تھے، لیکن معاویہ کو آپ نے بالکل آزاد چھوڑ دیا!

بیت المال میں تصرف اور اس سے لوگوں کو عطا اور بخشش کرنے میں آپ بھی عثمان سے کوئی کم نہیں تھے۔ جیسا کہ ابن جوزی نقل کرتے ہیں: لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عمر نے بیت المال سے دیا جانے والا سب سے زیادہ ماہیانہ خود اپنے لیے معین کیا تھا۔ ان کا یہ ماہانہ تقریباً ۱۲ ہزار درہم تھا۔[۱]

طبری نقل کرتے ہیں: عمر کو جب بھی پیسوں کی مشکل ہوتی تھی تو وہ بیت المال کے ذمہ دار کی طرف رجوع کرتے اور اس سے پیسے قرض لے لیا کرتے تھے۔[۲]

بخاری نے نقل کیا ہے:

جب عمر پر حملہ ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا: ''دیکھو ذرا! ہم نے بیت المال سے کتنا قرض لیا ہے؟'' جب اس نے دیکھا تو پتا چلا تقریباً ۸۶ ہزار درہم کا قرض عمر کے سر تھا۔ عمر نے اپنے بیٹے سے کہا: ''یہ قرض میرے بیٹوں کے مال سے ادا کر دو اور اگر پھر بھی باقی رہ جائے تو اسے آل خطاب کے اموال سے ادا کر

اللذین جئت بهما فأحضريهما. فما لبث عمر أن أتي بخرجين فيهما عشرة آلاف درهم. فطرحهما عمر في بيت المال، فلما ولي عثمان ردّهما عليه. فقال أبو سفيان: ما كنت لآخذ مالا عابه علي عمر». العقد الفريد: ج ۱، ص ۴۹، كتاب اللؤلؤة في السلطان، ما يأخذ به السلطان من الحزم و العزم.

(۱) «قال ابن الجوزي: و قد وقع الاتفاق على أنه لم يفرض لأحد أكثر مما فرض له. و روي أنه فرض له اثنى عشر ألفا و هو الأصح». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۱۴، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن الخامس، ذيل خطبه ۲۲۳.

(۲) «حدثنا عمران أن عمر بن الخطاب كان إذا احتاج أتى صاحب بيت المال فاستقرضه. قال: فربما أعسر فيأتيه صاحب بيت المال يتقاضاه فيلزمه فيحتال له عمر و ربما خرج عطاؤه فقضاه». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۶۹، حوادث سال ۲۳هجرى، ذكر بعض سيره و الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۲۷۶، ذكر استخلاف عمر.

دو، اگر پھر بھی قرض باقی رہ جائے تو اسے بنی عدی کے مال سے ادا کر دو اور اگر قرض پھر بھی ادا نہ ہو پائے تو باقی بچا قرض قریش کے مال سے ادا کر دو۔"[۱]

ایوب کہتا ہے کہ میں نے نافع سے پوچھا: "عمر جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو کیا ان کے سر پر قرض تھا؟" نافع نے کہا: "عمر کہاں سے مقروض ہو سکتے ہیں جبکہ ان کے ایک وارث نے اپنا سہم ایک لاکھ درہم میں بیچا ہے۔"[۲]

کہا جاتا ہے کہ بیویوں اور کنیزوں کو چھوڑ کر عمر کے دس سے زیادہ تو بیٹے تھے[۳] تو اس صورت میں عمر کی ملکیت تقریباً ایک ملین رہی ہوگی جو ایک اچھی خاصی رقم بنتی ہے۔

عمر کے مقروض ہونے کے حوالے سے جو روایت ہے، اس روایت کی وضاحت ابن حجر عسقلانی یوں کرتے ہیں:

ابن شبہ کی صحیح السند نقل کردہ روایت کے مطابق، نافع مولی عمر نے عمر کے مقروض ہونے سے انکار کیا ہے جبکہ عمر نے خود کہا ہے کہ میں مقروض ہوں! البتہ کسی انسان کا کثیر المال ہونا اور پھر مقروض بھی ہونا یہ محال نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ نافع کے کہنے کا مقصد یہ رہا ہو کہ عمر مقروض تو تھے مگر انہوں نے سارے قرض ادا کر دیے تھے۔[۴]

---

(۱) «يا عبدالله بن عمر! أنظر ماذا على من الدين؟ فحسبوه فوجدوه ستة و ثمانين ألفا أو نحوه. قال: إن وفي له مال آل عمر فأده من أموالهم و إلا فسل في بني عدي بن كعب فإن لم تف أموالهم فسل في قريش و لاتعدهم إلى غيرهم». صحيح البخاري: ص ۷۵۱، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البيعة و الاتفاق على عثمان بن عفان، ش ۳۷۰۰؛ تاريخ اليعقوبي: ج ۲، ص ۱۵۹، أيام عمربن الخطاب و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۵، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى، عمر يوصي ولده بوفاء دينه بعد موته.

(۲) «عن أيوب قال: قلت لنافع: هل كان على عمر دين؟ فقال: و من أين يدع عمر دينا و قد باع رجل من ورثته ميراثه بمائة ألف!». تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۳۵، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى، عمر يوصي ولده بوفاء دينه بعد موته.

(۳) كتاب تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۶۳، حوادث سال ۲۳ هجرى، ذكر أسماء ولده و نسائه، کی طرف رجوع کریں.

(۴) «و قد أنكر نافع مولى ابن عمر أن يكون على عمر دين فروى عمر بن شبة في كتاب المدينة بإسناد صحيح: أن نافعا قال: من أين يكون على عمر دين و قد باع رجل من ورثته ميراثه بمائة الف! انتهى. و هذا لاينفى أن يكون عند موته عليه دين فقد يكون الشخص كثير المال و لايستلزم نفي الدين عنه فلعل نافعا أنكر أن يكون دينهلم يقض». فتح الباري بشرح صحيح البخاري: ج ۷، ص ۸۲، كتاب فضائل الصحابة، باب قصة البيعة و الاتفاق على عثمان بن عفان، ح ۳۷۰۰.

حاکم نیشا پوری ایک حدیث جس کی سند کو وہ شیخین کی (بخاری و مسلم) شرائط کے مطابق صحیح مانتے ہیں، کوذکوان نامی ایک شخص سے نقل کرتے ہیں:

مال غنیمت کو طور پر عراق سے قیمتی جواہر سے بھرا ایک ٹوکرا عمر کے ہاتھ آیا۔ عمر نے وہاں پر موجود اصحاب سے اس ٹوکرے کی قیمت پوچھی؟ لیکن کوئی بھی اس کی قیمت نہ بتا سکا۔ عمر نے کہا: ''اگر تم لوگوں کی اجازت ہو تو میں محبت رسول اللہ ﷺ میں اس ٹوکرے کو عائشہ کے پاس بھجوا دوں؟''

وہاں پر موجود صحابہ نے کہا: ٹھیک ہے، بھجوا دو!'' عمر نے جواہرات سے بھرے اس ٹوکرے کو عائشہ کے پاس بھیجوا دیا۔ جب عائشہ نے اس ٹوکرے کو کھول کر تو کہا: ''رسول اللہ ﷺ کے بعد کتنی بڑی جیت عمر کے نصیب میں آئی ہے۔''(۱)

جناب عمر! محبت رسول اللہ ﷺ میں فدک کو بھی حضرت زہراؑ کے حوالے کر دیتے! کیوں نہیں کیا؟

وہ مال جو عمر زید ابن ثابت کو عطا کیا کرتے تھے، خود زید نقل کرتے ہیں: ''عمر جب بھی مدینہ میں مجھے اپنی جگہ پر چھوڑ کر جاتے، تو ہر سفر سے واپسی پر مجھے ایک نخلستان عطا کیا کرتے تھے۔''(۲)

عمی ابن رباح نقل کرتے ہیں: عمر نے ایک شخص کو ۱۰۰۰ دینار عطا کیے۔(۳)

جناب عمر! آپ بھی تو عثمان ہی کی طرح بیت المال میں دخالت کرتے اور اس میں تصرف رکھتے تھے۔ آخر کیوں لوگوں نے آپ پر اعتراض نہیں کیا؟ اس سوال کے جواب میں خود عثمان دیتے ہیں۔ جب عثمان کے خلاف لوگوں نے پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا تو عثمان نے منبر پر جا کر کہا:

---

(۱) «حدثني ذكوان أبوعمرو مولى عائشة أن درجا قدم إلى عمر من العراق و فيه جوهر. فقال لأصحابه: تدرون ما ثمنه؟ قالوا: لا. و لم يدروا كيف يقسمونه. فقال: تأذنون أن أبعث به إلى عائشة لحبّ رسول اللهﷺ إياها؟ فقالوا: نعم. فبعث به إليها، ففتحته فقالت: ماذا فتح على ابن الخطاب بعد رسول اللهﷺ! اللهم! لاتبقني لعطيته لقابل. هذا حديث صحيح على شرط الشيخين إذا صح سماع ذكوان أبي عمرو و لم-يخرجاه». المستدرك على الصحيحين: ج ۴، ص ۹، كتاب معرفة الصحابة، تسمية أزواج رسول اللهﷺ، عائشة بنت الصديق، ح۶۷۲۵/۲۳۲۳.

(۲) «فقال زيد بن ثابت اشتريت بمالي و قطع لي إمامي عمر بن الخطاب فقطع لي إمامي عثمان بن عفان. فقال له ذلك الرجل: أعطاك عمر بن الخطاب عشرين ألف دينار؟ قال: لا. و لكن عمر كان يستخلفني على المدينة فوالله ما رجع من مغيب قط إلا قطع لي حديقة من نخل». تاريخ دمشق الكبير: ج ۲۱، ص ۲۲۴، شرح حال زيد بن ثابت، ش ۲۳۳۷ و كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۴، ص ۵۷۲، باب في أحكام الجهاد، الأرزاق و العطايا، ح ۱۱۶۷۷.

(۳) «حدثنا موسى بن علي بن رباح عن أبيه أن عمر بن الخطاب أجاز رجلا بألف دينار». تاريخ دمشق الكبير: ج ۲۳، ص۱۱۳، شرح حال سعيد بن عامر بن حذيم، ش ۲۵۰۴ و كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۱۲، ص ۵۸۱، فضائل الفاروق، ش ۳۵۸۰۸.

"اے مہاجرین و انصار! خدا کی قسم وہ اعتراضات جو آج تم سب مجھ پر کر رہے ہو، وہی تمام اعتراضات عمر پر بھی تھے، لیکن عمر نے تم لوگوں کو اتنا ذلیل اور پریشان کر رکھا تھا کہ تم میں سے کسی کو اس پر سوال کرنے حتیٰ کہ اس کی طرف اشارہ کرنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔"[1]

طبری کی ایک نقل کردہ روایت کے مطابق عثمان کہتے ہیں: "خدا کی قسم! تم سب نے مجھ پر وہ اعتراضات کیے جو اعتراضات تم نے عمر پر بھی کیے تھے، لیکن چونکہ وہ تم سب کو اپنی جوتی پر رکھتا تھا، تم سب کو مارتا اور تم سب کو ذلیل ورسوا کیا کرتا تھا لہٰذا تم سب چاہتے یا نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملایا کرتے تھے۔"[2]

عورتوں سے مشورہ کرنا

جناب عمر! آپ نے طلحہ اور عبدالرحمٰن کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ لوگ خلیفہ بن جائیں تو یہ خلافت کے تمام امور اپنی عورتوں کے حوالے کر دیں گے، لہٰذا یہ لوگ خلیفہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں۔[3] کیا آپ بھی اپنے کاموں میں عورتوں سے مشورہ نہیں فرمایا کرتے تھے؟ ابن ابی الحدید عمر کی سیرت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عمر امور مسلمین میں لوگوں سے بہت زیادہ مشورت کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ عورتوں سے بھی۔[4]

---

(۱) «قال: لما أنكر الناس على عثمان بن عفان صعد المنبر، فحمد اللّٰه و أثنى عليه، ثم قال: أما بعد، فإن لكل شيء آفة... أما واللّٰه يا معشر المهاجرين و الأنصار! لقد عبتم عليّ أشياء و نقمتم أمورا قد أقررتم لابن الخطاب مثلها و لكنه وقمكم و قمعكم و لم يجترئ أحد يملأ بصره منه و لايشير بطرفه إليه». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص۲۸، ذكر الإنكار على عثمان.

(۲) «ألا فقد واللّٰه عبتم علي بما أقررتم لابن الخطاب بمثله و لكنه وطئكم برجله و ضربكم بيده و قمعكم بلسانه فدنتم له على ما أحببتم أو كرهتم». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۶۴۵، حوادث سال ۳۴ هجرى، ذكر ما كان فيها من الأحداث المذكورة; أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۷۵ - ۱۷۶، مسير أهل الأمصار إلى عثمان و البداية و النهاية: ج ۷، ص ۱۷۶، حوادث سال ۳۴ هجرى.

(۳) «عن قتادة قال: اجتمع نفر فيهم المغيرة بن شعبة... قال: قلت: طلحة بن عبيداللّٰه. قال: رضائه رضاء مؤمن و غضبه غضب كافر، أما إني لو وليتها إياه لجعل خاتمه في يد امرأته...». المصنف: ج ۵، ص ۴۴۷ - ۴۴۸، كتاب المغازي، قول عمر في أهل الشورى، ح ۹۷۶۲. «عن ابن عباس قال:... قلت: فعبدالرحمن بن عوف؟ فقال: رجل ضعيف لو صار الأمر إليه وضع خاتمه في يد امرأته...». تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۸۷۹ - ۸۸۱، القسم الثاني أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و شرح نهج البلاغه: ج ۶، ص ۳۲۶، فصل في شرح ما نسب إلى علي من الدعابة، ذيل خطبه ۸۳.

(۴) «و كان عمر كثير المشاورة كان يشاور في أمور المسلمين حتى المرأة». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۶۵، نكت من كلام عمر و سيرته و أخلاقه، ذيل خطبه ۲۲۳.

فقاہت و احکامات سے آگاہی

عمر نے اپنے بیٹے کو خلیفہ بنا دینے والی رائے پر کافی ناراضگی ظاہر کی اور کہا: "کیسے میں اسے تمہارا خلیفہ اور تمہارا امر بنی منتخب کر لوں جبکہ وہ تو اپنی بیوی کو طلاق دینے پر بھی قادر نہیں ہے۔"(۱)

ہمارا تو سوال یہ ہے کہ کیا آپ خود فقیہ اور احکام اسلامی کے عالم تھے؟ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ بہت سارے احکامات سے یا تو نا آشنا تھے غلط جواب دیا کرتے تھے۔ ہم نمونے کے طور پر چند موارد کا ذکر یہاں کریں گے۔

احکام طلاق سے نا آشنائی

آپ نے اپنے بیٹے کے لیے کہا کہ وہ طلاق کے احکامات سے جاہل ہے تو آپ بھی اسی جہالت میں اپنے بیٹے سے کچھ کم نہیں تھے۔ جیسا کہ عبد الرزاق صنعانی نقل کرتے ہیں:

عمر سے ایک مرد کے حوالے سے سوال کیا گیا کہ دور جاہلیت میں اس نے اپنی بیوی کو دو بار طلاق دی اور مسلمان ہونے کے بعد اس نے اپنی بیوی کو ایک بار طلاق دی ہے؟ عمر اس کا جواب نہ دینے سے عاجز تھے لہٰذا اس سے کہا: "میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا نہ ہی تمہیں کوئی حکم دوں گا اور نہ ہی کسی کام سے منع کروں گا۔" عبد الرحمٰن ابن عوف کہتا ہے: "میں فیصلہ سناتا ہوں۔ دور جاہلیت میں دی گئی طلاق کا اس پر کوئی اثر نہیں ہے۔"(۲)

ابن عساکر نقل کرتے ہیں:

دو لوگوں نے عمر سے کنیز کو طلاق دینے کے حوالے سے سوال کیا؟ تو عمر اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک گروہ کی طرف بڑھے جس میں ایک شخص موجود تھا، اسی شخص سے عمر نے اس سوال کا جواب پوچھا۔ اس شخص

---

(۱) «فقال له رجل: أدلّك عليه؟ عبدالله بن عمر! فقال: قاتلك الله! والله ما أردت الله بهذا. ويحك! كيف أستخلفت رجلاً عجز عن طلاق امرأته!». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۰، حوادث سال ۲۳ هجرى، قصة الشورى؛ الطبقات الكبرى: ج۳، ص ۳۴۳، شرح حال عمر، ذكر استخلاف عمر و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص۹۲۳، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

(۲) «عبدالرزاق عن معمر عن قتادة قال: سئل عمر عن رجل طلق امرأته في الجاهلية تطليقتين و في الاسلام تطليقة؟ فقال عمر: لاآمرك و لأنهاك. فقال عبدالرحمن بن عوف: لكني آمرك، ليس طلاقك في الشرك بشيء. قال معمر: و كان قتادة يفتي به». المصنف: ج ۷، ص ۱۸۱، باب الطلاق في الشرك، ح ۱۲۶۸۹.

نے عمر کے جواب میں دو انگلیوں کا اشارہ کیا تو عمر نے بھی اپنی جگہ پر واپس ہو کر ان دو مردوں کے جواب میں دو کہہ دیا۔ ان دو لوگوں میں سے کسی ایک نے عمر پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: "سبحان اللہ! تم خود کو مسلمانوں کا خلیفہ مانتے ہو، اسی لیے ہم اپنا سوال لے کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ لیکن تم نے تو اس مرد سے جا کر جواب پوچھ لیا اور اس مرد نے تو کچھ کہا بھی نہیں۔ اس نے تو صرف اشارہ کیا اور تم اس پر راضی بھی ہو گئے!"

عمر نے کہا: "لعنت ہو تم پر! تم جانتے بھی ہو کہ وہ کون شخص ہے؟ وہ ابو طالب کا بیٹا علیؑ ہے، جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "اگر تمام آسمان و زمین کو ترازو کو ایک پلڑے پر رکھا جائے اور علیؑ کے ایمان کو ترازو کے دوسرے پلڑے پر رکھا جائے تو علیؑ کا ایمان سب سے زیادہ وزنی ہو گا۔"[۱]

تیمّم سے لاعلم

عمر مسلمانوں کا خلیفہ ہونے کے باوجود بھی ابتدائی مسائل سے جاہل تھے۔ عمر مسئلہ تیمم کہ جو قرآن کریم کا صریح حکم ہے، سے بھی نا آشنا تھے، جیسا کہ مسلم نیشاپوری اپنی کتاب صحیح میں عبدالرحمٰن بن ابزی کے واسطے سے نقل کرتے ہیں:

میں عمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں ایک شخص آیا اور اس نے عمر سے پوچھا: "کبھی کبھی ایک دو مہینوں کے لیے ہم ایسی جگہ چلے جاتے ہیں جہاں پر پانی کا کوئی وجود ہی ہوتا تو ایسی حالت میں ہم کیا کریں؟" عمر نے جواب دیا: "اگر میں ایسی حالت میں ہوں تو میں نماز ترک کر دوں گا جب تک کہ مجھے پانی نہ مل جائے۔" عمارؓ نے کہا: "کیا تم بھول گئے؟ ہم دونوں ایک بار اونٹ چرانے کے لیے چلے گئے تھے اور وہاں پر ہم دونوں کو غسل کی حاجت ہو گئی تھی۔ ہم نے خود کو یوں ہی مٹی سے گرد آلود کر لیا تھا (اس طرح ہم نے

---

(۱) «عن عبدالله بن ضبيعة العبدري عن جده قال: أتى عمر بن الخطاب رجلان سألاه عن طلاق الأمة، فقام معهما فمشى حتى أتى حلقة في المسجد فيها رجل أصلع فقال: أيها الأصلع! ما ترى في طلاق الأمة؟ فرفع رأسه إليه ثم أومأ إليه بالسبابة و الوسطى. فقال له عمر: تطليقتان. فقال أحدهما: سبحان الله! جئناك و أنت أميرالمؤمنين فمشيت معنا حتى وقفت على هذا الرجل فسألته فرضيت منه أن أومأ إليك! فقال لهما: ما تدريان من هذا؟ قالا: لا. قال: هذا علي بن أبي طالب أشهد على رسول الله ﷺ لسمعته و هو يقول: إن السماوات السبع و الأرضين السبع لو وضعتا في كفة ثم وضع إيمان علي في كفة ميزان لرجح إيمان علي». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۵، ص۲۵۹ - ۲۶۰، شرح حال حضرت على عليه السلام، ش ۵۰۲۹.

تیمم کر لیا تھا)، لیکن اسی جگہ تم نے نماز کو ترک کر دیا تھا اور جب ہم پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے ہمیں تیمم کا صحیح طریقہ سکھایا۔"[۱]

نماز عید کا طریقہ معلوم نہ ہونا

عبید اللہ کہتے ہیں:

عمر نماز عید پڑھانے کے لیے نکلے، جبکہ انہیں یہ پتا ہی نہیں تھا کہ اس نماز میں کون سے سورے پڑھے جاتے ہیں، لہٰذا عمر نے ابو واقد لیثی کو بلوا بھیجا اور اس سے پوچھا: "یہ بتاؤ کہ نماز عید میں پیغمبر اکرم ﷺ کن سوروں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے؟" اس نے جواب دیا: "سورہ ق اور سورہ اقتربت (سورہ زمر)۔"[۲]

جنین کی دیت سے بھی نا آگاہی

ایک ایسا سوال جس کا جواب مغیرہ جیسے شخص کو بھی پتا تھا مگر جناب خلیفہ دوم اس کے جواب سے نا آشنا تھے۔

بخاری اپنی کتاب صحیح میں نقل کرتے ہیں:

---

(۱) «أنّ رجلًا أتی عمر فقال: إنّي أجنبت فلم أجد ماءً؟ فقال: لاتُصلّ. فقال عمارؓ: أما تذكر يا أميرالمؤمنين إذ أنا و أنت في سريّةٍ فأجنبنا فلم نجد ماءً، فأمّا أنت فلم تُصلّ و أمّا أنا فتمعّكت في التُراب وصلّيت. فقال النّبيّ ﷺ: إنّما كان يكفيك أن تضرب بيديك الأرض ثمّ تنفخ ثمّ تمسح بهما وجهك و كفّيك...». صحيح مسلم: ص۲۰۰، كتاب الحيض، باب التيمم، حديث ۸۱۸; سنن أبي داود: ص ۴۵، كتاب الطهارة، باب التيمم، حديث ۳۲۲; مسند أحمد: ج ۴، ص ۲۶۵، بقية حديث عمارؓ بن ياسر و سنن ابن ماجة: ص ۶۲ - ۶۳، كتاب الطهارة و سننها، باب ما جاء في التيمم ضربة واحدة، حديث ۵۶۹. بخاری برای حفظ آبروی عمر جمله «لاتصل» را حذف می کند. «جاء رجلٌ إلی عمر بن الخطّاب فقال: إنّی أجنبت فلم أصب الماء؟ فقال عمارؓ بن ياسر لعمر بن الخطّاب: أما تذكر أنّا كنّا فی سفرٍ أنا و أنت فأمّا أنت فلم تصلّ و أمّا أنا فتمعّكت فصلّيت. فذكرت للنّبي ﷺ فقال النّبي: إنّما كان يكفيك هكذا، فضرب النبيّ بكفّيه الأرض و نفخ فيهما ثمّ مسح بهما وجهه و كفّيه». صحيح البخاري: ص ۸۳، كتاب التيمم، باب المتيمم هل ينفخ فيهما، حديث ۳۳۸.

(۲) «عن عبيداللّٰه بن عبداللّٰه قال: خرج عمر يوم عيد، فأرسل إلی أبي واقد الليثي: بأي شيء كان النبي ﷺ يقرأ في مثل هذا اليوم؟ قال: بقاف و اقتربت». سنن ابن ماجه: ص ۱۳۴، كتاب إقامة الصلاة و السنة، باب ما جاء في القرآن في صلاة العيدين، ح ۱۲۸۲; المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۲، ص ۸۱، كتاب صلاة العيدين، ما يقرأ به في العيد، ح ۱ و مسند أحمد: ج ۵، ص ۲۱۷ - ۲۱۸، حديث أبي-الواقد الليثي.

سقط جنین کے متعلق عمر سے سوال کیا گیا کہ کسی عورت کے پیٹ پر چوٹ لگ جانے کی وجہ سے اگر کوئی بچہ سقط ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

عمر کو چونکہ اس کا جواب معلوم نہیں تھا لہٰذا حاضرین کی طرف رخ کر کے کہا: "تم میں سے کسی نے پیغمبر اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے اس مسئلے کے متعلق کچھ سنا ہے؟" مغیرہ نے کہا: "جی میں نے سنا ہے۔" عمر نے اس سے پوچھا: "بتاؤ تم نے کیا سنا ہے؟" مغیرہ نے جواب میں کہا: "پیغمبر اکرم نے ﷺ ایک غلام (چاہے مرد ہو یا عورت) کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔"(۱)

مجنون کے احکام سے بھی جاہل

محدثین اہل سنت نقل کرتے ہیں:

ایک دیوانی عورت جس نے زنا انجام دیا تھا، اسے عمر کے سامنے پیش کیا گیا۔ عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم سنا دیا۔ جب لوگ اس عورت کو سنگسار کرنے کے لیے لے جا رہے تھے تو راستے میں ان کی ملاقات امام علیؑ سے ہوئی۔ جب امامؑ اس معاملے سے آگاہ ہوئے تو آپؑ نے اس عورت کو واپس لوٹا دینے کا حکم دیا۔ پھر حضرتؑ نے عمر سے فرمایا: "تم نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا کیوں حکم دیا؟ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ شرعی احکام کو تین گروہ پر سے اٹھا لیا گیا ہے:

پہلا دیوانہ جب تک کہ وہ اچھا نہ ہو جائے، دوسرا سویا ہوا انسان جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو جائے، تیسرا بچہ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے؟!" عمر نے اس عورت کو آزاد کر دیا اور امام علیؑ کے علم و آگاہی سے حیران ہو کر تکبیر کہنے لگے۔ بعض روایتوں کے مطابق عمر نے کہا: "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔"(۲)

---

(۱) «عن المغيرة بن شعبة قال: سأل عمر بن الخطاب عن إملاص المرأة و هي التي يضرب بطنها فتلقي جنينا؟ فقال: أيكم سمع من النبي ﷺ فيه شيئا؟ فقلت: أنا. فقال: ما هو؟ قلت: سمعت النبي ﷺ يقول: فيهغرة عبد أو أمة. فقال: لاتبرح حتى تجيئني بالمخرج فيما قلت». صحيح البخاري: ص ۱۴۰۸، كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة، باب ما جاء في الاجتهاد القضاة بما أنزل الله تعالى، ح ۷۳۱۷.

(۲) «عن ابن عباس قال: أتي عمر بمجنونة قد زنت، فاستشار فيها أناسا فأمر بها أن ترجم. فمرّ بها على علي بن أبي طالبعليه السلام فقال: ما شأن هذه؟ قالوا: مجنونة بني فلان زنت فأمر بها عمر أن ترجم. قال: فقال: إرجعوا بها. ثم أتاه فقال: يا أميرالمؤمنين! أما علمت أن القلم قد رفع عن ثلاثة: عن المجنون حتى يبرأ و عن النائم حتى يستيقظ و عن الصبي حتى يعقل؟ قال: بلى. قال: فما بال هذه ترجم؟ قال: لا شيء. قال: فأرسلها. قال: فأرسلها.

شکیات نماز سے ناواقف

احمد ابن حنبل اور بیہقی نقل کرتے ہیں:

عمر اپنی حکومت کے دور میں شکیاتِ رکعاتِ نماز سے بھی واقف نہیں تھے، ان کے احکام کو عبدالرحمٰن ابن عوف یاد دلایا کرتا تھا۔[۱]

احکام بلوغت سے ناآشنائی

خلیفہ دوم بالغ ہونے کی علامات سے واقفیت نہیں رکھتے تھے، جیساکہ عبدالرزاق نقل کرتے ہیں:

عمر سے ایک غلام کے متعلق سوال کیا گیا جس نے چوری کی تھی؟ تو عمر نے اس کے قد کو معلوم کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر اس کی قد چھ چھ بالشت ہو تو پھر اس کے ہاتھ کو کاٹ دو۔ جب اس کے قد کو ناپا گیا تو اس کا قد چھ بالشت سے انگلی کی ایک جوڑ کے برابر کم نکلا لہٰذا اسے آزاد کر دیا گیا۔[۲]

قال: فجعل يكبر. عن الأعمش: نحوه... ». سنن أبي داود: ص ۵۰۸ - ۵۰۹، كتاب الحدود، باب في المجنون يسرق أو يصيب حدّاً، ح ۴۳۹۹ تا ۴۴۰۲; مسند أحمد: ج ۱، ص ۱۵۴ - ۱۵۵، مسند علي بن أبي طالب و فتح الباري بشرح صحيح البخاري: ج ۱۲، ص ۱۲۳ - ۱۲۴، كتاب الحدود، باب لايرجم المجنون و المجنونة. «و قال له: إن الله رفع القلم عن المجنون... الحديث. فكان عمر يقول: لولا عليّ لهلك عمر». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۲۰۶، شرح حال حضرت على عليه السلام، ش ۱۸۷۵.

(۱) «عن ابن عباس قال: جلست إلى عمر بن الخطاب فقال: يابن عباس! إذا اشتبه على الرجل في صلاته فلم يدر أزاد أم نقص؟ قلت: والله يا أميرالمؤمنين! ما أدري ما سمعت في ذلك شيئا. فقال عمر: والله ما أدري. قال: فبينا نحن على ذلك إذ جاء عبدالرحمن بن عوف فقال: ما هذا الذي تذاكران؟ فقال له عمر: ذكرنا الرجل يشك في صلاته كيف يصنع؟ فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول...». مسند أحمد: ج ۱، ص ۱۹۳، حديث عبدالرحمن بن عوف الزهري و السنن الكبرى: ج۳، ص ۲۸۱ - ۲۸۲، كتاب الصلاة، جماع أبواب سجود السهو و سجود الشكر، ح ۳۹۱۱.

(۲) «عن ابن جريج قال: سمعت عبدالله بن أبي مليكة يقول: أتي ابن الزبير بوصيف لعمر بن عبدالله بن أبي ربيعة قد سرق، فأمر به ابن الزبير فشبر فوجد ستة أشبار، فقطعه. و أخبرنا عند ذلك ابن الزبير: أن عمر بن الخطاب كتب إلى العراق في غلام من بني عامر يدعى نميلة سرق و هو غلام، فكتب عمر: أن اشبروه، فإن بلغ ستة أشبار فاقطعوه، فشبروه فنقص أنملة فتركوه. فسمي نميلة، فسادَ بعدُ أهل العراق». المصنف: ج ۱۰، ص ۱۷۸، كتاب اللقطة، ذكر لاقطع على من لم يحتلم، ح ۱۸۷۳۷. «عن سليمان بن يسار أن عمر أتي بغلام سرق فأمر به فشبر فوجد ستة أشبار إلا أنملة فتركه». كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۵، ص ۵۴۴، كتاب الحدود من قسم الأفعال، حد السرقة، ح ۱۳۸۸۸.

مہر کے احکام سے ناآشنائی

شعبی نقل کرتے ہیں:

ایک دن عمر نے منبر پر جا کر کہا: ”عورتوں کی مہر میں زیادہ روی سے کام نہ لو، اگر مجھ تک یہ خبر آئی کہ رسول اللہ ﷺ کے مہر سے زیادہ مہر اگر کسی نے اپنی زوجہ کو دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے مہر سے اضافی جو بھی رقم ہوگی میں اسے لے کر بیت المال میں شامل کر دوں گا۔“ جب عمر منبر سے اتر آئے تو ان سے قریش کی ایک عورت نے سوال کیا: ”ہم کتاب خدا کی پیروی کریں یا تمہاری باتوں پر عمل کریں؟“ عمر نے کہا: ”واضح ہے، کتاب خدا کی پیروی کرو! لیکن اس سوال کا میری بات سے کیا تعلق ہے؟“

اس عورت نے جواب دیا: ”تم نے لوگوں کو مہریہ میں زیادہ روی اختیار کرنے سے منع کیا ہے، جبکہ خدا قرآن میں فرماتا ہے: ”ایک گائے کی کھال سونے اور چاندی سے بھر کر بھی مہریہ کے عنوان سے اگر تم نے انہیں دے دیا، تو تم اس میں سے ایک ذرہ برابر بھی واپس نہ لو۔“[1]

عمر عورت کی یہ بات سن کر شرمندہ گئے اور کئی مرتبہ یہ جملہ دہرایا: ”تمام لوگ عمر سے زیادہ عالم ہیں۔“ ایک دوسرے قول کے مطابق عمر نے کہا: ”تمام لوگ حتیٰ کہ شب زفاف کے کمرے میں بیٹھے دلہا اور دلہن بھی عمر سے زیادہ عالم ہیں۔ ایک ایسے حاکم پر کیا تمہیں تعجب نہیں ہے جو بھٹک گیا اور ایک عورت راہ ہدایت پر گامزن رہی؟!“[2]

---

(۱) وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا سوره نساء(۴)، آیه ۲۰.

(۲) «عن الشعبي قال: خطب عمر بن الخطاب الناس فحمد اللّٰه تعالى و أثنى عليه و قال: ألا لاتغالوا في صداق النساء فإنه لايبلغني عن أحد ساق أكثر من شيء ساقه رسول اللّٰه ﷺ أو سيق إليه إلا جعلت فضل ذلك في بيت المال. ثم نزل فعرضت له امرأة من قريش فقالت: يا أميرالمؤمنين! أكتاب اللّٰه تعالى أحق أن يتبع أو قولك؟ قال: بل كتاب اللّٰه تعالى، فما ذاك؟ قالت: نهيت الناس آنفا أن يغالوا في صداق النساء، واللّٰه تعالى يقول في كتابه: وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا فقال عمر: كل أحد أفقه من عمر مرتين أو ثلاثا...». السنن الكبرى / بيهقى: ج ۱۱، ص ۵، كتاب الصداق، باب لا وقت في الصداق كثر أو قل، ح ۱۴۶۸۳ و كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۱۶، ص ۵۳۶ - ۵۳۷، كتاب النكاح، الصداق، ح ۴۵۷۹۶. «و قال مرة: لايبلغني أن امرأة تجاوز صداقها... فقال: كل النساء أفقه من عمر، حتى ربات الحجال! ألا تعجبون من إمام أخطأ و امرأة أصابت، فاضلت إمامكم ففضلته!». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۲، طرف من أخبار عمر بن الخطاب، ذيل خطبه ۳.

بہر حال عمر نے کئی مرتبہ اپنی لا علی کا اعتراف کیا اور کہا ہے: "تمام لوگ عمر سے زیادہ عالم اور جانتے ہیں۔"(۱)

عمر کے احکامات سے لا علمی کے بہت سارے واقعات موجود ہیں لیکن ہم اسی پر اکتفا کریں گے۔ عمر کی احکامات سے لا علمی کے تقریباً ۱۰۰ قصے علامہ امینی نے اپنی کتاب الغدیر میں نقل فرمائے ہیں۔(۲)

شوخ مزاجی

جناب خلیفہ! آپ کی نظر میں تو شوخ طبیعت انسان خلافت تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ آپ نے حضرت علیؑ سے کہا: "اگر میں آپ کو مسلمانوں کا والی بنا دوں تو خدا کی قسم آپ لوگوں کو راہ حق اور صراط مستقیم کی طرف دعوت دیں گے، لیکن آپ کا شوخ مزاج ہونا آپ کے خلیفہ بننے میں مانع ہے۔"(۳) آپ نے فرمایا: "اگر علیؑ شوخ مزاج نہ ہوتے تو میں ان کی ولایت وامامت میں شک نہ کرتا۔"(۴)

---

(۱) «فقال: اللهم غفرا، كل الناس أفقه من عمر». تفسیر القرآن العظیم: ج ۱، ص ۴۷۸، ذیل تفسیر آیہ ۲۰ از سورہ نساء و التفسیر الکبیر: ج ۱۰، ص ۱۳، ذیل تفسیر آیہ ۲۰ سورہ نساء. «حدثنا عن إبراهيم التيمي قال: قال رجل عند عمر: اللهم اجعلني من القليل. قال: فقال عمر: ما هذا الذي تدعو به؟ فقال: إني سمعت الله يقول: وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ فأنا أدعو أن يجعلني من أولئك القليل. قال: فقال عمر: كل الناس أعلم من عمر». المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۸۱، كتاب الدعاء، ما ذكر عن أبي بكر و عمر من الدعاء، ح ۵.

(۲) الغدير في الكتاب و السنة و الأدب: ج ۶، ص ۱۲۰، باب نوادر الأثر في علم عمر.

(۳) «عن قتادة قال: اجتمع نفر فيهم المغيرة بن شعبة... قال: قلت: فعليّ؟ قال: أما إنه أحراهم إن كان أن يقيمهم على سنة نبيهم ﷺ و قد كنّا نعيب عليه مزاحة كانت فيه». المصنف: ج ۵، ص ۴۴۷- ۴۴۸، كتاب المغازي، قول عمر في أهل الشورى، ح ۹۷۶۲. «ثم أقبل على علي عليه السلام، فقال: لله أنت لولا دعابة فيك أما والله لئن وليتهم، لتحملنهم على الحق الواضح و المحجة البيضاء». شرح نهج البلاغة: ج ۱، ص ۱۸۶، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳. «و أما أنت يا علي! فوالله لو وزن إيمانك بايمان أهل الأرض لرجحهم، فقام علي موليا يخرج، فقال عمر: والله انى لأعلم مكان رجل لو وليتموه أمركم لحملكم على المحجة البيضاء. قالوا: من هو؟ قال: هذا المولّي من بينكم. قالوا: فما يمنعك من ذلك؟ قال: ليس إلى ذلك سبيل». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۵۹، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه۲۲۳.

(۴) « مغيرة بن شعبة: إني لعند عمر بن الخطاب... فمشيت معه و قلت: يغفر الله لك، أغضبت؟ قال: فأشار إلى علي و قال: أما والله لولا دعابة فيه ما شككت في ولايته و إن نزلت على رغم أنف قريش». العقد الفريد: ج ۳، ص ۲۸۱ - ۲۸۲، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان.

شوخ مزاج نہ ہونا، جسے آپ نے خلافت کے لیے بعنوان شرط معین فرمایا تھا، یہ شرط، چند دلیلوں کی بنیاد پر مردود اور باطل ہے۔ ہماری نظر میں یہ شرط آپ نے صرف اور صرف حضرت امام علیؑ کو خلافت سے دور کرنے کے لیے ہی بنائی تھی۔

پہلی دلیل

آپ نے خلافت کے لیے شوخ طبیعت نہ ہونے کی جو شرط لگائی ہے، کیا اس شرط پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل ہے؟ کون سی اور کس روایت کے مطابق شوخ طبیعت ہونا گناہ ہے، یا کس آیت و روایت کی بنا پر شوخ طبیعت ہونا مانع خلافت ہے؟

ہنسی اور مذاق حق ہے کہ جس کی اجازت خود شریعت نے دی ہے، لیکن ہاں! ایسی ہنسی اور مذاق جو کسی کی دل آزاری اور اذیت کا سبب نہ بنے، ایسی ہنسی مذاق جو حد سے زیادہ نہ ہو اور عبث نہ ہو۔ خدا اور رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کی ہنسی اور مذاق کی تائید فرمائی ہے۔ اس بنا پر کسی انسان کا شوخ طبع ہونا مخالف شریعت نہیں ہے، بلکہ یہ عمل اور یہ صفت رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے جو خدا کے نزدیک ایک پسندیدہ عمل ہے۔

جیسا کہ امام باقرؑ فرماتے ہیں:

"جو لوگوں کے درمیان ہنسی مذاق کرتا ہے، خداوند ایسے انسان کو پسند کرتا ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ مذاق گالی گلوچ کے ساتھ نہ ہو۔"[۱]

سیرت پیغمبر اکرم ﷺ کے حوالے سے ذکر ہوا ہے کہ آپ تھوڑے شوخ مزاج، لوگوں میں سب سے زیادہ ہنس مکھ اور پاک ترین انسان تھے۔[۲] آپ خصوصاً بچوں کے ساتھ کافی شوخ طبع تھے۔[۳] ابن عباس سے پوچھا گیا: "کیا رسول اللہ ﷺ مذاق کیا کرتے تھے؟" ابن عباس نے کہا: "ہاں۔"[۱]

(۱) «عن عبداللّٰه بن محمد الجعفي قال: سمعت أباجعفر عليه السلام يقول: إن اللّٰه عزوجل يحب المداعب في الجماعة بلا رفث». الكافي: ج ۲، ص ٦٦٣، كتاب العشرة، باب الدعاء و الضحك، ح ۴.

(۲) «كان فيه دعابة قليلة. كان من أضحك الناس و أطيبهم نفسا». كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۷، ص.۱۴۰، الباب الرابع في شمائل تتعلق بالأخلاق و الأفعال و الأقوال، ح ۱۸۳۹۸.

(۳) «عن أنس قال: كان رسول اللّٰه ﷺ من أفكه الناس مع صبي». البداية و النهاية: ج ٦، ص ۴۸، كتاب الشمائل، مزاحه. «عن أنس قال: كان النبي ﷺ من أفكه الناس». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴، ص ٢٦، ما حفظ منم مزاحه و ورد من سعة صدره و انشراحه.

امام صادقؑ سے سوال ہوا: "کیا پیغمبر اکرم ﷺ کے مزاج میں شوخی تھی؟" حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: "خدا نے پیغمبر اکرم ﷺ کو نیک کردار اور شوخ طبعی جیسی صفتوں سے متصف فرمایا اور آپؐ کو رحم دلی و مہربانی کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ مسلمانوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا امت کے لیے پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف سے مہربانی کا درجہ رکھتا ہے تاکہ پیغمبر اکرم ﷺ کا رعب اور ان کی عظمت لوگوں کی ان سے دوری کا سبب نہ بن جائے۔ جب پیغمبر اکرم ﷺ اپنے کسی صحابی کو غمگین دیکھتے تھے، تو اس سے مذاق کرکے اسے خوشحال کردیا کرتے تھے۔ آپؐ فرماتے ہیں: "وہ انسان جو اپنے بھائی کے سامنے بھی منھ بنائے رہے، خدا ایسے انسان کو پسند نہیں کرتا ہے۔"[۲]

حضرت عائشہ سے منقول ہے: آنحضرت ﷺ کے مزاج میں کافی زیادہ شوخی تھی، آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے: "شوخ مزاج انسان جو سچا ہو اور اپنی ہنسی مذاق میں جھوٹ نہ بولتا ہو تو خدا ایسے انسان سے سوال وجواب نہیں کرے گا۔"[۳]

ایک ایسی روایت کے مطابق کہ جسے شیعہ اور سنی دونوں حضرات نے مختلف اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کی سند کو اہل سنت حضرات صحیح بھی مانتے ہیں، حضرت پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "میں ہنسی مذاق کرتا ہوں، لیکن اس میں بھی حق کے سوا کچھ اور نہیں کہتا۔"[۴] اصحاب نے پوچھا: "کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟" آپ نے جواب میں فرمایا: "ہاں کرتا ہوں، مگر اس میں بھی حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔"[۱]

---

(۱) «عن ابن عباس أن رجلا سأله فقال: أكان رسول اللّٰه ﷺ يمزح؟ قال ابن عباس: نعم». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴، ص ۲۹، باب ما حفظ من مزاحه و ورد من سعة صدره و انشراحه و مكارم الأخلاق: ص ۲۰-۲۱، الباب الأول في خلق النبي ﷺ و خلقه و سائر أحواله، في مزاحه و ضحكه.

(۲) «حدثنا الحسين بن زيد قال: قلت لجعفر بن محمد: جعلت فداك هل كانت في النبي مداعبة؟ فقال: لقد وصفه اللّٰه بخلق عظيم في المداعبة و إن اللّٰه بعث أنبياءه فكانت فيهم كزازة و بعث محمدا بالرأفة و الرحمة و كان من رأفته لأمته مداعبته لهم لكيلا يبلغ بأحد منهم التعظيم حتى لا ينظر إليه. ثم قال: ... عن أبيه علي عليه السلام قال: كان رسول اللّٰه ﷺ ليسر الرجل من أصحابه إذا رآه مغموما بالمداعبة و كان يقول: إن اللّٰه يبغض المعبس في وجه إخوانه». كشف الريبة عن أحكام الغيبة: ص۸۸ - ۸۹، الفص الخامس في كفارة الغيبة، الحديث السادس.

(۳) «عن عائشة أن النبي ﷺ كان مزاحا و كان يقول إن اللّٰه لايؤاخذ المزاح الصادق في مزاحه». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴، ص ۲۶، باب ما حفظ من مزاحه و ورد من سعة صدره و انشراحه.

(۴) «و عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: إني لأمزح و لأأقول إلا حقا. رواه الطبراني في الصغير و إسناده حسن». مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ج ۸، ص ۸۹، كتاب الأدب، باب ما جاء في المزاح؛ تاريخ دمشق

ابن قتیبہ کہتے ہیں:

پیغمبر اکرم ﷺ شوخی فرمایا کرتے تھے، لیکن اس مذاق میں بھی حق کے سوا کبھی کچھ نہیں کہتے تھے۔ جب ان کی شوخی میں حق کے سوا کچھ ہے ہی نہیں تو ان کا مذاق کرنا باطل کیسے ہو گا۔ مثلاً پیغمبر اکرم ﷺ کا اس بوڑھی عورت سے مذاق کرنا، آپؐ نے اس سے فرمایا: ''بوڑھے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔''[۲]

جریر ابن عبد اللہ، پیغمبر اکرم ﷺ کی صفات کے حوالے سے کہتے ہیں:

جب سے میں نے اسلام قبول کیا تب سے میں نے پیغمبر اکرم ﷺ کو ہمیشہ مسکراتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے، ان کے ساتھ بیٹھتے اٹھتے اور ان کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے۔ آپ بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور بچے آپ کی گود میں آکر بیٹھ جایا کرتے تھے۔[۳]

یہ تمام مذکورہ باتیں سنت و سیرت پیغمبر اکرم ﷺ کا خلاصہ تھیں جو شوخی اور مزاح کی تائید کرتی ہیں۔ اور ہم ان مطالب کے زیر سایہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اگر خلیفہ دوم کی شوخ و مزاح سے مراد نا مشروع اور خلاف حق مزاح تھی تو ہم اس کی جواب میں کہیں گے:

الكبير: ج ۴، ص ۲۵-۲۶، باب ما حفظ من مزاحه و ورد من سعة صدره و انشراحه، به اسناد متعدد; المعجم الأوسط: ج ۱، ص ۲۸۳، من اسمه أحمد، ح ۹۹۵و كشف الغمة في معرفة الأئمة: ج ۱، ص ۹، في أسماء النبي ﷺ.

(۱) «و عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: أني لأمزح و لأقول إلا حقا. قالوا: إنك تداعبنا يا رسول اللّٰه؟ قال: إني لا أقول إلا حقا. رواه الطبراني في الأوسط و إسناده حسن». مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ج ۹، ص ۱۷، باب في حسن خلقه و حيائه و حسن معاشرته و تاريخ دمشق الكبير: ج ۴، ص ۲۵، باب ما حفظ من مزاحه و ورد من سعة صدره و انشراحه. «عن أبي هريرة قال: قالوا: يا رسول اللّٰه! إنك تداعبنا؟ قال: إني لأقول إلا حقا. هذا حديث حسن. و معنى قوله: إنك تداعبنا، إنما يعنون أنك تمازحنا». سنن الترمذي: ص ۳۶۹، كتاب البر و الصلة، باب ۵۷: ما جاء في المزاح، ح ۱۹۹۰.

(۲) «و كان يمزح و لايقول إلا حقا و إذا لم يقل في مزاحه إلا حقا لم يكن ذلك المزاح ددا و لا باطلا. قال لعجوز: إن الجنة لايدخلها العجز يريد أنهن يعدن شواب». تأويل مختلف الحديث: ص ۲۷۲، الجمع بين الحديث ما أنا من دد و لا الدد مني و أحاديث مزحه ﷺ.

(۳) «و قال جرير بن عبداللّٰه: ما حجبني رسول اللّٰه ﷺ قط منذ أسلمت و لا رآني إلا تبسم و كان يمازح أصحابه و يخالطهم و يحادثهم و يداعب صبيانهم و يجلسهم في حجره و يجيب دعوة الحر و العبد و الأمة و المسكين و يعود المرضى في أقصى المدينة و يقبل عذر المعتذر». الشفا بتعريف حقوق المصطفى: ص ۱۶۴، الباب الثاني: في تكميل اللّٰه تعالى له المحاسن خلقا و خلقا، فصل في حسن عشرته، ح ۲۱۷.

اولاً: اس طریقے کا ہنسی مذاق حضرت امام علیؑ کی شان کے خلاف ہے، بلکہ ایسا مذاق ان کی ذات سے محال ہے، کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے علیؑ کے متعلق فرمایا ہے: ”علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ۔“[۱] حضرت امام علیؑ حق کے خلاف اپنا قدم بھی نہیں بڑھایا کرتے تھے، آپؑ کی تربیت خود پیغمبر اکرمؐ نے فرمائی تھی۔

آپ نے ہمیشہ پیغمبر اکرمؐ کی خواہش کے مطابق اپنے قدموں کو بڑھایا ہے، جن کی خواہش خدا کی خواہش تھی۔

ثانیاً: حضرت امام علیؑ نے خود اس طرح کی عبث ہنسی مذاق سے منع فرمایا ہے۔ آپؑ نے کئی بار فرمایا: ”بے جا ہنسی مذاق کرنے والا انسان، دھیرے دھیرے اپنی عقل سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔[۲] خبردار! ایسا مذاق نہ کرو جو کینہ اور دشمنی کا سبب بنے کیونکہ اس طرح کا مذاق ایک چھوٹی گالی کی مانند ہے۔[۳]

ثالثاً: حضرت امامؑ کی طرف سے کیے گئے غیر شرعی مذاق کسی تاریخ میں ثبت نہیں ہیں۔

اگر خلیفہ دوم کی مراد حکمت کے تحت انجام دیے جانے والا حق اور مشروع مذاق تھا تو اس طرح کی شوخی اور مذاق کی تائید خود خدا اور اس کے رسول اللہؐ نے فرمائی ہے۔ علامہ مجلسیؒ اس مطلب کی تائید میں فرماتے ہیں:

یہ جو روایتیں وارد ہوئی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ شوخی فرمایا کرتے تھے یا آپؐ مذاق میں بھی حق کے سوا کچھ اور نہیں کہتے تھے یا آپؐ کا مذاق کسی کے لیے اذیت کا سبب نہیں بنتا تھا یا آپ بہت زیادہ مذاق نہیں کیا کرتے تھے۔ ان تمام کا معنی یہ ہے کہ ایسی شوخی یا مذاق کہ جو اپنے حد میں ہو، جس میں کوئی جھوٹ نہ ہو اور وہ

---

(۱) «عليّ مع الحقّ و الحقّ مع عليّ». این روایت با الفاظ مختلف در کتب شیعه و سنی آمده است. سنن الترمذي: ص ۶۶۸- ۶۶۹، کتاب المناقب، باب مناقب عليّ بن أبي طالب، حديث ۳۷۱۴؛ بحارالأنوار: ج ۳۸، ص ۲۸، الباب السابع و الخمسون، حديث ۱؛ تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۵، ص ۳۴۴، شرح حال حضرت علی علیه السلام، ش ۵۰۲۹؛ المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص ۱۳۴ - ۱۳۵، کتاب معرفة الصحابة، ذكر إسلام أميرالمؤمنين عليّ عليه السلام، حديث ۴۶۲۹، حاکم نیشابوری بر صحت حدیث بنا بر شروط صحیح مسلم۔

(۲) «و قال عليه السلام: ما مزح امرؤ مزحة إلا مج من عقله مجة». نهج البلاغه: ص ۵۲۶، حكمت ۴۵۰.

(۳) «قال أميرالمؤمنين عليه السلام: إياكم و المزاح! فإنه يجر السخيمة و يورث الضغينة و هو السب الأصغر». الكافي: ج ۲، ص ۶۶۴، كتاب العشرة، باب الدعابة و الضحك، ح ۱۲.

مذاق جب کسی کے لیے اذیت کا سبب نہ ہو، تو ایسی شوخی اور مذاق میں نہ صرف یہ کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے بلکہ ایسا مذاق ایمان کا ایک رتبہ شمار ہے۔[۱]

دوسری دلیل

کیا خود پیغمبر اکرم ﷺ شوخی اور مذاق نہیں کیا کرتے تھے؟ اگر شوخ طبیعت ہونا مانع خلافت ہے، تو شوخ طبیعت ہونا مانع نبوت بھی ہونا چاہیے۔ اس منطق کے مطابق تو خدا نے نعوذ باللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلط نبی بنا دیا کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ بہر حال ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔ شوخ طبیعت ہونا جب خدا کی نظر میں نبوت سے مانع نہیں ہے تو یہ خلافت سے مانع کیسے ہو سکتا ہے؟!

ہم نے پہلی دلیل میں روایات و سیرت پیغمبر اکرم ﷺ کو بطور دلیل بیان کیا۔ اب یہاں پر ہم تاریخ کے ان موارد کو ذکر کریں گے جن میں خود پیغمبر اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے ساتھ شوخی کی ہے۔ اگرچہ تاریخ میں اس طرح کے موارد بہت زیادہ ذکر ہوئے ہیں یہاں تک کہ کچھ صحابہ اس بات کے معتقد ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ سے زیادہ شوخ مزاج کوئی تھا ہی نہیں۔[۲] ہم یہاں پر چند موارد پر ہی اکتفا کریں گے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ مذاق کرنا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔ تاریخ میں یہ بات ثبت ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس طرح کا مذاق بہت ساری ضعیف العمر عورتوں کے ساتھ کیا ہے۔ ثعلبی نقل کرتے ہیں:

قبیلہ بنی عامر کی ایک ضعیفہ، حضرت عائشہ کی خالہ نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے کہا: ''آپ دعا فرمائیں کہ خدا مجھے جنت میں جگہ عنایت فرمائے!'' حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بوڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔'' یہ سن کر وہ بوڑھی عورت ناراض ہو گئی۔ پھر پیغمبر اکرم ﷺ نے اس ضعیفہ سے فرمایا:

---

(۱) «و روي أنه ﷺ كان يمزح و لايقول إلا حقا و لايؤذي قلبا و لايفرط فيه. فالمزاح على حد الاعتدال مع عدم الكذب و الأذى لاحرج فيه بل هو من خصال الإيمان». بحارالأنوار: ج ۶۹، ص ۲۳۵ - ۲۳۶، كتاب الإيمان و الكفر، باب الكذب و روايته و سماعه، ح ۲.

(۲) «و جاء عن بعض الصحابة: ما رأيت أحدا أكثر مزاحا من رسول اللهﷺ». السيرة الحلبية: ج ۳، ص ۴۴۰، باب يذكر فيه صفته ﷺ الباطنة.

"خدا تمہیں جوان بنا کر بہشت میں داخل کرے گا۔"[۱]

حلبی نقل کرتے ہیں: پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی پھوپھی صفیہ سے فرمایا: "سن رسیدہ عورتیں بہشت میں داخل نہیں ہوں گی۔" یہ سن کر صفیہ رونے لگیں۔ تب حضرت رسول اللہ ﷺ نے ہنستے ہوئے اپنی بات کی وضاحت فرمائی۔[۲] ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت رسول اللہ ﷺ نے یہ مذاق انصار کی ایک ضعیفہ کے ساتھ بھی کیا تھا۔[۳]

ایک دوسری روایت کے مطابق پیغمبر اکرم ﷺ نے یہ مذاق طائفہ اشجعیہ کی ایک ضعیفہ کے ساتھ کیا تھا۔ جب بلالؓ نے اس عورت کو روتے ہوئے دیکھا، تو بلال بھی پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ نے بلال سے فرمایا: "سیاہ پوست بھی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔" یہ سن کر بلالؓ بھی اس ضعیفہ کے ساتھ مل کر رونے لگے۔ یکایک وہاں پھر عباس پہنچ گئے اور جب وہ اس ماجرا سے آگاہ ہوئے تو وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آنحضرتؐ نے ان سے بھی فرمایا: "ضعیف مرد بھی بہشت میں داخل نہیں ہوں گے۔" پھر پیغمبر اکرم ﷺ نے سب کے لیے دعا کی اور فرمایا: "آپ سب خوبصورت اور خوب رو بن کر بہشت میں داخل ہوں گے۔"[۴]

---

(۱) «عن عائشة قالت: دخل عليَّ رسول اللّٰهﷺ عندي عجوز من بني عامر فقال: من هذه العجوز يا عائشة؟ فقلت: إحدى خالاتي. فقالت: ادع اللّٰه أن يدخلني الجنّة. فقال: إنّ الجنّة لايدخلها العجّز. فأخذ العجوز ما أخذها. فقالﷺ: إنّ اللّٰه ينشئهنّ خلقاً غير خلقهن. قال اللّٰه تعالى: إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً الكشف و البيان: ج ٦، ص ٣١٢، ذیل تفسیر سورہ انبیاء آیہ ۹۵ — ۱۱۲.

(۲) «قالﷺ لعمته صفية: لاتدخل الجنة عجوز. فبكت. فقال لها و هو يضحك: اللّٰه تعالى يقول إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ...» السيرة الحلبية: ج ٣، ص ٣٠٤، باب يذكر فيه صفتهﷺ الباطنة.

(۳) «و قالت عجوز من الأنصار للنبيﷺ: ادع لي بالجنة. فقال: إن الجنة لايدخلها العجز. فبكت المرأة فضحك النبيﷺ و قال: أما سمعت قول اللّٰه تعالى: إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا مناقب آل أبي طالب: ج ١، ص ١٤٨، فصل في آدابه و مزاحهﷺ و بحارالأنوار: ج ١٦، ص ٢٩٥، باب ١٠: نادر فيه ذكر مزاحه وضحكه، ح ١.

(۴) «و قالﷺ للعجوز الأشجعية: يا أشجعية! لاتدخل العجوز الجنة. فرآها بلال باكية فوصفها للنبيﷺ فقال: و الأسود كذلك. فجلسا يبكيان فرأهما العباس فذكرهما له فقال: و الشيخ كذلك. ثم دعاهم و طيب قلوبهم و قال: ينشئهم اللّٰه كأحسن ما كانوا و ذكر أنهم يدخلون الجنة شبابا منورين». مناقب آل أبي-طالب: ج ١، ص ١٤٨، فصل في آدابه و مزاحهﷺ و بحارالأنوار: ج ١٦، ص ٢٩٥، باب ١٠: نادر فيه ذكر مزاحه وضحكه، ح ١.

رسول اللہ ﷺ کا انس نامی اپنے ایک خدمت گار کے ساتھ مذاق کرنا۔ آپؐ انہیں اے دو کان والے کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے۔(۱)

انس نقل کرتے ہیں: پیغمبر اکرم ﷺ ہمارے ساتھ ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپؐ نے میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا: "اے اباعمیر! نغیر کے ساتھ تم نے کیا کیا؟" نغیر ایک پرندے کا نام ہے جس کے ساتھ میرا بھائی کھیلا کرتا تھا اور اس پرندے کے مرنے کے بعد میرا بھائی کافی غمگین تھا۔(۲)

تیسری دلیل

یہاں تک تو یہ ثابت ہو ہی گیا کہ ہنسی مذاق اگر شریعت کے دائرے میں ہو اور گناہ و معصیت اس میں شامل نہ ہو تو نہ صرف یہ کہ یہ ہنسی مذاق شریعت کے مخالف نہیں ہے بلکہ یہ خدا اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں موردِ تائید بھی ہے۔ چلیں اگر مان لیں کہ وہ مذاق جس میں زیادہ روی سے کام لیا جائے، یا ہنسی مذاق کرنا جس کی عادت یا اس کی خاصیت ہی بن جائے تو ایسی صورت میں یہ صفت یا عمل لوگوں کے نزدیک معیوب مانی جاتی ہے اور ایسی ہی عادت خلافت سے ممانعت کرتی ہے۔ جس حد تک شریعت نے مذاق کی اجازت دی ہے اس حد تک میں محدود مذاق جس طرح سے نبوت کے لیے مانع نہیں ہے، بالکل اسی طرح یہ مذاق خلافت کے لیے بھی مانع نہیں ہونا چاہیے۔ ہم جواب میں کہیں گے کہ حضرت امام علیؑ اس طرح کی تہمتوں سے پاک و پاکیزہ تھے کیونکہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ آپ بہت زیادہ ہنسی مذاق کے عادی نہیں تھے اور نہ ہی آپ زیادہ شوخ طبیعت کے مالک تھے۔ اگرچہ آپؑ کے متعلق تاریخ میں ہنسی مذاق کے چند مورد بیان کیے گئے ہیں، لیکن وہ تمام مورد وہ تھے جن کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ وہ تمام مذاق اور شوخی اعتدال کی حد میں تھی جسے امامؑ نے کسی حکمت

---

(۱) «حدثنا محمود بن غيلان أخبرنا أبوأسامة عن شريك عن عاصم الأحول عن أنس قال: ربما قال لي رسول الله ﷺ: يا ذا الأذنين! قال أبوأسامة: يعني يمازحه. هذا حديث حسن غريب صحيح». سنن الترمذي: ص ٦٨٥، كتاب المناقب، باب مناقب أنس بن مالك، ح ٣٨٢٨.

(۲) «عن أنس بن مالك قال: إن كان رسول الله ﷺ ليخالطنا حتى يقول لأخ لي صغير: يا أباعمير! ما فعل النغير. صحيح . قال أبوعيسى: وفقه هذا الحديث أن النبي ﷺ كان يمازح و فيه أنه كنى غلاما صغيرا، فقال له: يا أباعمير! و فيه أنه لا باس أن يعطي الصبي ليلعب به و إنما قال له النبي ﷺ: يا أباعمير! ما فعل النغير؟ لأنه كان له نغير يلعب به، فمات فحزن الغلام عليه فمازحه النبي ﷺ، فقال: يا أباعمير! ما فعل النغير». الشمائل المحمدية: ص ١٢٩، باب ٣٦: باب ما جاء في صفة مزاح رسول الله ﷺ، ح ٢٣٧.

کے تحت انجام دیا تھا اور جو ایمان کے مراتب میں شمار کی جاتی ہے۔ حضرت امام علیؑ کی زندگی اور ان کی سیرت اس بات کی گواہ ہے کہ آپ بہت زیادہ مذاق کرنے کے عادی نہیں تھے۔

ابن عباس فرماتے ہیں:

حضرت علیؑ جب خاموش رہتے تھے، یا آپؑ جب کسی محفل میں وارد ہوتے تھے تو آپؑ کی ہیبت کی وجہ سے ہم میں ہمت نہیں ہوتی تھی کہ ہم کلام کا آغاز کریں۔ حضرت امام علیؑ سے سوال ہوا: "آپ نے کن چیزوں کی بناپر اپنے ہم عصر لوگوں پر سبقت حاصل کی؟" تو حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: "اپنے رعب کی وجہ سے جو لوگوں کے دلوں پر حاکم ہو گیا تھا۔"[1]

ابن ابی الحدید اسی حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

عمرو ابن عاص نے جو حضرت کی طرف شوخ طبیعت ہونے کی نسبت دی ہے، دراصل اس نے یہ جملہ عمر سے لیا ہے کہ جس جملے کو دشمنان علیؑ حضرت کے عیب کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں۔ جب کسی انسان کے اندر کوئی ایک صفت پائی جاتی ہے تو وہ فکر کرتا ہے کہ وہ صفت اس کے لیے فضیلت ہے۔ مثلاً کنجوس انسان یہ سوچتا ہے کہ کنجوسی ایک فضیلت ہے لہٰذا وہ سخی حضرات پر سوال اٹھاتا ہے اور ان پر اشکالات کرنے لگ جاتا ہے یا مثلاً ڈرپوک انسان یہ سوچتا ہے کہ ڈرپوک ہونے میں ہی فضیلت ہے لہٰذا وہ شجاع اور بے باک لوگوں پر سوال اٹھانے لگ جاتا ہے۔ اب چونکہ عمر تو خود سخت اور غصیلے مزاج کے انسان تھے لہٰذا وہ اسی تند مزاجی میں ہی فضیلت سمجھتے تھے۔ حالانکہ فضیلت تو نرمی اور خوش اخلاقی میں ہے۔ اگر ایسا ہوتا کہ عمر نرم اور خوش مزاج جبکہ امام علیؑ تند مزاج ہوتے تب بھی عمر علیؑ کے متعلق کہتے کہ چونکہ یہ تند مزاج ہیں لہٰذا یہ خلافت کے لائق نہیں ہیں!

عمر نے جو یہ کہا کہ علیؑ شوخ مزاج ہیں تو انہوں نے اپنے اس جملے کے ذریعے علیؑ پر اعتراض نہیں کیا ہے، اس جملے کے ذریعے عمر علیؑ کی عیب جوئی کرنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ انہوں نے اس جملے کے ذریعے علیؑ کے

---

(۱) «و روي عن ابن عباس قال: كان أميرالمؤمنينعليه السلام إذا أطرق هبنا أن نبتديه بالكلام. و قيل لأميرالمؤمنين عليه السلام: بم غلبت الأقران؟ قال: بتمكن هيبتي في قلوبهم». مناقب آل أبي طالب: ج ۲، ص ۱۱۶، باب درجات أميرالمؤمنين عليه السلام، فصل في المسابقة بالهيبة و الهمة و بحارالأنوار: ج ۴۱، ص ۷۲، باب ۱۰۶ مهابته و شجاعته، ح ۳. «و قد روي عن ابن عباس أنه قال: كان أميرالمؤمنين علي عليه السلام إذا أتى هبنا أن نبتدئه بالكلام». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۶۰، فصل في ما ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه۲۲۳.

اخلاق اور ان کی صفت کو بیان کیا ہے۔ عمر تو یہ مانتے تھے کہ غصہ، سخت گیری، ہیبت اور سخت مزاجی کا خلافت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

ابن ابی الحدید اپنی تحریر کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں:

اگر زمان پیغمبر اکرم ﷺ میں امام علیؑ کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ بعید ہے کہ امام علیؑ کی طرف شوخ مزاجی کی نسبت دی جائے، کیونکہ حضرتؑ کی شوخ مزاجی کے قصے نہ ہی کتب اہل سنت میں ذکر ہوئے ہیں اور نہ ہی کتب شیعہ میں۔ اگر زمان خلفا میں امام علیؑ کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں، تو اس میں ایک بھی ایسی حدیث نہیں ملے گی جو امام علیؑ کے شوخ طبع ہونے پر دلالت کرے۔ امام علیؑ کی طرف کیا گیا ایک بھی مذاق تاریخ میں ذکر نہیں ہے کہ جس کے بنا پر ہم یہ کہہ دیں کہ امام علیؑ ایک شوخ طبیعت انسان تھے۔ جنھوں نے بھی تاریخ وسیرت کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہ میری بات سے آگاہ ہوں گے۔ پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ عمر، امام علیؑ کی طرف ایسی نسبت دیں جسے نہ کسی ناقل نے نقل کیا ہے اور نہ ہی کسی دوست یا دشمن نے نقل کیا ہے؟

یقیناً عمر کی امام علیؑ کے لیے اس جملے سے مراد، امام علیؑ کی نرم مزاجی تھی نہ کہ کچھ اور۔ عمر یہی کہنا چاہتے تھے کہ نرم دل ہونا، سخت گیر وسخت مزاج نہ ہونا یہ خلافت کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔

ابن ابی الحدید قسم کھاتے ہوئے کہتے ہیں:

امام علیؑ شوخ مزاجی اور ہنسی و مذاق جیسی صفتوں سے کوسوں دور تھے، حضرت امام علیؑ کے پاس فرصت ہی نہیں تھی کہ آپ ان چیزوں میں وقت صرف کریں۔ امام علیؑ کا سارا وقت عبادات، نماز، ذکر، فتوا دینے، علم نشر کرنے اور احکام و تفسیر بیان کرنے میں ہی گزر جایا کرتا تھا۔ دن میں آپ اکثر روزہ رکھا کرتے تھے اور اپنی راتیں عبادت خداوندی اور نماز ادا کرنے میں گزار دیا کرتے تھے۔ آپ میدان جنگ میں برہنہ تلواروں اور نیزوں کے ساتھ اسلام کے دفاع کے لیے آمادہ رہتے تھے۔ امام علیؑ کا یہ فرمان حق ہے، آپؑ نے فرمایا: ”موت کی یاد نے مجھے اس چکا چوند سے دور رکھا۔“ پس اس شریف النفس انسان اس کے بدخواہ لوگوں نے برائیاں ڈھونڈنا شروع کر دیں تا کہ وہ لوگوں میں ان برائیوں کو نشر کر سکیں، مثلاً جس طرح مشرکین ومنافقین نے رسول اللہ ﷺ پر ان کے جھوٹے ہونے کی تہمت لگائی تھی بالکل اسی طرح عمرو ابن عاص جیسے دشمنوں سے یہ بعید نہیں

ہے کہ وہ علیؑ پر تہمت والزامات تراشی نہ کریں۔ علیؑ کے شوخ طبع ہونے کے علاوہ کوئی اور عیب اگر علیؑ میں پایا جاتا تو وہ اس عیب کا یقیناً ذکر کرتے۔

اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

ہنسی مذاق اگر شریعت کے چاردیواری سے خارج نہ ہو تو ایسا ہنسی مذاق برا اور قبیح بالکل بھی نہیں ہے۔ ہمارے پاس بہت ساری احادیث و آثار مستفیض موجود ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے شوخ مزاج ہونے اور اشراف و فضلا، بزرگان صحابہ اور تابعین کے شوخ مزاج ہونے پر دلیل ہیں۔ ان تمام باتوں کے بعد ابن ابی الحدید نے تقریبا سات صفحات میں پیغمبر اکرم ﷺ اور ان حضرات کی طرف سے کی گئی شوخیوں کا ذکر کیا ہے۔ پھر ابن ابی الحدید کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ تھوڑی بہت ہنسی مذاق جو انسان کو اس کے سخت مزاجی سے خارج کردے، میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (۱)

---

(۱) «فأما ما كان يقوله عمرو بن العاص في علي عليه السلام لأهل الشام: إن فيه دعابة، يروم أن يعيبه بذلك عندهم، فأصل ذلك كلمة قالها عمر فتلقفها، حتى جعلها أعداؤه عيبا له و طعنا عليه... و اعلم أن الرجل ذا الخلق المخصوص لا يرى الفضيلة إلا في ذلك الخلق، ألا ترى أن الرجل يبخل فيعتقد أن الفضيلة في الإمساك و البخيل يعيب أهل السماح و الجود و ينسبهم إلى التبذير و إضاعة الحزم و كذلك الرجل الجواد يعيب البخلاء و ينسبهم إلى ضيق النفس و سوء الظن و حبّ المال و الجبان يعتقد أن الفضيلة في الجبن و يعيب الشجاعة و يعتقد كونها خرقا و تغريرا بالنفس... و لما كان عمر شديد الغلظة، وعر الجانب، خشن الملمس دائم العبوس، كان يعتقد أن ذلك هو الفضيلة و أن خلافه نقص و لو كان سهلا طلقا مطبوعا على البشاشة و سماحة الخلق، لكان يعتقد أن ذاك هو الفضيلة و أن خلافه نقص، حتى لو قدرنا أن خلقه حاصل لعلي عليه السلام و خلق علي حاصل له، لقال في علي: لولا شراسة فيه. فهو غير ملوم عندي فيما قاله و لا منسوب إلى أنه أراد الغض من علي و القدح فيه و لكنه أخبر عن خلقه، ظانا أن الخلافة لا تصلح إلا لشديد الشكيمة، العظيم الوعورة... و أنت إذا تأملت حال علي عليه السلام في أيام رسول اللهﷺ وجدته بعيدا عن أن ينسب إلى الدعابة و المزاح، لأنه لم ينقل عنه شئ من ذلك أصلا، لا في كتب الشيعة و لا في كتب المحدثين و كذلك إذا تأملت حاله في أيام الخليفتين أبي بكر و عمر، لم تجد في كتب السيرة حديثا واحدا يمكن أن يتعلق به متعلق في دعابته و مزاحه، فكيف يظن بعمر أنه نسبه إلى أمر لم ينقله عنه ناقل و لا ندد به صديق و عدو و إنما أراد سهولة خلقه لا غير و ظن أن ذلك مما يفضي به إلى ضعف إن ولي أمر الأمة، لاعتقاده أن قوام هذا الأمر إنما هو بالوعورة، بناء على ما قد ألفته نفسه و طبعت عليه سجيته و الحال في أيام عثمان و أيام ولايته عليه السلام الأمر كالحال فيما تقدم في أنه لم يظهر منه دعابة و لا مزاح يسمى الإنسان لأجله ذا دعابة و لعب و من تأمل كتب السير عرف صدق هذا القول و عرف أن عمرو بن العاص أخذ كلمة عمر إذ لم يقصد بها العيب فجعلها عيبا و زاد عليها أنه كثير اللعب، يعافس النساء و يمارسهن و أنه صاحب هزل. و لعمر الله لقد كان أبعد الناس من ذلك و أي وقت كان يتسع لعلي عليه السلام حتى يكون فيه على هذه الصفات؟ فإن أزمانه كلها في العبادة و الصلاة و الذكر و الفتاوى و العلم و اختلاف الناس إليه في الأحكام و تفسير القرآن و نهاره كله أو معظمه مشغول بالصوم و ليله كله أو معظمه مشغول بالصلاة. هذا في أيام سلمه، فأما أيام حربه فبالسيف الشهير و السنان الطرير و ركوب الخيل، وقود الجيوش و مباشرة الحروب. و لقد صدق عليه السلام في قوله: إنني ليمنعني من اللعب ذكر الموت، و لكن الرجل الشريف النبيل، الذي

حضرت امام علیؑ نے اپنے ایک خطبے میں، عمرو ابن عاص کی طرف سے لگائی گئی شوخ مزاجی جیسی تہمت کا دفاع کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

مجھے تعجب ہے عمرو بن عاص پر! اس نے شام میں لوگوں کے درمیان یہ افواہ اڑدی کہ میں ایک شوخ مزاج اور ایک اوباش انسان ہوں کہ جو اپنا سارا وقت انہی سب چیزوں میں صرف کر دیتا ہے۔ اس نے سب جھوٹ کہا ہے اور شامیوں کے درمیان اس نے گناہ کو منتشر کیا ہے۔ لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ سب سے بری بات جھوٹ بولنا ہے۔ اس نے مجھ پر تہمت لگائی ہے۔۔۔[1]

چوتھی دلیل

جناب خلیفہ دوم! کیا آپ خود لوگوں سے مذاق نہیں کرتے تھے؟

تاریخ میں یہ بات ثبت ہے۔ عمر اگرچہ سخت مزاج تھے مگر کبھی کبھار مذاق بھی کر لیا کرتے تھے۔ ایسا مذموم مذاق جو لوگوں کی ناراضگی کی وجہ بن جایا کرتا تھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ غیر شرعی مذاق کر کے بھی خلافت کے لائق بن جائیں، اور علیؑ جنہوں نے کبھی بھی غیر شرعی مذاق انجام نہ دیا ہو وہ خلافت کے لائق نہ رہیں؟

ابن عبد البر اور ذہبی نقل کرتے ہیں:

لایستطیع أعداؤه أن یذکروا له عیبا أو یعدوا علیه وصمة، لابد أن یحتالوا و یبذلوا جهدهم في تحصیل أمر ما و إن ضعف، یجعلونه عذرا لأنفسهم في ذمه و یتوسلون به إلی أتباعهم في تحسینهم لهم مفارقته و الإنحراف عنه و ما زال المشرکون و المنافقون یصنعون لرسول اللّٰهﷺ الموضوعات، ینسبون إلیه ما قد برأه اللّٰه عنه من العیوب و المطاعن، في حیاته و بعد وفاته إلی زماننا هذا و ما یزیده اللّٰه سبحانه إلا رفعة وعلوا فغیر منکر أن یعیب علیا علیه السلام عمرو بن العاص و أمثاله من أعدائه بما إذا تأمله المتأمل، علم أنهم باعتمادهم علیه و تعلقهم به، قد اجتهدوا في مدحه و الثناء علیه، لأنهم لو وجدوا عیبا غیر ذلك لذکروه و لو بالغ أمیرالمؤمنین و بذل جهده في أن یثنی أعداؤه و شانئوه علیه من حیث لایعلمون، لم یستطع إلی أن یجد إلی ذلك طریقا ألطف من هذه الطریق التي أسلکهم اللّٰه تعالی فیها و هداهم إلی منهاجها، فظنوا أنهم یغضون منه و إنما أعلوا شأنه و یضعون من قدره و إنما رفعوا منزلته و مکانه. و نحن نذکر من بعد، ما جاء في الأحادیث الصحاح و الآثار المستفیضة المتفق علی نقلها مزاح رسول اللّٰهﷺ و مزاح الأشراف و الأفاضل و الأکابر من أصحابه و التابعین له، لیعلم أن المزاح إذا لم یخرج عن القاعدة الشرعیة لم یکن قبیحا... و کان یقال: لا بأس بقلیل المزاح یخرج منه الرجل عن حدّ العبوس». شرح نهج البلاغه: ج ٦، ص٣٢٦ - ٣٣٣، فصل في شرح ما نسب إلی علي من الدعابة، ذیل خطبه ٨٣.

(١) «و من خطبة له علیه السلام في ذکر عمرو بن العاص: عجبا لابن النابغة یزعم لأهل الشام أن في دعابة و أني امرؤ تلعابة أعافس و أمارس لقد قال باطلا و نطق آثما. أما و شرّ القول الکذب إنه لیقول فیکذب و یعد فیخلف و یُسأل فیبخل و یَسأل فیلحف...». نهج البلاغه: ص ١٠٠، خطبه ٨٤.

عمر نے اپنے زمانۂ خلافت میں سواد بن قارب نامی ایک صحابی جو زمانہ جاہلیت میں پیشگوئی کیا کرتا تھا، کا مذاق اڑاتے ہوئے اس سے پوچھا: "آج کل تمہاری پیشگوئی کس حالت میں جارہی ہے؟" سواد نے غصے میں آکر کہا: "کسی نے آج تک مجھ سے اس طرح کا مذاق نہیں کیا ہے۔ جن کاموں سے میں توبہ کر چکا ہوں ان کے حوالے سے مجھ سے کیوں سوال کررہے ہو؟" عمر شرمندہ ہوگئے اور سواد نے عمر کی جہالت اور ان کے شرک پر طنز کستے ہوئے کہا: "وہ جہالت اور کفر جس میں ہم دونوں شریک تھے، ہمارے اس عمل سے کہیں بدتر ہے۔"

ابن حجر عسقلانی نے بھی اس داستان کو امام باقرؑ سے نقل کیا ہے۔[۱]

کیا امام علیؑ کو خلافت کا لالچ تھا؟

خلیفہ دوم نے ابن عباس سے کی گئی ان باتوں میں حضرت امام علیؑ کی شخصیت پر ایک دوسرا سوال کھڑا کیا۔ وہ کہتے ہیں: "علیؑ کو خلافت کا لالچ ہے، اور جو انسان لالچی ہو وہ خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔"[۲]

عمر کے اس اشکال کا جواب واضح اور روشن ہے۔

---

(۱) «سواد بن قارب الدّوسی... قال أبوحاتم: له صحبة. قال أبوعمر: و كان يتكهّن في الجاهلية و كان شاعرا ثم أسلم و داعبه عمر يوما فقال: ما فعلت كهانتك يا سواد! فغضب و قال: ما كنا عليه نحن و أنت يا عمر من جهلنا و كفرنا شرّ من الكهانة، فما لك تعيّرنی بشيء تبت منه و أرجو من اللّه العفو عنه. و قد روي أنّ عمر إذ قال له و هو خليفة: كيف كهانتك اليوم؟ غضب سواد و قال: يا أميرالمؤمنين! ما قالها لي أحد قبلك. فاستحيى عمر، ثم قال له: يا سواد! الّذي كنّا عليه من الشرك أعظم من كهانتك». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج۲، ص ۲۳۳، شرح حال سواد بن قارب، ش ۱۱۱۴ و تاريخ الإسلام: ج ۵، ص ۱۲۳، شرح حال سواد بن قارب، ش ۳۸. «و روى ابن أبي خيثمة و محمد بن هارون الروياني من طريق أبي جعفر الباقر عليه السلام قال: دخل رجل يقال له سواد بن قارب الدوسي على عمر فقال: يا سواد! نشدتك اللّه هل تحسن من كهانتك شيئا اليوم؟ قال: سبحان اللّه! واللّه يا أميرالمؤمنين! ما استقبلت أحدا من جلسائك بمثل ما استقبلتني به. فقال: سبحاناللّه يا سواد! ما كنا عليه من شركنا أعظم من كهانتك». الإصابة في تمييز الصحابة: ج ۳، ص ۱۸۱ - ۱۸۲، شرح حال سواد بن قارب، ش ۳۵۹۶.

(۲) «قال: ثم نزل عمر عن المنبر و أخذ بيد عبداللّه بن عباس فخرج من المسجد... فقال له ابن عباس: يا أميرالمؤمنين! فأين أنت عن صاحبنا علي بن أبي طالب في هجرته و قرابته و قدمه و سابقته و فضيلته و شجاعته؟ فقال عمر: واللّه يابن عباس! و إنه لكما تقول! و لو أنه ولي هذا الأمر من بعدي فحملكم واللّه على طريقة من الحق تعرفونها و لكنه رجل به دعابة و هو حريص على هذا الأمر و لايصلح هذا الأمر لمن حرص عليه». الفتوح: ج ۲، ص ۳۲۴، ذكر ابتداء مقتل عمر بن الخطاب.

اوّلاً: اگرچہ یہ بات امامؑ کی سیرت کے خلاف ہے جس پر تمام علما کا اتفاق بھی ہے، لیکن پھر بھی اگر یہ مان لیا جائے کہ امام کو دنیا کا لالچ تھا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ دنیا کے حریص تھے تو پھر خانہ نشین کیوں ہوگئے؟ آپؑ نے تلوار کیوں نہیں اٹھائی؟ حضرتؑ ایک مرتبہ جب اپنی جوتی میں پیوند لگا رہے تھے تو ابن عباس سے فرمایا تھا: "ابن عباس یہ بتاؤ کہ اس جوتی کی کیا قیمت ہوگی؟" ابن عباس نے کہا: "یہ بیکار ہو چکی ہے، اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔" حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: "یہ بے قیمت جوتی میرے لیے تم پر حکومت کرنے سے زیادہ عزیز ہے مگر یہ کہ میں حق کو قائم کروں اور باطل کو نیست و نابود کر دوں۔"(۱)

اگر علیؑ کا حرص دین کے قیام، بدعتوں کے خاتمے، وصیت پیغمبر اکرمؐ پر عمل کرنے اور لوگوں کو صراط مستقیم پر لانے کے لیے تھا تو یہ حرص حضرتؑ کے لیے کمال فضیلت میں سے ہے نہ کہ انہیں اس وجہ سے خلافت سے دور کر دیا جائے!

شوریٰ کے دن جب سعد ابن ابی وقاص نے امام علیؑ سے کہا کہ آپ خلافت کے لالچی ہیں، تو امامؑ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "خدا کی قسم! تم پیغمبر اکرمؐ سے بہت زیادہ دوری ہونے کے باوجود خلافت کا زیادہ لالچ رکھتے ہو، جبکہ میں پیغمبر اکرمؐ کے سب سے زیادہ نزدیک ہوں اور خلافت کی صلاحیت بھی رکھتا ہوں۔ میں تو صرف اپنے ہی حق کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ وہ تو تم ہو جو ہمارے درمیان حائل ہو رہے ہو اور میرے سینے پر ہاتھ مار کر مجھے روک رہے ہو۔"(۲)

ثانیاً: عمر خود خلافت تک پہنچنے کے لیے سب سے زیادہ لالچ رکھتے تھے جیسا کہ واضح ہے کہ ان میں خلافت کی کوئی بھی شرط نہیں پائی جاتی تھی اور جیسا کہ عمر خود اپنے لیے کہتے ہیں: تمام لوگ مجھ سے زیادہ عالم

---

(۱) «و من خطبة له عليه السلام عند خروجه لقتال أهل البصرة قال عبدالله بن العباس: دخلت على أميرالمؤمنين عليه السلام بذي قار و هو يخصف نعله فقال لي: ما قيمة هذا النعل؟ فقلت: لا قيمة لها. فقال عليه السلام: والله لهي أحب إلي من إمرتكم إلا أن أقيم حقا أو أدفع باطلا. ثم خرج عليه السلام فخطب الناس». نهج البلاغه: ص ۵۸، خطبه ۳۳.

(۲) «قال قائل: إنك على هذا الأمر يابن أبي طالب لحريص. فقلت: بل أنتم والله لأحرص و أبعد و أنا أخص و و إنما طلبت حقا لي و أنتم تحولون بيني و بينه و تضربون وجهي دونه. فلما قرعته بالحجة في الملأ الحاضرين هب لايدري ما يجيبني به». نهج البلاغه: ص ۲۳۲، خطبه ۱۷۲. «هذا من خطبة يذكر فيها ما جرى يوم الشورى بعد مقتل عمر والذي قال له: إنك على هذا الأمر لحريص سعد بن أبي وقاص... و قالت الإمامية: هذا الكلام يوم السقيفة و الذي قال له: إنك على هذا الأمر لحريص أبوعبيدة بن الجراح و الرواية الأولى أظهر و أشهر». شرح نهج البلاغه: ج ۹، ص ۳۰۴، ذيل خطبه ۱۷۳.

ہیں۔ رحلت پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد جب حضرت علیؑ رسول اللہ ﷺ کے غسل وکفن میں مشغول تھے اور عمر کو جب جلسہ سقیفہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے جنازے کو چھوڑ کر ابو بکر کا ہاتھ پکڑا اور سقیفہ کی طرف بھاگ نکلے۔[1] تو کیا خلافت کو پانے کے لیے سب سے زیادہ آپ کے اندر لالچ نہیں تھا؟

عمر اور ابن عباس کے درمیان جو باتیں ہوئیں (جو اس کتاب کے پہلے حصے میں گزر چکی ہیں) ان میں عمر نے علیؑ کے خلاف سست بہانے تلاش کیے اور کہا کہ چونکہ قریش علیؑ سے دشمنی رکھتے ہیں اور حضرت خود کم سن بھی ہیں لہٰذا خلیفہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ان اشکالات کا منھ توڑ جواب جب ابن عباس نے دیا تو عمر جواب سن کر ناراض ہو گئے اور ابن عباس کو دھمکا کر ان تمام مطالب کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دے دیا۔

عمر نے اپنے زمانۂ خلافت میں ابن عباس سے جب علیؑ کی تین جھوٹی خصلتیں (حریص، بغض قریش اور کم سن ہونا) بیان کیں اور ابن عباس نے اس کا فوراً منھ توڑ جواب دیتے ہوئے عمر کی ساری دلیلوں کو رد کر دیا تو عمر نے اپنی نئی چال چلتے ہوئے حضرت پر فوراً ایک نئی تہمت لگا دی کہ جسے وہ ہمیشہ بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت امام علیؑ شوخ طبیعت انسان ہیں اور عمر نے جلسۂ شوریٰ میں حضرتؑ کی طرف خلافت میں مانع بننے والی صرف اسی صفت کا تذکرہ کیا جس کا جواب ہم نے بیان کیا اور واضح کیا کہ شوخ طبیعت ہونا صرف ایک تہمت

---

(۱) «و أتى عمر الخبر، فأقبل إلى منزل النبيّ ﷺ، فأرسل إلى أبي بكر و أبوبكر في الدار و علي بن أبي طالب عليه السلام دائب في جهاز رسول اللّٰه ﷺ فأرسل إلى أبي بكر أن اخرج إليّ، فأرسل إليه إني مشتغل، فأرسل إليه انه قد حدث أمر لابد لك من حضوره، فخرج إليه فقال: أما علمت أن الأنصار قد اجتمعت في سقيفة بني ساعدة يريدون أن يولوا هذا الأمر سعد بن عبادة ...». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۲۴۲، حوادث سال ۱۱، ذكر الخبر عن اليوم و الشهر اللذين توفي فيهما رسول اللّٰه ﷺ . ابوبكر جوهرى مفصل تر نقل كرده و حتى آورده كه وقتى معن بن عدى خبر را به عمر رساند و عمر به ابوبكر خبر را گفت، ابوبكر گفت: پيامبر ﷺ را دفن كنيم كه عمر گفت: بايد بريم بعد برميگرديم. كفن و دفن پيامبر ﷺ را رها كرده و به سرعت به طرف سقيفه رفتند. «و أتى الخبر عمر، فأتى منزل رسول اللّٰه ﷺ، فوجد أبابكر في الدار، و علياً في جهاز رسول اللّٰه ﷺ، و كان الذي أتاه بالخبر معن بن عدي، فأخذ بيد عمر و قال: قم. فقال عمر: إني عنك مشغول، فقال: أنه لابدّ من قيام، فقام معه، فقال له: أن هذا الحي من الأنصار قد اجتمعوا في سقيفة بني ساعدة، معهم سعد بن عبادة يدورون حوله و يقولون: أنت المرجى و نجلك المرجى، و ثمّ أناس من أشرافهم و قد خشيت الفتنة، فانظُر يا عمر ماذا ترى و أذكر لإخوتك من المهاجرين و اختاروا لأنفسكم، فإنّي أنظر إلى باب فتنة قد فتح الساعة إلّا أن يغلقه اللّٰه، ففزع عمر أشد الفزع حتى أتى أبابكر فأخذه بيده فقال: قم. فقال أبوبكر: أين نبرح حتى نواري رسول اللّٰه، إنّي عنك مشغول، فقال عمر: لابّد من قيام، و سنرجع إن شاء اللّٰه. فقام أبوبكر مع عمر، فحدثه الحديث. ففزع أبوبكر أشد الفزع و خرجا مسرعين إلى سقيفة بني ساعدة». شرح نهج البلاغة: ج ۶، ص ۶ - ۷، يوم السقيفة، ذيل خطبه ۶۶.

ہے جس کی نسبت حضرت امام علیؑ کی طرف دی گئی ہے۔ اگر ہم قبول بھی کر لیں کہ حضرت شوخ مزاج تھے تو یہ شوخ مزاجی ایسی تھی جس کی اجازت خود شریعت نے دی ہے، جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ خود مذاق کیا کرتے تھے تو یہ صفت خلافت کے لیے مانع کیسے ہو سکتی ہے۔

نتیجہ

جناب عمر! جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کے اندر بھی خلافت کے وہ معیارات اور شرائط نہیں پائی جاتی تھیں تو آپ نے خلافت سے استعفا کیوں نہیں دے دیا۔ آپ نے خلافت کو کسی جامع الشرائط کے حوالے یا کم از کم شوریٰ ہی کے حوالے کیوں نہ کر دیا؟

جبکہ حضرت امام علیؑ میں خلافت کی تمام شرطیں پائی جارہی تھی اور حضرت جامع الشرائط تھے تو جناب عمر! آپ نے تب حضرت امام علیؑ کو صراحتاً خلیفہ کیوں نہیں منتخب کر دیا؟

شوریٰ سے پہلے عمر نے خلافت کے لیے جن میعارات و شرائط کا ذکر کیا تھا، وہ تمام شرائط یا تو ارکان شوریٰ میں نہیں پائی جاتی تھیں، یا تھوڑی بہت شرطیں پائی بھی جارہی تھی تو حضرت امام علیؑ خود عمر سے، ابو بکر سے حتیٰ کہ تمام ارکان شوریٰ کی نسبت بدرجہ اولیٰ و بطور کامل ان تمام معیارات و شرائط کے حامل تھے اور ان تمام سے افضل بھی تھے۔

مثلاً آپ نے قریشی ہونے کو ایک شرط قرار دیا تھا جبکہ حضرت امام علیؑ، حضرت رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے تھے کہ جو بنی ہاشم میں سے تھے۔ یا اگر خلافت کے لیے بدری اور اُحدی ہونا شرط ہے تو پہلا سوال یہ ہے کہ بدری اور احدی حضرات دوسروں سے کیا زیادہ فضیلت رکھتے ہیں؟ جنگ سے فرار اختیار کرنے والے اور رسول اللہ ﷺ کو تنہا چھوڑ جانے والے کیا وہ یہی بدری اور اُحدی حضرات نہیں تھے؟ اور دوسری بات یہ کہ کیا حضرت امام علیؑ فاتح جنگ بدر و احد نہیں تھے؟

جناب عمر! وہ شرائط جو آپ نے شوریٰ کے لیے بیان کی تھیں، ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ تمام شرائط خود آپ میں بھی موجود نہیں تھیں، جن میں سے بعض کا اعتراف خود آپ نے بھی کیا ہے۔ اگر آپ کے اندر خلافت کی تھوڑی بھی صلاحیت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کوئی نہ کوئی ذمہ داری آپ کے حوالے ضرور کرتے۔ اگر آپ میں تھوری بہت صلاحیت بھی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ آپ کو کسی شہر یا قبیلے کا حاکم یا والی یا جنگی

کمانڈر ضرور بناتے۔ اگر آپ میں تھوڑی بہت صلاحیت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کم سے کم آپ کو کچھ لوگوں کا امام جماعت تو بنا ہی دیتے، لیکن تاریخ میں کہیں پر ایسے کوئی آثار نظر نہیں آتے ہیں۔ ہاں صرف ایک جگہ، خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ذمہ داری دی اور اس میں بھی آپ کو شکست حاصل ہوئی۔ (۱)

ایک مقام پر تو آپ فرماتے ہیں کہ علیؑ خلافت کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہیں، اگر خلیفہ بن گئے تو لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت کریں گے۔ ایک مقام پر آپ خود اعتراف کرتے ہیں: علیؑ خلافت کے لیے مجھ سے اور ابو بکر سے زیادہ بہتر تھے۔ ابن عباس نقل کرتے ہیں: "ایک رات میں عمر کے ساتھ تھا، عمر نے ایک آیت مبارک کی تلاوت کی جس میں حضرت علیؑ کا ذکر تھا۔ اس آیت کی تلاوت کے بعد عمر کہتے ہیں: "اے بنی عبد المطلب! آگاہ ہو جاؤ! تمہارے درمیان یہی وہ علیؑ ہیں جو خلافت کے لیے مجھ سے اور ابو بکر سے زیادہ مناسب تھے۔" ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں تمہیں معاف کر دوں تو خدا مجھے معاف نہ کرے۔ پھر میں نے عمر سے کہا: "یہ بات تم کہہ رہے ہو، جبکہ لوگوں نے نہیں بلکہ تم ہی دو لوگوں نے خلافت کو غصب کیا ہے اور حضرتؑ کو خلافت سے دور کیا ہے۔" عمر ابن عباس کی ان باتوں سے ناراض ہو گئے اور کہا: "خدا کی قسم! ہم نے یہ کام ان سے دشمنی کی بنا پر نہیں کیا، بلکہ علیؑ کم سن تھے اور قریش علیؑ کے لیے اپنے دلوں میں کینہ رکھتے تھے اسی لیے ہمیں ڈر تھا کہ عرب ان کے خلاف کھڑے نہ ہو جائیں۔" ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے یہ کہنا چاہا کہ پیغمبر اکرم ﷺ جب علیؑ کو میدان جنگ میں بھیجا کرتے تھے، جب علیؑ دشمنوں کے علمداروں اور سرداروں کو مارا کرتے تھے تو کیا رسول اللہ ﷺ کی نظر میں علیؑ اس وقت چھوٹے اور کم سن نہیں تھے! (۲)

---

(۱) «حدثنا ابن أبي ليلى عن المنهال و الحكم و عيسى عن عبدالرحمن بن أبي ليلى... قال: فإن رسول الله ﷺ بعث أبابكر فسار بالناس فانهزم حتى رجع إليه و بعث عمر فانهزم بالناس حتى انتهى إليه، فقال رسول الله ﷺ: لأعطين الرأية رجلا يحب الله و رسوله و يحبه الله و رسوله، يفتح الله له ليس بفرار...». المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۸، ص ۵۲۲، كتاب المغازي، غزوة خيبر، ح ۱۱ و تاريخ الإسلام: ج ۱، ص ۴۱۲، حوادث سال هفتم هجرى قمرى، غزوة خيبر. «قال: فبعث رسول الله ﷺ عمر بن الخطاب بالناس فلقي أهل خيبر، فردوه و كشفوه هو و أصحابه فرجعوا إلى رسول الله ﷺ يجبن أصحابه و يجبنه أصحابه». المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۸، ص ۵۲۱، كتاب المغازي، غزوة خيبر، ح ۷ و مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ج ۹، ص ۱۲۴، باب في قوله ﷺ لأعطين الرأية رجلا يحب الله و رسوله و يحبه الله و رسوله.

(۲) «عن ابن عباس قال: كنت أسير مع عمر بن الخطاب في ليلة و عمر على بغل و أنا على فرس فقرأ آية فيها ذكر علي بن أبي طالب فقال: أما والله يا بني عبد المطلب! لقد كان علي فيكم أولى بهذا الأمر مني و من أبي بكر. فقلت في نفسي: لأقالني الله إن أقلته. فقلت: أنت تقول ذلك يا أميرالمؤمنين! و أنت و صاحبك وثبتما و أفرغتما الأمر منا دون الناس!

عیسیٰ بن طلحہ نقل کرتے ہیں:

عمر جب شام کی طرف جارہے تھے تو انہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کے چچا عباس کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ لوگ ان کی خوبصورتی کی وجہ سے ان کے گرد جمع ہو گئے اور انہیں بعنوان خلیفہ سلام کرنے لگے۔ عباس عمر کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ یہ تمہارے خلیفہ ہیں۔ پھر عباس نے عمر کو مخاطب کر کے کہا: ''دیکھ رہے ہو! خلافت کے لیے تم سے زیادہ میں مناسب ہوں۔'' عمر نے کہا: ''چپ ہو جاؤ! خدا کی قسم! خلافت کے لیے مجھ سے اور تم سے بہتر تو وہ انسان ہے جسے ہم نے مدینہ میں ہی چھوڑ دیا ہے، اور وہ انسان علیؑ ہیں۔''[1]

حضرت امام علیؑ کی افضلیت کے اثبات کے بعد، ہم خلیفہ دوم سے سوال کرتے ہیں:

آپ نے اپنے بعد صراحتاً علیؑ کی خلافت کا اعلان کیوں نہیں کیا؟ کیوں سقیفہ میں علیؑ کا انتخاب نہیں کیا؟ آپ نے اپنی زندگی میں ہی خلافت سے استعفادے کر کیوں حق کو علیؑ کی طرف نہیں لوٹایا اور کیوں انہیں خلیفہ منصوب نہیں کیا؟ خود آپ کے کہنے کے مطابق جب یہ لوگ علیؑ کے ہم پلہ اور ہم ردیف نہیں تھے تو پھر انہیں ملا کر شوریٰ کیوں بنا دیا؟ اور جب عثمان خلیفہ چن لیے گئے تو آپ نے کہہ دیا کہ یہ خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں ہے: ''جس نے بھی کسی مفضول کو فاضل پر مقدم کیا تو اس

فقال: إليكم يا بني عبدالمطلب! أما إنكم أصحاب عمر بن الخطاب، فتأخرت و تقدم هنيهة. فقال: سر، لا سرت! و قال: أعد علي كلامك. فقلت: إنما ذكرت شيئا فرددت عليه جوابه و لو سكت سكتنا. فقال: إنا والله ما فعلنا الذي فعلنا عن عداوة و لكن استصغرناه و خشينا أن لايجتمع عليه العرب و قريش لما قد وترها. قال: فأردت أن أقول: كان رسول الله ﷺ يبعثه فينطح كبشها فلم يستصغره، أفتستصغره أنت و صاحبك؟ فقال: لا جرم، فكيف ترى؟ والله ما نقطع أمرا دونه و لانعمل شيئا حتى نستأذنه». محاضرات الأدباء و محاورات الشعراء و البلغاء: ج ۴، ص ۱۳۲- ۱۳۳، الحد العشرون في الديانات و العبادات، و مما جاء في فضائل أعيان الصحابة، علي بن أبي طالب؛ اليقين: ص ۵۲۳و بحارالأنوار: ج ۳۰، ص ۲۱۲- ۲۱۳، كتاب الفتن و المحن، باب ۲۰، ح ۷۰.

(۱) «عن عيسى بن طلحة بن عبيدالله قال: خرج عمر بن الخطاب إلى الشام و أخرج معه العباس بن عبدالمطلب. قال: فجعل الناس يتلقون العباس و يقولون: السلام عليك يا أميرالمؤمنين! فكان العباس رجلا جميلا، فيقول: هذا صاحبكم! فلما كثر عليه التفت إلى عمر، فقال: ترى أنا والله أحق بهذا الأمر منك. فقال عمر: أسكت، أولى والله بهذا الأمر مني و منك رجل خلفته أنا و أنت بالمدينة علي بن أبي طالب». اليقين: ص ۵۲۴ و بحارالأنوار: ج ۳۰، ص ۲۱۳، كتاب الفتن و المحن، باب ۲۰: كفر الثلاثة و نفاقهم، ح ۷۱.

نے خدا، رسول اللہ ﷺ اور مومنین کے حق میں خیانت کی ہے۔" اس روایت کو حاکم نیشاپوری نے اس کی سند کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔(۱)

ان سوالات کے جوابات صرف اور صرف خلیفہ دوم ہی دے سکتے ہیں کہ افضلیت علیؑ کے بعد انہیں چاہیے تھا کہ وہ علیؑ کو ہی خلیفہ منتخب کریں، لیکن انہوں نے اپنی چالاکی اور دھوکہ دہی سے علیؑ کو ہی خلافت سے دور کر دیا۔ اور یہ تمام چالاکیاں اور تمام خرافات صرف اور صرف علیؑ کی عداوت اور ان کی دشمنی میں تھیں۔ شوریٰ سے پہلے منعقد ہونے والے ایک جلسے میں عمر ہی کے ایک بیان کو ہم نتیجۂ بحث کے عنوان سے پیش کریں گے۔

جب عمر نے شوریٰ کے تمام ارکان کو نااہل اور فاقدِ صلاحیت قرار دے دیا تو حضرت علیؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"یا علیؑ! اگر آپ کے ایمان کو تمام اہل زمین کے ایمان کے ساتھ مقائسہ کیا جائے تو خدا کی قسم آپ کا ایمان زیادہ افضل ہو گا۔ علیؑ اس جلسے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے۔ عمر نے کہا: "میں اس شخص کو جانتا ہوں، اگر خلافت کی باگ ڈور میں ان کے حوالے کر دوں تو خدا کی قسم! یہ لوگوں کو راہ روشن اور راہ راست کی طرف ہدایت کریں گے۔" عمر سے پوچھا گیا: "پھر کیا وجہ ہوئی کہ تم نے انہیں خلیفہ منتخب نہیں کیا؟" تو عمر نے کہا: "علیؑ کے خلیفہ بننے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔"(۲)

وہ گفتگو جو عمر اور ابن عباس کے درمیان واقع ہوئی، اس میں عمر، ابن عباس سے کہتے ہیں: "پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ ارادہ تھا کہ خلیفہ علیؑ ہی بنے، لیکن پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ ارادہ خدا کے ارادے کے خلاف تھا۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ کا ارادہ متحقق نہ ہو پایا اور وہی ہوا جو خدا چاہتا تھا۔ کیا ہر وہ چیز کہ جس کا ارادہ رسول اللہ ﷺ نے کیا ہو وہ پوری اور متحقق ہوئی ہے؟ انہوں نے تو چاہا تھا کہ ان کے چچا مسلمان ہو جائیں، لیکن خدا نے نہیں چاہا لہٰذا وہ

---

(۱) «عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: من استعمل رجلا من عصابة و في تلك العصابة من هو أرضى لله منه فقد خان الله و خان رسوله و خان المؤمنين. هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه». المستدرك على الصحيحين: ج ۴، ص ۱۰۴، كتاب الأحكام، ح ۲۱ / ۷۰۲۳ و كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۶، ص ۲۵، الفصل الثاني: في الترغيب عن الإمارة، ح ۱۴۶۸۷.

(۲) «و أما أنت يا علي! فوالله لو وزن إيمانك بإيمان أهل الأرض لرجحهم. فقام علي موليا يخرج. فقال عمر: والله اني لأعلم مكان رجل لو وليتموه أمركم لحملكم على المحجة البيضاء. قالوا: من هو؟ قال: هذا المولى من بينكم. قالوا: فما يمنعك من ذلك؟ قال: ليس إلى ذلك سبيل». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۵۹ - ۲۶۰، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳.

مسلمان نہیں ہوئے۔ پیغمبر اکرم ﷺ اپنی عمر کے آخری حصے میں، بستر علالت پر علیؑ کی خلافت کا اعلان کرنا چاہتے تھے، لیکن فتنہ اور آشوب کے خوف سے میں رسول اللہ ﷺ کے درمیان مانع بن گیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے بھی میرے ارادے سے واقفیت کے بعد اعلان سے گریز اختیار کر لیا۔"(۱)

عمر کی باتوں سے تو یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ عمر نے ارادہ پیغمبر ﷺ کے خلاف ارادہ کیا اور اپنے ارادے کو خدا کا ارادہ بتا دیا۔ یعنی پیغمبر اکرم ﷺ کا ارادہ، خدا کے ارادے کے خلاف ہے۔

انتخابات کے انعقاد کے لیے خلیفہ کی منصوبہ بندی پر انتقادات

خلیفہ دوم نے انتخابات کا اس طرح سے انعقاد کیا کہ وہ با آسانی اپنے مقصد تک پہنچ جائیں، لہٰذا انہوں نے کئی چالیں چلیں مثلاً انہوں نے بزرگ صحابہ کی رسمی شرکت کا بھی ایک گوشہ رکھا۔ شوریٰ پر پولیس فورس کو بھی تعینات کر دیا۔ شوریٰ کو بڑی تدابیر کے ساتھ منتخب کیا (جیسا کہ یہ بحث پہلے حصے میں گزر چکی ہے) اور پھر انہیں تدابیر کے زیر سایہ انتخابات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا حکم دیا۔ ہم یہاں پر انہیں تدابیر پر تحلیلی گفتگو کریں گے۔

امام حسنؑ کی شوریٰ میں رسمی شرکت

خلیفہ دوم نے امام حسنؑ، ابن عباس اور انصار کے چند بزرگان کو شوریٰ میں رسمی حاضری کے لیے اجازت دی اور کہا: یہ تمام افراد رسمی طور پر حاضر ہوں گے، لیکن انہیں اپنی رائے اور اپنے نظریے کے اظہار کا کوئی حق نہیں ہو گا۔

---

(۱) «و روى ابن عباس، قال: خرجت مع عمر إلى الشام في إحدى خرجاته، فانفرد يوما يسير على بعيره فاتبعته، فقال لي: يابن عباس! أشكو إليك ابن عمك، سألته أن يخرج معي فلم يفعل و لم أزل أراه واجدا، فيم تظن موجدته؟ قلت: يا أميرالمؤمنين! إنك لتعلم. قال: أظنه لايزال كئيبا لفوت الخلافة. قلت: هو ذاك، إنه يزعم أن رسول اللّٰه أراد الأمر له. فقال: يابن عباس! و أراد رسول اللّٰه ﷺ الأمر له فكان ما ذا إذا لم يرد اللّٰه تعالى ذلك! إن رسول اللّٰه ﷺ أراد أمرا و أراد اللّٰه غيره، فنفذ مراد اللّٰه تعالى و لم ينفذ مراد رسوله أو كلما أراد رسول اللّٰه ﷺ كان! إنه أراد إسلام عمه و لم يرده اللّٰه فلم يسلم! و قد روي معنى هذا الخبر بغير هذا اللفظ و هو قوله: إن رسول اللّٰه ﷺ أراد أن يذكره للأمر في مرضه، فصددته عنه خوفا من الفتنة و انتشار أمر الإسلام، فعلم رسول اللّٰه ما في نفسي و أمسك و أبى اللّٰه إلا إمضاء ما حتم». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۷۸-۷۹، نكت من كلام عمر و سيرته و أخلاقه، ذيل خطبه ۲۲۳.

یہاں ہم خلیفہ دوم سے چند سوالات پوچھنا چاہیں گے:

۱۔ جناب عمر! آپ نے امام حسنؑ کو عبد اللہ ابن عباس کا ہم رتبہ اور ہم ردیف قرار دیا، جبکہ عبد اللہ ابن عباس وہ انسان ہیں جو اہل بیتؑ کے لیے بہت عزت و احترام کے قائل تھے۔ وہ جب بھی امام حسنؑ کو دیکھتے تھے تو جب تک کہ امام ناقہ سے نیچے تشریف نہ لے آتے تھے، امام حسنؑ کے ناقہ کی مہار کو خود تھامے رکھا کرتے تھے۔[۱] آپ نے پھر کس طرح دونوں کو برابر قرار دے دیا؟

۲۔ امام حسنؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں جن سے پیغمبر اکرم ﷺ بے پناہ محبت کیا کرتے تھے۔[۲] اس طرح کی شخصیت صرف رسمی حاضری کے لیے مدعو ہو ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس طرح کی شخصیت کو شوریٰ میں اپنی رائے پیش کرنے کا کیسے حق نہیں ہے؟ جبکہ طلحہ جیسوں کو اظہار رائے کا حق ہے جس کے متعلق آپ نے خود کہا کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس سے ناراض تھے؟

۳۔ کیا امام حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار نہیں تھے؟ کیا پیغمبر اکرم ﷺ ان سے محبت نہیں کرتے تھے؟ کیوں آپ نے انہیں جلسے میں شریک نہیں رکھا؟ کیا امام حسنؑ کی مقام و منزلت امام حسینؑ کی مقام و منزلت سے مختلف تھی؟

طبری کے مطابق عمر نے پہلے اپنے بیٹے یعنی عبد اللہ ابن عمر کو ہی قاضی بنایا تھا، آخر ایسا کیسے ممکن ہے کہ عبد اللہ ابن عمر کو انتخاب اور رائے کا حق ہے مگر یہی حق امام حسنؑ کو نہیں ہے؟ کیا آپ امام حسنؑ اور ابن عباس

---

(۱) «و قد يروى عن ابن عباس: أنه أمسك للحسن و الحسين ركابيهما حين خرجا من عنده، فقال له بعض من حضر: أتمسك لهذين الحديثين ركابيهما و أنت أسن منهما؟ قال له: أسكت يا جاهل! لايعرف الفضل لأهل الفضل إلا ذوو الفضل». تاريخ بغداد أو مدينة السلام: ج ۱۴، ص ۱۵۰- ۱۵۱، شرح حال يحيى بن زياد، ش ۷۴۶۷؛ المنتظم في تاريخ الأمم و الملوك: ج ۶، ص ۱۷۳، حوادث سال ۲۰۷، شرح حال يحيى بن زياد بن عبدالله و وفيات الأعيان و أنباء أبناء الزمان: ج۶، ص ۱۷۹، شرح حال أبوزكرياء الفراء، ش ۷۹۸.

(۲) «عن عبدالله قال: قال رسول الله ﷺ: الحسن و الحسين سيدا شباب أهل الجنة و أبوهما خير منهما. هذا حديث صحيح بهذه الزيادة و لم يخرجاه». المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص ۱۸۲، كتاب معرفة الصحابة، و من مناقب الحسن و الحسين ابني بنت رسول الله، ح ۴۷۷۸/ ۳۷۶. اين روايت با طرق مختلف ذكر شده به كتاب هاى المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص ۱۸۲، كتاب معرفة الصحابة، و من مناقب الحسن و الحسين ابني بنت رسول الله، ح ۴۷۷۷/ ۳۷۵ و ۴۷۷۹/ ۳۷۷؛ المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۵۱۲، كتاب الفضائل، ما جاء في الحسن و الحسين، ح ۲، ۳ و ۵؛ مسند أحمد: ج ۳، ص ۳، مسند أبي سعيد الخدري؛ سنن الترمذي: ص ۶۷۶، كتاب المناقب، باب مناقب الحسن و الحسين، ح ۳۷۶۸.

کی رائے سے خوفزدہ تھے؟ دراصل آپ کبھی نہیں چاہتے تھے کہ حضرت امام علیؑ کا پلڑا بھاری ہو، اسی لیے آپ نے حضرت امام علیؑ کو کمزور کرنے کے لیے اپنے منظورِ نظر افراد کو شوریٰ میں شمولیت بخشی اور چونکہ امام حسنؑ اور ابن عباس سے چشم پوشی کرنا مناسب بھی نہیں تھا لہٰذا انہیں صرف رسمی طور پر شرکت کی اجازت دی گئی۔

پولیس فورس

عمر نے کہا: "اگر تین دن گزر جائیں اور پھر بھی ارکان شوریٰ نیا خلیفہ منتخب نہ کر پائیں تو ابو طلحہ انصاری (پولیس کا کمانڈر) کو اختیار ہے کہ وہ ان چھ لوگوں کو مار ڈالے۔ پھر لوگوں کو اپنا خلیفہ خود سے انتخاب کرنے کا اختیار ہو گا۔"

اس ماجرے کی تفصیل پہلے حصے میں گزر چکی ہے۔ عمر کا تیار کیا گیا یہ منصوبہ غور و فکر کے لائق ہے۔

اگر لوگوں میں خلیفہ انتخاب کرنے کی صلاحیت تھی، تو پھر پہلے ہی انہیں خلیفہ کا انتخاب کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی گئی؟ اور آپ نے چھ لوگوں کی شوریٰ تشکیل دے دی۔ ممکن ہے کہ یہ چھ کے چھ کسی ایک نتیجہ پر نہ پہنچ پائیں، تو پھر آپ نے ان اچھے انسانوں کو مار ڈالنے کا حکم کیوں دے دیا؟

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اگر خلافت اتنی ہی اہم ہے کہ اگر یہ ارکان تین دن تک منتخب نہ کر پائیں تو سب کو مار دینے کا حکم صادر کر دیا جائے، تو پھر پیغمبر اکرم ﷺ نے اتنی آسانی سے کیسے خلیفہ نہیں بنایا اور یہ ضروری احتیاط جسے عمر نے انجام دیا، پیغمبر اکرم ﷺ نے کیسے ترک کر دی؟

ایک اور بات یہ کہ عمر نے جو پولیس فورس کا انتظام کیا تھا وہ پولیس فورس انتخاب کی محافظت کے لیے تھی یا جناب عمر کو ان کے مقصد تک پہنچانے کے لیے تھی؟ آپ نے اس انتخاب کو صحیح اور قانونی ثابت کرنے کے لیے کچھ نامور اور بااثر افراد کو بغیر حق رائے اور اظہار نظر کے شوریٰ میں شامل کر لیا اور اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے، جلسے کو طویل ہونے سے روکنے کے لیے، اور عمارؓ اور مقدادؓ جیسوں کے ہاتھوں سے مہلت چھیننے کے لیے کہ وہ لوگوں پر حق ظاہر نہ کر سکیں تاکہ یہ انتخاب لوگوں کے ہاتھوں میں نہ آجائے، آپ نے شوریٰ پر پولیس کو تعینات کر دیا تاکہ جیسے ہی تیسرا دن آئے ابو طلحہ انصاری ان کے سروں پر سوار ہو کر انہیں ڈرائے اور قسم کھا کر یہ کہے کہ اب میں ایک لمحہ بھی اضافی نہیں دوں گا۔ اب اگر تم لوگوں نے خلیفہ منتخب نہیں کیا تو میں

عمر کے دستور کے مطابق تم سب کو قتل کر دوں گا۔ ارکان شوریٰ کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے اور عبد الرحمٰن نے موقع کا فائدہ اٹھا کر اپنا کام تمام کر لیا۔[۱]

قتل کی دھمکی

عمر نے شوریٰ کو کچھ اس طرح سے ترتیب دیا تھا کہ اگر پانچ افراد متفق اور ہم رائے ہوں اور ایک ان کا مخالف ہو تو اس ایک مخالف کو مار دیا جائے۔ اگر چار افراد ہم نظر ہو جائیں اور اگر دو ان کے مخالف تو ان دو مخالف کو مار دیا جائے۔ لیکن اگر رائے تین تین کی برابری کی ہو جائے، تو ان دو گروہ میں سے اس گروہ کی بات مانی جائے گی جس میں عبد الرحمٰن ابن عوف ہوں۔ دوسرے گروہ والے اگر عبد الرحمٰن کی رائے کی مخالفت کریں تو ان تین کو مار دیا جائے۔

چلیں جناب خلیفہ دوم سے ان کے اس گندی تدبیر کے بارے میں کچھ سوالات کرتے ہیں۔

۱۔ آپ نے چھ لوگوں کو ارکان شوریٰ کے عنوان سے منتخب کیا تا کہ وہ لوگ آپس میں مشورت کر کے کسی کو بعنوان خلیفہ منتخب کریں، لیکن آپ نے انہیں ان کی رائے میں آزادی کیوں نہیں دی؟ آپ نے کیوں ان سب کو کئی کئی طریقوں سے ڈرایا دھمکایا، کیوں ان پر پولیس کو بھی تمام اسلحوں سے مسلح کر کے مسلط کر دیا؟ ممکن ہے ان سب کو کسی نتیجے پر پہنچنے میں تین دنوں سے بھی زیادہ لگ جاتے، لیکن اگر انہوں نے تین دنوں میں کوئی نتیجہ نہیں دیا تو پھر انہیں قتل کی دھمکی کیوں دی گئی؟ اکثر کے نظریے کی مخالفت کرنے والا قتل کا مستحق کیوں ہے؟ عبد الرحمٰن کے نظریے کی مخالفت کرنے والا آخر کیوں قتل کا مستحق ہے؟ کیا اس شوریٰ میں کسی کو بھی آپ نے آزادانہ طور پر رائے دینے کا حق دیا؟ وہ کیسا شوریٰ ہے جس میں رائے دینے کی ہی آزادی نہ ہو؟ وہ شوریٰ جو لاٹھیوں اور ڈنڈوں کے زور پر ہو اس شوریٰ کا کیا فائدہ؟ کیا ان طریقوں سے خلیفہ منتخب کیا جا سکتا ہے؟ جمہوریت اور آزادی رائے کا کیا یہی معنی ہے؟ دنیا کیا اس طرح کی جمہوریت کو قبول کر سکتی ہے؟

---

(۱) «فقال أبوطلحة: أنا كنت لان تدفعوها أخوف مني لأن تنافسوها لا والذي ذهب بنفس عمر لأزيدكم على الأيام الثلاثة التي أمرتم ثم أجلس في بيتي فأنظر ما تصنعون». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۲، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشورى و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۷، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

۲۔ آپ نے کہا کہ اگر پانچ افراد ہم نظر ہوں اور ایک ان کی مخالفت کرے تو اس ایک کو مار دیا جائے۔ اگر چار ہم نظر ہوں اور دو ان کے مخالف تو ان دو کو مار دیا جائے۔ کیا یہ چھ کے چھ افراد جنتی نہیں تھے؟ آپ نے ہی تو کہا تھا کہ یہ سب جنتی ہیں۔ آپ نے جنتی لوگوں کو مار ڈالنے کا حکم کیسے دے دیا؟ کیا آپ انہیں جلدی جنت بھیجنا چاہتے تھے؟ مستحقین خلافت کو آپ کیوں مارنا چاہتے تھے؟

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اہل سنت حضرات صحابہ کی توہین کو جائز نہیں جانتے ہیں لیکن عمر نے تو پہلے ان کے معائب کو بیان کیا اور پھر ان کے قتل کا فرمان جاری کر دیا۔ یعنی آپ نے صحابہ کے قتل کا فرمان جاری کر دیا؟ وہابی حضرات شیعہ حضرات کو صحابہ کی توہین کرنے کی وجہ سے کافر کہتے ہیں اور انہیں قتل کرنے کو جائز مانتے ہیں، جبکہ عمر نے تو نہ صرف صحابہ کی توہین کو جائز جانا ہے بلکہ ان کے قتل کو بھی جائز مانا ہے!

قرآن کریم میں کیا خدا کا یہ فرمان نہیں ہے کہ (جو کوئی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب ہے اور اللہ نے لعنت کی ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔)[1] کس طرح سے آپ نے خود آپ کے بقول بہترین لوگوں کے قتل کا فرمان جاری کر دیا؟ کیا یہ صحیح روایت نہیں ہے کہ جس میں پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے علی! آپ سے محبت کرنے والا مومن اور آپ سے دشمنی رکھنے والا منافق ہے۔"[2] کیا حضرت امام علیؑ کے قتل کی تجویز بے باک منافقت کی دلیل نہیں ہے؟

---

(۱) وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا سورہ نساء (۴)، آیہ ۹۳.

(۲) «عن عدي بن ثابت عن زر قال: قال علي: والذي فلق الحبة و برأ النسمة انه لعهد النبي الأمي ﷺ إلي أن لايحبني الا مؤمن و لايبغضني الا منافق». صحيح مسلم: ص ۹۱، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن حب الأنصار و علي عليه السلام من الإيمان و علاماته و بغضهم من علامات النفاق، ح ۲۳۷؛ المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۴۹۴، كتاب الفضائل، فضائل علي بن أبي طالب، ح ۱؛ سنن ابن ماجة: ص ۱۹، باب فضل علي بن أبي طالب، ح ۱۱۴؛ سنن النسائي: ۹۷۱، كتاب الإيمان و شرائعه، باب علامة المنافق، ح ۳/ ۵۰۳۷ و مسند أحمد: ج ۱، ص ۹۵، مسند علي بن أبي طالب. «عن علي قال: لقد عهد إلي النبي ﷺ النبي الأمي أنه لايحبك... هذا حديث حسن صحيح». سنن الترمذي: ص ۶۷۲، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب، ح ۳۷۳۶. «حدثني مساور الحميري عن أمه قالت: سمعت أم سلمة تقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول لعلي: لايبغضك مؤمن و لايحبك منافق». مسند أحمد: ج ۶، ص ۲۹۲، حديث أم سلمة زوج النبي ﷺ.
«و روى طائفة من الصحابة أنّ رسول الله ﷺ قال لعلي عليه السلام: لايحبّك إلا مؤمن و لايبغضك إلّا منافق... و قال ﷺ: من أحبّ عليا فقد أحبّني و من أبغض عليا فقد أبغضني و من آذى عليا فقد آذاني و من آذاني فقد آذى الله». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۲۰۴، شرح حال حضرت على عليه السلام، ش ۱۸۷۵.
«و في الخبر الصحيح المتفق عليه أنه لايحبه إلامؤمن و لايبغضه إلا منافق و حسبك بهذا الخبر، ففيه وحده

جب نفس وجان پیغمبر ﷺ (جیسا کہ خود پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: علیؑ میرا نفس اور میری جان ہیں[۱]) کا قتل جائز ہے تو پھر انبیاؑ کا قتل بھی بدرجہ اولیٰ جائز ہو جائے گا۔ ایک چھوٹے سے بہانے پر جب علیؑ کو قتل کرنا جائز ہو سکتا ہے تو پھر عثمان کا قتل کیوں نہیں جائز ہو سکتا ہے؟ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ عثمان کے قتل میں بہت سارے صحابہ شریک تھے اور جنہوں نے اجتہاد کیا تھا۔[۲] یقیناً ان چھ لوگوں کے قتل کا فرمان اور ان حضرات کو قتل کرنے کی جسارت کیا آنے والے دوسرے لوگوں کو صحابہ کو قتل کرنے کی جرأت نہیں دے گی؟ یقیناً ان چھ صحابہ کے قتل کا فرمان ہی عثمان کے قتل، جنگ جمل، جنگ صفین اور واقعہ کربلا کا مقدمہ ہے۔

۳۔ آپ کے سامنے جب یہ رائے پیش کی گئی کہ آپ علیؑ کو ہی خلیفہ منتخب کر لیں، کیونکہ آپ نے ہی کہا تھا کہ علیؑ خلافت کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہیں، تو آپ نے جواب میں کہا: میں نہیں چاہتا کہ خلافت کا بوجھ اپنی زندگی میں بھی اپنے ذمے رکھوں اور اپنے مرنے کے بعد بھی۔ یہی جواب آپ نے ان لوگوں کو بھی

كفاية». شرح نهج البلاغه: ج ۸، ص ۱۱۹، مذهب الخوارج في تكفير أهل الكبائر، ذیل خطبه ۱۲۷ یہ روایت مختلف عبارات اور صحیح اسناد کے ساتھ مختلف کتابوں میں ذکر ہوئی ہے۔

(۱) به اتفاق مفسرین و محدثین اهل سنت آیه شریفه ۶۱ سوره آل عمران فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ نفس پیامبر ﷺ حضرت علی علیه السلام بود. «عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه قال: أمر معاوية بن أبي سفيان سعدا فقال: ما منعك أن تسب أباالتراب؟ فقال: أما ما ذكرت ثلاثا.... صحيح مسلم: ص ۱۱۱۲، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب، ح ۶۱۷۰; سنن الترمذي: ص ۵۴۱، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة آل عمران، ح ۲۹۹۹; مسند أحمد: ج ۱، ص ۱۸۵، مسند سعد بن أبي وقاص و المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص ۱۵۹، كتاب معرفة الصحابة، و من مناقب أهل رسول الله ﷺ، ح ۴۷۰۸/۳۰۶. متعدد کتب تفاسیر واحادیث میں مختلف روایات اور متعدد اسناد کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کو نفس پیغمبر ﷺ کہا گیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص ۱۶۰، كتاب معرفة الصحابة، و من مناقب أهل رسول الله ﷺ، ح ۴۷۰۹/۳۰۷; تفسير القرآن العظيم: ج ۱، ص ۳۷۹، ذیل آیه ۶۱سوره آل عمران; الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ۲، ص ۲۱۹، ذیل آیه ۶۱سوره آل عمران کی طرف رجوع کریں۔

(۲) «عن غياث البكري قال: سألت أباسعيد الخدري عن قتل عثمان هل شهده أحد من أصحاب رسول الله ﷺ؟ قال: نعم، لقد شهده ثمانمائة». تاريخ المدينة المنورة: ج ۴، ص ۱۱۷۵، باب تواضع عثمان بن عفان، ما روي من الاختلاف فيمن أعان عثمان. «و روى شعبة بن الحجاج عن سعد بن إبراهيم بن عبدالرحمن بن عوف، قال: قلت له: كيف لم يمنع أصحاب رسول الله ﷺ عن عثمان؟ فقال: إنما قتله أصحاب رسول الله ﷺ». شرح نهج البلاغه: ج ۳، ص ۲۷ - ۲۸، ذكر المطاعن التي طعن بها على عثمان و الرد عليها، ذیل خطبه ۴۳.

دیا تھا جنہوں نے آپ سے خلیفہ منتخب کرنے کی گزارش کی تھی۔ جب آپ کو آپ کے بیٹے کی خلافت کی رائے پیش کی گئی تو آپ نے کہا: اولاد خطاب میں سے دو خلیفہ کبھی نہیں ہو سکتے۔ جب آپ اتنے بڑے محتاط اور آخرت کی فکر کرنے والے انسان ہیں تو پھر آپ نے اتنی آسانی سے صحابہ کے قتل کا فرمان کیسے جاری کر دیا؟

کیا آپ نے یہ نہیں کہا تھا: بار خلافت کو میں اپنی زندگی میں اور اپنے مرنے کے بعد بھی اپنے ذمے نہیں رکھنا چاہتا۔ یہ کہنے کے بعد بھی آپ نے اپنے کارندوں کو ان کے مقام پر باقی رکھنے کا حکم کیسے دے دیا؟[۱]

خلیفہ دوم بہت اچھی طرح جانتے تھے کہ انہوں نے کس طرح سے سارا جال بچھایا ہے۔ تمام باتیں اور تمام کام ان کی منصوبہ بندی کے تحت چل رہے تھے۔ جب آپ نے کہا: اگر پانچ افراد ہم رائے ہوں اور ایک ان کا مخالف تو اس مخالف کو مار ڈالو۔ آپ کو پتا تھا کہ وہ اکیلا انسان علیؑ ہے، اس لیے علیؑ کو مار ڈالو! جب آپ نے کہا: اگر چار افراد ہم نظر ہو جائیں اور دو افراد ان کے مخالف، تو ان دو لوگوں کو مار دینا۔ آپ جانتے تھے کہ وہ دو لوگ علیؑ اور زبیر ہیں، لہٰذا ان دونوں کو مار دیا جائے! آپ بخوبی جانتے تھے کہ عثمان، طلحہ اور عبد الرحمٰن کبھی بھی علیؑ کی طرف نہیں آسکتے ہیں۔ لیکن آپ کو ایک ضعیف سا احتمال تھا کہ سعد ابن ابی وقاص کہیں علیؑ کی طرف نہ آجائیں، اور کہیں رائے تین تین کی برابری پر نہ آجائے۔ چونکہ اس وقت شوریٰ کے ناکام ہونے کا خدشہ تھا لہٰذا آپ نے اس مشکل کے حل کے لیے ایک بہت بڑی چال چلی اور کہا: جب رائے تین تین کی برابری پر ہو جائے تو ان دو گروہ میں اس گروہ کی بات مانی جائے گی جس میں عبد الرحمٰن ابن عوف ہو۔ اور اگر تین لوگوں پر مشتمل مخالف گروہ اپنی مخالفت پر ڈٹے رہے تو ان تینوں کو قتل کر دیا جائے۔

بہر حال مخالفین کو مارنے کی عمر نے جتنی بھی تصویریں بنائی ہوں، ان تمام تصویروں میں علیؑ کی صورت ضرور تھی۔ آپ اسی انتظار میں تھے کہ کسی بھی طرح علیؑ کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ جیسا کہ حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں: ”مجھے تم نے شوریٰ میں چھٹا فرد چنا اور پھر تم نے کہا کہ سب سے کم والوں کو مار دو۔ یہ تم نے صرف اور صرف مجھے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔“[۲]

---

(۱) «قال: أخبرنا محمد بن عمر قال: أخبرنا ربيعة بن عثمان أن عمر بن الخطاب أوصى أن تقر عماله سنة فأقرهم عثمان سنة». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۵۹، ذكر استخلاف عمر.

(۲) «فقال في خطبته: ... ثم إن عمر هلك و قد جعلها شورى، فجعلني سادس ستة كسهم الجدة و قال: اقتلوا الأقل و ما أراد غيري، فكظمت غيظي و انتظرت أمر ربي و ألصقت كلكلي بالأرض». الأمالي / مفيد: ص ۱۵۴، المجلس التاسع عشر، ح ۵.

عبدالرحمٰن ابن عوف کو شوریٰ میں حکم تعیین کرنا

آپ نے کہا کہ شوریٰ میں رائے اگر تین تین کی برابری پر ہو تو اس صورت میں اس گروہ کی بات مانی جائے گی جس میں عبدالرحمٰن ابن عوف ہو، عبدالرحمٰن کا نظریہ دوسروں کے نظریات پر مقدم رہے گا۔

آخر کیوں عبدالرحمٰن دوسروں پر مقدم ہیں؟ دوسروں پر عبدالرحمٰن کی برتری اور فضیلت کی کیا وجہ ہے؟ فضائل علیؑ اور فضائل عبدالرحمٰن کیا آپس میں قابل موازنہ ہیں؟ کیا آپ نے عبدالرحمٰن کو اس امت کا فرعون نہیں کہا تھا؟ یعنی کیا فرعون کسی اسلامی سماج کا فیصلہ سنانے کی قابلیت رکھتا ہے؟

آپ نے شوریٰ میں عبدالرحمٰن کو ایک بڑا کردار دیا اور اس کام کے لیے آپ نے پہلے خوب مقدمہ سازی بھی کی۔ پہلے آپ نے کہا کہ عبدالرحمٰن اتنا بڑا مومن ہے، اگر آدھے مسلمانوں کا ایمان ایک طرف ہو اور دوسری طرف عبدالرحمٰن کا ایمان ہو تو عبدالرحمٰن کا ایمان ان سے پھر بھی وزنی رہے گا، اور اب آپ فرما رہے ہیں کہ جسے عبدالرحمٰن خلیفہ چنے، وہی انسان مسلمانوں کا خلیفہ قرار پائے گا۔

ہم آپ سے پوچھتے ہیں: آپ نے فرمایا کہ ارکان یا تو عبدالرحمٰن کے نظریے کے مطیع ہوں، یا پھر اختلاف کی صورت میں مار ڈالے جائیں اور بہشت بھیج دیے جائیں! جناب خلیفہ ایسی صورت میں پھر ان تین لوگوں کی شوریٰ میں کیا ضرورت تھی؟

جیسا کہ طبری نقل کرتے ہیں: رائے کی تین تین کی برابری کی صورت میں آپ نے پہلے اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمر کو حکم چنا۔ کیا عبداللہ ابن عمر اسلامی معاشرے کے لیے کوئی فیصلہ سنانے کی اہلیت رکھتا ہے، جبکہ خود آپ نے اپنے بیٹے کے لیے فرمایا کہ یہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دینے سے بھی عاجز ہے۔ دوسری طرف سے تو آپ نے عشرہ مبشرہ میں شامل سعید ابن زید کو شوریٰ میں شامل نہیں کیا صرف اس لیے کہ وہ آپ کے چچا کے بیٹے تھے تو پھر آپ نے اپنے بیٹے کو شوریٰ میں کیسے شامل کر لیا جبکہ وہ تو عشرہ مبشرہ میں سے بھی نہیں تھا۔ اور نہ صرف یہ کہ آپ نے اسے شوریٰ میں شامل کیا بلکہ اسے آپ نے حَکَم بھی بنا دیا جبکہ وہ آپ سے سعید ابن زید بھی زیادہ قرابت رکھتا تھا۔

صہیب کو امام جماعت معین کرنا

جناب خلیفہ! آپ نے ان تین دنوں میں کہ جب تک شوریٰ جاری رہی صہیب کو امام جماعت بنا دیا اور حضرت امام علیؑ کہ جو جانِ پیغمبر ﷺ ہیں انہیں نظر انداز کر دیا۔ بڑے اور بزرگ صحابہ کے ہوتے ہوئے بھی کسی

مفضول کو ان پر مقدم کرتے ہوئے اسے امام جماعت بنا دینا یہ عمل آپ کے سقیفہ والے استدلال کو باطل کرتا ہے کہ جب آپ نے ابو بکر کی افضلیت اس بات سے ثابت کی تھی کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے انہیں امام جماعت بنایا تھا۔[۱]

امام جماعت ہونا افضلیت اور خلیفہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اگر امام جماعت ہونا افضلیت اور خلافت کی دلیل ہوتی تو یہاں پر صہیب کو خلیفہ بننا چاہیے تھا، کیونکہ آپ نے ہی انہیں امام جماعت بنایا تھا۔

شوریٰ کو معاویہ اور عمرو ابن عاص کا ڈر

عمر نے ارکان شوریٰ سے کہا: ''تم سب اپنا کام جلدی انجام دو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ معاویہ اور عمرو بن عاص کہیں اس فرصت کا غلط فائدہ نہ اٹھالیں۔''[۲]

جناب خلیفہ! آپ معاویہ اور عمرو بن عاص کی دخالت سے ڈر رہے تھے یا پھر آپ انہیں ضرورت پڑنے پر میدان انتخابات میں اترنے کے لیے ہری جھنڈی دکھا رہے تھے؟

معاویہ شام کا گورنر تھا اور عمرو بن عاص مصر کا گورنر تھا۔ معاویہ جیسے بنی امیہ سے تعلق رکھنے والے ایک آزاد کردہ غلام کو تو عمر نے کھلی چھوٹ دے دی تھے۔ اگر علیؑ خلیفہ بن بھی جاتے تو ان کی خلافت کو قبول

---

(۱) «عن عبداللّٰه بن مسعود قال: کان رجوع الأنصار یوم سقیفة بني ساعدة بکلام قاله عمر بن الخطاب: نشدتکم باللّٰه هل تعلمون أن رسول اللّٰهﷺ أمر أبابکر یصلي بالناس؟ قالوا: اللهم نعم. قال: فأیکم تطیب نفسه أن یزیله عن مقام أقامه فیه رسول اللّٰهﷺ؟ فقالوا: کلنا لاتطیب نفسه و نستغفر اللّٰه. خرجه أبوعمر و خرج أحمد معناه و في آخره فأیکم تطیب نفسه أن یتقدم أبابکر؟ قالت الأنصار: نعوذ باللّٰه أن نتقدم أبابکر و هذا مما یؤکد الاستدلال بإمامة الصلاة علی الخلافة کما قررنا واللّٰه أعلم». الریاض النضرة في مناقب العشرة: ج ۱، ص ۲۱۸، ذکر ما روي عن عمر في هذا الباب. «عن عبداللّٰه قال: لما قبض رسول اللّٰهﷺ قالت الأنصار: منا أمیر و منکم أمیر. قال: فأتاهم عمر فقال: یا معشر الأنصار! ألستم تعلمون أن رسول اللّٰهﷺ قد أمر أبابکر یؤم الناس،فأیکم تطیب نفسه أن یتقدم أبابکر؟ فقالت الأنصار: نعوذ باللّٰه أن نتقدم أبابکر. هذا حدیث صحیح الإسناد و لم یخرجاه». المستدرك علی الصحیحین: ج ۳، ص ۷۰، کتاب معرفة الصحابة، أبوبکر بن أبي قحافة، ح ۲۱ /۴۴۲۳; مسند أحمد: ج ۱، ص ۲۱، مسند عمر بن الخطاب; سنن النسائي: ص ۱۷۵، کتاب الإمامة، باب ذکر الإمامة و الجماعة، ح ۱/ ۷۷۶; المصنف في الأحادیث و الآثار: ج ۲، ص ۲۲۸، کتاب صلاة التطوع و الإمامة، في فعل النبيﷺ، ح ۵ و الطبقات الکبری: ج ۲، ص ۲۲۴، ذکر أمر رسول اللّٰهﷺ أبابکر أن یصلي بالناس في مرضه.

(۲) «عن عبدالکریم بن راشد أن عمر بن الخطاب قال: یا أصحاب محمد! تناصحوا، فإنکم إن لم تفعلوا ذلك، غلبکم علیها عمرو بن العاص و معاویة بن أبي سفیان». تاریخ دمشق الکبیر: ج ۴۹، ص ۱۲۰، شرح حال عمرو بن عاص، ش ۵۴۷۳ و شرح نهج البلاغه: ج ۳، ص ۹۹، أخبار متفرقة، ذیل خطبه ۴۳.

نہیں کیا جاتا کیونکہ عمر کے بعد خلافت کا اموی ہاتھوں میں جانا طے تھا لہٰذا ضروری تھا کہ کسی صورت عثمان ہی خلیفہ بنے۔ اسی لیے عمر نے ان دونوں کو ہری جنڈی دکھا دی تھی کہ خلافت اگر امویوں کے ہاتھ نہ لگے تو وہ دونوں فوراً پرچم مخالفت بلند کر دیں اور مرکزی حکومت کے لیے ایک درد سر ایجاد کر دیں۔ یعنی اگر عثمان خلیفہ نہ بن کر علیؑ خلیفہ بن جائیں تو یہ دونوں معاشرے میں ایسا فتنہ اور خلفشار ایجاد کریں جو مرکزی حکومت پر دباؤ ڈالنے کا سبب بن جائے۔ جیسا کہ جب عثمان کے بعد حکومت اموی ہاتھوں سے خارج ہو کر علیؑ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو معاویہ نے فوراً مخالفت کا پرچم بلند کر دیا اور حضرتؑ کی بیعت سے انکار کر دیا۔

شیخ مفید فرماتے ہیں:

عمر اپنی ان باتوں سے معاویہ اور عمرو ابن عاص کو اس بات پر اکسا رہے تھے کہ وہ لوگ خلافت پر قبضہ کرنے کے لیے اقدام کریں۔ چونکہ معاویہ عمر کی طرف سے شام کا اور عمرو مصر کا امیر تھا لہٰذا ان باتوں سے عمر کا مقصد ان دونوں کے دلوں میں خلافت کا لالچ جگانا تھا۔ خلیفہ کو اس بات کا ڈر تھا کہ اگر کہیں عثمان خلیفہ نہ بن پائیں اور حضرت علیؑ بن جائیں لہٰذا اس نے لوگوں کے کانوں میں یہ بات ڈال دی تھی کہ ایسی صورت اگر پیش آجائے تو فوراً مرکزی حکومت کی مخالفت کر دو۔[1]

انہوں نے بارہ سالوں تک حکومت کو علیؑ کے ہاتھوں میں نہیں جانے دیا اور اب بھی وہ حکومت کو امام علیؑ سے دور رکھنا چاہتے تھے۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے حکومت جیسے ہی علیؑ کے ہاتھوں میں آئی، فوراً فتنے پھوٹ پڑے اور جنگ جمل کا واقعہ پیش آگیا، لیکن حضرتؑ نے ان تمام فتنوں کا بڑے ہی مستحکم انداز سے سامنا کیا۔ جب جنگ جمل ختم ہوئی تو بلا فاصلہ جنگ صفین کی آگ بھڑک اٹھی جس کی وجہ سے کافی زیادہ داخلی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور جس کا برا اثر حکومت علوی کے ڈھانچے پر پڑا۔ اگر داخلی اختلافات نہ ہوتے تو اس جنگ میں فتنہ جڑ سے ختم ہو جاتا، سبھی فتنہ پرور لوگوں نے بھاگنے کی تیاری بھی کر لی تھی۔ جنگ تمام ہوتے ہی

---

(۱) «قلت: إنّ محمد بن النعمان المعروف بالمفيد أحد الإمامية قال في بعض كتبه: إنما أراد عمر بهذا القول، إغراء معاويه و عمرو بن العاص بطلب الخلافة و إطماعهما فيها; لأن معاوية كان عامله و أميره على الشام و عمرو بن العاص عامله و أميره على مصر و خاف أن يضعف عثمان عنها و أن تصير إلى علي عليه السلام فألقى هذه الكلمة إلى الناس لتنقل إليهما و هما بمصر و الشام فيتغلبا على هذين الإقليمين إن أفضت إلى علي عليه السلام ». شرح نهج البلاغه: ج ۳، ص ۷۱، أخبار متفرقة، ذيل خطبه۶۳.

والی تھی کہ انہوں نے قرآن کو نیزوں پر اٹھالیا۔ اس دھوکے اور مکاری کے نتیجہ میں کچھ سادہ لوح لوگوں نے فتنے کو ختم ہونے سے بچالیا۔ انہی تمام داخلی اختلافات اور خوارج کے قضیے نے حکومت علوی کو کمزور کر دیا۔

شوریٰ کے حوالے سے امویوں کی رائے

شوریٰ جو بنی امیہ کے لیے جیت کا پروانہ تھا اور جس کا نتیجہ عثمان کی خلافت تھی، اموی اسی شوریٰ سے مطمئن نہیں تھے اور نہ وہ اس شوریٰ کو قبول کرتے تھے۔ عمر نے اموی لوگوں کے ہاتھ حکومت سپرد کرنے کے لیے ہی یہ ساری چالیں چلی تھیں۔ لیکن وہی اموی لوگ کہتے تھے کہ ہم شوریٰ کے اس نتیجہ کو قبول کرتے ہیں، لیکن یہ شوریٰ جس طرح سے منعقد ہوا ہے اسے قبول نہیں کرتے۔ خلافت ہمارا ہی حق تھا، اسی لیے عمر کو چاہیے تھا کہ شوریٰ کی تعیین کی بجائے عثمان کو بلاواسطہ خلیفہ منتخب کرتے۔ لیکن خلیفہ دوم نے یہ کارنامہ انجام دے کر دوسروں کے دلوں میں بھی خلافت کا لالچ جگا دیا ہے۔

اسی موضوع سے متعلق معاویہ اور عمران بن حصین کے درمیان ہونے والا مناظرہ کہ جس کا تذکرہ اہل سنت کی قدیم ترین کتابوں میں ہوا ہے، پیش خدمت ہے۔[1] عمران ابن حصین کہتا ہے:

میں ایک دن معاویہ کے پاس گیا، تو اس نے مجھ سے کہا: میں نے سنا ہے کہ تم بڑے عاقل اور بڑے سیاستدان انسان ہو۔ میں تم سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: ”جی پوچھیں!“ اس نے کہا: ”لوگوں کے درمیان اس تفرقہ اور اختلافات کی وجہ کیا ہے؟“ میں نے کہا: ”ان اختلافات کی اصل وجہ قتل عثمان سے جا کر ملتی ہے۔“ اس نے کہا: ”نہیں، تم نے صحیح نہیں بتایا ہے۔“ میں نے کہا: ”پھر اس کی وجہ وہ جنگ ہے جو علیؑ نے تمہارے ساتھ کی، وہی لوگوں کے درمیان اختلافات کا سبب بنی۔“ اس نے کہا: ”نہیں، تم نے صحیح نہیں کہا۔“ میں نے کہا: ”شاید وہ جنگ وجہ ہو جو طلحہ، زبیر اور عائشہ نے حضرت علیؑ کے ساتھ کی ہے۔“ اس نے کہا: ”تم نے پھر صحیح جواب نہیں دیا ہے۔“ میں نے کہا: ”امیر! مجھے اور کوئی دوسری وجہ نہیں معلوم۔“ اس نے کہا: ”چلو ٹھیک ہے، میں بتائے

---

(۱) یہ مناظرہ کتاب ”العقد الفرید“ میں ذکر ہوا ہے۔ اس کتاب کے تحریر کرنے والے ابن عبد ربہ اندلسی متوفی سال ۳۲۸ ہجری قمری ہیں۔ ابن عبد ربہ نہ صرف یہ کہ شیعہ نہیں تھا بلکہ ناصبی تھا۔ مرحوم علامہ امینی نے کتاب الغدیر في الکتاب و السنة و الأدب: ج ۳، ص ۱۱۶، العقد الفرید، میں اس کے مبانی فکری پر سوالات و اشکالات وارد کیے ہیں۔

دیتاہوں۔" لوگوں کے درمیان اختلافات کی وجہ صرف اور صرف وہ شوریٰ ہے جس کے لیے عمر نے چھ لوگوں کا انتخاب کیا تھا۔ اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے محمد ﷺ کو لوگوں کی ہدایت کے لیے بعنوان پیغمبر بھیجا اور محمد ﷺ کے دین کو دین حق بنا کر بھیجا تا کہ اس دین کا تمام دیگر ادیان پر غلبہ رہے، اگرچہ مشرکان اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ پیغمبر اکرم ﷺ اوامر الٰہی پر عمل کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ رحلت سے پہلے پیغمبر اکرم ﷺ ابو بکر کو امام جماعت بنادیا کرتے تھے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے جس کو لوگوں کی دین کے لیے لوگوں کا پیش امام بنادیا اسی انسان کو لوگوں نے اپنے امور دنیا کے لیے خود معین کر لیا۔ ابو بکر بھی سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور انہوں نے بھی اس دنیا سے جانے سے پہلے عمر کو خلیفہ معین کر دیا۔ عمر بھی ابو بکر کی روش پر عمل کرتے رہے، مگر آخر میں انہوں نے اپنا راستہ بدل لیا اور تعیین خلیفہ کی ذمہ داری چھ لوگوں پر مشتمل ایک شوریٰ کے حوالے کر دی۔ عمر کی یہ حرکت ان چھ لوگوں کے دلوں میں خلافت کا لالچ جگا گئی اور چھ لوگوں کے طرفدار حضرات بھی یہی چاہنے لگے کہ ان کا سردار ہی خلیفہ بنے۔ ان سب باتوں کو ترک کرتے ہوئے عمر اگر شفاف طریقے سے عثمان کو خلیفہ بنادیتے تو لوگوں کو درمیان یہ اختلافات نہ ہوتے۔[1]

اس واقعہ سے یہ نتائج نکلتے ہیں:

۱۔ شوریٰ کہ جس کے بارے میں کہا گیا تھا کہ یہ اختلافات سے بچنے کے لیے ہے، در اصل یہی اختلافات کی جڑ بن گیا۔

---

(۱) «ذكروا أن زيادا أوفد ابن حصين على معاوية، فأقام عنده ما أقام. ثم إن معاوية بعث إليه ليلاً فخلا به، فقال له: يابن حصين! قد بلغني أن عندك ذهنا و عقلا; فأخبرني عن شيء أسئلك عنه. قال: سلني عما بدا لك. أخبرني ما الذي شتّت أمر المسلمين و فرّق أهواءهم و خالف بينهم؟ قال: نعم، قتل النّاس عثمان. قال: ما صنعت شيئا. قال: فمسير عليٍّ إليك و قتاله إياك. قال: ما صنعت شيئا. قال: فمسير طلحة و الزبير و عائشة و قتال عليّ إياهم. قال: ما صنعت شيئا. قال: ما عندي غير هذا يا أميرالمؤمنين! قال: فأنا أخبرك، إنه لم يشتت بين المسلمين و لافرّق أهواءهم و لاخالف بينهم إلا الشورى التي جعلها عمر إلى ستة نفر و ذلك أن اللّه بعث محمدا بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و لو كره المشركون. فعمل بما أمره اللّه به ثم قبضهاللّه إليه، و قدّم أبابكر للصلاة فرضوه لأمر دنياهم إذ رضيه رسول اللّه ﷺ لأمر دينهم، فعمل بسنة رسول اللّه ﷺ و سار بسيَره حتى قبضه اللّه و استخلف عمر فعمل بمثل سيرته، ثم جعلها شورى بين ستة نفر، فلم يكن رجل منهم إلا رجاها لنفسه و رجاها له قومه و تطلعت إلى ذلك نفسه و لو أن عمر استخلف عليهم كما استخلف أبوبكر ما كان في ذلك اختلاف». العقد الفريد: ج ۴، ص ۲۸۱، كتاب العسجدة الثانية في الخلفاء و تواريخهم و أخبارهم، أمر الشورى في خلافة عثمان بن عفان.

۲۔ سید ابن طاؤس اس واقعہ کی تحلیل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

پیغمبر اکرم ﷺ اپنی رحلت کے وقت ایک صحیفہ تحریر فرمانا چاہتے تھے تا کہ لوگ گمراہ نہ ہو سکے، لیکن عمر نے پیغمبر اکرم ﷺ کو وہ صحیفہ لکھنے نہیں دیا اور یہ فعل بقول خود عمر مسلمانوں کی گمراہی کا سبب بن گیا۔[1] شوریٰ کے حوالے سے بھی خود معاویہ نے اعتراف کیا ہے کہ عمر کا شوریٰ تشکیل دینا ہی تمام اختلافات اور مسلمانوں کی آپس میں جدائی کا سبب ہے۔ یہاں سے تو بقول خود عمر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ شروع سے لے کر آج تک کی تمام گمراہیوں کی اصل جڑ خلیفہ دوم ہی ہیں۔[2]

۳۔ معاویہ کا یہ ماننا تھا کہ ابو بکر کی طرح اگر عمر بھی کسی ایک کو خلیفہ بنا دیتے تو امت میں اتنا اختلاف نہ ہوتا۔

---

(۱) حدیث دوات و قلم را بخاری و مسلم و دیگر علمای اهل سنت روایت را نقل می کنند. ابن اثیر در توضیح روایت تصریح می کند که عمر این جسارت را به ساحت پیامبر اکرم ﷺ کرده است. «عن ابن-عباس، أنّه قال: یوم الخمیس و ما یوم الخمیس ثمّ بکی حتی خضب دمعه الحصباء، فقال اشتدّ برسول اللّٰه ﷺ وجعه یوم الخمیس، فقال: ائتوني بکتابٍ أکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعده أبداً. فتنازعوا و لاینبغي عند نبيّ تنازع، فقالوا: هجر رسول اللّٰه». صحیح البخاري: ص ٦١٩، کتاب الجهاد و السیر، باب جوائز الوفد، حدیث ۳۰۵۳ و صحیح مسلم: ص ٧٦٢، کتاب الوصیة، باب ترك الوصیة لمن لیس له شيء یوصي فیه، حدیث ۴۲۰۹. در جای دیگر با این لفظ می آورد: «و لاینبغي عند نبيّ تنازع، فقالوا: ما له أهجر استفهموه؟». صحیح البخاري: ص ٦۴۵، کتاب الجزیة و الموادعة، باب إخراج الیهود من جزیرة العرب، حدیث ۳۱٦۸ و ص ۸۹۳، کتاب المغازي، باب مرض النبيّ ﷺ و وفاته، ح ۴۴۳۱ و صحیح مسلم: ص ٧٦٢، کتاب الوصیة، باب ترك الوصیة لمن لیس له شيء یوصي فیه، حدیث ۴۲۰۸. «و منه حدیث مرض النبيّ ﷺ قالوا: ما شأنه؟ أهجر؟ أي اختلف کلامه بسبب المرض، علی سبیل الاستفهام. أي هل تغیّر کلامه و اختلط لأجل ما به من المرض؟ و هذا أحسن ما یقال فیه و لایجعل إخباراً فیکون إما من الفحش أو الهذیان. و القائل کان عمر و لایظنّ به ذلك». النهایة في غریب الحدیث و الأثر: ج ۵، ص ۲۴٦، باب الهاء مع الجیم، ماده هجر. «و لمّا مات رسول اللّٰه قال قبل وفاته: ائتوا بدواةٍ لأزیل لکم إشکال الأمر و اذکر لکم من المستحق لها بعدي. قال عمر: دعوا الرجل فإنه لیهجر». مجموعة رسائل الإمام الغزالي/سرّ العالمین و کشف ما في الدارین: ص ۴۸۳، باب في ترتیب الخلافة و المملکة و تذکرة الخواص: ص ٦۵، الباب الرابع في ذکر خلافته ٧.

(۲) «قال عبدالمحمود: فأراهم قد شهدوا أن عمر کان سبب المنع لنبیهم من الصحیفة التي أراد أن یکتبها لهم عند وفاته حتی لایضلوا بعده أبدا و کان عمر سبب ضلال من ضل منهم لما تقدم شرحه و قد شهدوا علیه الآن إن ما عمله في الشوری کان سبب افتراق المسلمین و اختلافهم فقد صار أصل الضلال و فرعه في الإسلام من عمر علی ما شهد به علماؤهم». الطرائف في معرفة مذاهب الطوائف: ج ۲، ص ۱۹٦ - ۱۹٧، مخالفة عمر للنبي ﷺ و لأبي بکر في جعله الخلافة شوری بین ستة.

معاویہ اور حامیان سقیفہ سے ہمارا سوال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد کیا کسی کو خلیفہ چنا تھا؟ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ نہیں چنا تھا تو تمام اختلافات کی جڑ معاذ اللہ حضرت رسول اللہ ﷺ ہو جائیں گے، کیونکہ جس طرح سے عمر کا خلیفہ نہ چننا اختلافات کا سبب بنا تو بالکل اسی طرح پیغمبر اکرم ﷺ کا بھی خلیفہ نہ چننا باعث اختلافات شمار کیا جائے گا۔ لیکن اگر آپ کہتے ہیں کہ ہاں پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے بعد خلیفہ منتخب کیا تھا تو پھر سوال یہ ہوگا کہ آپ نے اس خلیفہ کو کیوں نہیں مانا؟ جب حضرت پیغمبر اکرم ﷺ خلیفہ بنا کر گئے تھے تو پھر آپ نے سقیفہ کیوں برپا کی تھی؟ آپ نے خود سے ہی پیغمبر اکرم ﷺ کا جانشین کیسے انتخاب کر لیا؟ کیا پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت امام علیؑ کی افضلیت اور ان کی جانشینی کا اعلان نہیں فرمایا تھا؟ کیا اصحاب پیغمبر ﷺ افضلیت علیؑ کے قائل نہیں تھے؟ جانشینی حضرت علیؑ پر دلالت کرنے والی تمام آیتیں اور روایتیں پہلے گزر چکی ہیں، لیکن منابع اہل سنت سے ہم یہاں افضلیت علیؑ پر دلالت کے طور پر ایک حدیث کی طرف اشارہ کریں گے۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری نقل کرتے ہیں:

پیغمبر اکرم ﷺ چند افراد کے ساتھ مسجد میں تشریف فرماتھے کہ یکایک حضرت علیؑ مسجد میں داخل ہوئے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ کی طرف دیکھ کر کہا: "میرا بھائی آیا ہے۔" اور پھر رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی طرف اشارہ کیا اور قسم کھائی کہ حضرت علیؑ سب بڑے عادل ہیں، آپ سب سے اچھے حاکم اور سب سے زیادہ قرآن و احادیث سے آشنائی رکھتے ہیں۔ ابھی پیغمبر اکرم ﷺ کی بات تمام بھی نہیں ہو پائی تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾[۱] اس دن کے بعد سے حضرت امام علیؑ کا لقب "خَيْرُ الْبَرِيّةِ" ہو گیا۔ حضرت علیؑ کہیں بھی آتے تھے تو لوگ انہیں خَيْرُ الْبَرِيّةِ کہا کرتے تھے۔[۲]

اگر تعیین خلیفہ کی شرط افضلیت ہے، تو پھر آپ ہی کہتے ہیں کہ علیؑ خیر البریہ ہیں۔

---

(۱) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے وہ یقیناً بہترین خلائق میں سے ہیں۔ سورہ بینہ (۹۸)، آیہ ۷۔

(۲) «عن جابر بن عبدالله قال: كنا عند النبي ﷺ فأقبل علي بن أبي طالب، فقال النبي ﷺ: قد أتاكم أخي ثم التفت إلى الكعبة فضربها بيده ثم قال: والذي نفسي بيده إن هذا و شيعته لهم الفائزون يوم القيامة. ثم قال: إنه أولكم إيمانا معي و أوفاكم بعهد الله و أقومكم بأمر الله و أعدلكم في الرعية و أقسمكم بالسوية و أعظمكم عند الله مزية. قال: و نزلت إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ قال: فكان أصحاب محمد ﷺ إذا

حدیث مناشدہ کی چھان بین

حضرت امام علیؑ کی جلسہ شوریٰ میں ارکان شوریٰ کے سامنے کی گئی تقریر اور اس انتخاب کے حوالے سے آپ کی گفتگو پہلے حصے میں گزر چکی ہے کہ ان سب کے سامنے حضرتؑ نے اپنے فضائل و مناقب اس طرح سے بیان کیے کہ کوئی بھی ان کا انکار نہ کر سکا۔ حضرتؑ نے اسی جلسے میں لوگوں پر یہ ثابت کیا تھا کہ آپ ہی خلافت کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہیں، لیکن اس افضل شخص کے علاوہ اگر کوئی اور خلیفہ منتخب کر لیا جائے تو یہ سراسر دنیا پرستی اور جاہ طلبی ہوگی۔ جیسا کہ حضرت کی تقریر کے بعد خود ارکان شوریٰ نے آپس میں مشورت کی اور کہا:

خدا نے علیؑ کو ان خصوصیات کے ذریعے جو انہوں نے بیان فرمائے ہیں ہم پر برتری عطا فرمائی ہے، لیکن علیؑ چونکہ دوست پرور و خاندان پرور اور پارٹی باز نہیں ہیں لہٰذا وہ ہمارے حقوق، غلاموں کے حقوق کے برابر کر دیں گے۔ اگر علیؑ خلیفہ بنا دیے گئے تو وہ کالے اور گورے میں کوئی فرق نہیں رکھیں گے اور اس کام کے لیے وہ ہماری گردنوں پر تلوار بھی رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم لوگوں نے مل کر عثمان کو خلیفہ بنا لیا تو وہ ہمارے ہی حساب سے حکومت چلائے گا اور ہماری ہی ہوا و ہوس کا تابعدار رہے گا۔[1]

حضرت علیؑ نے بہت ہی مستدل تقریر کی کہ جس میں حضرتؑ نے واضح کر دیا کہ خلافت کے لیے سب سے زیادہ مناسب کون ہے، اور حضرتؑ نے اس تقریر میں اپنے علاوہ کسی اور کے منتخب ہونے پر کافی اشکالات بھی بیان فرمائے۔ حضرت علیؑ کا یہ مناظرہ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد ان کی افضلیت پر بہترین دلیل ہے کہ جس میں حضرت نے ثابت کیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے رحلت کے بعد خلافت کے حقدار آپؑ ہی ہیں۔ چونکہ اس حدیث سے بہت سارے پردے فاش ہو رہے رہے تھے لہٰذا علمائے اہل سنت نے اس حدیث

أقبل علي قالوا: قد جاء خير البرية». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۵، ص ۲۸۳، شرح حال حضرت علی علیه السلام، ش ۵۰۲۹ و المناقب / خوارزمي: ص ۱۱۱ - ۱۱۲، الفصل التاسع: في بيان أنه أفضل الأصحاب، ح ۱۲۰.

(۱) «... فقالوا: قد فضل الله علي بن أبي طالب بما ذكر لكم و لكنه رجل لايفضل أحدا على أحد و يجعلكم و مواليكم سواء و إن وليتموه إياها ساوى بين أسودكم و أبيضكم و لو وضع السيف على أعناقكم، لكن ولوها عثمان فهو أقدمكم ميلا و ألينكم عريكة و أجدر أن يتبع مسرتكم والله غفور رحيم». الأمالي: ص ۵۵۳ - ۵۵۴، المجلس العشرون، ح ۱۱۶۸/۴.

پر ہی شبہات وارد کر دیے۔ علامہ سید جعفر مرتضیٰ نے اپنی کتاب الصحیح من سیرة الامام علی میں ان تمام سوالات کے مفصل جوابات پیش کیے ہیں، جن میں سے ہم چند اصل شبہات مع جوابات بطور خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

حدیث کی سند پر اشکال

ابو جعفر عقیلی بیان کرتے ہیں:

یہ روایت ضعیف ہے۔ چونکہ اس کے دو افراد (حارث بن محمد اور ایک کا نام زافر نے ذکر نہیں کیا ہے) مجہول ہیں لہٰذا اس حدیث کی اصل موجود نہیں۔ ابن جوزی جیسے بعض افراد خود زافر کو ہی ضعیف مانتے ہیں۔[۱]

اس شبہے کے جواب میں ہم کہیں گے:

اوّلاً: اس حدیث کے ضعیف السند ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس کا اصل موجود نہیں یا یہ حدیث جھوٹی اور جعلی ہے۔

دوسرا: زافر اور محمد ابن حارث کے علاوہ بھی یہ روایت متعدد اسناد کے ساتھ ذکر ہوئی ہے کہ جس میں زافر اور محمد ابن حارث کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ ابن عساکر نے اس روایت کو دو واسطوں سے ذکر کیا ہے۔ ایک کو اسی عن زافر عن رجل عن محمد ابن حارث عن ابو طفیل والی گزشتہ سند کے ذریعے اور دوسرا دار قطنی کے واسطے سے نقل کیا ہے۔[۲]

---

(۱) «قال: و هذا الحديث حدثنا محمد بن أحمد الورامينى، قال: حدثنا يحيى بن المغيرة الرازي، قال: حدثنا زافر عن رجل عن الحارث بن محمد عن أبي الطفيل عامر بن واثله الكناني، قال أبوطفيل: كنت على الباب يوم الشورى... هكذا حدثناه محمد بن أحمد عن يحيى بن المغيرة عن زافر عن رجل عن الحارث بن محمد عن أبي الطفيل. فيه رجلين مجهولين رجل لين لم يسمه زافر و الحارث بن محمد. حدثنا جعفر بن محمد، قال: حدثنا محمد بن حميد، قال: حدثنا زافر، حدثنا الحارث بن محمد عن أبي الطفيل عامر بن واثلة عن علي فذكر الحديث نحوه. و هذا عمل محمد بن حميد، أسقط الرجل و أراد أن يجوز الحديث. و الصواب ما قاله يحيى بن المغيرة و يحيى بن المغيرة ثقة. و هذا الحديث لا أصل له عن علي». الضعفاء الكبير: ج ۱، ص ۲۱۱- ۲۱۲، شرح حال حارث بن محمد، ش ۲۵۸. «هذا حديث موضوع لا أصل [له] و زافر مطعون فيه...». الموضوعات: ج ۱، ص ۳۸۰، باب في فضائل علي عليه السلام.

(۲) «أخبرنا أبو عبدالله محمد بن إبراهيم أنا أبوالفضل أحمد بن عبدالمنعم بن أحمد بن بندار أنا أبوالحسن العتيقي أنا أبوالحسن الدارقطني نا أحمد بن محمد بن سعيد نا يحيى بن زكريا بن شيبان نا يعقوب بن معبد حدثني مثنى أبوعبدالله عن سفيان الثوري عن أبي إسحاق السبيعي عن عاصم بن ضمرة و هبيرة و عن العلاء بن صالح

اور اسی روایت کو ایک تیسرے واسطے سے بھی عبد البر نے اپنی کتاب استیعاب میں ذکر کیا ہے۔[۱] کتاب کنز العمال و المناقب میں ابوذرؓ کے واسطے سے اس روایت کو نقل کیا گیا ہے۔[۲] صاحب کتاب الدر النظیم نے بھی مختلف سند کے ساتھ اس روایت کو ذکر کیا ہے۔[۳] مرحوم مجلسی نے بھی تقریباً سات مختلف اسناد کے ساتھ اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔[۴]

تیسرا: سنی عالم، ابن ابی الحدید نے اس روایت کو مستفیض مانا ہے[۵] اور شیعہ عالم شیخ مفیدؒ نے اسے متواتر روایات میں سے شمار کیا ہے۔[۶] لہٰذا یہ روایت سند کے اعتبار سے کامل ہے جس میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہے۔

اس روایت کی دلالت پر اشکال

دلالت کے اعتبار سے اس روایت میں دو اشکال وارد ہیں:

عن المنهال بن عمرو عن عباد بن عبدالله الأسدي وعن عمرو [عامر] بن واثلة قالوا: قال: علي بن أبي طالب يوم الشورى...». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۵، ص ۳۳۰، شرح حال حضرت علی علیه السلام، ش ۵۰۲۹.

(۱) «و حدثنا عبدالوارث، حدثنا قاسم، حدثنا أحمد بن زهير، قال: حدثنا عمرو بن حمّاد القنّاد، قال: حدثنا إسحاق بن إبراهيم الأزدي عن معروف ابن خرّبوذ، عن زياد بن المنذر، عن سعيد بن محمد الأزدي، عن أبي الطفيل، قال: لما احتضر عمر جعلها شورى بين عليّ و عثمان و طلحة و الزبير و عبدالرحمن بن عوف و سعد، فقال لهم عليّ: أنشدكم الله! هل فيكم أحد آخى رسول اللهﷺ بينه و بينه إذ آخى بين المسلمين غيري! قالوا: اللّهمّ لا». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۲۰۲، شرح حال حضرت علی علیه السلام، ش ۱۸۷۵.

(۲) «عن عثمان بن عبدالله القرشي حدثنا يوسف بن أسباط عن مخلد الضبي عن إبراهيم النخعي عن علقمة عن أبي ذر قال...». كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۵، ص ۷۱۷، خلافة عثمان بن عفان، ح ۱۴۲۴۳ و المناقب / خوارزمی: ص ۲۹۹، الفصل التاسع عشر: في فضائل شتى، ح ۲۹۶.

(۳) «حدث أبوالمظفر عبدالواحد بن حمد بن محمد بن شيدة المقرئ، قال: حدثنا عبدالرزاق بن عمر الطهراني، قال: حدثنا أبوبكر أحمد بن موسى الحافظ، قال: حدثنا أبوبكر أحمد بن محمد بن أبي دارم، قال: حدثنا المنذر بن محمد، قال: حدثني أبي، قال: حدثني عمي، قال: حدثني أبي، عن أبان بن تغلب، عن عامر بن واثلة، قال: كنت على الباب يوم الشورى...». الدر النظيم في مناقب الأئمة الهاميم: ص ۳۳۰، الباب الثاني في ذكر أميرالمؤمنين، فصل في مناشداته عليه السلام.

(۴) بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۳۱۵ - ۴۰۵، كتاب الفتن و المحن، باب ۲۶، ح ۱ و ۲ و ۴ و ۱۷ و ۲۰ و ۲۴، ۲۵.

(۵) «و نحن نذكر في هذا الموضع ما استفاض في الروايات من مناشدته أصحاب الشورى و تعديده فضائله و خصائصه التي بان بها منهم و من غيرهم». شرح نهج البلاغه: ج ۶، ص ۱۶۷، کلام لعلي قبل المبايعة لعثمان، ذیل خطبه ۷۳.

(۶) «مع أن التواتر قد ورد بأن أميرالمؤمنين عليه السلام احتج به في مناقبه يوم الدار فقال: أنشدكم بالله...». الفصول المختارة من العيون و المحاسن: ص ۹۷، حديث الطائر و شرحه و دلالته على أفضلية علي عليه السلام.

پہلا اشکال

ابن عساکر کہتے ہیں:

یہ ایک جھوٹی اور جعلی حدیث ہے، کیونکہ اس حدیث میں کچھ اس طرح ذکر ہوا ہے: ”تمہارے درمیان، میرے علاوہ کیا کسی نے دو قبلوں کی طرف نماز ادا کی ہو؟“ چونکہ اصحاب شوریٰ میں سے سبھی نے دو قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی ہے لہٰذا اس چیز کو دوسروں پر افضلیت کی دلیل نہیں بنا سکتے ہیں۔[۱]

اس شبہے کے جواب میں ہم کہیں گے:

اولاً: روایت کے اس جملے کو بالفرض اگر غلط مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ روایت کے سارے جملے غلط ہیں۔

ثانیاً: یہ روایت مختلف اسناد کے ساتھ بھی ذکر ہوئی ہے جن میں یہ جملہ مذکور نہیں ہے۔ ابن عساکر نے اس روایت کو دو واسطوں کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جن میں سے فقط ایک میں یہ جملہ ذکر ہوا ہے اور دوسرے میں ایسا کوئی جملہ مذکور نہیں ہے۔

ثالثاً: جیسا کہ علمائے اہل سنت خود بیان کرتے ہیں کہ اس جملے سے مراد یہ ہے کہ کسی اور کے مسلمان ہونے سے پہلے ہی علیؑ نے پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ سات سال تک نمازیں ادا کی ہیں۔[۲] جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ”سب سے پہلے علیؑ نے میرے ساتھ نماز ادا کی ہے۔“[۳] حضرت امام علیؑ نے بھی بارہا فرمایا ہے: ”اس امت میں، میں اپنے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا جس نے پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد خدا کی سب سے پہلے عبادت کی ہو۔“

---

(۱) «و في هذا الحديث ما يدل على أنه موضوع و هو قوله و صلّى القبلتين و كل أصحاب الشورى قد صلّى القبلتين». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۵، ص ۳۳۳، شرح حال حضرت على عليه السلام، ش ۵۰۲۹.

(۲) «قال علي عليه السلام: أنا عبدالله و أخو رسول الله ﷺ و أنا الصديق الأكبر، لايقولها بعدي إلا كاذب آمنت قبل الناس سبع سنين». خصائص أميرالمؤمنين: ص ۵۸- ۵۹، ذكر صلاة أميرالمؤمنين عليه السلام، ح ۷.
«عن علي قال: إني عبدالله و أخو رسوله و أنا الصديق الأكبر لايقولها بعدي إلا كاذب صليت قبل الناس بسبع سنين قبل أن يعبده أحد من هذه الأمة». المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص ۱۲۱، كتاب معرفة الصحابة، ذكر إسلام أميرالمؤمنين۷، ح ۴۵۸۴ و المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۴۹۸، كتاب الفضائل، فضائل علي بن أبي طالب، ح ۲۱.

(۳) «أول من صلى معي علي». كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۱۱، ص ۶۱۶، فضائل علي عليه السلام، الإكمال، ح۳۲۹۹۲.

قبل اس کے کہ لوگ خدا کی عبادت کرتے میں نے اس کی سات سال تک عبادت کی ہے۔[۱]

مکہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ کی گئی حضرت امام علیؑ کی عبادتیں کچھ اس طرح سے تھیں کہ عبادت خدا کے وقت دونوں حضرات کا رخ بیت المقدس کی طرف بھی ہوتا تھا اور مکہ کی جانب بھی ہوتا تھا۔ جیسا کہ علمائے اہل سنت نے صراحۃً بیان کیا ہے:

پیغمبر اکرم ﷺ مکہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے اس طرح سے نمازیں ادا کیا کرتے تھے کہ ان کی پشت کعبہ کی طرف نہیں ہوتی تھی بلکہ آپ کعبہ اور بیت المقدس دونوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تب آپ پشت بہ کعبہ ہو کر بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ چونکہ کعبہ حضرت ابراہیم کا بھی قبلہ تھا لہٰذا آنحضرتؐ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنا پسند کرتے تھے۔ اور اسی اثنا میں جبرئیلؑ نازل ہوئے قبلہ کو بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تبدیل کر دیا گیا۔"[۲]

حضرت امام علیؑ کی مراد بھی یہی ہے: کیا مجھ سے پہلے کسی نے بھی پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ دو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی ہے؟ اس سے مراد ہجرت کے بعد مدینہ میں، مسجد ذو قبلتین میں نماز ادا کرنا نہیں ہے کیونکہ یہ خصوصیت حضرت امام علیؑ کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ بہرحال اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ حضرت امام علیؑ سے پہلے کسی نے بھی دو قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا نہیں کی ہے اور حضرت علیؑ کی یہ نمازیں اس وقت کی ہیں جب مکہ میں آپؑ آنحضرتؐ کے ساتھ تنہا کعبہ اور بیت المقدس دونوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔

---

(۱) «عن علي عليه السلام قال: ما أعرف أحدا من هذه الأمة عَبَد الله بعد نبيها غيري عبدت الله قبل أن يعبده أحد من هذه الأمة بسبع سنين». السنن الكبرى / نسائي: ج ۷، ص ۴۰۹، كتاب الخصائص، ذكر عبادة علي عليه السلام، ح ۸۳۳۹.

(۲) «و كان رسول الله ﷺ بمكة يصلي إلى بيت المقدس و يجعل البيت بينه و بين بيت المقدس فلما هاجر إلى المدينة اضطر إلى استدبار الكعبة و التوجه إلى بيت المقدس و كان يحب أن تكون الكعبة قبلته كما كانت قبلة إبراهيم عليه السلام فسأل جبريل عليه السلام ...». المبسوط: ج ۱۰، ص ۱۹۰، كتاب التحري. «و كان يصلي إلى بيت المقدس مدة إقامته بمكة و لايستدبر الكعبة، بل يجعلها بين يديه». تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ج ۱، ص ۵۵، فصل في نشأته.

علامہ مجلسیؒ بھی اسی مطلب کو ذکر فرماتے ہیں۔[۱] خصوصاً اس بات کو کہ کچھ منقول حدیثوں میں یہ جملہ اس طرح آیا ہے: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے جس نے مجھ سے پہلے پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف منہ کرکے نماز ادا کی ہو؟[۲] (مجھ سے پہلے) اس جملے کا روایت میں آنا خو د روایت کے معنی کو مشخص کرتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی نے بھی بخاری کی باتوں کا یہی معنی لیا ہے۔ بخاری نے اپنی کتاب صحیح میں اس آیت (خدا تمہارے ایمان کو تباہ کرنے کے درپے نہیں ہے)[۳] کی اس طرح تفسیر کی ہے: ''یعنی مسلمانوں کی نماز خانہ خدا کی سمت ہو۔''[۴]

شارحین بخاری نے، بخاری کی باتوں کی توجیہ پیش کرنے کی کوشش کی۔ وہ کہتے ہیں: چونکہ دوسری روایات میں اس طرح آیا ہے کہ (خدا تمہارے ایمان کو برباد نہیں کرے گا) یعنی جو نمازیں تم نے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھی ہیں۔

لیکن ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

بخاری کی باتیں دقیق تو ہیں لہٰذا ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ بخاری کی اس سے مراد کیا ہے۔ علما کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ مکہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کا قبلہ کیا تھا؟ اس پر چند اقوال موجود ہیں لیکن ان تمام میں سے صحیح قول ابن عباس اور کچھ دوسرے افراد کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ بیت المقدس کی طرف اس طرح سے نماز ادا کیا کرتے تھے کہ آپؐ کی پشت کعبہ کی طرف نہیں ہوتی تھی، بلکہ آپ اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ آپ کا قبلہ بیت المقدس اور کعبہ دونوں ہو جایا کرتے تھے۔ بخاری کی بھی مراد یہی ہے اور اس نے اسی قول پر یقین پیدا کیا ہے۔[۵]

---

(۱) «صلّى إلى القبلتين.. أي معا في صلاة واحدة أو جميع في مكة بين الكعبة و بيت المقدس، مع أنه لااستبعاد في عدم إتيان غيره بالصلاة إلى تحول القبلة، فإن الصلاة في أول الأمر لم تكن واجبة يأتي بها جميع المسلمين لكنه بعيد». بحارالأنوار: ج ۳۱، ص۳۴۵، كتاب الفتن و المحن، باب ۲۶، ذيل ح ۲.

(۲) «أنشدكم بالله جميعا! أفيكم أحد صلى القبلتين مع رسول اللهﷺ قبلي؟ قالوا: اللهم لا». الأمالي / طوسى: ص ۵۵۵، المجلس العشرون، ح ۱۱۶۹ و ص ۵۴۵، المجلس العشرون، ح ۱۱۶۸؛ بحارالأنوار: ج ۳۱، ص ۳۶۱ و ۳۶۷ و ۳۷۳ و ۳۸۴، كتاب الفتن و المحن، باب ۲۶، ح ۱۷ و ۲۰ و ۲۴ و ۲۵ و إرشاد القلوب: ج ۲، ص ۸۵، باب في فضائله عليه السلام، في احتجاجه عليه السلام يوم الشورى.

(۳) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ سوره بقره (۲)، آیه ۱۴۳.

(۴) و قول الله تعالى وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ يعني صلاتكم عند البيت». صحيح البخاري: ص ۲۲، كتاب الإيمان، ابتداء باب الصلاة من الإيمان، قبل از حديث ۴۰.

(۵) «قوله يعنى صلاتكم وقع التنصيص على هذا التفسير من الوجه الذي أخرج منه المصنف حديث الباب فروى الطيالسي و النسائي من طريق شريك و غيره عن أبي إسحاق عن البراء في الحديث المذكور فأنزل الله وَمَا كَانَ

دوسرا اشکال

ابن عساکر کہتے ہیں:

روایت کا ایک جملہ اس روایت کے جھوٹے ہونے پر دلالت کرتا ہے اور وہ جملہ یہ ہے: "میرے علاوہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کی زوجہ، میری زوجہ فاطمہؑ جیسی ہو؟"

اس حدیث کے جھوٹے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عثمان بھی داماد پیغمبر ﷺ تھے اور ان کو بھی یہی فضیلت حاصل تھی، جبکہ عثمان اس فضیلت میں تو علیؑ سے آگے ہی تھے کیونکہ عثمان نے رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیوں کے ساتھ نکاح کیا تھا۔[1]

اس اشکال کے جواب میں ہم کہیں گے:

اولاً: یہ جو آپ کہہ رہے ہیں کہ عثمان نے بھی پیغمبر اکرم ﷺ کی بیٹیوں سے نکاح کیا تھا تو آپ کو بتاتے چلیں کہ حضرت امام علیؑ نے یہ نہیں فرمایا میرے علاوہ کسی اور نے پیغمبر اکرم ﷺ کی بیٹی سے شادی نہیں کی ہے، بلکہ حضرت امام علیؑ نے فرمایا: "کیا تم میں سے کسی کی زوجہ میری زوجہ فاطمہؑ جیسی ہے؟" یہ روایت جتنے بھی اسناد کے ساتھ وارد ہوئی ہے ان میں سے اکثر اسناد میں من جملہ سند اول کے جسے ابن عساکر نے اس طرح سے نقل کیا ہے: میرے علاوہ کیا تم میں سے کسی کی زوجہ میری زوجہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی، جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہؑ جیسی ہے؟

اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ صلاتكم إلى بيت المقدس و على هذا فقول المصنف عند البيت مشكل مع أنه ثابت عنه في جميع الروايات و لا اختصاص لذلك بكونه عند البيت و قد قيل إن فيه تصحيفا و الصواب يعنى صلاتكم لغير البيت و عندي إنه لا تصحيف فيه بل هو صواب و مقاصد البخاري في هذه الأمور دقيقة و بيان ذلك: إن العلماء اختلفوا في الجهة التي كان النبي ﷺ يتوجه إليها للصلاة و هو بمكة فقال ابن-عباس: و غيره كان يصلي إلى بيت المقدس لكنه لايستدبر الكعبة بل يجعلها بينه و بين بيت المقدس و أطلق آخرون أنه كان يصلي إلى بيت المقدس و قال آخرون: كان يصلي إلى الكعبة فلما تحول إلى المدينة استقبل بيت المقدس و هذا ضعيف و يلزم منه دعوى النسخ مرتين و الأول أصح لأنه يجمع بين القولين و قد صححه الحاكم و غيره من حديث ابن عباس و كأن البخاري أراد الإشارة إلى الجزم بالأصح من أن الصلاة لما كانت عند البيت كانت إلى بيت المقدس و اقتصر على ذلك اكتفاء بالأولوية لأن صلاتهم إلى غير جهة البيت و هم عند البيت إذا كانت لاتضيع فأحرى أن لاتضيع إذا بعدوا عنه فتقدير الكلام يعنى صلاتكم التي صليتموها عند البيت إلى بيت المقدس». فتح الباري بشرح صحيح البخاري: ج ۱، ص ۱۱۹، كتاب الإيمان، باب الصلاة من الإيمان، ذيل ح ۴۰.

(۱) «و في هذا الحديث ما يدل على أنه موضوع ... و قوله: أفيكم أحد له زوجة مثل زوجتي فاطمة؟ و قد كان لعثمان مثل ما له من هذه الفضيلة و زيادة». تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۵، ص ۳۳۳- ۳۳۴، شرح حال حضرت على عليه السلام، ش ۵۰۲۹

اور یہ بات واضح ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام دنیا کی افضل ترین عورت ہیں اور آپؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔[۱] آپؑ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں کہ جس کا موازنہ کسی اور عورت کے ساتھ بھی نہیں کیا جا سکتا اور حضرت امام علیؑ نے بھی انہیں جیسی شخصیت کے لیے فخریہ انداز میں لوگوں سے کہا۔ جیسا کہ آلوسی اپنی تفسیر میں اس آیت (وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللهَ اصْطَفَاكِ وَ طَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ)[۲] کے ذیل میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے فضائل کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: ''ابتدائے خلقت سے لے کر آخر خلقت تک میری نظر میں حضرت زہراؑ ہی بافضیلت ترین عورت ہیں۔''[۳]

دوسرا: بعض نظریات کے مطابق عثمان کی بیویاں، رسول اللہ ﷺ کی حقیقی بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ وہ سب رسول اللہ ﷺ کی منھ بولی بیٹیاں تھی۔ سید جعفر مرتضیٰ نے اپنی کتاب ''الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم'' میں اسی مطلب کو ثابت کیا ہے۔ مزید معلومات کے حصول کے لیے آپ اس کتاب کی طرف مراجعہ کر سکتے ہیں۔[۴]

---

(۱) «فقالت: أسر إلي: إن جبريل كان يعارضني القرآن كل سنة مرة و إنه عارضني العام مرتين و لا أراه الا حضر أجلي و إنك أول أهل بيتي لحاقا بي. فبكيت فقال: أما ترضين أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة أو نساء المؤمنين. فضحكت لذلك». صحيح البخاري: ص ۷۳۵، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ح ۳۶۲۴. «قال النبيّ ﷺ: فاطمة سيدة نساء أهل الجنة». صحيح البخاري: ص ۷۵۴، كتاب فضائل أصحاب النبيّ ﷺ، ابتداء باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ و منقبة فاطمةسلام الله عليها بنت النبيّ ﷺ، قبل از ح ۳۷۱۱ و ص ۷۶۲، ابتداء باب مناقب فاطمةسلام الله عليها، قبل از ح ۳۷۶۷. آیت اللّٰہ العظمی خوئی می فرماید: «هي معصومة بضرورة مذهبنا، و لولا عليّ لما وجد لها كفؤ، لأنّها سيّدة نساء العالمين على ما نطقت به الروايات من الفريقين». معجم رجال الحديث: ج ۲۳، ص ۱۹۸، شرح حال فاطمة بنت محمد ﷺ، ش ۱۵۶۶۱.

(۲) سوره آل عمران (۳)، آیه ۴۲.

(۳) و الذي أميل إليه أن فاطمة البتول أفضل النساء المتقدمات و المتأخرات من حيث إنها بضعة رسول الله ﷺ بل و من حيثيات أخر أيضاً». روح المعاني في تفسير القرآن العظيم و السبع المثاني: ج ۳، ص ۲۰۶، ذیل تفسیر آیه ۴۲ سوره آل عمران.

(۴) الصحيح من سيرة النبي الأعظم: ج ۲، ص ۲۱۳ - ۲۲۱، الفصل الثاني: خديجة في بيت النبي ﷺ، زوجتا عثمان هل هما ابنتا النبي ﷺ.

اہل شوریٰ کی رائے اور ان کا انتخاب

اہل شوریٰ کی آپس میں ہونے والی بات چیت اور آرا سے بخوبی روشن ہے کہ ان کے درمیان حضرت امام علیؑ سب سے زیادہ خود کو خلافت کے لائق مانتے تھے اور اسی حوالے سے آپ نے سب پر اپنی حجت تمام بھی کر دی تھی، لیکن علیؑ کے علاوہ تمام ارکان شوریٰ نے اپنا اپنا ووٹ کسی باصلاحیت شخص کو خلیفہ بنانے کے لیے نہیں بلکہ اپنے فائدے کے لیے دیا تھا۔ انہوں نے رسوم جاہلیت اور قوم و خاندان پرستی کے پیش نظر شورائی انتخاب میں ووٹ دیا تھا۔

جب حضرت امام علیؑ نے سعد ابن ابی وقاص سے بات چیت کی تو اس وقت وہ علیؑ کو خلافت کے لیے سب سے زیادہ لائق مانتا تھا، لیکن پھر بھی اس نے اس میں اپنی رشتہ داری کو مقدم کیا اور عبدالرحمٰن سے جو کہ خود سعد کا چچازاد بھائی اور ہم قبیلہ تھا کہا کہ یا تو تم خود کو خلیفہ منتخب کرو، اگر تم خود کو خلیفہ نہیں بناتے ہو تو علیؑ بھی خلافت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ابن ابی الحدید طلحہ کے متعلق کہتے ہیں: طلحہ یہ بات جانتا تھا کہ علیؑ اور عثمان کے ہوتے ہوئے وہ کبھی خلیفہ نہیں بن سکتا لہٰذا اس نے علیؑ کو کمزور اور عثمان کو مضبوط کرنے کا فیصلہ کیا۔ طلحہ نے عثمان کو صرف اس لیے ووٹ دیا تھا کیونکہ طلحہ کا تعلق قبیلہ بنو تیم سے تھا اور وہ ابو بکر کا چچازاد بھائی بھی تھا اور خلافت ابو بکر کی وجہ سے دونوں قبیلوں یعنی قبیلہ بنی ہاشم اور قبیلہ بنو تیم میں کافی کینہ اور کدورتیں پیدا ہو چکی تھی۔ اس طرح کی خصلتیں طبیعت انسانی میں بالخصوص عرب حضرات میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں۔ طلحہ کا ووٹ چونکہ عثمان کو جا چکا تھا لہٰذا زبیر علیؑ کا ساتھ دینا چاہتا تھا، کیونکہ زبیر، علیؑ کا پھوپھی زاد بھائی تھا اور زبیر کی ماں صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی اور ابوطالب زبیر کے ماموں تھے لہٰذا وہ اپنی خاندانی غیرت کی وجہ سے علیؑ کو منتخب کرنا چاہتا تھا۔ سعد اور عبدالرحمٰن چونکہ دونوں قبیلہ بنی زہرہ سے تھے اور سعد بھی جانتا تھا کہ وہ خلیفہ نہیں بن سکتا لہٰذا اس نے عبدالرحمٰن کو اپنا ووٹ دے دیا۔[1]

---

(۱) «فأول ما عمل طلحة أنه أشهدهم علی نفسه أنه قد وهب حقه من الشوری لعثمان و ذلك لعلمه أن الناس لایعدلون به علیا و عثمان و أن الخلافة لاتخلص له و هذان موجودان، فأراد تقوية أمر عثمان و إضعاف جانب علي عليه السلام بهبة أمر لاانتفاع له به و لاتمكن له منه فقال الزبير في معارضته: و أنا أشهدكم علی نفسي أني قد وهبت

دو گروہوں کے طرفداروں کا تعارف

ہم یہاں پر دونوں گروہوں کے یعنی گروہ علیؑ اور گروہ عثمان کے طرفداروں کا تعارف کرائیں گے۔

حضرت امام علیؑ کے طرفدار عمارؓ و مقدادؓ جیسے نامور اور بزرگ صحابہ تھے جو حضرت امام علیؑ کی حقانیت کا لوگوں میں اعلان کیا کرتے اور ان کا دفاع کیا کرتے تھے۔

عمارؓ و مقدادؓ پیغمبر اکرم ﷺ کے بزرگ صحابی اور حضرت امام علیؑ کے خاص دوستوں میں سے تھے کہ جن کی فضیلت و عظمت کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلکہ عمارؓ و مقدادؓ کی فضیلت و عظمت تمام مسلمانوں کے درمیان روشن و مشخص ہے۔ لیکن ہم یہاں بطور خلاصہ ان کی چند فضیلتوں کی طرف اشارہ کریں گے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے عمارؓ کے لیے فرمایا:

عمارؓ حق کے ساتھ ہے اور حق عمارؓ کے ساتھ۔ اس کی منزلت میری آنکھ اور ناک کے درمیان کی کھال کی سی ہے۔ اسے ایک ستمگر گروہ قتل کرے گا۔[۱]

خالد نے ایک مرتبہ جب عمارؓ کی شکایت کی تو پیغمبر اکرم ﷺ نے خالد سے فرمایا:

حقي من الشورى لعلي و إنما فعل ذلك لأنه لما رأى عليا قد ضعف و انخزل بهبة طلحة حقه لعثمان، دخلته حمية النسب، لأنه ابن عمة أميرالمؤمنين عليه السلام و هي صفية بنت عبدالمطلب و أبوطالب خاله. و إنما مال طلحة إلى عثمان لإنحرافه عن علي عليه السلام باعتبار أنه تيمي و ابن عم أبي بكر الصديق و قد كان حصل في نفوس بني هاشم من بنى تيم حنق شديد لأجل الخلافة و كذلك صار في صدور تيم على بني هاشم و هذا أمر مركوز في طبيعة البشر و خصوصا طينة العرب و طباعها و التجربة إلى الآن تحقق ذلك، فبقي من الستة أربعة. فقال سعد بن أبي وقاص: و أنا قد وهبت حقي من الشورى لابن عمي عبدالرحمن و ذلك لأنهما من بني زهرة و لعلم سعد أن الأمر لايتم له، فلما لم-يبق إلا الثلاثة...». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۷ - ۱۸۸، قصة الشورى، ذيل خطبه ۳.

(۱) «و قتلت قريشٌ أبويه و رسول اللّٰه ﷺ يقول: صبراً آل ياسر موعدكمُ الجنّة. ما تريدون من عمارؓ؟ عمارؓ مع الحقّ و الحقّ مع عمارؓ حيث كان، عمارؓ جلدة بين عيني و أنفي، تقتله الفئة الباغية». إختيار معرفة الرجال: ص ۳۰، عمارؓ، حديث ۵۷. فقرات اين روايت به طور پراكنده در كتب اهل سنت آمده است: «وقال علي عليه السلام: ...عمارؓ مع الحقّ أين دار و قاتل عمارؓ في النّار». أنساب الأشراف: ج ۱، ص ۱۹۸، عمارؓ بن ياسر؛ تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۶، ص ۳۲۵، شرح حال عمارؓ بن ياسر، ش ۵۲۵۲؛ الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۲۶۲، شرح حال عمارؓ بن ياسر. «ثمّ قال ﷺ: ما لهم و لعمارؓ! يدعوهم إلى الجنة و يدعونه إلى النار، إنّ عماراًؓ جلدة ما بين عيني و أنفي، فإذا بلغ ذلك من الرجل فلم يستبق فاجتنبوه». السيرة النبوية/ابن هشام: ج ۲، ص ۱۴۳، وصايا الرسول اللّٰه ﷺ بعمارؓ.

"اے خالد! جس کسی نے عمارؓ سے دشمنی کی گویا اس نے خدا سے دشمنی اختیار کی، جس کسی نے عمارؓ کے لیے اپنے دل میں بغض رکھا گویا اس نے خدا کے لیے بغض رکھا، اور جس کسی نے عمارؓ کو برا بھلا کہا گویا اس نے خدا کو برا بھلا کہا۔"[۱]

جب عمارؓ پیغمبر اکرم ﷺ سے اذن دخول چاہ رہے تھے تب پیغمبر اکرم ﷺ نے عمارؓ سے فرمایا:

"اے پاک و پاکیزہ انسان! تمہارا استقبال ہے! اسے اندر آنے دو!"[۲]

پیغمبر اکرم ﷺ نے بارہا عمارؓ کو بہشت کی بشارت دی ہے اور فرمایا ہے:

"جنت تین لوگوں کی مشتاق ہے، حضرت علیؑ، سلمانؓ اور عمارؓ۔ عمارؓ علیؑ کے ہمراہ جنگوں میں شرکت کرتے ہیں، ایسی کوئی جنگ ہے ہی نہیں جس میں عمارؓ نے علیؑ کے ساتھ شرکت نہ کی ہو۔ اللہ اسے خیر کثیر، اس کے نور کو دوبالا، اس کی عظمت کو بلند اور اس کے اجر کو اور زیادہ کرے۔"[۳]

---

(۱) «عن الأشتر قال: إبتدأنا خالد بن الوليد من غير أن أسأله، قال: ما أتى عليّ يوم قط كان أعظم عليّ من شأن عمارؓ لمّا كان يوم بعثني رسول اللهﷺ في أناس من أصحابه و أمرني عليهم و كان في القوم عمارؓ فأصبنا قوماً فيهم أهل بيت من المسلمين فكلّمني فيهم عمارؓ و ناس من المسلمين. قالوا: خلّ سبيلهم. قلت: لا والله لأفعل حتى يراهم رسول اللهﷺ فيرى فيهم رأيه، فغضب عليّ عمارؓ فلما قدمت إستأذنت على رسول اللهﷺ فهو يستخبرني و أنا أحدثه فاستأذن عمارؓ فاذن له فدخل عمارؓ فقال: يا رسول الله! ألم تر خالداً فعل كذا و فعل كذا. فقلت: يا رسول الله! اما والله لولا مجلسك ما سبني ابن سمية. فقال رسول اللهﷺ: يا عمارؓ أخرج فخرج عمارؓ و هو يبكي و يقول: ما نصرني رسول اللهﷺ على خالد. فقال لي رسول اللهﷺ: ألا أجبت الرجل. قلت: ما منعني إن أجبته إلّا محقرة له. فغضب رسول اللهﷺ، فقال: إنّه من يبغض عماراًؓ يبغضه الله و من يسبّ عماراًؓ يسبه الله و من يحقر عماراًؓ يحقره الله. فخرجت من عند رسول اللهﷺ فلم أزل أطلب إلى عمارؓ حتى إستغفر لي». المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص ۴۴۱ - ۴۴۲، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب عمارؓ بن ياسر، حديث ۵۶۷۵/۱۲۷۳؛ المعجم الكبير: ج ۴، ص ۱۱۳ - ۱۱۴، علقمة بن قيس عن خالد بن الوليد، ش ۳۸۳۵؛ تاريخ دمشق الكبير: ج ۱۸، ص ۱۷۰، شرح حال خالد بن وليد، ش ۱۹۱۰؛ سير أعلام النبلاء: ج ۱، ص۴۱۵، شرح حال عمارؓ، ش ۸۴ و البداية و النهاية: ج ۷، ص ۳۲۳، حوادث سال ۳۷هجری، عمارؓ بن ياسر أبواليقظان العبسي.

(۲) «عن عليّ قال: جاء عمارؓ بن ياسر يستأذن على النبيﷺ، فقال: إئذنوا له، مرحباً بالطيب المطيب. هذا حديث حسن صحيح». سنن الترمذي: ص ۶۸۰، كتاب المناقب، باب مناقب عمارؓ بن ياسر، حديث ۳۷۹۸؛ الأدب المفرد: ص ۲۷۳، باب مرحباً، حديث ۱۰۳۸؛ سنن ابن ماجة: ص ۲۱ - ۲۲، باب فضل عمارؓ بن ياسر، حديث ۱۴۶؛ مسند أحمد: ج ۱ ص ۹۹ - ۱۰۰ و ۱۲۶ و ۱۳۰، مسند عليّ بن أبي طالب عليه السلام و المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۵۲۲، كتاب الفضائل، ما ذكر في عمارؓ بن ياسر، حديث ۱.

(۳) «بريدة الأسلمي قال: سمعت رسول اللهﷺ يقول: إنّ الجنة تشتاق إلى ثلاثة. قال: فجاء أبوبكر، فقيل له: يا أبابكر أنت الصديق! و أنت ثاني إثنين إذ هما في الغار! فلو سألت رسول اللهﷺ من هؤلاء الثلاثة؟ قال: إنّي

پیغمبر اکرم ﷺ نے عمارؓ کو یہ بشارت دی تھی کہ تمہیں ایک ستمگر گروہ قتل کردے گا، تم انہیں جنت کی طرف دعوت دو گے اور وہ تمہیں جہنم کی طرف بلارہے ہوں گے۔ (۱)

أخاف أن أسأله فلاأكون منهم فتعيرني بذلك بنوتيم. قال، ثمّ جاء عمر، فقيل له: يا أباحفص إنّ رسول اللّه ﷺ قال: إنّ الجنة تشتاق إلى ثلاثة و أنت الفاروق الذي ينطق الملك على لسانك! فلو سألت رسول اللّه من هؤلاء الثلاثة؟ فقال: إنّي أخاف أن أسأله فلاأكون منهم فتعيرني بذلك بنوعدي. ثمّ جاء عليّ عليه السلام فقيل له: يا أباالحسن! إنّ رسول اللّه ﷺ قال: إنّ الجنة لتشتاق إلى ثلاثة، فلو سألته من هؤلاء الثلاثة؟ فقال: أسأله إن كنت منهم حمدت اللّه و إن لم أكن منهم حمدت اللّه. قال: فقال علي عليه السلام: يا رسول اللّه! إنّك قلت: إنّ الجنة لتشتاق إلى ثلاثة، فمن هؤلاء الثلاثة؟ قال: أنت منهم و أنت أولهم و سلمانؓ الفارسي فإنّه قليل الكبر و هو لك ناصح فاتخذه لنفسك و عمارؓ بن ياسر شهد معك مشاهد غير واحدة ليس منها إلا و هو فيها، كثير خيره، ضوي نوره، عظيم أجره». اختيار معرفة الرجال: ص ۳۰ - ۳۱، عمارؓ، حديث ۵۸. *اسی روایت کو ابن عساکر انس کے واسطے سے اور انس رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں:*«عن أبي-جعفر محمد بن عليّ عن أبيه عن جدّه، قال: أتى جبريل النبيّ ﷺ، فقال: يا محمد! إنّ اللّه عزوجل يحبّ من أصحابك ثلاثة فأحبهم، عليّ بن أبي طالب و ابوذرؓ و المقدادؓ بن الأسود. قال: فأتاه جبريل، فقال له: يا محمد! إنّ الجنة لتشتاق إلى ثلاثة من أصحابك و عنده أنس بن مالك فرجا أن يكون لبعض الأنصار. قال: فأراد أن -يسأل رسول اللّه ﷺ زاد ابن حمدان عنهم و قالا: فهابه فخرج فلقي أبابكر، فقال: يا أبابكر! إنّي كنت عند رسول اللّه ﷺ آنفا فأتاه جبريل، فقال: إنّ الجنة تشتاق إلى ثلاثة من أصحابك، فرجوت أن يكون لبعض الأنصار فهبت و قال ابن حمدان: فهبته أن أسأله، فهل لك أن تدخل على نبيّ اللّه ﷺ فتسأله؟ فقال: إنّي أخاف أن أسأله فلاأكون منهم و يشمت بي قومي. ثمّ لقي عمر بن الخطاب، فقال له مثل قول أبي بكر. قال: فلقي عليّاً، فقال له عليّ: نعم إن كنت منهم فحمدت اللّه. و قال ابن حمدان: فأحمد اللّه و إن لم أكن منهم فحمدت اللّه، فدخل على نبيّ اللّه ﷺ، فقال: إنّ أنساً حدثني أنّه كان آنفاً و أنّ جبريل أتاك، فقال: يا محمد! إنّ الجنة لتشتاق إلى ثلاثة من أصحابك فمن هم؟ و قال ابن حمدان، قال: فمن هم يا نبيّ اللّه؟ قال: أنت منهم يا عليّ و عمارؓ بن ياسر و سيشهد معك مشاهد بيناً فضلها عظيماً خيرها و سلمانؓ و هو منا أهل البيت وهو ناصح فاتخذه لنفسك». تاريخ دمشق الكبير: ج ۲۳، ص ۲۹۲ - ۲۹۳، شرح حال سلمان، ش ۲۶۰۶ و مسند أبي يعلى الموصلي: ج ۶، ص ۳۰، مسند الحسين بن عليّ بن أبي طالب، ح ۶۷۳۹.

(۱) «أنّ ابن عباس قال له و لعليّ بن عبداللّه: إئتيا أباسعيد فاسمعا من حديثه، فأتيناه و هو و أخوه في حائطٍ لهما يسقيانه، فلما رآنا جاء فاحتبى و جلس. فقال: كنا ننقل لبن المسجد لبنة لبنة و كان عمارؓ ينقل لبنتين لبنتين فمرّ به النبيّ ﷺ و مسح عن رأسه الغبار و قال: ويح عمارؓ! تقتله الفئة الباغية، عمارؓ يدعوهم إلى اللّه و يدعونه إلى النار». صحيح البخاري: ص ۵۷۴، كتاب الجهاد و السير، باب مسح الغبار عن الرأس في سبيل اللّه، حديث۲۸۱۲; مسند أحمد: ج ۳، ص ۹۱، مسند أبي سعيد الخدري و... . هيثمى و حاكم با ذكر نقل هاى متعدد، تصريح به صحت روايت كردند: مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ج ۹، ص ۲۹۶، باب فضل عمارؓ بن ياسر و وفاته و المستدرك على الصحيحين: ج ۲، ص ۱۶۲، كتاب قتال أهل البغي و هو آخر الجهاد، ح۲۶۵۲.

مقدادؓ بھی اصحاب پیغمبر اکرم ﷺ میں سے علیؑ کے ایک وفادار دوست تھے۔ مقدادؓ ان سابقین میں سے ہیں جنہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کے رکاب میں تمام جنگوں میں شرکت کی ہے۔[۱]

پیغمبر اکرم ﷺ نے جناب مقدادؓ کے متعلق فرمایا:

"خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے اصحاب میں سے چار صحابیوں سے محبت کروں، خدا بھی ان چار افراد سے محبت کرتا ہے اور وہ چار لوگ: علیؑ، مقدادؓ، سلمانؓ اور ابوذرؓ ہیں۔"[۲]

جناب عبدالرحمٰن! عمارؓ و مقدادؓ جیسے بزرگ صحابہ نے کہ جن کا کلام ہمیشہ حق ہوتا ہے، یہ کہہ کر کہ "خلافت علیؑ کا حق ہے" کیا انہوں نے آپ پر اپنی حجت تمام نہیں کر دی تھی؟ کیا پیغمبر اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا: "حق عمارؓ کے ساتھ ہے اور عمارؓ حق کے ساتھ۔" پھر آپ نے ان کی بات کو ان سنی کر کے کیوں عثمان کو خلیفہ بنا دیا؟ کیا آپ بھی حق سے منھ چرا کر باطل کا انتخاب کرنا چاہتے تھے؟

لیکن انتخاب کے صدر دفتر میں کہ جہاں بنی امیہ اور قریش کی طرف سے عثمان تھے ان کے علاوہ دو رئیس ایک عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح اور دوسرا عبداللہ ابن ربیعہ مخزومی بھی موجود تھے۔ ان دونوں کی پوری کوشش اسی بات پر تھی کہ وہ کسی بھی طرح سے عثمان کو خلیفہ بنا دیں اور اس کے اتباع میں بنی امیہ اور قریش کو بھی ساتھ لے آئیں۔ ان دونوں کی تمام تر تقریریں قریش اور بنی امیہ کے مفاد میں تھیں۔

ہم یہاں پر ان دونوں کی حالات زندگی پر تھوڑی روشنی ڈالیں گے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ عثمان کے طرفدار اور علیؑ کے مقابل میں کون لوگ تھے اور ان کا مقصد کیا تھا؟ کیا وہ واقعاً ایک باصلاحیت انسان کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے یا پھر وہ بھی اپنے اور اپنے قبیلے کے فائدہ کے لیے بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے تھے۔

---

(۱) «المقدادؓ بن عمرو صاحب رسول اللهﷺ و أحد السابقين الأولين و هو المقدادؓ بن عمرو بن ثعلبة بن مالك بن ربيعة القضاعي الكندي البهراني... شهد بدرا و المشاهد و ثبت أنه كان يوم بدر فارسا و اختلف يومئذ في الزبير». سير أعلام النبلاء: ج ۱، ص ۳۸۵-۳۸۶، شرح حال مقدادؓ، ش ۸۱ و الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۴، ص ۴۲، شرح حال مقدادؓ، ش ۲۵۹۰.

(۲) «قال رسول اللهﷺ: إنّ الله عزّوجلّ أمرني بحبّ أربعة من أصحابي و أخبرني أنه يحبّهم فقيل: يا رسول اللهﷺ! من هم؟ قال: علي و المقدادؓ و سلمانؓ و ابوذرؓ». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۴، ص ۴۳، شرح حال مقدادؓ، ش ۲۵۹۰؛ مسند أحمد: ج ۵، ص ۳۵۶، حديث بريدة الأسلمي و سير أعلام النبلاء: ج ۱، ص ۳۸۹، شرح حال مقدادؓ، ش ۸۱.

عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح

عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح قریش سے تھا اور قبیلہ بنی عامر سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ عثمان کا رضاعی بھائی تھا۔ دونوں نے عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کی ماں کا دودھ پیا تھا۔ (۱)

ابن حبان کہتے ہیں:

عبداللہ کا باپ یعنی سعد ابن ابی سرح منافقین کے سرادروں اور رئیسوں میں سے تھا۔ (۲)

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے پہلے اسلام قبول کیا اور وہ پیغمبر اکرم ﷺ کا کاتب تھا، لیکن پھر بعد میں مرتد ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے خون کو پیغمبر اکرم ﷺ نے مباح قرار دے دیا تھا۔ اس کے مرتد ہونے کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ جب وہ پیغمبر اکرم ﷺ کا کاتب تھا تب وہ آیات الٰہی کو لکھتے وقت ان میں تبدیلی کر دیا کرتا تھا، مثلاً پیغمبر اکرم ﷺ اس سے لکھواتے تھے "سمیع علیم" تو وہ لکھا کرتا تھا "علیم حکیم۔" اور وہ جو لکھتا تھا وہی پیغمبر اکرم ﷺ کو سنا بھی دیا کرتا تھا اور پیغمبر اکرم ﷺ یہ کہہ کر کہ یہ کلام خداوند ہے، اس کی تائید بھی فرما دیا کرتے تھے۔ (۳) اسی وجہ سے اس کے دل میں پیغمبر اکرم ﷺ کے لیے شک پیدا ہونے لگا، وہ کہتا تھا: "پیغمبر اکرم ﷺ کیا کہتے ہیں انہیں خود پتا نہیں ہوتا ہے، میں جو چاہتا ہوں لکھ دیتا ہوں، میرے اوپر بھی محمد ﷺ کی طرح وحی ہوتی ہے۔" اسی وجہ سے وہ مرتد ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فتح مکہ میں سبھی کو حتی کہ اپنے سخت دشمنوں کو بھی عامی معافی دے دی تھی مگر آپؐ نے ان تہمتوں کی بنا پر جو اس نے آپ پر لگائی تھیں، اسے ان چار افراد میں سے قرار دیا جنہیں آپؐ نے معاف نہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

---

(۱) «عبداللّٰه بن سعد بن أبي سرح بن الحارث بن حبيب بن جذيمة بن مالك بن حسل بن عامر بن لؤي القرشي العامري قريش الظواهر و ليس من قريش البطاح يكنى أبايحيى و هو أخو عثمان بن عفان من الرضاعة أرضعت أمه عثمان».
أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ٣، ص ٢٦٠، شرح حال عبداللّٰه بن سعد، ش ٢٩٧٦; سيرأعلام النبلاء: ج ٣، ص ٣٣، شرح حال عبداللّٰه بن سعد، ش ٨ و الطبقات الكبرى: ج ٧، ص ٤٩٦، شرح حال عبداللّٰه بن سعد.

(۲) «و كان أبوه سعد بن أبي سرح من المنافقين الكبار و هو أخو عثمان من الرضاعة». الثقات: ج٣، ص ٢١٤، شرح حال عبداللّٰه بن سعد.

(۳) یہ مذکورہ مطالب کتب اہل سنت میں ذکر کردہ روایات کی بنیاد پر ہیں، یہ وہ دعویٰ ہے جو عبداللہ ابن ابی سرح پیغمبر اکرم ﷺ کے متعلق رکھتا تھا، جبکہ ہمارے نزدیک یہ بات قابل قبول نہیں ہے۔

"یہ چار لوگ چاہے حرم میں رہیں یا غیر حرم میں، ان چاروں کو امان نہیں ہے۔ اگر یہ کعبہ کے پردے سے بھی لٹکے ہوں ہوں تو انہیں مار دو۔ ان چار افراد میں سے ایک نام عبد اللہ ابن سعد کا بھی ہے۔[1]

فتح مکہ کے دن عبد اللہ نے اپنے رضاعی بھائی عثمان کے پاس پناہ لی اور عثمان سے اپنے لیے امان نامہ حاصل کرنے کی درخواست کی۔ عبد اللہ نے عثمان سے کہا: چونکہ میں نے ایک عظیم گناہ کو انجام دیا ہے لہٰذا پیغمبر اکرم ﷺ جب بھی مجھے دیکھیں گے تو مجھے مار دیں گے، لیکن میں اب اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ عثمان نے کہا: "ہمارے ساتھ آؤ!" عبد اللہ نے کہا: "پیغمبر اکرم ﷺ میرے خون کو مباح جانتے ہیں اس لیے وہ مجھے جہاں بھی دیکھیں گے، میری گردن اڑا دیں گے۔ ان کے اصحاب بھی میری گردن اڑانے کے لیے میرے پیچھے پڑے ہیں۔" عثمان نے کہا: "میرے ساتھ آؤ!" عثمان اسے اپنے ساتھ پیغمبر اکرم ﷺ کے حضور لے گئے اور پیغمبر اکرم ﷺ سے کہا: "یہ میرا رضاعی بھائی ہے لہٰذا میری خاطر اس پر رحم فرمائیں، اسے آزاد کر دیں اور اس کی جان مجھے بخش دیں۔" پیغمبر اکرم ﷺ نے عثمان کی طرف سے اپنا رخ موڑ لیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ جس طرف بھی اپنا روی مبارک گھماتے عثمان بھی اسی طرف چلے جاتے اور اپنی بات کو دہراتے، لیکن پیغمبر اکرم ﷺ پھر بھی اپنا چہرہ مبارک موڑ لیتے تھے تا کہ جب آپؐ کا کوئی صحابی آجائے اور عبد اللہ کا کام تمام کر دے، کیونکہ وہ اب تک ایمان نہیں لایا تھا۔ جب پیغمبر اکرم ﷺ نے دیکھا کہ اب تک کوئی بھی اس کی جان لینے آگے نہیں آیا اور دوسری طرف سے عثمان بھی پیغمبر اکرم ﷺ کو گلے سے لگائے حضرت کی پیشانی کو چوم رہے تھے اور حضرت سے التماس کر رہے تھے تو آنحضرتؐ نے بھی مجبور ہو کر اسے امان بخش دی۔ پھر حضرت نے اصحاب سے مخاطب ہو کر کہا: "کیوں تم سے کوئی بھی اس کتے اور فاسق کو مارنے کے لیے آگے نہیں آیا؟" تب ایک صحابی نے جواب میں کہا: ہم اسی کے اطراف میں تھے۔ ہم اس کی گردن اتارنے کے لیے صرف آپؐ کے ایک اشارے کے منتظر تھے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ اچھی بات نہیں ہے کہ پیغمبر اپنے آنکھوں سے اشارے کرے۔"[2]

---

(۱) «عن أنس بن مالك قال: أمن رسول اللّٰه ﷺ يعني الناس يوم فتح مكة إلا أربعة من الناس ...عبداللّٰه بن سعد بن أبي سرح... أربعة لا أؤمنهم في حل و لا حرم: عبداللّٰه بن أبي سرح... آمن رسول اللّٰه ﷺ الناس إلا أربعة... اقتلوهم و إن وجدتموهم متعلقين بأستار الكعبة: عبداللّٰه بن سعد». تاريخ دمشق الكبير: ج ۳۱، ص۲۰ - ۲۳، شرح حال عبداللّٰه بن سعد، ش ۳۳۹۱ و تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۱۶۰، حوادث سال ۸ هجری، ذکر الخبر عن فتح مكة.

(۲) «قالوا: و كان عبداللّٰه بن سعد بن أبي سرح يكتب لرسول اللّٰه ﷺ الوحي فربما أملى عليه رسول اللّٰه ﷺ سميعٌ عليمٌ فيكتب عليمٌ حكيمٌ فيقرأ رسول اللّٰه ﷺ فيقول: كذلك اللّٰه و يقره. و افتتن و قال: ما يدري محمد ما يقول! إني لأكتب

ایک دوسرے قول کے مطابق ایک انصاری نے عبد اللہ ابن ابی سرح کو جان سے مار ڈالنے کی منت مان رکھی تھی۔ وہ عبد اللہ کو قتل کرنے کی غرض سے گھوم ہی رہا تھا کہ اس نے عبد اللہ کو پیغمبر اکرم ﷺ کے نزدیک ڈھونڈھ لیا، چونکہ وہ پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس تھا لہٰذا اس شخص نے عبد اللہ قتل نہیں کیا، لیکن اس نے اپنی تلوار کو آمادہ کر لیا تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ جیسے ہی اشارہ کریں، وہ اسے مار ڈالے گا، مگر عثمان نے اس کے لیے رسول اللہ ﷺ سے امان مانگ لی اور پیغمبر اکرم ﷺ نے بھی اسے امان دے دی۔ پھر پیغمبر اکرم ﷺ نے اس انصاری شخص سے پوچھا: "تم نے اپنی منت کیوں نہیں پوری کی؟ میں منتظر تھا کہ تم اپنی منت پوری کروگے۔" اس انصاری مرد نے کہا: "میں آپ کے اشارے کا منتظر تھا۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا: "اشارہ کرنا خیانت ہے اور پیغمبر کے لیے اشارہ کرنا اچھی بات نہیں ہے۔"[1]

له ما شئت هذا الذي كتبت يوحى إلي كما يوحى إلى محمد. و خرج هارباً من المدينة إلى مكة مرتداً فأهدر رسول اللّٰه ﷺ دمه يوم الفتح فلما كان يومئذٍ جاء ابن أبي سرح إلى عثمان بن عفان و كان أخاه من الرضاعة فقال: يا أخي إني واللّٰه اخترتك فاحتبسني ها هنا و اذهب إلى محمد فكلّمه في فإن محمداً إن رآني ضرب الذي فيه عيناي، إن جرمي أعظم الجرم و قد جئت تائباً. فقال: بل اذهب معي. قال عبداللّٰه: واللّٰه لئن رآني ليضربن عنقي و لايناظرني قد أهدر دمي و أصحابه يطلبونني في كل موضع. فقال عثمان: انطلق معي، فلايقتلك إن شاء اللّٰه. فلم يُرع رسول اللّٰه ﷺ إلا بعثمان أخذ بيد عبداللّٰه بن سعد بن أبي سرح واقفين بين يديه فأقبل عثمان على النبي ﷺ فقال: يا رسول اللّٰه! إن أمه كانت تحملني و تمشيه و ترضعني و تقطعه و كانت تلطفني و تتركه فهبه لي. فأعرض عنه رسول اللّٰه ﷺ و جعل عثمان كلما أعرض عنه النبي ﷺ بوجهه استقبله فيعيد عليه هذا الكلام فإنما أعرض النبي ﷺ عنه إرادة أن يقوم رجلٌ فيضرب عنقه لأنه لم يؤمنه فلما رأى ألايقدم أحدٌ و عثمان قد أكبّ على رسول اللّٰه ﷺ يقبل رأسه و هو يقول: يا رسول اللّٰه! تبايعه فداك أبي و أمي! فقال رسول اللّٰه ﷺ: نعم. ثم التفت إلى أصحابه فقال: ما منعكم أن يقوم رجلٌ منكم إلى هذا الكلب فيقتله أو قال: الفاسق. فقال عباد بن بشر: ألا أومأت إلي يا رسول اللّٰه! فوالذي بعثك بالحق إني لأتبع طرفك من كل ناحية رجاء أن تشير إلي فأضرب عنقه. و يقال: قال هذا أبواليسر و يقال: عمر بن الخطاب. فقال رسول اللّٰه ﷺ: إني لأقتل بالإشارة. و قائل يقول: إن النبي ﷺ قال يومئذٍ: إن النبي لاتكون له خائنة الأعين. فبايعه رسول اللّٰه ﷺ». المغازي: ج ۲، ص ۸۵۵ - ۸۵۶، شأن غزوة الفتح و تاريخ دمشق الكبير: ج ۳۱، ص ۲۴ - ۲۵، شرح حال عبداللّٰه بن سعد، ش ۳۳۹۱. جريان ارتداد عبداللّٰه بن سعد و حكم قتل او را اكثر كتب رجالى و تاريخى و لو اختصارا نقل كردند به تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۱۶۰، حوادث سال ۸ هجرى، ذكر الخبر عن فتح مكة؛ أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۳، ص ۲۶۰، شرح حال عبداللّٰه بن سعد، ش ۲۹۷۶؛ الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۵۱، شرح حال عبداللّٰه بن سعد، ش ۱۵۷۱؛ أنساب الأشراف: ج ۱، ص ۳۵۴، ثم غزا فتح مكة، المهدورة دمائهم؛ السيرة النبوية / ابن هشام: ج ۴، ص ۵۲، ذكر الأسباب الموجبة المسير إلى مكة و ذكر فتح مكة.

[1] «عن سعيد بن المسيب أن رسول اللّٰه ﷺ أمر بقتل ابن أبي سرح يوم الفتح ... و كان رجل من الأنصار قد نذر إن رأى ابن أبي سرح أن يقتله فجاء عثمان و كان أخاه من الرضاعة فشفع له إلى النبي ﷺ و قد أخذ الأنصاري

اسی عبد اللہ کو عثمان نے مصر کا حاکم بنادیا اور وہ بیت المال پر مسلط ہو گیا۔ اس نے لوگوں پر کافی ظلم و ستم بھی ڈھائے یہاں تک کہ لوگ اس سے اور اس کے ظلم و ستم سے تھک چکے تھے۔ لوگوں نے عثمان کے پاس آکر اس کے ظلم و ستم کی شکایتیں کی، لیکن چونکہ عثمان کنبہ پرور انسان تھے لہٰذا وہ کسی کو اس کے عہدے سے نہیں ہٹاتے تھے۔ عثمان کی انہیں حرکتوں پر اصحاب پیغمبر اکرمﷺ بھی ان پر معترض تھے اور کہتے تھے: جو کبھی پیغمبر اکرمﷺ کے ساتھ رہا بھی نہیں ہے اسے کیوں حاکمِ شہر بنادیا ہے؟ عثمان نے ایک نامہ لکھ کر عبد اللہ ابن سعد کی مذمت کی، لیکن وہ عبد اللہ ابن سعد تھا جو عثمان کی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔ اس نے ان لوگوں کو جنھوں نے عثمان کے پاس اس کی شکایت کی تھی قید کر لیا اور پھر انہیں پھانسی پر لٹکا دیا۔ مصر کے لوگ عبد اللہ ابن سعد کی اس حرکت سے ناراض ہو گئے اور تقریباً ۷۰۰ لوگوں نے مدینہ پہنچ کر اصحابِ پیغمبرؐ سے اس کی شکایت کی۔ اصحابِ پیغمبرؐ میں سے حضرت علیؑ، طلحہ، عائشہ اور عثمان اور کچھ دوسرے اصحاب نے عثمان سے بات کر کے بڑی مشکل سے انہیں اس بات پر راضی کیا کہ وہ عبد اللہ ابن سعد کو معزول کر دیں اور کسی اور کو اس کی جگہ پر لے آئیں۔ عثمان نے ان افراد کی رائے کے مطابق محمد ابن ابی بکر کو مصر کا والی معین کر دیا۔ محمد ابن ابی بکر چند اصحاب پیغمبرؐ کے ساتھ مصر والوں کے ہمراہ مصر کے راستے پر نکل پڑے۔ راستے میں ان لوگوں نے ایک مشکوک سوار کو پکڑا جس کے پاس عثمان کا عبد اللہ ابن سعد کے نام ایک خط تھا۔ جس میں لکھا تھا: ”محمد ابن ابی بکر اپنے ساتھیوں کے ساتھ جیسے ہی تمہارے پاس پہنچے، تم انہیں قید کر لو اور ان سب کو جان سے مار کر اپنی جگہ اور اپنے مقام پر قائم رہو۔“

طبری کی نقل کردہ روایت کے مطابق محمد ابن ابی بکر کے ساتھ اصحاب پیغمبرؐ اور کچھ تابعین حضرات بھی تھے کہ جنہیں عثمان نے جان سے مار ڈالنے کا حکم دے دیا تھا۔ جب محمد ابن ابی بکر اور ان کے ہمراہیوں نے

بقائم السيف ينتظر النبيﷺ متى يومئ إليه أن يقتله فشفع له عثمان حتى تركه ثم قال رسول اللّٰهﷺ للأنصاري: هلا وفيت بنذرك؟ فقال: يا رسول اللّٰه! وضعت يدي على قائم السيف أنتظر متى تومئ فأقتله. فقال النبيﷺ: الإيماء خيانة ليس لنبي أن يومئ... و نذر رجل من الأنصار أن يقتل عبداللّٰه بن سعد إذا رآه قال و كان أخا عثمان بن عفان من الرضاعة قال: فأتى به رسول اللّٰهﷺ ليشفع له فلما بصر به الأنصاري اشتمل السيف ثم خرج في طلبه يعني فوجده عند رسول اللّٰهﷺ فهاب قتله فجاء الأنصاري يتردد و يكره أن يقدم عليه لأنه في حلقة النبيﷺ و بسط النبيﷺ يعني يده فبايعه قال للأنصاري: انتظرتك أن توفي نذرك. قال: يا رسول اللّٰه اللّٰه! هبتك أفلا أومضت؟ قال إنه ليس لنبيّ أن يومض». تاريخ دمشق الكبير: ج ۳۱، ص ۱۹- ۲۰، شرح حال عبداللّٰه بن سعد، ش ۳۳۹۱ و الطبقات الكبرى: ج ۲، ص ۱۴۱، غزوة رسول اللّٰهﷺ عام الفتح.

اس خط کو پڑھا تو غضبناک ہو کر سب مدینہ واپس لوٹ گئے اور اس خط کو لوگوں کے سامنے پڑھنا شروع کر دیا تاکہ مدینہ کے تمام لوگ عثمان سے ناراض ہو جائیں۔ بہر حال نتیجۃً لوگوں نے عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔[۱]

(۱) «عن الزهري قال: قلت لسعيد بن المسيب: هل أنت مخبري كيف كان قتل عثمان؟ و ما كان شأن الناس و شأنه؟ و لم خذله أصحاب محمد؟... قال: إن عثمان لما ولي كره ولايته نفر من أصحاب رسول اللّٰه، لأن عثمان كان يحب قومه، فولي الناس اثنتي عشرة حجة و كان كثيرا مما يولي بني أمية ممن لم-يكن له مع رسول اللّٰه صحبة... ولي عبداللّٰه بن أبي سرح مصر، فمكث عليها سنين، فجاء أهل مصر يشكونه و يتظلمون منه... وجاء أهل مصر يشكون ابن أبي سرح، فكتب إليه عثمان كتابا يتهدده فيه، فأبى أن يقبل ما نهاه عنه عثمان و ضرب بعض من أتاه من قبل عثمان من أهل مصر يتظلم منه فقتله، فخرج من أهل مصر سبعمائة النبي في مواقيت الصلاة ما صنع ابن سرح بهم، فقام طلحة بن عبيداللّٰه فكلّم عثمان بكلام شديد و أرسلت إليه عائشة فقالت: قد تقدم إليك أصحاب محمد و سألوك عزل هذا الرجل فأبيت إلا واحدة، فهذا قد قتل منهم رجلا فاقضهم من عاملك. و دخل عليه علي بن أبي طالبعليه السلام و كان متكلم القوم فقال: إنما سألوك رجلا مكان رجل و قد ادعوا قبله دما، فاعزله عنهم و اقض بينهم و إن وجب عليه حق فأنصفهم منه. فقال لهم: اختاروا رجلا أوليه عليكم مكانه. فأشار الناس عليهم بمحمد بن أبي بكر. فقالوا: استعمل علينا محمد بن أبي بكر. فكتب عهده و ولاه و خرج معه عدة من المهاجرين و الأنصار ينظرون فيما بين أهل مصر و بين ابن أبي سرح، فخرج محمد و من كان معه، فلما كانوا على مسيرة ثلاث ليال من المدينة إذا هم بغلام أسود على بعير يخبط خبطا كأنه رجل يَطلب أو يُطلب، فقال له أصحاب محمد: ما قصتك و ما شأنك، كأنك هارب أو طالب؟ فقال: أنا غلام أميرالمؤمنين وجهني إلى عامل مصر. قال له رجل: هذا عامل مصر معنا. قال: ليس هذا أريد. و أخبروا بأمره محمد بن أبي بكر، فبعث في طلبه رجالا، فأخذوه فجاءوا به إليه، فقال له: يا غلام من أنت؟ فأقبل مرة يقول غلام أميرالمؤمنين و مرة يقول غلام مروان حتى عرفه رجل أنه لعثمان، فقال له محمد: إلى من أرسلت؟ قال: إلى عامل مصر. قال: بماذا؟ قال: برسالة. قال: أمعك كتاب؟ قال: لا. ففتشوه فلم يجدوا معه كتابا و كانت معه إداوة قد يبست فيها شيء يتقلقل، فحركوه ليخرج فلم يخرج، فشقوا الإداوة فإذا فيها كتاب من عثمان إلى ابن أبي سرح، فجمع محمد من كان معه من المهاجرين و الأنصار و غيرهم ثم فكّ الكتاب بمحضر منهم فإذا فيه: إذا أتاك محمد بن أبي بكر و فلان و فلان فاحتل لقتلهم و أبطل كتابه و قرّ على عملك حتى يأتيك رأيي في ذلك و احبس من يجي إلي يتظلم منك، ليأتيك رأيي في ذلك إن شاء اللّٰه تعالى. قال: فلما قرأوا الكتاب فزعوا و رجعوا إلى المدينة و ختم محمد الكتاب بخواتيم نفر كانوا معه و دفع الكتاب إلى رجل منهم، فقدم المدينة فجمعوا طلحة و الزبير و عليا و سعدا و من كان من أصحاب رسول اللّٰه ثم فكّوا الكتاب بمحضر منهم و أخبروهم بقصة الغلام و أقرأوهم الكتاب، فلم يبق أحد من أهل المدينة إلا حنق على عثمان و زاد ذلك من كان غضب لابن مسعود و أبي ذر و عمارؓ حنقا و غيظا و قام أصحاب محمد فلحقوا بمنازلهم و حاصر الناس عثمان...». تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۱۱۵۷ - ۱۱۶۰، رجوع أهل مصر بعد شخوصهم; تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۱، ص ۲۷۴-۲۷۵، شرح حال عثمان بن عفان، ش ۴۷۱۵ و الثقات: ج ۲، ص ۲۵۶ - ۲۵۸، السنة الخامسة و الثلاثون. «عن عمه عبدالرحمن بن يسار أنه قال: لما رأى الناس ما صنع عثمان كتب من بالمدينة من أصحاب النبي إلى ما بالآفاق منهم و كانوا قد تفرقوا في الثغور إنكم إنما خرجتم أن تجاهدوا في سبيل اللّٰه عزوجل تطلبون دين محمد... و كتب عثمان إلى عبداللّٰه بن سعد بن أبي سرح عامله على مصر حين تراجع الناس عنه و زعم أنه تائب بكتاب في الذين شخصوا من مصر و كانوا أشد أهل الأمصار عليه: أما

قتل عثمان کے بعد عبد اللہ ابن ابی سرح فلسطین چلا گیا۔ پھر وہ معاویہ سے جا ملا اور جنگ صفین میں معاویہ کی فوج میں شریک تھا۔[۱]

ایسا شخص کہ جس کا نامہ اعمال اس کی سیاہ کاریوں سے بھرا ہوا ہو، کیا یہ انسان کسی بھی طرح سے عمارؓ جیسے انسان کے ساتھ موازنہ کیے جانے کے قابل ہے؟

بلاذری اور ابن عساکر نقل کرتے ہیں:

عمارؓ کے نواسے اور عبد الحکیم بن صہیب سے اس آیت (جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ سے منکر ہوا، مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو) کے متعلق سوال ہوا؟ انہوں نے جواب دیا: وہ شخص عمارؓ ہے۔ پھر ان سے اس آیت کے اگلے حصے (لیکن وہ جو دل کھول کر منکر ہو تو اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔[۲]) کے حوالے سے پوچھا گیا؟ تو جواب دیا: وہ شخص عبد اللہ ابن سعد ہے۔[۳]

عبد اللہ ابن ابی ربیعہ

عبد اللہ ابن ابی ربیعہ بن المغیرہ مخزومی قبیلہ بنی مخزوم سے تعلق رکھنے والا قریش کے اہم افراد میں سے ایک تھا۔ وہ بڑا ہی دولتمند اور خوبصورت انسان تھا۔ عبد اللہ ابن ابی ربیعہ یمن کے علاقوں تک تجارت کیا کرتا تھا

بعد فانظر فلانا و فلانا فاضرب أعناقهم إذا قدموا عليك فانظر فلانا و فلانا فعاقبهم بكذا و كذا منهم نفر من أصحاب رسول اللهﷺ و منهم قوم من التابعين فكان رسوله في ذلك أبوالأعور بن سفيان السلمي حمله عثمان على جمل له...». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ٦٦٢، حوادث سال ۳۵ هجری، ذکر الخبر عن قتل عثمان. إلى المدينة فنزلوا المسجد و شكوا إلى أصحاب۔

(۱) «روى عنه أبوالحصين الهيثم بن شفي بن قاسط بن ذي نعم الرعيني و كان عثمان قد ولاه مصر فشكاه أهل مصر و أخرجوه منها فجاء إلى فلسطين ثم قدم على معاوية دمشق و شهد معه صفين و قيل بل لم يزل معتزلا بالرملة فرارا من الفتنة و الله أعلم». تاريخ دمشق الكبير: ج ۳۱، ص ۱۴، شرح حال عبدالله بن سعد، ش ۳۳۹۱.

(۲) مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ سوره نحل (۱٦)، آيه ۱۰٦.

(۳) «عن عبدالحكيم بن صهيب قال: ... قال: فعمارؓ الذي أكره و قلبه مطمئن بالإيمان و الذي شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا عبدالله بن سعد بن أبي سرح ... عن أبي عبيدة بن محمد بن عمارؓ، في قوله إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ قال: ذاك عمارؓ. و في قوله: مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا قال: عبدالله بن سعد بن أبي سرح».أنساب الأشراف: ج ۱، ص ۱۸۳ - ۱۸۴، عمارؓ بن ياسر و تاريخ دمشق الكبير: ج ۳۱، ص ۲۵، شرح حال عبدالله بن سعد، ش ۳۳۹۱.

اور اس کا شمار قریش کے بڑے دولت مند لوگوں میں ہوتا تھا۔ اس کی ماں بھی تاجر تھی اور اس کا نام اسماء بنت مخربہ تھا، وہ یمن سے عطر لایا کرتی تھی۔ زمان جاہلیت میں قریش عبد اللہ ابن ابی ربیعہ کو العدل کے نام سے بلایا کرتے تھے کیونکہ اس اکیلے کی دولت تمام قریش کی دولت کے برابر تھی۔ قریشی لوگ ایک سال اپنے مال و دولت سے کعبہ کو ڈھکا کرتے تھے اور ایک سال عبد اللہ ابن ربیعہ صرف اپنے مال سے کعبہ کو ڈھک دیا کرتا تھا۔[1]

عبد اللہ ابن ربیعہ اور عمرو ابن عاص اس گروہ میں شامل تھے جنہیں مشرکین قریش نے چند مسلمانوں اور جعفر ابن عبد المطلبؑ کو واپس بلانے کے لیے نجاشی کی طرف بھیجا تھا۔[2]

عبد اللہ ابن ابی ربیعہ قریش کہ اس جنگ میں شریک تھا جو انہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ کی تھی۔ اس نے جنگ بدر میں مدینہ میں قید اسیروں کا ہدیہ دے کر انہیں آزاد کرایا تھا۔ اس نے بنی مخزوم کے تین اسیروں کی رہائی کے لیے چار چار ہزار دینار ادا کیے تھے۔[3]

---

(۱) «عبد اللّه بن أبي ربيعة بن المغيرة بن عبد اللّه بن عمرو بن مخزوم القرشي المخزومي... كان عبداللّه من أشراف قريش في الجاهلية، أسلم يوم الفتح و كان من أحسن قريش وجها». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج۳، ص۳۱ - ۳۲، شرح حال عبداللّه بن أبي ربيعة، ش ۱۵۴۶ و أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۳، ص ۲۳۲ - ۲۳۳، شرح حال عبداللّه بن أبي ربيعة، ش ۲۹۳۹. «و كان اسم عبداللّه بن أبي ربيعة في الجاهلية بحيرا، فسمّاه رسول اللّهﷺ عبداللّه و كانت قريش تلقّبه العِدل، لأنّ قريشا كانت تكسو الكعبة في الجاهلية بأجمعها من أموالها سنة و يكسوها هو من ماله سنة، فأرادوا بذلك أنه وحده عدل لهم جميعا في ذلك... و كان عبداللّه بن أبي ربيعة تاجرا موسرا و كان متجره إلى اليمن و كان من أكثرهم مالا و أمّه أسماء بنت مخرّبة و قيل: مخرّمة و كانت عطّارة يأتيها العطر من اليمن». الأغاني: ج ۱، ص ۷۳ - ۷۴، ذكر خبر عمر بن أبي ربيعة و نسبه.

(۲) «و هو الّذي بعثته قريش مع عمرو بن العاص إلى النجاشي في مطالبة أصحاب رسول اللّهﷺ الذين كانوا عنده بأرض الحبشة». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۳۲، شرح حال عبداللّه بن أبي ربيعة، ش ۱۵۴۶ و أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۳، ص ۲۳۳، شرح حال عبداللّه بن أبي ربيعة، ش ۲۹۳۹. برای آگاهی از تفصیل جریان به کتاب مسند أحمد: ج ۵، ص ۲۹۰، حديث جعفر بن أبي طالب و هو حديث أم سلمة زوج النبيﷺ؛ السيرة النبوية / ابن هشام: ج ۱، ص ۳۵۶، إرسال قريش إلى الحبشة في طلب المهاجرين إليها و تاريخ الإسلام: ج ۱، ص ۱۹۲، الهجرة الأولى إلى الحبشة ثم الثانية.

(۳) « أسماء النفر الذين قدموا في الأسرى... و من بني مخزوم: عبداللّه بن أبي ربيعة». المغازي: ج ۱، ص ۱۳۰، أسماء النفر الذين قدموا في الأسرى. «ومن بني مخزوم: خالد بن هشام بن المغيرة أسره سواد بن غزية و أمية بن أبي حذيفة بن المغيرة أسره بلال و عثمان بن عبداللّه بن المغيرة و كان أفلت يوم نخلة فأسره واقد بن عبد اللّه التميمي يوم بدر فقال: الحمد للّه الذي أمكنني منك فقد كنت أفلت في المرة الأولى يوم نخلة. فقدم في فدائهم عبداللهبن أبي ربيعة و افتداهم بأربعة آلاف كل رجلٍ منهم». المغازي: ج ۱، ص ۱۴۰، ذكر من أُسر من المشركين؛ أنساب

جنگ احد میں عبد اللہ مشرکین کی صف میں تیر اندازوں کا کمانڈر تھا اور اس کے تحت ۱۰۰ تیر انداز تھے۔[1]

عبد اللہ ابن ابی ربیعہ مکہ کے مشرکین اور پیغمبر اکرم ﷺ کے دشمنوں میں سے ایک تھا جسے فتح مکہ میں پیغمبر اکرم ﷺ نے امان بخشی اور وہ طلقا میں سے ہو گیا۔

واقدی نقل کرتے ہیں:

ابو طالبؑ کی بیٹی، امام علیؑ کی بہن ام ہانی کا شوہر قبیلہ بنی مخزوم سے تھا۔ فتح مکہ کے دن بنی مخزوم کے دو افراد عبد اللہ ابن ابی ربیعہ اور حارث بن ہشام اس کے گھر میں پناہ گزین تھے۔ حضرت علیؑ اپنے چہرہ مبارک کو ڈھکے ان دونوں کو قتل کرنے کے لیے ان دونوں کی تلاش میں تھے۔ حضرت علیؑ ام ہانی کے گھر میں داخل ہوئے۔ ام ہانی علیؑ کو پہچان نہ پائیں اور انہوں نے حضرت کا راستہ روک لیا اور کہا: ”میں پیغمبر اکرم ﷺ کے چچا کی بیٹی ہوں۔“ حضرت امام علیؑ نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹائی تو ام ہانی نے انہیں پہچان لیا اور بھائی کہہ کر انہیں اپنے گلے سے لگا لیا اور سلام کیا۔ حضرت امام علیؑ کی نگاہ جیسے ہی ان دو مشرکوں پر پڑی تو آپ نے ان پر اپنی تلوار کھینچ لی، لیکن ام ہانی ان دونوں کے درمیان حائل ہو گئیں۔ حضرت امام علیؑ نے ام ہانی سے کہا: ”آپ ان مشرکوں کو پناہ دے رہی ہیں؟“ ام ہانی نے کہا: ”میں نے ان دونوں کو پناہ دی ہے۔ اگر تم انہیں مارنا چاہتے ہو تو پہلے مجھے قتل کرو۔“ حضرت امام علیؑ ام ہانی کے گھر سے باہر نکل آئے اور ام ہانی نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور ان سے کہا: ”تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ ام ہانی پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس آئیں۔ جب پیغمبر اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپؐ نے ان کا استقبال کیا۔ ام ہانی نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے شوہر کے دو مشرک رشتہ داروں کو اپنے گھر میں پناہ دی ہے، لیکن علیؑ ان دونوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔“ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کسی کو تم نے پناہ دی گویا ہم نے بھی اسے پناہ دی۔“ چند دنوں بعد پیغمبر اکرم ﷺ سے

الأشراف: ج ۱، ص ۳۶۲، أسرى المشركين ببدر و شرح نهج البلاغه: ج ۱۴، ص ۱۹۹، القول فيما جرى في الغنيمة و الأسارى بعد هزيمة قريش و رجوعها إلى مكة، ذيل نامه ۹.

(۱) «و أقبل المشركون قد صفوا صفوفهم و استعملوا على الميمنة خالد بن الوليد... و على الرُّماة عبداللّٰه بن أبي ربيعة و كانوا مائة رام». المغازي: ج ۱، ص ۲۲۰، غزوة أحد؛ أنساب الأشراف: ج ۱، ص ۳۸۷، غزوة أحد؛ الطبقات الكبرى: ج ۲، ص ۴۰، غزوة رسول اللّٰه ﷺ أحداً و شرح نهج البلاغه: ج ۱۴، ص ۲۳۱، قصة غزوة أحد، ذيل نامه ۹.

کسی نے کہا: ”حارث اور عبداللہ اپنے اپنے بلوں سے باہر آگئے ہیں اور ابھی وہ فلاں جگہ پر ہیں۔“ تو آنحضرت ﷺ فرمایا: انہیں کچھ نہ کہو، میں نے انہیں امان دے دی ہے۔“[۱]

فتح مکہ کے بعد عبداللہ ابن ابی ربیعہ جو طلقا میں سے تھا، نے زبردستی اسلام قبول کیا اور ابوسفیان بن حرب، حویطب بن عبدالعزیٰ، حکیم بن حزام اور چند قریشی طلقا کے ہمراہ پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ ان سب نے جنگ حنین میں شرکت کی۔ ان سب نے جنگ میں شرکت تو کی مگر اس جنگ میں اسلام کے دفاع میں ایک تلوار بھی نہیں چلائی، بلکہ یہ سب میدان جنگ میں تماش بین کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے تا کہ مال غنیمت حاصل کرنے میں کوئی پریشانی نہ ہو لہٰذا وہ صرف یہی دیکھنے آئے تھے کہ ان میں جیت کون رہا ہے۔ ان کے لیے پیغمبر اکرم ﷺ اور اصحاب اہم تھے ہی نہیں ان کے لیے تو صرف مال غنیمت اہمیت رکھتا تھا۔[۲]

---

(۱) «قالوا: و كانت أم هانئ بنت أبي طالب تحت هبيرة بن أبي وهب المخزومي فلما كان يوم الفتح دخل عليها حموان لها عبدالله بن أبي ربيعة المخزومي و الحارث بن هشام فاستجارا بها و قالا: نحن في جوارك! فقالت: نعم أنتمافي جواري. قالت أم هانئ: فهما عندي إذ دخل علي فارساً مدججاً في الحديد و لاأعرفه فقلت له: أنا بنت عم رسول الله ﷺ . قالت: فكف عني و أسفر عن وجهه فإذا عليعليه السلام . فقلت: أخي! فاعتنقته و سلمت عليه و نظر إليهما فشهر السيف عليهما. قلت: أخي من بين الناس يصنع بي هذا! قالت: و ألقيت عليهما ثوباً و قال: تجيرين المشركين و حلت دونهما. فقلت: والله لتبدأن بي قبلهما! قالت: فخرج و لم يكد فأغلقت عليهما بيتاً و قلت: لاتخافا! قال: فحدثني ابن أبي ذئب عن المقبري عن أبي-مرة مولى عقيل عن أم هانئ قالت: فذهبت إلى خباء رسول الله ﷺ بالبطحاء فلم أجده و وجدت فيه فاطمة. فقلت ماذا لقيت من ابن أمي علي أجرت حموين لي من المشركين فتفلت عليهما ليقتلهما! قالت: فكانت أشد علي من زوجها و قالت: تجيرين المشركين! قالت: إلى أن طلع رسول الله ﷺ و عليه رهجة الغبار فقال: مرحباً بفاختة أم هانئ و عليه ثوبٌ واحدٌ. فقلت: ماذا لقيت من ابن أمي علي ما كدت أنفلت منه! أجرت حموين لي من المشركين فتفلت عليهما ليقتلهما! فقال رسول الله ﷺ: ما كان ذاك قد أمّنا من أمّنت و أجرنا من أجرت... فقال: يا رسول الله ﷺ الحارث بن هشام و ابن أبي ربيعة جالسان في ناديهما متفضلان في الملاء المزعفر. فقال رسول الله ﷺ: لا سبيل إليهما قد أمناهما!». المغازي: ج ۲، ص ۸۲۹ - ۸۳۰، شأن غزوة الفتح; المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص ۳۱۲، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب الحارث بن هشام، ح ۵۲۱۰ / ۸۰۸; تاريخ دمشق الكبير: ج ۱۲، ص ۲۸۸، شرح حال حارث بن هشام، ش ۱۳۴۹; الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۳۲، شرح حال عبدالله بن أبي ربيعة، ش ۱۵۴۶ و أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۳، ص ۲۳۳، شرح حال عبدالله بن أبي ربيعة، ش ۲۹۲۹.

(۲) «قالوا:و خرج رجال من مكة مع النبي ﷺ فلم يغادر منهم أحداً على غير دين ركباناً و مشاة ينظرون لمن تكون الدائرة فيصيبون من الغنائم. و لايكرهون أن تكون الصدمة لمحمد ﷺ و أصحابه. و خرج أبوسفيان بن حرب في أثر العسكر كلما مر بترس ساقط أو رمح أو متاع النبي ﷺ حمله و الأزلام في كنانته حتى أوقر جمله. و خرج صفوان و لم سلم و هو في المدة التي جعل له رسول الله ﷺ فاضطرب خلف الناس و معه حكيم بن حزام و

عبد اللہ ابن ابی ربیعہ کے پاس تمام فنون میں مہارت رکھنے والے حبشہ کے بہت سارے غلام تھے۔ جب پیغمبر اکرم ﷺ حنین سے خارج ہونا چاہ رہے تھے تو آپؐ سے کسی نے پوچھا: عبد اللہ کے پاس بہت سارے غلام ہیں، کیا آپؐ ان غلاموں سے مدد لیں گے؟" پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: "ان سے مدد لینا اچھا نہیں ہے، کیونکہ جب وہ آئیں گے تو چوری کریں گے اور جب ان کا پیٹ بھرا ہوگا تو وہ زنا کریں گے۔"[۱]

عبد اللہ ابن ابی ربیعہ نے، پیغمبر اکرم ﷺ کے زندگی کے آخری لمحات میں اسامہ بن زید کی سرداری پر اعتراض کیا تھا اور پیغمبر اکرم ﷺ سے کہا تھا: "آپ نے ایک کم سن جوان کو ہمارا امیر بنا دیا ہے، جبکہ ہم بزرگانِ قریش میں سے ہیں۔"[۲]

اسی عبد اللہ ابن ربیعہ کو عمر ابن الخطاب نے کو یمن کا حاکم بنا دیا اور عثمان نے اپنے زمانہ حکومت میں اسے اسی جگہ اور اسی مقام پر باقی رکھا۔ جب لوگوں نے عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا تو وہ عثمان کی مدد کے لیے پہنچا، مکہ کے نزدیک وہ اپنی سواری سے گرا اور مر گیا۔[۳]

عثمان کی مدد کے حوالے سے اکثر مؤرخین نے یہی لکھا ہے، لیکن بلاذری نقل کرتے ہیں:

حويطب بن عبدالعزي و سهيل بن عمرو و أبوسفيان بن حرب و الحارث بن هشام و عبداللّٰه بن أبي ربيعة ينظرون لمن تكون الدائرة». المغازي: ج ۳، ص ۸۹۴ - ۸۹۵، غزوة حنين.

(۱) «و كان لعبداللّٰه بن أبي ربيعة عبيد من الحبشة يتصرّفون في جميع المهن و كان عددهم كثيرا، فروي عن سفيان بن عيينة أنه قيل لرسول اللّٰه ﷺ حين خرج إلى حنين: هل لك في حبش بني المغيرة تستعين بهم؟ فقال: لاخير في الحبش إن جاعوا سرقوا و إن شبعوا زنوا و إنّ فيهم لخلّتين حسنتين إطعام الطعام و البأس يوم البأس». الأغاني: ج ۱، ص ۴۷، ذكر خبر عمر بن أبي ربيعه و نسبه.

(۲) «ثم ذكر أن السبب في كون عمر من جملة جيش أسامة أن عبداللّٰه بن أبي ربيعة المخزومي قال عند ولاية أسامة: تولى علينا شابا حدثا و نحن مشيخة قريش؟». شرح نهج البلاغه: ج ۱۷، ص ۱۷۷، ذكر ما طعن به الشيعة في إمامة أبي بكر و الجواب عنها، الطعن الرابع، ذيل نامه ۶۲ و موسوعة شريف المرتضى / الشافي في الإمامة: ج۹، ص ۱۴۶، تخلف أبي بكر عن جيش أسامة بن زيد. «قال: و كان المنكر لإمارة أسامة عياش بن أبي ربيعة. و غير الواقدي يقول: عبداللّٰه بن عياش و قد قيل: عبداللّٰه بن أبي-ربيعة أخو عياش». شرح نهج البلاغه: ج ۱۷، ص۱۸۲، ذكر ما طعن به الشيعة في إمامة أبي بكر و الجواب عنها، الطعن الرابع، ذيل نامه ۶۲.

(۳) «ولاه عمر على الجند ثم ولاه عثمان حتى حصر عثمان فجاء ينصر عثمان فسقط عن راحلته بقرب مكة فمات». التاريخ الكبير: ج۵، ص ۹- ۱۰، شرح حال عبداللّٰه بن أبي ربيعة، ش ۱۶؛ الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص۳۲، شرح حال عبداللّٰه بن أبي ربيعة، ش ۱۵۴۶؛ أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۳، ص ۲۳۳، شرح حال عبداللّٰه بن أبي ربيعة، ش ۲۹۳۹ و الإصابة في تمييز الصحابة: ج ۴، ص ۶۹، شرح حال عبداللّٰه بن أبي ربيعة، ش۴۶۸۹.

عبد اللہ جو یمن کا حاکم تھا، عثمان کی مدد کے لیے آیا، لیکن مکہ کے نزدیک اپنی سواری سے گرنے کی وجہ سے اس کا پیر ٹوٹ گیا اور پھر وہ وہیں سے پلٹ گیا۔(۱)

شیخ مفید، واقدی سے نقل کرتے ہیں:

"عثمان کی مدد کے لیے عبد اللہ یمن سے آیا۔ راستے میں اس کی ملاقات صفوان بن امیہ سے ہوئی۔ صفوان گھوڑے پر سوار تھا اور عبد اللہ خچر پر۔ صفوان کا گھوڑا جب عبد اللہ کے خچر کے قریب آیا تو یہ خچر ڈر کر بھاگا اور نتیجۃً عبد اللہ اپنے سواری سے گر گیا اور اس کے پیر ٹوٹ گئے۔ جب اسے خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے عثمان کو مار دیا ہے تو وہ مکہ کی طرف واپس لوٹ گیا۔ اس نے عائشہ کو دیکھا کہ وہ عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے لوگوں کو اکٹھا کر رہی ہیں تو اس نے بھی مسجد میں ایک تقریر کی جس میں اس نے کہا کہ جو کوئی بھی عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے خروج کرے گا، میں اسے خود آراستہ کروں گا۔ اور اس نے کئی لوگوں کو آراستہ بھی کیا لیکن وہ خود اپنے ٹوٹے ہوئے پیر کی وجہ سے لشکر میں شامل نہ ہو سکا۔"

شیخ مفید عبد اللہ بن سائب سے نقل کرتے ہیں:

"عبد اللہ ابن ابی ربیعہ اور یعلی بن منیہ نے کئی لوگوں کو جنگ کے لیے آمادہ کیا اور اس نے ناکثین کو بصرہ کی طرف بھیجنے اور خروج کرنے کے لیے اور جنگ جمل کے لیے کافی زیادہ پیسے خرچ کیے۔ جب امام علیؑ کو یہ خبر ہوئی کہ یہ دونوں لوگوں کو جنگ کے لیے امادہ کر رہے ہیں، تو امام نے فرمایا: "عبد اللہ اور یعلی اگر مجھے مل جائیں تو خدا کی قسم میں اس کے اموال کو ضبط کر لوں گا اور سب کچھ راہ خدا میں خرچ کر دوں گا۔""(۲)

---

(۱) «و أقبل عبداللّه بن أبي ربيعة المخزومي و كان عامله على مخاليف الجند لينصره، فلما انتهى إلى بطن نخلة سقط عن راحلته فانكسرت رجله فانصرف إلى أهله». أنساب الأشراف: ج ٦، ص ٢٠٧، رؤيا عثمان و مقتله.

(۲) «و صار إلى مكة عبداللّه ابن أبي ربيعة و كان عامل عثمان على صنعاء فدخلها و قد انكسر فخذه و كان سبب ذلك ما رواه الواقدي عن رجاله أنه لما اتصل بابن ربيعة حصر الناس لعثمان أقبل سريعا لنصرته فلقيه صفوان بن أمية و هو على فرس يجري و عبداللّه بن أبي ربيعة على بغل فدنا منها الفرس فحادت فطرحت ابن أبي ربيعة و كسرت فخذه و عرف أن الناس قد قتلوا عثمان فصار إلى مكة بعد الظهر فوجد عائشة يومئذ بها تدعو إلى الخروج لطلب دم عثمان فأمر بسرير فوضع له سرير في المسجد ثم حمل و وضع عليه و قال للناس: من خرج لطلب دم عثمان فعليّ جهازه فجهز ناسا كثيرا و لم يستطع الخروج معهم لما كان برجله. و روى عبداللّه بن السائب قال: رأيت عبداللّه بن أبي ربيعة على سرير في المسجد يحرض الناس على الخروج في طلب دم عثمان و يحمل من جاء و كان يعلى بن منية التميمي حليف بني-نوفل عاملا لعثمان على الجند فوافى الحج ذلك العام فلما بلغه قول ابن أبي ربيعة خرج من داره و قال: أيها الناس! من خرج لطلب دم عثمان فعلي جهازه و كان قد

حاکم نیشاپوری نقل کرتے ہیں:

" ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ نے عثمان کے خونی لباس کے ساتھ عبداللہ ابن ابی ربیعہ کو ایک خط لکھا اور اسے عثمان کے قتل سے آگاہ کیا۔ عبداللہ نے منبر پر جاکر لوگوں کو عثمان کے قتل سے باخبر کیا۔ اس نے لوگوں کو عثمان کا خونی کپڑا دکھایا مرثیہ پڑھنے لگا اور رونے لگا۔ لوگ بھی رونے لگے۔ پھر عبداللہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ نکل پڑا اور راستے میں مکہ کے نزدیک وہ اپنی سواری سے گر کر مر گیا۔ "[۱]

عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کے حالات زندگی کے مطالعہ کے بعد یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ عثمان کے انتخاب کے لیے صدر دفتر کے یہ دو رئیس فتح مکہ کے طلقا میں سے تھے کہ جن کا خون رسول اللہ ﷺ نے مباح قرار دے دیا تھا۔ اگر ان کو تلوار اور شمشیر کا خوف نہ ہوتا تو یہ دونوں ہرگز اسلام قبول نہ کرتے۔ عمارؓ اور مقدادؓ جیسے بزرگ صحابی جو امام علیؑ کے دفاع میں سختی کے ساتھ کھڑے تھے، ان دو بزرگان کا موازنہ ہرگز ان دو بدعمل لوگوں کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔

وہ انسان کہ جس کی ساری سوچ صرف دولت اور قدرت حاصل کرنے میں لگی ہو، اور وہ انسان جو ہمیشہ حق اور حقیقت کی تلاش میں سرگرداں ہوں، کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا یہ دونوں عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح اور عبداللہ ابن ابی ربیعہ واقعاً کسی باصلاحیت شخص کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے؟

عبداللہ ابن ابی ربیعہ حضرت عمارؓ کو "یا ابن سمیہ" کہہ کر مخاطب کرتا تھا اور ایسا لگتا ہے جیسے وہ عمارؓ کو گالی دینے کا ارادہ رکھتا تھا، کیونکہ جس کے باپ کا لوگوں کو پتہ نہ ہو اس انسان کو اس کی ماں کے نام سے بلایا جاتا

صحب ابن أبي ربيعة مالا جزيلا فأنفقه في جهاز الناس إلى البصرة... و لما اتصل بأميرالمؤمنينعليه السلام خبر ابن أبي ربيعة و ابن منية و ما بذلاه من المال في شقاقه و الإفساد عليه، قال: واللّٰه! إن ظفرت بابن منية و ابن أبي ربيعة لأجعلن أموالهما في سبيل اللّٰه، ثم قال: بلغني إن ابن منية بذل عشرة آلاف دينار في حربي، من أين له عشرة آلاف دينار؟». الجمل: ص ۲۳۱ - ۲۳۳، تحريض المعارضين الناس على الخروج.

(۱) «سمعت محمد بن إسحاق بن بشار يذكر عن شيوخه: أن أم حبيبة بنت أبي سفيان زوجة رسول اللّٰهﷺ وجهت رسول اللهﷺ إلى عبداللّٰه بن أبي ربيعة أخي عياش بن أبي ربيعة يخبره بقتل عثمان و وجهت إليه بقميصه الذي قتل فيه و أثوابه مضرجات بدمه فلما ورد عليه الرسول اللّٰه خرج إلى الناس و صعد المنبر و أخبرهم بقتله و نشر قميصه على المنبر و بكى و بكى الناس معه و أنشاء يقول... قال: فخرج بمن كان معه فلما قرب من مكة سقط عن راحلته فمات». المستدرك على الصحيحين: ج ۳، ص۱۱۳، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مقتل عثمان بن عفان، ح ۱۶۲/ ۴۵۶۴۔

ہے۔ پھر وہی عمارؓ کی مذمت بھی کرتے اور انہیں پر اعتراض بھی کرتے ہیں کہ تم قریش کے کاموں میں کیوں دخالت کرتے ہو؟ قریش جسے بھی پسند کرتے ہیں اسے معین کر دیتے ہیں، لہٰذا ان کاموں میں تمہارا بولنا درست نہیں ہے۔

جناب عبد اللہ ابن ابی ربیعہ! عمارؓ حق کے ساتھ ہیں اور حق عمارؓ کے ساتھ! آپ نے کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھلا دیا تھا؟ یا آپ اصلاً محمد ﷺ کو پیغمبر ہی نہیں مانتے تھے؟ ان جیسے معاملوں میں اگر عمارؓ جیسے صحابیوں کو بولنے کا حق نہیں ہے تو پھر آپ تو طلقا میں سے ہیں، آپ کا تو اصلاً اس بحث سے کوئی تعلق ہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔

عمر نے اہل شوریٰ سے کہا: "شوریٰ میں اگر تم لوگ کسی بھی نتیجے پر نہ پہنچ پاؤ اور آپس میں اختلاف کرنے لگ جاؤ گے تو شام سے معاویہ اور یمن سے عبد اللہ ابن ابی ربیعہ اس فرصت سے فائدہ اٹھا لیں گے، کیونکہ ان دونوں کی نظر میں تم سب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ان کے بچوں اور ان کے طلقا میں خلافت کی کوئی صلاحیت نہیں ہے، اسی لیے تم سب فوراً کسی ایک کو خلیفہ چن لو اور ان دونوں کے ہاتھ میں یہ موقع نہ جانے دو۔

ابن حجر عسقلانی اس روایت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

اس روایت کی روشنی میں یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ عبد اللہ ابن ابی ربیعہ فتح مکہ کے طلقا میں سے تھا۔[۱]

اس روایت سے ہمیں چند باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

اول

جناب خلیفہ دوم! آپ نے اہم اسلامی سرزمینوں کو کیوں طلقا اور مہدور الدم (جس کا خون مباح ہو) افراد کے حوالے کر دیا کہ جنہوں نے سالوں سال کفار کے ساتھ مل کر پیغمبر اکرم ﷺ سے جنگیں کی تھیں؟ آپ نے ان کے ہاتھوں میں اتنی قدرت کیوں دے دی کہ جس قدرت کو وہ جب چاہیں اسلام کی مصلحتوں کے

(۱) «و يقال: إن عمر قال لأهل الشورى:لاتختلفوا فإنكم إن اختلفتم جائكم معاوية من الشام و عبدالله بن أبي ربيعة من اليمن، فلا يريان لكم فضلا لسابقتكم و إن هذا الأمر لايصلح للطلقاء و لا لأبناء الطلقاء. فهذا يقتضي أن يكون عبدالله من مسلمة الفتح و قد جاء ذلك صريحاً». الإصابة في تمييز الصحابة: ج ۴، ص ۷۰، شرح حال عبدالله بن أبي ربيعة، ش ۴۶۸۹ و تاريخ دمشق الكبير: ج ۶۲، ص ۸۶، شرح حال معاويه، ش۷۶۶۲.

خلاف استعمال کر لیں۔ آخر کار معاویہ نے ایسا کیا بھی۔ اس سوال کا جواب واضح ہے۔ عمر نے تمام تر چالیں چلیں تا کہ وہ خلافت کو علیؑ اور اہل بیتؑ سے دور کر سکیں۔ سب سے پہلی چال انہوں نے سقیفہ میں چلی اور پھر تعیین شوریٰ کے وقت اور اگر شوریٰ سے بھی کوئی نتیجہ حاصل نہ ہو پائے تو انہوں نے قریش کے ہاتھ میں اتنی قدرت دے دی تھی کہ وہ لوگوں کو حکومت علیؑ کے خلاف کھڑا کر سکیں۔

دوم

جیسا کہ خود عمر نے کہا تھا کہ خلافت طلقا اور ان کے فرزندوں کے لیے نہیں ہے۔ عمر کا یہ جملہ، خلافت معاویہ و بنی امیہ کو غیر شرعی اور باطل ثابت کرتا ہے۔

سوم

عبداللہ ابن ربیعہ نے عثمان کی جتنی بھی حمایتیں کی ہیں، وہ سب حمایتیں اس نے اپنے فائدے کے لیے کی ہیں۔ ممکن تھا اگر شوریٰ تھوڑا اور طولانی ہو جاتا تو عبداللہ خود میدان میں اتر جاتا اور عثمان کو ایک طرف کر دیتا۔

جب ان دونوں گروہوں کے درمیان کے اختلافات نے زور پکڑ لیا تو سعد ابن ابی وقاص نے عبدالرحمٰن ابن عوف سے کہا: "ان اختلافات سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ تم اپنے نظریے کا جلدی سے اعلان کر دو، کیونکہ تمہاری بات آخری بات ہوگی۔"[1] اگر سعد کی پہلی گفتگو پر غور کیا جائے تو بخوبی سمجھ آجائے گا کہ اس جملے سے سعد کا مقصد کیا تھا؟

ان لوگوں کے نظریے کے مطابق، تمام فتنوں سے بچنے کا تنہا راستہ عثمان کو خلیفہ منتخب کرنا تھا۔ وہ اشاروں میں ہی یہ کہہ رہے تھے کہ قبل اس کے کہ ماحول زیادہ خراب ہو، عثمان کو ہی خلیفہ منتخب کر لو۔

---

(۱) «فتكلم بنوهاشم و بنوأمية... فقال سعد بن أبي وقاص: يا عبدالرحمن! أفرغ قبل أن يفتتن الناس». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۸۳، حوادث سال ۲۳ هجری، قصة الشوری و تاريخ المدينة المنورة: ج ۳، ص ۹۲۹ - ۹۳۰، القسم الثاني: أخبار عمر بن الخطاب، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشوری.

شیخین کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی شرط

عبدالرحمٰن نے جلسہ شوریٰ میں تعیین خلیفہ کے لیے خلافت کے باقی دو امیدواروں کے درمیان ایک شرط رکھ دی۔ اس نے کہا: "خلیفہ ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ کتاب خدا، سنت پیغمبر اکرم ﷺ اور سیرت شیخین پر عمل کرنے کا وعدہ کرے۔" حضرت امام علیؑ نے شیخین کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا، لیکن عثمان نے اس شرط کو قبول کر لیا لہٰذا عبدالرحمٰن نے عثمان کی بعنوان خلیفہ بیعت کر لی۔

عبدالرحمٰن نے سیرت شیخین پر عمل کرنے کو خلیفہ کے انتخاب کا معیار بنایا تھا، جس کے انکار کرنے سے علیؑ کو نکال دیا گیا اور عثمان کو خلیفہ منتخب کر دیا گیا۔ ہم تعیین خلیفہ کے لیے عبدالرحمٰن کے بنائے اس ملاک و معیار کو چند دلائل کے ساتھ رد کریں گے اور اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ سیرت شیخین پر عمل کرنے کی شرط فقط اور فقط علیؑ کو خلافت سے دور کرنے اور عثمان کے ہاتھ خلافت دینے کے لیے تھی۔

پہلی دلیل: عمر کی نظر میں خود شیخین کی خلافت باطل تھی

جناب عبدالرحمٰن! عمر نے کہا تھا کہ ابوبکر کو خلیفہ بنا دینا بہت بڑی غلطی تھی، اور وہ خود بغیر کسی مشورے کے خلیفہ بنا دیے گئے۔ انہوں نے اپنی اس بات کو قبول بھی کیا اور کہا: "جو کوئی بھی بغیر کسی مشورت کے اپنی خلافت کا دعوی کرے اسے مار دو۔"[۱] جب ابوبکر و عمر کی اصل خلافت ہی باطل ہو گئی تو ان کی سیرت کو تعیین خلیفہ کی شرط بنا دینا کون سی عقل مندی ہے؟

---

(۱) «عن زيد بن أسلم عن أبيه أنّ عمر قال: إنّ رجالا يقولون إنّ بيعة أبي بكر كانت فلتة وقى اللّٰه شرّها و إنّ بيعة عمر كانت عن غير مشورة و الأمر بعدي شورى». أنساب الأشراف: ج ٦، ص ١١٩، أمر الشورى و بيعة عثمان. «ثم إنه بلغني إن قائلا منكم يقول: واللّٰه لو مات عمر بايعت فلانا، فلا يغترن امرؤ أن يقول إنما كانت بيعة أبي بكر فلتة و تمت إلا و أنها قد كانت كذلك و لكن اللّٰه وقى شرها و ليس منكم من تقطع الأعناق إليه مثل أبي بكر من بايع رجلا عن غير مشورة من المسلمين فلا يبايع هو و لا الذي بايعه تغرة أن يقتلا». صحيح البخاري: ص ١٣٨٠، كتاب الحدود، باب رجم الحبلى من الزنا إذا أحصنت، ح ٦٨٣٠. «عن المعرور بن سويد: أن عمر قال: من دعا إلى إمارة لنفسه من غير مشورة المسلمين فلا يحل لكم إلا أن تقاتلوه». تاريخ المدينة المنورة: ج ٣، ص ٩٣٦، مقتل عمر بن الخطاب و أمر الشورى.

دوسری دلیل: حضرت امام علیؑ کے مطابق سیرت شیخین باطل ہے

ایک روایت کے مطابق کہ جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علیؑ حق اور قرآن کے ساتھ ہیں، حق علیؑ اور قرآن کے ساتھ ہے۔''(۱)

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سیرت شیخین پر عمل کرنے سے علیؑ نے اس لیے انکار کیا کیونکہ سیرت شیخین مخالف قرآن اور مخالف حق تھی، جیسا کہ خود عمر حضرت امام علیؑ کے متعلق فرماتے ہیں: ''اگر میں علیؑ کو خلیفہ بنادوں تو وہ لوگوں کو راہ حق اور صراط مستقیم کی طرف دعوت دیں گے۔'' جب علیؑ نے سیرت شیخین پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سیرت شیخین راہ حق اور صراط مستقیم کے خلاف تھی۔

تیسری دلیل: سیرتِ شیخین کتاب خدا اور سنت رسول ﷺ کے خلاف تھی

عبد الرحمٰن نے جب سیرت شیخین کو کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ کی صف میں لا کھڑا کیا تو کیا وہ بھی مانتا تھا کی شیخین کی سیرت کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ سے جدا ہے ورنہ کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ کی صف میں سیرت شیخین کو لانے کی کیا ضرورت تھی؟

جناب عبد الرحمٰن! کیا شیخین کی سیرت کو معتبر ماننا دین میں تصرف اور شریعت میں بدعت داخل کرنے کے مترادف نہیں ہے؟

مگر یہ کہ عبد الرحمٰن کا یہ عقیدہ ہو کہ ''قال اللہ اور قال عمرؓ'' یا ''قال رسول اور قال ابوبکرؓ'' سب ایک ہی ہیں، یا جس طرح کتاب خدا میں کوئی خطا اور غلطی نہیں ہے اور جس طرح سے رسول اللہ ﷺ معصوم

---

(۱) «عليّ مع الحقّ و الحقّ مع عليّ». یہ روایت مختلف مضامین کے ساتھ شیعہ سنی کتب میں ذکر ہوئی ہے۔ سنن الترمذي: ص ٦٦٨ - ٦٦٩، كتاب المناقب، باب مناقب عليّ بن أبي طالب، حديث ٣٧١٤؛ بحارالأنوار: ج ٣٨، ص ٢٨، الباب السابع و الخمسون، حديث ١؛ تاريخ دمشق الكبير: ج ٤٥، ص ٣٤٤، شرح حال حضرت على عليه السلام، ش ٥٠٢٩؛ المستدرك على الصحيحين: ج ٣، ص ١٣٤ - ١٣٥، كتاب معرفة الصحابة، ذكر إسلام أميرالمؤمنين علي عليه السلام، حديث ٤٦٢٩، حاکم نیشاپوری اس سند کو صحیح مانتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: «علي مع القرآن و القرآن مع علي لن يتفرقا حتى يردا على الحوض هذا حديث صحيح الاسناد». المستدرك على الصحيحين: ج ٣، ص ١٣٤، كتاب معرفة الصحابة، مناقب أميرالمؤمنين عليه السلام، ح ٤٦٢٨ / ٢٢٦.

ہیں بالکل اسی طرح ابو بکر و عمر بھی ہر خطا و غلطی سے معصوم ہیں۔ اگر عبد الرحمٰن کا شیخین کے لیے یہ عقیدہ ہے تو پھر ان کی سیرت عبد الرحمٰن کے لیے حجت ہو سکتی ہے۔

جناب عبد الرحمٰن! کیا آپ خود جناب ابو بکر و جناب عمر کو معصوم مانتے ہیں؟ اگر معصوم نہیں مانتے ہیں تو ان کی سیرت کو کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ کی صف میں کیسے لا کر کھڑا کر دیا؟ جبکہ عبد اللہ ابن عباس جیسے بزرگ صحابی سیرت شیخین کو سیرت رسول اللہ ﷺ کی صف میں لا کھڑا کرنے کو صحیح نہیں مانتے ہیں۔

عروہ ابن زبیر، ابن عباس سے کہتے ہیں: "کیا تم زنا کو حلال مانتے ہو؟" ابن عباس کہتے ہیں: "میں متعہ کو حلال مانتا ہوں۔" عروہ نے کہا: "متعہ تو حرام ہے۔" ابن عباس نے کہا: "مگر پیغمبر اکرم ﷺ نے تو اسے حلال کہا ہے۔" عروہ نے کہا: "لیکن اسے ابو بکر و عمر نے حرام قرار دیا ہے۔" ابن عباس نے کہا: "لعنت ہو تم پر! تم بڑی بلندی سے گرنے والے ہو۔ میں کہہ رہا ہوں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا اور تم کہہ رہے ہو کہ ابو بکر و عمر کہتے ہیں۔"(۱)

چوتھی دلیل: شیخین کی سیرت پر عمل کرنا گویا دو متناقض سیرت پر عمل کرنا ہے

شیخین کی سیرت میں بہت سارے ایسے موارد ہیں جو کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ کے صریحاً مخالف ہیں، مثلاً خلیفہ دوم کا فجاءہ سلمی کے ہاتھوں کو پیچھے سے باندھ کر اسے بقیع میں جلا دینے کا حکم دینا۔(۲)

---

(۱) «عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال: تمتع النبي ﷺ. فقال عروة بن الزبير: نهى أبوبكر و عمر عن المتعة. فقال ابن عباس: ما يقول عرية؟ قال: يقول: نهى أبوبكر و عمر عن المتعة. فقال ابن عباس: أراهم سيهلكون أقول: قال النبي ﷺ و يقول: نهى أبوبكر و عمر». مسند أحمد: ج ۱، ص ۳۳۷، مسند عبدالله بن عباس و سير أعلام النبلاء: ج ۱۵، ص ۲۴۳، شرح حال ابن أيمن، ش ۹۶.

(۲) «أن الفجاءة إياس بن عبد يا ليل قدم على أبي بكر فقال: أعني بسلاح و مرني بمن شئت من أهل الردة. فأعطاه سلاحا و أمره أمره، فخالف أمره إلى المسلمين فخرج حتى ينزل بالجواء و بعث نجبة بن أبي الميثاء من بني الشريد و أمره بالمسلمين فشنها غارة على كل مسلم في سليم و عامر و هوازن و بلغ ذلك أبابكر فأرسل إلى طريفة بن حاجز يأمره أن يجمع له و أن يسير إليه و بعث إليه عبدالله بن قيس الجاسي عونا، ففعل، ثم نهضا إليه و طلباه فجعل يلوذ منهما حتى لقياه على الجواء فاقتتلوا فقتل نجبة و هرب الفجاءة فلحقه طُريفة فاسره ثم بعث به إلى أبي بكر فقدم به على أبي بكر فأمر فأوقد له نارا في مصلى المدينة على حطب كثير ثم رمي به فيها مقموطا». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۲۶۶، حوادث سال ۱۱ هجرى، ذكر ردّة هوازان و سليم و عامر; الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۲۷ - ۲۸، حوادث سال ۱۱ هجرى، ذكر ردّة بني عامر و هوازان و سليم و البداية و النهاية: ج ۶، ص ۳۲۴، حوادث سال ۱۱ هجرى، قصة الفجاءة.

ایک انسان کو کسی بھی گناہ کے لیے جلا دینا کیا یہ عمل انسانیت کے خلاف نہیں ہے؟ عمر کا یہ فیصلہ کیا قرآن وشریعت وسنت پیغمبر اکرم ﷺ کے خلاف نہیں ہے؟ یا مثلاً متعہ کو حرام قرار دینا، یا حج تمتع کو ممنوع قرار دینا، جبکہ اس کے متعلق خود عمر نے اقرار کیا ہے کہ یہ عمل کتاب وسنت کے خلاف ہے۔[1]

ابو بکر و عمر نے تو سنت و احادیث رسول اللہ ﷺ کی اس قدر مخالفت کی ہے کہ خود عمر نے پیغمبر اکرم ﷺ سے آپؐ کی آخری عمر میں کہا: ''میرے لیے تو کتاب خدا ہی کافی ہے۔'' یہ کہہ کر انہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کو وصیت ہی نہیں کرنے دی اور آپؐ پر ہذیان کی تہمت لگا دی۔ معاذ اللہ۔[2]

ابو بکر وعمر نے احادیث پیغمبر اکرم ﷺ کو آگ لگا دی۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں:

---

(۱) «عن ابن عمر عن عمر، قال: متعتان كانتا على عهد رسول اللّٰهﷺ أنهى عنهما و أعاقب عليهما متعة النساء و متعة الحجّ». تذكرة الحفاظ: ج ۱، ص ۲٦۸، شرح حال مكي بن إبراهيم، الطبقة السابعة، ش ۳۵۹; مسند أحمد: ج ۳، ص ۳۲۵، مسند جابر بن عبداللّٰه و المبسوط: ج ۴، ص ۲۷، كتاب المناسك، باب القران.

(۲) «عن ابن عباس قال: لما حضر رسول اللّٰهﷺ و في البيت رجال فيهم عمر بن الخطاب، قال النبيﷺ: هلمّ أكتب لكم كتابا لاتضلوا بعده. فقال عمر: إن النبيﷺ قد غلبه عليه الوجع و عندكم القرآن حسبنا كتاب اللّٰه. فاختلف أهل البيت فاختصموا، منهم من يقول: قرّبوا يكتب لكم النبيﷺ لن تضلوا بعده و منهم من يقول ما قال عمر. فلما أكثروا اللغو و الاختلاف عند النبيﷺ قال رسول اللّٰهﷺ: قوموا». صحيح البخاري: ص ۱۱۲۸، كتاب المرضى، باب قول المريض قوموا عني، ح ۵٦٦۹ و ص ۸۹۴، كتاب المغازي، باب مرض النبيﷺ و وفاته، ح ۴۴۳۲ و صحيح مسلم: ص ٦۷۲، كتاب الوصية، باب ترك الوصية لمن ليس له شيء يوصي فيه، ح ۴۲۱۰. «عن ابن عباس، أنّه قال: يوم الخميس و ما يوم الخميس ثمّ بكى حتى خضب دمعه الحصباء، فقال اشتدّ برسول اللّٰهﷺ وجعه يوم الخميس، فقال: ائتوني بكتابٍ أكتب لكم كتاباً لن تضلوا بعده أبداً. فتنازعوا و لاينبغي عند نبيّ تنازع، فقالوا: هجر رسول اللّٰه». صحيح البخاري: ص ٦۱۹، كتاب الجهاد و السير، باب جوائز الوفد، حديث ۳۰۵۳ و صحيح مسلم: ص ٦۷۲، كتاب الوصية، باب ترك الوصية لمن ليس له شيء يوصي فيه، حديث ۴۲۰۹. «و لاينبغي عند نبيّ تنازع، فقالوا: ما له أهجر استفهموه؟». صحيح البخاري: ص ٦۴۵، كتاب الجزية و الموادعة، باب إخراج اليهود من جزيرة العرب، حديث ۳۱٦۸ و ص ۸۹۳، كتاب المغازي، باب مرض النبيّﷺ و وفاته، ح ۴۴۳۱ و صحيح مسلم: ص٦۷۲، كتاب الوصية، باب ترك الوصية لمن ليس له شيء يوصي فيه، حديث ۴۲۰۸. «و منه حديث مرض النبيّﷺ قالوا: ما شأنه؟ أهجر؟ أي اختلف كلامه بسبب المرض، على سبيل الاستفهام. أي هل تغيّر كلامه و اختلط لأجل ما به من المرض؟ و هذا أحسن ما يقال فيه و لايجعل إخباراً فيكون إما من الفحش أو الهذيان. و القائل كان عمر و لايظنّ به ذلك». النهاية في غريب الحديث و الأثر: ج ۵، ص ۲۴٦، باب الهاء مع الجيم، ماده هجر. «و لمّا مات رسول اللّٰه قال قبل وفاته: ائتوا بدواةٍ لأزيل لكم إشكال الأمر و اذكر لكم من المستحق لها بعدي. قال عمر: دعوا الرجل فإنه ليهجر». مجموعة رسائل الإمام الغزالي/سرّ العالمين و كشف ما في الدارين: ص ۴۸۳، باب في ترتيب الخلافة و المملكة و تذكرة الخواص: ص ٦۵، الباب الرابع في ذكر خلافته عليه السلام.

"میرے باپ نے رسول اللہ ﷺ کی تقریبا ۵۰۰ روایتیں جمع کی تھیں، جنہیں بعد میں انہوں نے آگ کے حوالے کر دیا۔"[۱]

ان روایات میں آخر ایسا کیا لکھا تھا کہ انہیں جلا دینا آپ کے لیے ضروری ہو گیا تھا؟ عمر کے زمانے میں بھی لوگوں کے پاس پیغمبر اکرم ﷺ کی بہت ساری حدیثیں موجود تھیں۔ ایک دن عمر نے لوگوں سے ان احادیث کو لانے کے لیے کہا، جب لوگ حدیثوں کو لے آئے تو عمر نے ان سب کو جلا دینے کا حکم دے دیا۔[۲]

یحییٰ بن جعدہ کہتے ہیں:

خلیفہ دوم نے تمام شہروں کو خط لکھا: پیغمبر اکرم ﷺ سے منسوب جس کسی کے پاس کوئی بھی روایت یا حدیث ہے وہ فوراً اسے ختم اور نابود کر دے۔[۳] عمر کی طرف سے صحابہ کو روایت نقل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ عمر کا کہنا تھا: "پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیثیں کم نقل کیا کرو۔"[۴] طبری نقل کرتے ہیں: "عمر جب بھی کسی حاکم کو یا گورنر کو کسی علاقے میں بھیجتے تو اس سے کہتے تھے کہ لوگوں میں صرف قرآن کو پڑھنا اور محمد ﷺ سے کم حدیثیں نقل کرنا۔"[۵]

---

(۱) «قالت عائشة: جمع أبي الحديث عن رسول اللهﷺ و كانت خمسمائة حديث فبات ليلته يتقلب كثيرا. قالت: فغمني فقلت: أتتقلب لشكوى أو لشيء بلغك؟ فلما أصبح قال: أي بنية هلمي الأحاديث التي عندك فجئته بها فدعا بنار فحرقها...». تذكرة الحفاظ: ج ۱، ص ۱۰ - ۱۱، الطبقة الأولى، شرح حال ابوبکر، ش ۱؛ و كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۱۰، ص ۲۸۵، باب في آداب العلم و العلماء، فصل في رواية الحديث، ح ۲۹۴۶۰.

(۲) «أخبرنا عبدالله بن العلاء قال: سألت القاسم يملي علي أحاديث. فقال: إن الأحاديث كثرت على عهد عمر بن الخطاب فأنشد الناس أن يأتوه بها فلما أتوه بها أمر بتحريقها ثم قال: مثناة كمثناة أهل الكتاب. قال: فمنعني القاسم يومئذ أن أكتب حديثا». الطبقات الكبرى: ج ۵، ص۱۸۸، شرح حال قاسم بن محمد و سير أعلام النبلاء: ج ۵، ص ۵۹، شرح حال قاسم بن محمد، ش ۱۸.

(۳) «عن يحى بن جعدة قال: أراد عمر أن يكتب السنة ثم بدا له أن لايكتبها، ثم كتب في الأمصار: من كان عنده شيء من ذلك فليمحه». كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۱۰، ص ۲۹۲، باب في آداب العلم و العلماء، فصل في رواية الحديث، ح ۲۹۴۷۶ و جامع بيان العلم و فضله: ج ۱، ص ۶۵، باب ذكر كراهية كتابة العلم و تخليده في الصحف.

(۴) «قلت: هكذا هو كان عمر يقول: أقلوا الحديث عن رسول اللهﷺ. و زجر غير واحد من الصحابة عن بث الحديث و هذا مذهب لعمر و لغيره». سير أعلام النبلاء: ج ۲، ص ۶۰۱، شرح حال ابوهريره، ش ۱۲۶.

(۵) « سمعت أبا حصين قال: كان عمر إذا استعمل العمال خرج معهم يشيعهم فيقول: إني لم أستعملكم على أمة محمدﷺ على أشعارهم و لا على أبشارهم إنما استعملتكم عليهم لتقيموا بهم الصلاة ... جردوا القرآن و أقلوا الرواية عن محمدﷺ و أنا شريككم...». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۵۶۷، حوادث سال ۲۳ هجری، ذکر بعض سيره.

قرظہ بن کعب نقل کرتے ہیں:

عمر کے سمجھانے کے بعد جب ہم شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے مجھ سے نقل روایات کی درخواست کی، تو ہم نے ان سے کہا کہ عمر نے ہمیں روایات کو نقل کرنے سے منع کیا ہے۔[۱]

ذہبی نقل کرتے ہیں:

عمر نے عبد اللہ بن مسعود، ابو درداء اور ابو مسعود انصاری ان تین صحابہ کو اس جرم میں زندان میں بھیج دیا تھا کہ یہ تینوں پیغمبر اکرم ﷺ سے زیادہ احادیث نقل کرتے ہیں۔[۲]

ایک اور نقل کے مطابق عمر نے ابن مسعودؓ، ابو درداءؓ اور ابو ذرؓ کو نقل احادیث پیغمبر اکرم ﷺ کے جرم میں زندان بھیج دیا تھا اور اپنے زمانہ خلافت کے آخری ایام تک انہیں مدینہ میں جبراً رہنے کا حکم دیے رکھا۔[۳]

ابن عساکر نقل کرتے ہیں:

عمر نے تمام اصحاب کو تمام بلاد اسلامی سے ایک جگہ جمع کیا اور ان سے کہا: "تم سب احادیث پیغمبر اکرم ﷺ کو کیوں نقل کرتے ہو؟" اور پھر انہیں مدینہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی۔[۴]

ابو ہریرہ کہتا ہے: عمر کے زمانے میں اگر میں اس روایت کو نقل کرتا تو وہ میرا سر پھوڑ دیتا۔[۵]

---

(۱) «عن قرظة بن كعب قال: لما سيرنا عمر إلى العراق مشى معنا عمر و قال: أتدرون لم شيعتكم؟ قالوا: نعم تكرمة لنا. قال: و مع ذلك إنكم تأتون أهل القرية لهم دوي بالقرآن كدوي النحل فلاتصدوهم بالأحاديث فتشغلوهم، جردوا القرآن و أقلوا الرواية عن رسول اللهﷺ و أنا شريككم، فلما قدم قرظة بن كعب قالوا: حدثنا. فقال: نهانا عمر». تذكرة الحفاظ: ج ۱، ص ۱۲، الطبقة الأولى، شرح حال عمر، ش ۲.

(۲) «عن سعد بن إبراهيم عن أبيه أن عمر حبس ثلاثة ابن مسعود و أباالدرداء و أبامسعود الأنصاري. فقال: قد أكثرتم الحديث عن رسول اللهﷺ». تذكرة الحفاظ: ج ۱، ص ۱۲، الطبقة الأولى، شرح حال عمر، ش ۲.

(۳) «عن سعد بن إبراهيم عن أبيه أن عمر بن الخطاب قال لابن مسعود و لأبي الدرداء و لأبي ذر: ما هذا الحديث عن رسول اللهﷺ و احسبه حبسهم بالمدينة حتى أصيب». المستدرك على الصحيحين: ج ۱، ص ۱۹۳، كتاب العلم، ح ۳۴۷/۸۵ و سير أعلام النبلاء: ج ۲، ص ۳۴۵، شرح حال ابوالدرداء، ش ۶۸.

(۴) «أخبرني صالح بن إبراهيم بن عبدالرحمن بن عوف عن أبيه قال: واللّٰه ما مات عمر بن الخطاب حتى بعث إلى أصحاب رسول اللهﷺ فجمعهم من الآفاق عبداللّٰه و حذيفة و أبي الدرداء و أبي ذر و عقبة بن عامر فقال: ما هذه الأحاديث التي قد أفشيتم عن رسول اللهﷺ في الآفاق؟ فقالوا: أتنهانا؟ قال: لا، أقيموا عندي، لا واللّٰه لاتفارقوني ما عشت، فنحن أعلم ما نأخذ و نرد عليكم، فما فارقوه حتى مات». تاريخ دمشق الكبير: ج۴۳، ص ۱۱۳، شرح حال عقبة بن عامر، ش ۴۸۲۲ و كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۱۰، ص۲۹۳، باب في آداب العلم و العلماء، ح ۲۹۴۷۹.

(۵) «عن ابن عجلان: أن أباهريرة كان يقول: إني لأحدث أحاديث، لو تكلمت بها في زمن عمر لشجّ رأسي». سير أعلام النبلاء: ج ۲، ص ۶۰۱، شرح حال ابوهريره، ش ۱۲۶ و البداية و النهاية: ج ۸، ص ۱۱۰، حوادث سال ۵۹ هجرى، أبوهريرة الدوسي.

پس اگر خلافت کی شرط کتاب و سنت پر عمل کرنا ہے تو پھر ابو بکر و عمر نے صراحتاً کتاب و سنت کی مخالفت کی ہے۔ پھر انہیں تو خلیفہ ہی نہیں بننا چاہیے تھا؟ سیرت شیخین اور کتاب و سنت کے درمیان اختلافات کو مد نظر رکھتے ہوئے خلیفہ بالآخر کس کی سیرت و سنت پر عمر کرے؟ خلیفہ یا تو شیخین کی سیرت پر عمل کرے یا پھر کتاب خدا اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرے کیونکہ یہاں ایک پر عمل اسی وقت ہو گا جب وہ کسی دوسرے کو چھوڑے کیونکہ شیخین کی سیرت پر عمل کرنا گویا سنت رسول اللہ ﷺ کو ترک کرنا ہے۔ لہٰذا تعیین خلیفہ کے لیے یہ شرط لگانا کہ خلیفہ شیخین کی سیرت پر عمل کرنے والا ہو تو یہ شرط محال اور بالکل باطل ہے۔

پانچویں دلیل: شیخین کی سیرت میں اختلافات

جناب عبدالرحمٰن! شیخین کی سیرت پر عمل کرنے کو تو آپ تعیین خلیفہ کے لیے شرط مانتے ہیں، شیخین کی سیرت آپس میں ملتی بھی ہے کہ نہیں؟ اگر آپ یہ کہیں کہ ہاں شیخین کی سیرت آپس میں ملتی ہے، تو آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ کیونکہ تاریخ میں بہت سے ایسے موارد ذکر ہیں جن میں شیخین آپس میں اختلاف نظر رکھتے تھے۔ نمونے کے طور پر ہم یہاں چند موارد ذکر کریں گے:

الف: خالد ابن ولید کے حالات زندگی میں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، ابو بکر نے اسے مالک ابن نویرہ سے زکوٰۃ لینے پر مامور کیا تھا۔ خالد نے مالک کے قبیلہ والوں کا قتل عام کیا، ان کے مردوں کو مار دیا اور ان کی عورتوں کو اسیر کر لیا اور خالد نے اسی رات مالک کی زوجہ کے ساتھ زنا جیسا بدترین عمل انجام دیا۔

خالد کے لوٹنے پر عمر نے اس پر اعتراض کیا، لیکن ابو بکر نے اس کے کارناموں کی تائید کی۔ عمر نے پھر ابو بکر پر اعتراض کیا اور آخر میں خالد سے کہا: ”میرے ہاتھ میں اگر قدرت آئی تو مالک کے قتل کے جرم میں، میں تمہیں بھی قتل کر دوں گا۔“[۱]

---

(۱) «أقدم على قتل مالك بن نويرة و نكح امرأته... و كان عمر ينكر هذا و شبهه على خالد». الإصابة في تمييز الصحابة: ج۲، ص ۲۱۸، شرح حال خالد بن وليد، ش ۲۲۰۶. «قال عمر لأبي بكر: إنّ في سيف خالد رهقا...ثمّ قدّمه فضرب عنقه و أعناق أصحابه، فلما بلغ قتلهم عمر بن الخطاب تكلّم فيه عند أبي بكر فأكثر و قال: عدوّ اللّٰه عدا على امرئ مسلم فقتله ثمّ نزا على امرأته و أقبل خالد بن الوليد قافلاً حتى دخل المسجد و عليه قباء له عليه صدا الحديد، معتجراً بعمامة له، قد غرز في عمامته أسهماً. فلمّا أن دخل المسجد قام إليه عمر فانتزع الأسهم من رأسه فحطمها، ثمّ قال: أرئاء! قتلت امرءاً مسلماً، ثمّ نزوت على امراته! واللّٰه لأرجمنك

ب: خلیفہ اول نے اپنے زمانہ حکومت میں چند لوگوں کو زمین دی تھی، لیکن خلیفہ دوم نے ان زمینوں کی اسناد پر لگی خلیفہ اول کی مہر پر تھوکا اور پھر ان اسناد اور خطوط کو پھاڑ دیا۔ پھر ان لوگوں نے ابو بکر کے پاس آکر کہا: "ہمیں سمجھ نہیں آرہا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر ابن خطاب!" عمر نے بھی ابو بکر کے پاس آکر اس پر شدید اعتراض کیا اور پوچھا کہ تم نے کس بنا پر ان لوگوں کو زمین بخشی ہے۔[۱]

ج: ابو بکر عورتوں اور بچوں کو اسیر کر لیا کرتے تھے، لیکن جب عمر خلیفہ بنے تو انہوں نے ان تمام عورتوں اور بچوں کو ان کے قبیلہ اور ان کے گھر والوں کے پاس واپس لوٹا دیا۔[۲]

بأحجارك...». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۲۷۳ - ۲۷۴، حوادث سال ۱۱ هجری قمری، ذكر البطاح و خبره و الأغاني: ج ۱۵، ص ۲۹۲ - ۲۹۵، ذكر متمم و أخباره و خبر مالك و مقتله.

(۱) «عن عبيدة قال: جاء عيينة بن حصن و الأقرع بن حابس إلى أبي بكر فقالا: يا خليفة رسول اللّٰه! إن عندنا أرضا سبخة ليس فيها نخلا و لامنفعة فإن رأيت أن تقطعناها لعلنا نحرثها و نزرعها فلعل اللّٰه ينفع بها بعد اليوم. قال: فأقطعهم إياها و كتب لهما كتابا و أشهد و عمر ليس في القوم فانطلقا إلى عمر ليشهداه فوجداه يصلح بعيرا له فقالا: إن أبابكر قد أشهدك على ما في هذا الكتاب أفنقرأ عليك أو تقرأ؟ قال: أنا على الحال التي تریاني فإن شئتما فاقرئا و إن شئتما فانتظرا حتى أفرغ فأقرأ. قالا: بل نقرأه فلما سمع ما في الكتاب تناوله من أيديهما ثم تفل فيه فمحاه فتذمراه و قالا مقالة شتم، فقال: إن رسول اللّٰه ﷺ كان يتألفكما و الإسلام يومئذ ذليل و أن اللّٰه عزوجل قد أعز الإسلام فاذهبا فاجهدا جهدكما لاأرعى اللّٰه عليكما إن أرعيتما. قال: فأقبلا إلى أبي بكر و هما يتذمران فقالا: واللّٰه ما ندري أنت الخليفة أم عمر! فقال: بل هو لو كان شيئا. قال: فجاء عمر مغضبا حتى وقف على أبي بكر فقال: أخبرني عن هذه الأرض التي أقطعتها هذين الرجلين أرض لك خاصة أم هي بين المسلمين عامة؟ قال: فما حملك على أن تخص هذين بها دون جماعة المسلمين؟ قال: استشرت هؤلاء الذين حولي فأشاروا عليّ بذلك. قال: فإذا استشرت هؤلاء الذين حولك أكل المسلمين أوسعت مشورة و رضى. قال: فقال أبوبكر: قد كنت قلت لك إنك أقوى على هذا الأمر مني و لكنك غلبتني. ... عن نافع أن أبابكر أقطع الأقرع بن حابس و الزبرقان قطيعة و كتب لهما كتابا فقال لهما عثمان: أشهدا عمر فهو حرزكما و هو الخليفة بعده. قال: فأتيا عمر فقال لهما: من كتب لكما هذا الكتاب؟ قالا: أبوبكر. قال: لا واللّٰه و لا كرامة واللّٰه ليفلقن وجوه المسلمين بالسيوف و الحجارة ثم تكون لكما هذا. قال: فتفل فيه فمحاه. فأتيا أبابكر فقالا: ما ندري أنت الخليفة أم عمر! قال: ثم أخبراه فقال: فإنا لانجيز إلا ما أجازه عمر». تاريخ دمشق الكبير: ج ۹، ص ۱۴۶، شرح حال اقرع بن حابس، ش ۹۹۹; الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ۴، ص ۲۰۴، ذيل تفسير آيه ۶۰ سوره توبه و كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۳، ص ۹۱۴، كتاب إحياء الموات من قسم الأفعال، فصل فيما يتعلق بالاقطاعات، ح ۹۱۵۱.

(۲) «قال [عمر بن عبدالعزيز]: فأخبراني عن أبي بكر و عمر ما حالهما عندكم؟ قالا: أفضل الناس أبوبكر و عمر. قال: ألستما تعلمان أن رسول اللّٰه ﷺ لما توفي ارتدت العرب، فقاتلهم أبوبكر، فقتل الرجال و سبي النساء و الذرية؟ قالا: بلى. قال عمر [بن عبدالعزيز]: فلما توفي أبوبكر و قام عمر، و ردّ تلك النساء و الذراري إلى

د: میت کے بھائی کی موجودگی میں میت کے دادا کے ارث پانے کے حوالے سے، ابو بکر کہتے ہیں: تمام ارث میت کے دادا کو دی جائے گی اور میت کے بھائی ارث پانے سے محروم رہیں گے۔ لیکن عمر کہتے ہیں: مال کا ۱/۳ دادا کو دیا جائے گا اور باقی بچا ہوا مال بھائیوں کو ارث کے طور پر مل جائے گا۔(۱)

ابو بکر و عمر کے نظریاتی اختلافات کتب تواریخ میں ثبت ہیں، حتیٰ کہ ان دونوں کے درمیان پہلے بھی اور زمانہ پیغمبر اکرم ﷺ میں بھی جزئی مسائل میں اختلافات پائے جاتے تھے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں، قبیلہ بنی تمیم کا ایک گروہ پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابو بکر نے پیغمبر اکرم ﷺ سے کہا: "آپ قعقاع بن معبد کو ان کا سردار منتخب کر دیں۔" لیکن عمر نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: "یا رسول اللہؐ! آپ اقرع بن حابس کو ان کا سردار منتخب کر دیں۔" ابو بکر نے کہا: "کیا تم نے میری مخالفت کا ارادہ کر لیا ہے؟" عمر نے کہا: "میں نے تمہاری مخالفت کا کوئی ارادہ نہیں کیا ہے۔" پھر ان دونوں کے درمیان اتنی بحث بڑھ گئی کی ان دونوں کی آوازیں پیغمبر اکرم ﷺ کے سامنے اتنی بلند ہو گئیں یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہو گئی: "اپنی آوازوں کو پیغمبر اکرم ﷺ کے سامنے اونچا نہ کرو۔"(۲)

عشائرهما، فهل تبرأ عمر من أبي بكر و لعنه بخلافه إياه؟ قالا: لا. قال: فتتولونهما على خلاف سيرتهما. قالا: نعم». الإمامة و السياسة: ج ۲، ص ۱۱۹، دخول الخوارج على عمر بن عبدالعزيز.

(۱) «وأما قوله عليه السلام: عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين فقد علمنا أنه عليه السلام لايأمر بما لايقدر عليه و وجدنا الخلفاء الراشدين بعده قداختلفوا اختلافا شديدا، فلا بد من أحد ثلاثة أوجه لا رابع لها: إما أن نأخذ بكل ما اختلفوا فيه و هذا ما لا سبيل إليه و لايقدر عليه، إذ فيه الشيء و ضده و لا سبيل إلى أن يورث أحد الجد دون الاخوة بقول أبي بكر و عائشة و يورثه الثلث فقط و باقي ذلك للإخوة على قول عمر و يورثه السدس و باقيه لاخوة على مذهب علي...». الاحكام في أصول الأحكام: ج ۲، ص ۱۶۹، الباب السادس و الثلاثون في إبطال التقليد.

(۲) «عن ابن أبي مليكة قال: كاد الخيران أن يهلكا أبابكر و عمر رفعا أصواتهما عند النبي ﷺ حين قدم عليه ركب بني تميم فأشار أحدهما بالأقرع بن حابس أخي بني مجاشع و أشار الآخر برجل آخر قال نافع: لا أحفظ اسمه فقال أبوبكر لعمر: ما أردت إلا خلافي. قال: ما أردت خلافك. فارتفعت أصواتهما في ذلك يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الآية». صحيح البخاري: ص ۱۰۰۹ - ۱۰۱۰، كتاب التفسير، سوره الحجرات، ح ۴۸۴۵ و سنن الترمذي: ص ۵۹۱، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة الحجرات، ح ۳۲۶۶. «عن ابن أبي مليكة أن عبدالله بن الزبير أخبرهم أنه قدم ركب من بني تميم على النبي ﷺ فقال أبوبكر: أمّر القعقاع بن معبد بن زرارة. فقال عمر: بل أمّر الأقرع بن حابس. قال أبوبكر: ما أردت إلا خلافي. قال عمر: ما أردت خلافك. فتماريا حتى ارتفعت أصواتهما...». صحيح البخاري: ص۸۷۹، كتاب المغازي، باب وفد بني تميم، ح ۴۳۶۷.

جناب عبدالرحمٰن! جب آپ یہ قبول کرتے ہیں کہ ابو بکر و عمر میں نظریاتی اختلافات تھے اور ان دونوں کی روش ایک دوسرے سے جدا تھی تو پھر آپ نے حضرت امام علیؑ سے یہ خواہش کیسے کرلی کہ آپ شیخین کی سیرت پر عمل کریں، جبکہ دونوں کا عمل آپس میں متناقض ہے؟ کیا دو متضاد سیرتیں، مستقبل کے لیے ثمر بخش ہو سکتی ہیں؟ کیا خود ابو بکر و عمر ایک دوسرے کی سیرت کو معتبر مانتے تھے؟

چھٹی دلیل: کتاب سنت میں کوئی کمی یا نقص نہ ہونا

جناب عبدالرحمٰن! کیا کتاب خدا اور سنت رسول اللہ ﷺ کافی نہیں تھی؟ یا ان دونوں میں کوئی کمی رہ گئی تھی جسے دور کرنے کے لیے آپ سیرت شیخین کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگے؟

جب یہ کہا جاتا ہے کہ اس آیت شریفہ (اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ) کو خدا نے غدیر میں نازل فرمایا تھا[1]، تو اہل سنت حضرات کہتے ہیں کہ کیا دین خدا ناقص تھا جسے خدا نے غدیر میں کامل کر دیا؟ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں اگر دین خدا زمانہ حیات پیغمبر اکرم ﷺ میں کامل تھا، تو پھر آپ دین خدا کو ناقص کہتے ہوئے یہ کیوں کہتے ہیں کہ اس نقص کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ شیخین کی سیرت کی پیروی کی جائے؟ آپ نے شیخین کی سیرت کو کیوں خدا کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں اضافہ کر دیا؟ کیا کسی مملکت کو چلانے کے لیے کتاب خدا اور سنت رسول اللہ ﷺ کافی نہیں تھی؟ کیا سیرت شیخین پر عمل کرنے کی شرط کتاب خدا کے خلاف نہیں ہے؟

شیعہ حضرات کے نظریے کے مطابق دین خدا غدیر میں کامل ہوا، یا اہل سنت کے نظریے کے مطابق بقول قرآن دین زمان پیغمبر اکرم ﷺ میں ہی کامل ہو چکا تھا۔ بہر حال دونوں ہی نظریات کے مطابق پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد دین کو کسی اور متمم اور کامل کرنے والے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن پھر بھی اگر آپ اس بات کے معتقد ہیں کہ دین خدا میں نقص موجود تھا تو آپ کا یہ عقیدہ اصل دین اور اصل اسلام پر ہی سوال کھڑا کر دے گا۔

---

(۱) «عن أبي هريرة قال: من صام يوم ثمان عشرة من ذي الحجة كتب له صيام ستين شهرا و هو يوم غدير خم، لما أخذ النبي ﷺ بيد علي بن أبي طالب عليه السلام فقال: ألست ولي المؤمنين؟ قالوا: بلى يا رسول الله! قال: من كنت مولاه فعلي مولاه. فقال عمر بن الخطاب: بخ بخ لك يابن أبي طالب! أصبحت مولاي و مولى كل مسلم، فأنزل الله: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ... تاريخ بغداد أو مدينة السلام: ج ۸، ص ۲۹۰، شرح حال حبشون بن موسى الخلال، ش ۴۳۹۲ و تاريخ دمشق الكبير: ج ۴۵، ص ۱۷۶-۱۷۷، شرح حال حضرت علی عليه السلام، ش ۵۰۲۹، ابن عساکر نے تقریباً ۴ روایتیں نقل کی ہیں۔ کتب شیعہ میں یہ بات مورد اتفاق ہے کہ یہ آیت غدیر کے حوالے سے نازل ہوئی ہے، بحار الأنوار ج ۳۷، باب ۵۲: في أخبار الغدير.

خلافت کی قبولیت کے لیے شیخین کی سیرت پر عمل کرنے پر عبدالرحمٰن کا اس بات پر اصرار کرنا دلیل ہے کہ عبدالرحمٰن دین اور شریعت کو ناقص مانتے تھے لہٰذا ان کا ماننا تھا کہ دین کو ایک متمم اور کامل کرنے والے کی ضرورت ہے۔ عبدالرحمٰن کی اس شرط کو قبول کرنا (جیسا کہ عثمان نے قبول کیا) بھی اسی بات کو ثابت کرتا ہے قبول کرنے والا بھی دین کے ناقص ہونے کا معتقد تھا، لیکن حضرت امام علیؑ نے عبدالرحمٰن کی اس شرط کو قبول نہیں کیا کیونکہ آپ کتاب خدا اور سنت رسول اللہ ﷺ کو کامل جانتے تھے۔

ساتویں دلیل: عالم کا جاہل کی پیروی کرنا

شیخین کی سیرت میں جہل و نقص اور ضعف کی کافی جھلکیاں پائی جاتی تھیں، مثلاً:

اول: عمر نے بارہا کہا تھا: ''اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا، میں اس مشکل سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں جس میں علیؑ نہ ہوں۔''[۱] اس کے باوجود یہ کیسے لازم قرار دیا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؑ ان دونوں کی سیرت کی پیروی کریں، جبکہ ان دونوں کو ہی حضرت امام علیؑ کی ضرورت تھی نہ کہ حضرتؑ کو ان کی!

دوسرا: ان دونوں کی سیرت کس دلیل کی بنا پر اتنی معتبر ہوگئی کہ حضرت امام علیؑ کو ان کی پیروی کرنی پڑ جائے؟ جبکہ عمر نے خود اپنی جہالت کا اقرار کیا ہے، وہ خود بہت سارے احکام کو نہیں جانتے تھے، عمر خود کہا کرتے تھے کہ تمام لوگ عمر سے زیادہ عالم ہیں، تمام لوگ حتیٰ کہ پردہ نشین عورتیں اور دولہے کے کمرے میں بیٹھی نئی نویلی دلہن بھی عمر سے زیادہ عالم ہے۔[۲]

خود بقول عمر کے وہ ایک تند مزاج، کنجوس اور غصیلے انسان تھے جو اپنے کام میں کافی کمزور اور دوسروں کا محتاج تھے تو اب حضرت امام علیؑ ان دونوں میں سے کس کی سیرت پر عمل کرتے۔

---

(۱) «عن سعيد بن المسيّب قال: كان عمر يتعوّذ باللّٰه من معضلة ليس لها أبوحسن... فكان عمر يقول: لولا عليّ لهلك عمر». الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ۳، ص ۲۰۶، شرح حال حضرت على عليه السلام، ش ۱۸۷۵.

(۲) السنن الكبرى / بيهقى: ج ۱۱، ص ۵، كتاب الصداق، باب لا وقت في الصداق كثر أو قل، ح ۱۴۶۸۳; كنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال: ج ۱۶، ص ۵۳۶ - ۵۳۷، كتاب النكاح، الصداق، ح ۴۵۷۹۶; المصنف في الأحاديث و الآثار: ج ۷، ص ۸۱، كتاب الدعاء، ما ذكر عن أبي بكر و عمر من الدعاء، ح ۵ و شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۱۸۲، طرف من أخبار عمر بن الخطاب، ذيل خطبه ۳.

نتیجہ

مذکورہ تمام دلیلوں کو ذکر کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ شیخین کی سیرت پر عمل کرنے کو شرط قرار دینا باطل اور محال ہے اور عبدالرحمٰن نے صرف اور صرف سیاست کے پیش نظر اسے شرط قرار دیا تھا کیونکہ عبدالرحمٰن جانتا تھا کہ حضرت امام علیؑ اس شرط کو کبھی قبول نہیں کریں گے لہٰذا حضرت امام علیؑ کو خلافت سے دور کرنے کا یہ سب سے اچھا بہانہ تھا۔ اس نے ایک ایسی شرط لگادی تھی جسے ہم اصطلاح میں شرط تعجیزی(۱) کہتے ہیں، کہ اس شرط کو امام علیؑ قبول نہ کر پائیں اور وہ لوگ اسے اپنے لیے دلیل بنا کر حضرت امام علیؑ کو خلیفہ نہ بنائیں۔

عبدالرحمٰن پہلے رائے دینے سے منصرف ہو گیا تا کہ وہ لوگوں کی اپنے لیے ہمدردی حاصل کر سکے اور اپنی قدرت کو اور زیادہ قوی کر سکے اور جب اس کی قدرت زیادہ ہو جائے تو پھر وہ اپنے مورد نظر شخص کو با آسانی خلیفہ بنا سکے اور کسی کو اس پر سوال اٹھانے کا موقع ہی نہ مل سکے۔

پھر عبدالرحمٰن نے اپنی ایک سوچی سمجھی سازش کے ذریعے علیؑ کے سامنے ایک شرط رکھ دی تا کہ وہ اپنی اس شرط کے ذریعے حضرت امام علیؑ کو خلافت سے دور کر سکے اور بنی امیہ کی حکومت کے لیے راستہ ہموار کر سکے۔ چونکہ عبدالرحمٰن بخوبی جانتا تھا کہ حضرت امام علیؑ کبھی اس شرط کو قبول نہیں کریں گے اور اگر حضرتؑ نے اس شرط کو قبول کر بھی لیا تو بھی ان کے لیے نقصان دہ ثابت نہیں ہو گا کیونکہ خلافت موقوف تھی شیخین کی سیرت پر عمل کرنے پر، لیکن حضرت امام علیؑ نے ہدایت الٰہی اور اپنی ہوشیاری کے تحت اس شرط کو قبول کرنے سے انکار کر کے ان کی ان تمام سازشوں کو لوگوں پر آشکار کر دیا۔

حضرت امام علیؑ کی حکومت کے زمانے میں جب خوارج نے حضرتؑ سے اپنی بیعت توڑ لی تو حضرتؑ کے چاہنے والوں نے آ کر حضرتؑ کی بیعت کر لی۔ قبیلہ خثعم سے تعلق رکھنے والا ایک شخص جس کا نام ربیعہ بن ابی شداد تھا حضرت کے پاس آیا (اس شخص نے جنگ صفین و جنگ جمل میں حضرت کے ہمراہ جنگ کی تھی اور اس جنگ میں یہ شخص اپنے قبیلے کا پرچم دار بھی تھا) تو حضرتؑ نے اس سے فرمایا: "کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ کی بنیاد پر میری بیعت کرو!" اس شخص نے کہا: "نہیں! میں کتاب خدا، سنت پیغمبر اکرم ﷺ اور سنت ابو بکر و عمر پر عمل کرنے کی شرط پر بیعت کروں گا۔" حضرت امام علیؑ نے اس سے فرمایا: "ابو بکر و عمر کی سنت،

---

(۱) فریق مقابل کے سامنے ایسی شرط رکھنا جسے قبول کرنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہ ہو۔

کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ میں شامل نہیں ہو سکتی۔ عمل حق انجام دیتے وقت یہ دونوں عامل حق تھے۔" طبری کی نقل کردہ روایت کے مطابق حضرت امام علیؑ نے فرمایا: "لعنت ہو تم پر! اگر ابو بکر و عمر نے کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ سے ہٹ کر کوئی عمل انجام دیا ہے تو یہ جان لو کہ وہ دونوں ذرہ برابر بھی حق پر نہیں تھے۔" لیکن پھر بھی اس خشعمی مرد نے سنت ابو بکر و عمر و سنت پیغمبر اکرم ﷺ کے بغیر بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت امام علیؑ نے بھی کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ کے علاوہ بیعت لینے سے انکار کر دیا۔ بہر حال اس خشعمی مرد کا اپنی اس شرط پر اصرار تھا کہ میں بیعت کروں گا مگر بشرط کتاب خدا، سنت پیغمبر اکرم ﷺ اور سنت ابو بکر و عمر۔ حضرت نے اس سے پھر پوچھا: "کیا تم بیعت کرو گے؟" اس نے جواب میں کہا: "نہیں، میں نہیں کروں گا مگر اپنی شرط کے ساتھ۔" حضرت امام علیؑ نے اس سے فرمایا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس فتنے میں ہم سے اپنا رخ موڑ رہے ہو اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے لشکر کے گھوڑوں کے پیر تمہارے چہرے کی ہڈیوں کو چور چور کر رہے ہیں۔" وہ خشعمی مرد آخر کار خوارج سے جا ملا اور جنگ نہروان میں مارا گیا۔

قبیصہ کہتے ہیں: "میں نے اسے جنگ نہروان میں زمین پر مرا پڑا دیکھا، گھوڑے کے پیر اس کے چہرے پر پڑ رہے تھے، اس کا سر پھوٹا ہوا تھا اور جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔ اسی وقت مجھے حضرت علیؑ کی وہ بات یاد آگئی اور میں نے اپنے دل میں کہا: "خدا ابو الحسن پر اپنی رحمت نازل کرے! انہوں نے جب بھی اپنے دو لبوں کو حرکت دی ہے سوائے حق کہ کچھ اور نہیں کہا ہے۔"[1]

---

(۱) «فجاءه رجل من خثعم، فقال له علي عليه السلام: تبايع على كتاب الله و سنة نبيه؟ قال: لا، و لكن أبايعك على كتاب الله و سنة نبيه و سنة أبي بكر و عمر. فقال عليٌّ: و ما يدخل سنة أبي بكر و عمر مع كتاب الله و سنة نبيه؟ إنما كانا عاملين بالحق حيث عملا. فأبى الخثعمي إلا سنة أبي بكر و عمر و أبى علي أن يبايعه إلا على كتاب الله و سنة نبيه ﷺ. فقال له حيث ألح عليه: تبايع؟ قال: لا، إلا على ما ذكرت لك. فقال له علي عليه السلام: أما والله لكأني بك قد نفرت في هذه الفتنة و كأني بحوافر خيلي قد شدخت وجهك، فلحق بالخوارج فقتل يوم النهروان. قال قبيصة: فرأيته يوم النهروان قتيلا، قد وطأت الخيل وجهه و شدخت رأسه و مثلت به، فذكرت قول علي عليه السلام و قلت: لله در أبي الحسن! ما حرك شفتيه قط بشيء إلا كان كذلك». الإمامة و السياسة: ج ۱، ص ۱۴۶، ما قال علي عليه السلام في الخثعمي. «و لما خرجت الخوارج من الكوفة أتى عليا أصحابه و شيعته فبايعوه و قالوا: نحن أولياء من واليت و أعداء من عاديت فشرط لهم فيه سنة رسول الله ﷺ. فجاءه ربيعة بن أبي شداد الخثعمي و كان شهد معه الجمل و صفين و معه راية خثعم فقال له: بايع على كتاب الله و سنة رسول الله ﷺ. فقال ربيعة: على سنة أبي بكر و عمر. قال له علي عليه السلام: ويلك لو أن أبابكر و عمر عملا بغير كتاب الله و سنة رسول الله ﷺ لم يكونا على شيء من الحق. فبايعه، فنظر إليه علي عليه السلام و قال: أما والله لكأني بك و قد نفرت مع هذه

سید مرتضیٰ کے اشکالات اور ابن ابی الحدید کی توجیہات

سید مرتضیٰ نے بنیادی اشکالات شوریٰ پر وارد کیے ہیں جن میں سے چند اشکالات کو ہم نے گزشتہ ابحاث میں ذکر کیا ہے۔ ابن ابی الحدید نے سید مرتضیٰ کے جواب میں چند سست اور ضعیف توجیہات پیش کی ہیں۔ ان تمام توجیہات کا یہاں پر ذکر کرنا مناسب نہیں ہوگا، لیکن ہم چند ایک کا ذکر کریں گے تاکہ ان توجیہات کا ضعف اور کمزوری آپ پر بھی آشکار ہو جائے۔

پہلا اشکال

سید مرتضیٰ شوریٰ پر وارد کیے گئے اشکالات میں سے ایک اشکال میں فرماتے ہیں: ''شیخین کی سیرت پر عمل کرنے کو عبدالرحمٰن نے شرط قرار دیا، جبکہ دونوں کی سیرتیں آپس میں ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہیں۔''

ابن ابی الحدید اس اشکال کے جواب میں کہتے ہیں:

سیرت شیخین سے عبدالرحمٰن کی مراد وہ قوانین کلی ہیں جو حکومت چلانے کے لیے ضروری ہیں مثلاً لوگوں کے امور کی ذمہ داری اپنے سر لینا، مال غنیمت اور رقوم شرعیہ کی جمع آوری اور ان اموال کا مسلمانوں کی

الخوارج فقتلت و كأني بك و قد وطئتك الخيل بحوافرها، فقتل يوم النهر مع خوارج البصرة». تاريخ الطبري: ج ۳، ص۱۱٦، حوادث سال ۳۷ هجری، ذكر ما كان من خبر الخوارج عند توجيه علي عليه السلام الحكم للحكومة و خبر يوم النهر و الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۴۰۰، حوادث سال ۳۷ هجری، ذكر خبر الخوارج عند توجيه الحكمين و خبر يوم النهر. شیخ مفید اس واقعه کو اس طرح نقل فرماتے ہیں: «عن أبي جعفر عليه السلام قال: بينا أميرالمؤمنين عليه السلام يوما جالسا في المسجد... فقام الرجل فقال له مثل مقالة الرجل الأول. فنظر إليه ملياً، ثم قال له: كذبت لا والله ما تحبني و لا أحبك. قال: فبكى الخارجي، ثم قال: يا أميرالمؤمنين! تستقبلني بهذا و قد علم الله خلافه، ابسط يدك أبايعك. فقال علي عليه السلام: على ماذا؟ قال: على ما عمل به زريق و حبتر، فقال له: اصفق لعن الله الإثنين والله لكأني بك قد قتلت على ضلال و وطئ وجهك دواب العراق و لايعرفك قومك. قال: فلم يلبث أن خرج عليه أهل النهروان و أن خرج الرجل معهم فقتل». الإختصاص: ص ۳۱۲، عندهم مواد العلم و أصوله. «عن أبي-جعفر عليه السلام قال: بينا أميرالمؤمنين... فقال علي: على ما ذا؟ قال: على ما عمل به أبوبكر و عمر. قال: فمدّ يده فقال له: اصفق لعن الله الاثنين...». بحارالأنوار: ج ۳۴، ص ۲۵۸، الباب الثالث و الثلاثون: نوادر ما وقع في أيام خلافته عليه السلام.

مصلحت کے لیے استعمال، اصلاح امور، ظلم کی مخالفت اور مظلوموں سے ہمدردی اور ان کی مدد، اسلامی مملکت کی حفاظت، مشرک مملکت میں سپاہ اسلامی کو بھیجنا، یہ تمام وہ موارد ہیں جنہیں عبدالرحمٰن نے شیخین کی سیرت سے مراد لیا ہے۔ شیخین کی سیرت سے عبدالرحمٰن کی مراد احکام شرعیہ اور امور جزئیہ نہیں ہیں کہ جس کے حوالے سے آپ کہیں کہ ان میں شیخین آپس میں اختلاف رکھتے تھے۔[۱]

ابن ابی الحدید کی یہ توجیہ چند دلیلوں کی بنا پر بے بنیاد ہیں:

اول: عبدالرحمٰن کا یہ کہنا کہ خلیفہ وہی بنے گا جو قرآن و سنت اور شیخین کی سیرت پر عمل کرے تو عبدالرحمٰن کا یہ جملہ تمام موارد کلی و جزئی، تمام احکام شرعیہ اور غیر شرعیہ کو شامل کرتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح سے قرآن اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ پر عمل کرنا تمام احکام اور غیر احکام کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

دوم: خلیفہ مسلمین کے وظائف میں سے ایک وظیفہ احکام کو بیان کرنا اور ان احکامات کا اجرا کرانا ہے اور ان احکام اسلامی کو اجرا کرکے حکومت اسلامی کو حکومت غیر اسلامی سے جدا کرنا ہے۔ جبکہ آپ نے خود ہی یہ اعتراف کیا ہے کہ احکام شرعیہ کے اجرا میں دونوں بزرگان ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

سوم: آپ نے پہلے کہا کہ اس جملے سے عبدالرحمان کی مراد امور کلیہ ہیں، لیکن مثال دیتے وقت آپ نے امور جزئیہ کی مثالیں بیان کی ہیں۔ امور مسلمین کو اپنے ذمے لینا، زکوٰۃ کے پیسوں کو جمع کرنا اور انہیں مصالح مسلمین میں خرچ کرنا کیا یہ تمام چیزیں احکام شرعیہ سے ماخوذ نہیں ہیں۔ کیا یہ تمام چیزیں امور جزئیہ میں سے نہیں ہیں؟ کیا ان کا تعلق احکامات شرعیہ سے نہیں ہے؟ احکامات شرعیہ کو جانے بغیر آپ لوگوں کے امور کی کیسے اصلاح فرمائیں گے اور کس طرح لوگوں میں قضاوت کریں گے؟

---

(۱) «و قول المرتضى: إن سيرتهما كانت مختلفة لأن أحدهما حكم بكثير مما حكم الآخر بضده ليس بجيد، لأن السيرة التي كان عبدالرحمن يطلبها ذلك اليوم هو الأمر الكلي في إيالة الرعية و سياستهم و جباية الفيء و ظَلَف الوالي نفسه و أهله عنه و صرفه إلى المسلمين و رمّ الأمور و جمع العمال و قهر الظلمة و إنصاف المظلومين و حماية البيضة و تسريب الجيوش إلى بلاد الشرك هذه هي السيرة التي كان عبدالرحمن يشترطها و هي التي طلبها الناس بعد ذلك فقالوا لمعاوية في آخر أيامه و لعبدالملك و لغيرهما و صاحوا بهم تحت المنابر نطلب سيرة العمرين و لم يريدوا في الأحكام و الفتاوى الشرعية نحو القول في الجد مع الإخوة و القول في الكلالة و القول في أمهات الأولاد، فما أعلم الذي منع أميرالمؤمنين عليه السلام من أن يقول لعبدالرحمن: نعم، فيأخذها». شرح نهج البلاغه: ج۱۲، ص ۲۷۳ - ۲۷۴، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳.

چہارم: حکومت چلانے کے لیے جو امور کلیہ ہیں کیا ان امور میں بھی ان دو خلفا کے درمیان اختلافات نہیں تھے؟ مثلاً خالد ابن ولید کے حوالے سے دونوں خلیفہ کے درمیان اختلاف، امیر قبیلہ کی تعیین میں دونوں کے درمیان اختلاف یا مسلمانوں کو زمین دینے کے حوالے سے دونوں کے درمیان کے اختلاف۔۔۔وغیرہ

پنجم: جیسا کہ آپ نے کہا، اگر عبدالرحمٰن کی مراد واقعاً یہی ہے تو کیا حکومت کے لیے قرآن اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ کافی نہیں تھی؟ کیا واقعاً اس نقص کو دور کرنے کے لیے کسی متمم کی ضرورت تھی؟ اگر واقعا عبدالرحمان کی مراد امور کلیہ تھی تو کیا پھر شیخین کی سیرت مخالف قرآن اور سنت نہیں تھی؟ آخر کیوں حضرت امام علیؑ نے اس شرط کو قبول نہیں فرمایا؟ آخر کیوں عبدالرحمٰن نے اسی شرط پر بہت زیادہ زور دیا؟

کیا شیخین کی سیرت قرآن و سنت کے خلاف تھی؟ اگر شیخین کی سیرت قرآن و سنت کے مطابق تھی تو پھر عبدالرحمٰن کا اصرار اسی شرط پر کیوں باقی رہا؟ اور اسے کیوں قرآن اور سنت کے ساتھ لاکر کھڑا کر دیا؟

دوسرا اشکال

سید مرتضیٰ فرماتے ہیں: ”شوریٰ سے پہلے منعقدہ ایک جلسے میں عمر نے ارکان شوریٰ پر ایسی ایسی تہمتیں لگائیں جو تمام صفات خلافت کے منافی ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ نے انہیں خلافت کے لیے منتخب کر لیا۔“

ابن ابی الحدید جواب میں کہتے ہیں:

”یہ صفات ان کی خلافت کے لیے مانع نہیں تھیں بلکہ اگر یہ صفات ان میں نہ ہوتی تو یہ لوگ اور زیادہ اکمل اور افضل ہوتے۔“[1]

ابن ابی الحدید کی اس توجیہ کو ہم چند دلائل کے ساتھ باطل کرتے ہیں:

اول: شوریٰ سے پہلے منعقدہ ایک جلسے میں عمر نے کہا: ”کیا تم سب کے دلوں میں میرے بعد خلیفہ بننے کا لالچ ہے؟“ اور پھر سب کو مورد اشکال قرار دینے کے بعد آپ نے ان سب کو خلافت کے لیے نامناسب

---

(۱) «و أما قول المرتضى: إنه وصف القوم بصفات تمنع من الإمامة ثم عينهم للإمامة فنقول في جوابه: إن تلك الصفات لاتمنع من الإمامة بالكلية بل هي صفات تنقص في الجملة أي لو لم تكن هذه الصفات فيهم لكانوا أكمل...». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۷۴، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳.

قرار دیا، حتی کہ آپ نے زبیر سے یہ کہا کہ اگر تم اپنی ان صفات پر باقی رہو گے تو خلیفہ نہیں بن سکتے۔ یا پھر آپ نے عبد الرحمٰن اور سعد سے کہا: تمہارے قبیلے سے دو لوگوں میں اصلاً خلافت کی صلاحیت نہیں ہے۔

دوسرا: آپ نے یہ قبول کیا ہے کہ یہ لوگ خلیفہ بننے کے لیے اکمل اور افضل نہیں تھے، لیکن آپ کے اور خود خلیفہ دوم کے اعتراف کے مطابق حضرت امام علیؑ افضل ترین اور اکمل ترین انسان تھے۔

اور ہمارا سوال یہاں پر یہی ہے کہ افضل ترین اور اکمل ترین انسان کے ہوتے ہوئے آخر کیوں خلیفہ دوم نے خلافت کو کسی ایسے کے حوالے کر دیا جس میں تمام اشکالات اور معائب پائے جاتے تھے۔

تیسرا اشکال

سید مرتضی فرماتے ہیں: ''شوریٰ میں کی گئی عمر کی تمام باتیں اور اس کے کیے گئے تمام افعال سے متناقض تھے۔''

ابن ابی الحدید جواب میں کہتے ہیں:

شوریٰ میں انجام دیے گئے حضرت علیؑ کے بھی افعال آپس میں متناقض تھے۔ جب علیؑ کی امامت منصوص تھی پھر علیؑ شوریٰ میں کیوں شریک ہوئے؟ ان کا شوریٰ میں شریک ہونا خود میں ایک دلیل ہے کہ آپ کی امامت پر نص موجود نہیں تھی۔ آپ اگرچہ شوریٰ میں شریک ہو گئے لیکن آپ نے وہاں پر اپنے منصوص فضائل و مناقب کا کیوں نہیں ذکر کیا۔[۱]

ابن ابی الحدید کے اس توجیہ کے جوابات:

پہلا: ابن ابی الحدید نے سید مرتضیٰ کے سوال کا جواب نہیں دیا ہے، گویا ابن ابی الحدید نے یہ مان لیا ہے کہ عمر تناقضات کا شکار تھے لہٰذا انہوں نے ایک اشکال کا جواب دوسرے اشکال کے ذریعے دیا ہے۔ ابن ابی الحدید نے جو نقضی جواب دیا ہے، یہ کوئی جواب نہیں ہے بلکہ اس جواب نے اشکال کے دائرے کو اور زیادہ وسیع کر دیا

---

(۱) «إن كانت أفعال عمر و أقواله قد تناقضت في واقعة الشورى كما زعم المرتضى فكذلك أفعال أميرالمؤمنين عليه السلام إن كان منصوصا عليه كما تقوله الإمامية قد تناقضت أيضا أما أولا فإن كان منصوصا عليه فكيف أدخل نفسه في الشورى المبنية على صحة الاختيار و عدم النص... وأما ثانيا فيقال للمرتضى: هب أنا نزلنا عن الدخول في الشورى هلا عرض للجماعة و هم مجتمعون و هو يعد لهم مناقبه و فضائله بذكر النص...». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۷۱ - ۲۷۲، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳.

ہے۔ نقضی جواب کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ حلی جواب بھی پیش کیا جائے، لیکن بہر حال شوریٰ میں واقع عمر کے رفتار و گفتار میں پایا جانے والا تناقض واضح ہے کہ جسے گزشتہ ابحاث میں مفصل طور بیان کیا جاچکا ہے۔

دوسرا: حضرت علیؑ کیوں شوریٰ میں شریک ہوئے تو اس کا جواب بھی تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔ خود حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں: ''میں شوریٰ میں شریک اس لیے ہوا تھا تاکہ عمر کے قول و فعل کے درمیان پایا جانے والا تناقض لوگوں کے سامنے آشکار کر سکوں۔ عمر نے کہا تھا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''نبوت و خلافت ایک ہی خاندان میں جمع نہیں ہو سکتیں۔''

تیسرا: اگر حضرت امام علیؑ شوریٰ میں شریک نہ ہوتے تو دوسروں کو یہ کہنے کا بہانہ مل جاتا کہ اگر علیؑ شوریٰ میں شریک ہوتے تو ہم انہی کو خلیفہ بناتے۔ حضرت امام علیؑ نے اپنے حق کو پانے کے لیے تمام راستوں کو اختیار کیا اور تمام لوگوں پر اپنی حجت کو تمام کیا۔

چوتھا: حضرت کے مناشدات اور احتجاجات بطور تفصیل بیان کیے جا چکے ہیں۔ اور اسے تمام مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر بھی کیا ہے، خود ابن ابی الحدید نے بھی ان مناشدات کو ذکر کیا ہے اور ان مناشدات سے مرتبط روایات کو بھی ابن ابی الحدید مستفیض مانتے ہیں۔(۱) حضرت امام علیؑ نے اپنے تمام فضائل و مناقب کو ذکر کیا اور ثابت کیا کہ خلافت آپ کے لیے ہی منصوص تھی اور اس سے کسی نے انکار بھی نہیں کیا ہے۔ حضرت امام علیؑ نے اپنے تمام بیانات میں چاہے وہ شوریٰ سے پہلے کے بیانات ہوں یا شوریٰ کے بعد کے، حق کو باطل سے جدا فرمایا ہے اور لوگوں کے سامنے ثابت کیا ہے کہ شوریٰ سوائے سازش کے کچھ اور نہیں تھا۔ علیؑ نے اپنے حق کو حاصل کرنے کے لیے تمام تر کوششیں کی، حتیٰ کہ خلفا کی بیعت نہ کر کے اور ان پر اعتراضات کر کے آپ نے اپنے الٰہی فریضے کو انجام دیا اور لوگوں کو بھی ان کے فرائض سے آگاہ فرمایا، لیکن اس بات پر کیا کہا جائے کہ خلافت کو حضرت سے دور ہی کر دیا گیا، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا: ''اپنے حق کو حاصل کرنے کے لیے شمشیر بکف ہونا پڑے گا، فقط اپنے حقوق اور فضائل کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا ثمر بخش نہیں ہے۔ چونکہ میرے پاس میرے مددگار نہیں تھے لہٰذا میں نے اقدام نہیں کیا۔''

---

(۱) «و نحن نذكر في هذا الموضع ما استفاض في الروايات من مناشدته أصحاب الشورى و تعديده فضائله و خصائصه التي بان بها منهم و من غيرهم... ثم قال لهم: أنشدكم الله! أفيكم أحد آخى رسول الله ﷺ بينه و بين نفسه...». شرح نهج البلاغه: ج ٦، ص ١٦٧، كلام لعلي قبل المبايعة لعثمان، ذيل خطبه ٧٣.

پانچواں: گزشتہ ان تمام باتوں کے علاوہ عمر نے اس قدر سختیاں بیان کر دی تھیں کہ حضرت امام علیؑ کے سامنے شوریٰ میں شریک ہونے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔

چوتھا اشکال

سید مرتضیٰ اس جملے (بار خلافت کو اپنی زندگی اور اپنی موت کے بعد بھی میں اپنے ذمے نہیں رکھنا چاہتا) پر اشکال وارد کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''عمر چاہے کسی ایک کو منتخب کریں یا چھ افراد کو، بہرحال انہوں نے بار خلافت اپنے ذمے لے ہی لیا ہے۔''

ابن ابی الحدید کہتا ہے:

کسی ایک نفر کا انتخاب نہ کرکے، خلافت کے لیے چھ لوگوں کا انتخاب کرنا یہ بار خلافت تو ہے مگر اس کی ذمہ داری خلیفہ منتخب کرنے سے کہیں زیادہ کم ہے۔[۱]

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ توجیہ ہی ضعیف ہے کیونکہ انہوں نے چھ لوگوں کو ہی منتخب کر کے بہرحال بار خلافت تو اپنے ذمہ لے ہی لیا، اور سید مرتضی نے بھی اسی بات کو بیان کیا ہے۔ اگرچہ ابن ابی الحدید کی یہ توجیہ بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے لیکن جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ عمر نے ان چھ افراد کو منتخب کر کے اپنے سر اور زیادہ سنگین ذمہ داری کو اٹھالیا ہے۔

پانچواں اشکال

سید مرتضیٰ فرماتے ہیں: ''شوریٰ پر ایک اشکال یہ بھی ہے کہ عمر نے رائے کے مختلف ہونے پر اور بالخصوص عبدالرحمٰن کی مخالفت کی صورت میں اور تین دن تک خلیفہ معین نہ ہونے کی صورت میں قتل کا حکم کیوں دیا؟''

---

(۱) «فأما قوله: كيف قال: لاأتحملها حيا و ميتا فحصر الخلافة في العدد المخصوص ثم رتبها ذلك الترتيب، إلى أن آلت إلى اختيار عبدالرحمن وحده! فنقول في جوابه: إنه كان يحب ألّا يستقل وحده بأمر الخلافة و أن يشاركه في ذلك غيره من صلحاء المهاجرين ليكون أعذر عند اللّٰه تعالى و عند الناس و إذا كان قد وضع الشورى على ذلك الوضع المخصوص فلم يتحملها استقلالا، بل شركه فيها غيره، فهو أقل لتحمله أمرها لو كان عين على واحد بعينه». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۷۴، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳.

بعض نے سید مرتضیٰ کے اس اشکال کی کچھ اس طرح سے توجیہ کی ہے:

مختلف صورتوں میں ارکان شوریٰ کو قتل کر دینے سے عمر کی مراد یہ تھی کہ اگر تعیین خلیفہ میں تاخیر ہوئی تو مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو جائے گا اور مسلمانوں کے درمیان میں موجود اتحاد اختلاف میں بدل جائے گا۔ پھر لوگ خلافت کو دوسرے طریقوں سے حاصل کرنے کی کوشش میں لگ جائیں گے اور پھر اس کے نتیجے میں قتل وغارت گری میں اضافہ ہو گا۔

سید مرتضیٰ اس توجیہ کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اول: تاریخ اس توجیہ کے خلاف آواز اٹھا رہی ہے۔

دوسرا: عمر نے قتل کر دینے کا حکم اگر اس صورت میں دیا ہے کہ جب ارکان شوریٰ وحدت مسلمین کی مخالفت کریں یا خلافت کو دوسرے مختلف راستوں سے حاصل کریں، تو پھر ایسی صورت میں انہیں تین دن کی مہلت دینے کا کیا مطلب ہے؟ ایسی صورت میں تو لوگوں پر لازم ہے کہ وہ پہلے ہی روز سے اس کی مخالفت میں اپنی اپنی آوازیں بلند کرنا شروع کر دیں۔

ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

یہ تین دنوں کی مہلت، ان سب کو قتل کر دینے کے لیے نہیں تھی بلکہ یہ مہلت اس امر خلافت کو اور مستحکم طریقے سے انجام دینے کے لیے تھی تاکہ ان تین دنوں تک کوئی ایک خلیفہ معین ہو جائے۔ [1]

---

(۱) «و من جملة المطاعن أنه أمر بضرب الأعناق... فأما تأوله الأمر بالقتل على أن المراد به إذا تأخروا على طريق شقّ العصا و طلب الأمر من غير وجهه، فبعيد من الصواب، لأنه ليس في ظاهر الخبر ذلك و لأنهم إذا شقّوا العصا و طلبوا الأمر من غير وجهه من أول يوم، وجب أن يمنعوا و يقاتلوا، فأي معنى لضرب الأيام الثلاثة أجلا». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۶۱، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳. «و أما حديث القتل فليس مراده إلا شق العصا و مخالفة الجماعة و التوثّب على الأمر مغالبة. و قول المرتضى: لو كان ذلك من أول يوم لوجب أن يمنع فاعله و يقاتل، فأي معنى لضرب الأيام الثلاثة آجلا! فإنه يقال له: إن الأجل المذكور لم يضرب لقتل من يشق العصا و إنما ضرب لإبرامهم الأمر و فصله قبل أن تتطاول الأيام بهم و يتسامع من بعد عن دار الهجرة أن الخليفة قد قتل و أنهم مضطربون إلى الآن، لم يقيموا لأنفسهم خليفة بعده فيطمع أهل الفساد و الدعارة و لايؤمن وقوع الفتن و لايؤمن أيضا أن يسترد الروم وفارس بلادا قد كان الإسلام استولى عليها لأن عدم الرئيس مطمع للعدو في ملكه و رعيته». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۷۵ - ۲۷۶، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳ .

ابن ابی الحدید کی اس ضعیف سی توجیہ کا جواب واضح ہے کہ عمر کی اس مہلت سے مراد سوائے ڈر پھیلانے اور ارکان شوریٰ کے قتل کے حکم کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا کیونکہ تاریخ کے صفحات بہتر طور پر عمر کے اس جملے کی وضاحت کرتے ہیں کہ خلیفہ دوم نے مختلف مختلف طریقوں کے ذریعے ڈرایا ہے۔ عمر نے ۵۰ لوگوں کو تلواروں کے ساتھ ابو طلحہ انصاری کی قیادت میں وہاں پر مامور کیا تھا اور انہیں یہ حکم دیا تھا کہ اگر کوئی ایک فرد بھی مخالفت کرے تو اس کی گردن اڑا دینا، اگر دو افراد مخالفت پر اتر آئیں تو ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا۔ اگر تین لوگ مل کر عبدالرحمٰن کی رائے کی مخالفت کریں تو ان تینوں کی گردنوں کو اڑا دینا اور اگر تین دن گزر جائیں اور پھر بھی کوئی خلیفہ منتخب نہ ہو پائے تو پھر ان سب کی گردنوں کو ان کے جسموں سے جدا کر دینا۔ شوریٰ کے تیسرے دن ابو طلحہ وہاں پر حاضر ہوا اور اس نے قسم کھا کر کہا: "اب میں تم سب کو ایک لمحے کی بھی مہلت نہیں دوں گا۔ اگر تم سب نے خلیفہ منتخب نہیں کیا تو میں دستور کے مطابق تم سب کی گردنوں کو جدا کر دوں گا۔" ابو طلحہ کی یہ باتیں سن کر ارکان شوریٰ تیزی میں آ گئے۔ شوریٰ اور حضرت امام علیؑ کے کیے گئے اعتراضات کے بعد عبدالرحمٰن نے انہیں ڈرایا اور ایک نقل کے مطابق جو پہلے حصے میں امام علیؑ کی بیعت کرنے یا بیعت نہ کرنے کی بحث میں گزر چکی ہے، حضرت امام علیؑ نے بیعت نہیں کی اور آپ جلسے سے باہر نکل گئے۔ ارکان شوریٰ نے بھی دھمکی دی کہ اگر علیؑ بیعت نہیں کرتے ہیں تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔ کیا اس طرح کی دھمکیاں قتل کی دھمکیاں نہیں ہیں؟

چھٹا اشکال

سید مرتضیٰ فرماتے ہیں: "عمر کا شوریٰ منعقد کرنا خلافت کو علیؑ سے دور کرنے کی صرف ایک سازش تھی کیونکہ عمر جانتے تھے کہ عبدالرحمٰن عثمان کا داماد ہے اور سعد، عبدالرحمٰن کا چچازاد بھائی، لہٰذا یہ تین افراد تو آپس میں ہرگز مخالفت نہیں کریں گے اور آخر کار اسی گروہ کی بات اور اسی گروہ کی رائے مانی جائے گی جس میں عبدالرحمٰن ہو۔"

ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

عمر کا مقصد شوریٰ سے اگر یہی تھا تو پھر عمر سے بڑا بیوقوف اور اس سے بڑا جاہل کوئی اور نہیں تھا کیونکہ ممکن تھا کہ سعد اپنے چچازاد بھائی کو خلافت کی رائے نہ دیتا، یا پھر ممکن تھا کہ خود علیؑ عبدالرحمٰن کو اپنی طرف کر لیتے یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ عثمان کی طرف سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جاتا جس کی وجہ سے عبدالرحمٰن عثمان کے مخالف ہو جاتا، یا یہ بھی ممکن تھا کہ ان تین دنوں میں عبدالرحمٰن، سعد اور عثمان مر

جاتے یا مار دیے جاتے اور خلافت آخر کار علیؑ کے ہاتھوں میں آ جاتی یا پھر ممکن تھا کہ ابو طلحہ عہد شکنی کر لیتا اور علیؑ کی طرف ہو جاتا۔(۱)

جناب ابن ابی الحدید! آپ نے اپنے ان کمزور اور ضعیف جوابات کے ذریعے خلیفہ دوم کو بیوقوف اور جاہل کہہ دیا اور ان کی توہین بھی کر دی، جبکہ ہم نے اسی کتاب میں یہ ثابت کیا تھا کہ عمر نے کافی چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھ شوریٰ کو تشکیل دیا تھا۔ عمر نے امام علیؑ کے لیے کچھ اس طرح سے جال بچھایا کہ خلافت علیؑ تک پہنچ ہی نہ سکے۔ کیونکہ ان سب میں صرف زبیر ہی تھا جو حضرت امام علیؑ کو خلافت کے لیے رائے دے سکتا تھا، اور عمر نے عباس اور عمارؓ جیسوں کو تو شوریٰ میں شامل بھی نہیں کیا تھا۔ اور شوریٰ کے باقی بچے چار افراد خود حضرت علیؑ سے منحرف ہو چکے تھے۔ اور عمر نے اس منظم طریقے سے شوریٰ کو چنا تھا کہ ان چار افراد کے من مطابق انسان ہی خلافت کی کرسی پر بیٹھ سکتا تھا۔ حضرت امام علیؑ اور عباس نے بھی عمر کی اس چالاکی کی طرف اشارہ کیا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، جلسہ شوریٰ سے پہلے حضرت امام علیؑ نے عباس سے کہا: "انتخاب کے شروع ہونے سے پہلے ہی ہمیں پتا ہے کہ خلیفہ کون بنے گا۔"

امام علیؑ کا یہ جملہ کہ شوریٰ کے ذریعے خلافت کو دور کیا گیا ہے۔ اس جملے کی توجیہ میں ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

"اس جملے کا یہ معنی نہیں ہے کہ عمر اس طرح کے کام انجام دینے کا ارادہ رکھتے تھے، بلکہ اس جملہ سے حضرت امام علیؑ کی مراد یہ ہے کہ خلافت اتفاقاً ان سے دور ہو گئی تھی۔"(۲)

---

(۱) «فامّا دعواه أن عمر عمل هذا الفعل حيلةً ليصرف الأمر عن علي عليه السلام من حيث علم أن عبدالرحمن صهر عثمان و أن سعدا ابن عمّ عبدالرحمن فلا يخالفه فجعل الصواب في الثلاثة الذين يكون فيهم عبدالرحمن. فنقول في جوابه: إن عمر لو فعل ذلك و قصده لكان أحمق الناس و أجهلهم لأنه من الجائز ألّا يوافق سعد ابن عمه لعداوة تكون بينهما خصوصا من بني العم و يمكن أن يستميل علي عليه السلام سعدا إلى نفسه بطريق آمنه بنت وهب و بطريق حمزة بن عبدالمطلب و بطريق الدين و الإسلام و عهد الرسول اللّٰهﷺ و من الجائز أن يعطف عبدالرحمن على علي عليه السلام لوجه من الوجوه و يعرض عن عثمان أو يبدو من عثمان في الأيام الثلاثة أمر يكرهه عبدالرحمن فيتركه و يميل إلى علي عليه السلام و من الجائز أن يموت عبدالرحمن في تلك الأيام أو يموت سعد أو يموت عثمان أو يقتل واحد منهم فيخلص الأمر لعلي عليه السلام و من الجائز أن يخالف أبوطلحة أمره له أن يعتمد على الفرقة التي فيها عبدالرحمن و لايعمل بقوله و يميل إلى جهة علي عليه السلام فتبطل حيلته و تدبيره!». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص۲۷۶ - ۲۷۷، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳.

(۲) «فأما قول أميرالمؤمنين عليه السلام للعباس و لغيره: ذهب الأمر منا، أن عبدالرحمن لايخالف ابن عمه، فليس معناه أن عمر قصد ذلك و إنما معناه أن من سوء الإتفاق أن وقع الأمر هكذا و يوشك ألايصل إلينا حيث قد اتفق فيه هذه النكتة». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۷۹، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه ۲۲۳.

یہ لوگ اپنی سوچ کے مطابق ابو بکر و عمر کو حق جانتے ہیں اور مجبور ہو کر اس طرح کی توجیہات پیش کرتے اور امام علیؑ کے واضح بیانات کو اپنی من مانی توجیہ کر دیتے ہیں۔

ابن ابی الحدید نے اور بھی دیگر توجیہات پیش کی ہیں جو یا تو انتہائی سطحی ہیں یا تو پھر بے بنیاد، جنہیں یہاں پر بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ ہم نے ان کے جوابات گزشتہ بحثوں میں ذکر کیے ہیں۔ ابن ابی الحدید ایک جگہ پر سید مرتضیٰ کی بات کو قبول کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سید مرتضیٰ کا حضرت علیؑ پر سے ان کے شوخ طبع ہونے کے اشکال کو دور کرنا حق ہے، کیونکہ حضرت علیؑ وقار و سنجیدگی، بردباری اور دانشمندی کے ایک کامل مصداق ہیں۔ آپ ہمیشہ اپنے چہرے پر ہنسی رکھتے اور بہترین اخلاق کے مالک تھے۔ عمر چونکہ خود تند اور سخت مزاج تھے لہٰذا وہ سبھی کو ایسا ہی چاہتے تھے کیونکہ ہر انسان اپنی ہی ذات کو سب سے اچھا مانتا ہے۔

لیکن یہاں پر بھی ابن ابی الحدید نے بہت کوشش کی کہ عمر کے بات کی توجیہ پیش کر انہیں صحیح ثابت کریں۔ ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

مجھے عمر کے اس جملے پر تعجب ہے کہ انہوں نے علیؑ کو شوخ طبع کہہ دیا۔ علیؑ کے لیے بعید ہے کہ کوئی انہیں اہل لہو و لغو اور شوخ طبع جیسی صفتوں سے منسوب کرے۔ مجھے نہیں لگتا ہے کہ عمر نے یہ جملہ حضرت امام علیؑ کے لیے کہا ہوگا، بلکہ مجھے تو لگتا ہے کہ عمر کے جملے میں یہ بات کسی نے بڑھا دی ہے! کیونکہ علیؑ کے متعلق یہ جملہ کہنا علیؑ سے منحرف ہو جانے پر دلیل ہے۔[1]

---

(۱) «فأما تنزيه المرتضى لعلي عليه السلام عن الفكاهة و الدعابة فحق و لقد كانعليه السلام على قدم عظيمة من الوقار و الجد و السمت العظيم و الهدي الرصين و لكنه كان طلق الوجه سمح الأخلاق و عمر كان يريد مثله من ذوي الفظاظة و الخشونة لأن كل واحد يستحسن طبع نفسه و لايستحسن طبع من يباينه في الخلق و الطبع و أنا أعجب من لفظة عمر إن كان قالها: إن فيه بطالة و حاش للّٰه أن يوصف علي عليه السلام بذلك و إنما يوصف به أهل الدعابة و اللهو و ما أظن عمر إن شاء اللّٰه قالها و أظنها زيدت في كلامه و إن الكلمة هاهنا لدالة على انحراف شديد». شرح نهج البلاغه: ج ۱۲، ص ۲۷۸ - ۲۷۹، فصل في ذكر ما طعن به على عمر و الجواب عنه، الطعن التاسع، ذيل خطبه۲۲۳.

شوریٰ کا نتیجہ

عمر کے ذریعے شوریٰ کا تشکیل پانا اور عبد الرحمٰن کے توسط سے عثمان کا منتخب ہونا یہ مسلمانوں کے انجام پر بہت بڑی ضرب تھی۔ شوریٰ کے اثرات اور اس کے نتائج کے حوالے سے پہلے گفتگو گزر چکی ہے، جن میں سے شوریٰ کا ایک اثر امت اسلامی کے درمیان اختلاف بھی تھا جس نے مسلمانوں پر ایک وحشت ناک چوٹ لگائی ہے اور اسی کی وجہ سے مسلمانوں میں قتل و کشتار کے بہت زیادہ واقعات پیش آئے ہیں۔

شوریٰ کے نتائج میں سے ایک اور نتیجہ امویوں کا لوگوں کے سروں پر مسلط ہونا تھا، جس کا نتیجہ سوائے مسلمانوں پر ظلم اور ان کی قتل و غارت گری کے کچھ اور نہیں تھا۔ اس کے متعلق ہم انشاء اللہ آگے بحث کریں گے۔

خداوند متعال قرآن میں فرماتا ہے: ہر نفس اپنے اعمال میں گرفتار ہے۔[۱]

جناب خلیفہ دوم اور جناب عبد الرحمٰن ابن عوف! عثمان کے انتخاب اور امویوں کے بر سر اقتدار آنے کے جو بھی نتائج ہوں گے کیا ان سب کی ذمہ داری آپ اپنے سر لیں گے؟ عثمان تو بظاہر ابو سفیان کی اس بات سے ناراض ہو گئے تھے جب اس نے کہا تھا: خلافت کو اپنے ہی درمیان (بنی امیہ) ہاتھوں ہاتھ گھماتے رہو! لیکن عملی طور پر عثمان نے ابو سفیان ہی کی پیروی کی۔ عثمان نے اپنی بے عزتی نہ ہونے کی غرض سے ابو سفیان کے سامنے تو ناراضگی ظاہر کر دی، لیکن در حقیقت ابو سفیان ہی کی خواہش کے مطابق سارے امور انجام دیے۔

عثمان کے خلیفہ بننے اور امویوں کے بر سر اقتدار آنے سے خلافت انہی کے درمیان موروثی بن کر رہ گئی۔

جناب عبد الرحمٰن! عثمان کے خلیفہ بننے پر علیؑ کا اعتراض کرنا اور ان کی بیعت نہ کرنا، کس بات کی نشان دہی کرتا ہے؟ جبکہ علیؑ کو خلافت و حکومت کی کوئی خواہش بھی نہیں تھی۔ حضرتؑ کی نظر میں تو ساری دنیا کی قیمت ایک پیوند لگے جوتے کے برابر بھی نہیں تھی۔[۲] حضرتؑ کی نظر میں تو دنیا بکری کے ناک سے بہنے

---

(۱) كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ۔ سورہ مدثر(۷۴)، آية ۳۸

(۲) «و من خطبة له عليه السلام عند خروجه لقتال أهل البصرة قال عبدالله بن العباس: دخلت على أميرالمؤمنين عليه السلام بذي قار و هو يخصف نعله فقال لي: ما قيمة هذا النعل؟ فقلت: لاقيمة لها. فقال عليه السلام: والله لهي أحب إلي من إمرتكم إلا أن أقيم حقا أو أدفع باطلا. ثم خرج عليه السلام فخطب الناس». نهج البلاغه: ص ۵۸، خطبه ۳۳.

والے پانی سے بھی زیادہ بدتر تھی۔[۱] علیؑ جبکہ ہمیشہ حق کے ساتھ رہتے ہیں تو پھر انہوں نے انتخاب عثمان پر اعتراض کر کے اور اس کی بیعت نہ کر کے اسے غیر شرعی ثابت کر دیا۔ علیؑ کو اسلام کے مستقبل کی فکر تھی۔ عمارؓ و مقدادؓ جیسے بزرگ صحابہ کے اعتراضات بھی انہیں مطالب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت امام علیؑ نے دیکھا کہ تمام سازشوں اور منصوبہ بندیوں کے اتنے سالوں بعد حکومت دشمنان پیغمبر اکرم ﷺ کے ہاتھوں آچکی ہے، جو کل تک جنگ بدر و اُحد کی آگ بھڑکانے والے تھے، جو مسلمانوں کے قتل کی زمین ہموار کیا کرتے تھے، وہی لوگ آج امت اسلامی کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے ہیں۔ امام علیؑ اسلام کے مستقبل کے لیے فکر مند تھے۔

شوریٰ کو اگر منفی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ دراصل خلیفہ دوم اور عبدالرحمٰن ابن عوف کی حکومت کا نام ہے، لہٰذا ان دونوں پر لازم ہے کہ دونوں اس کے نتائج وانجام کو قبول کریں۔ حضرت امام علیؑ نے شوریٰ کے انجام اور اس کے نتائج سے روشناس کرایا تھا اور آپؑ نے چاہے شوریٰ سے پہلے ہو یا شوریٰ کے درمیان یا پھر شوریٰ کے بعد، ہر مقام پر اس پر اعتراضات وارد کر اس کی حقیقت کو بیان فرمایا تھا۔

امویوں کی حکومت پر اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ امام کی پریشانی کی وجہ کیا کیا چیزیں تھی۔ شوریٰ کے دیگر اثرات اور اس کے مختلف انجام مثلاً مسلمانوں کے درمیان اختلاف اور بدعتوں کا ایجاد ہونا وغیرہ، سب ہم گزشتہ بحثوں میں ذکر کر چکے ہیں۔

اموی حکومت پر طائرانہ نگاہ

اموی حکومت اور اس کے بعد مروانی حکومت یہ دونوں حکومتیں سر سے لے کر پیر تک ظلم و خونریزی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کا، اہل بیتؑ پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کے اصحاب کا قتل عام کیا ہے اور اسلام کے دامن پر گہرا دھبہ چھوڑ دیا۔ امویوں نے اسلام کو اپنے ہاتھ کا کھلونا بنا رکھا تھا اور سب نے اپنے اپنے وقت کو غنیمت جان کر کافی عیاشی کی اور لوگوں میں جم کر فساد برپا کیا۔

---

(۱) «أما والذي فلق الحبة و برأ النسمة لولا حضور الحاضر و قيام الحجة بوجود الناصر. و ما أخذ الله على العلماء أن لايقاروا على كظة ظالم و لاسغب مظلوم لألقيت حبلها على غاربها و لسقيت آخرها بكأس أولها. و لألفيتم دنياكم هذه أزهد عندي من عَفطة عنز». نهج البلاغه: ص ۳۰، خطبه ۳، معروف به خطبه شقشقيه.

خلفائے بنی امیہ کے ہر ایک فرد پر گفتگو کے لیے مستقل ایک کتاب کی ضرورت ہے، لیکن ہم یہاں پر بطور خلاصہ فہرست وار بنی امیہ کے چند خلفا اور ان کے کارناموں کا تذکرہ کریں گے تاکہ شوریٰ کے نتائج روشن طریقہ سے ہم پر واضح ہو جائیں کہ اس شوریٰ نے اسلام کے دامن میں کون کون سی مصیبتیں لا کر چھوڑ دی تھیں۔

چونکہ عثمان بنی امیہ کے اہم افراد میں سے تھے لہٰذا حکومت اموی کی ابتدا عثمان کی حکومت سے شروع ہوتی ہے۔ عثمان نے بنی امیہ کو لوگوں پر مسلط کر دیا اور حکومت کے بڑے بڑے عہدوں کو اور تمام قدرت و دولت کو بنی امیہ کے حوالے کر دیا، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

حضرت امام علیؑ عثمان اور ان کے دور حکومت کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

"جب تیسرے کے ہاتھ میں خلافت آگئی تو اس کے دونوں پہلو پُرخوری کی وجہ سے پھول گئے اور وہ ہمیشہ باورچی خانے اور بیت الخلا کے درمیان سرگرداں رہتا تھا۔ بنی امیہ سے تعلق رکھنے والے عثمان کے ددھیالی رشتہ داروں نے اس کے ہمراہ ایک بھوکے اونٹ کی مانند بیت المال کو کھایا اور ہوا میں اڑا دیا۔ عثمان نے حد سے بڑھ کر اسراف کیا یہاں تک کہ لوگوں کا عثمان پر غصہ پھوٹا اور اس کے بھوکے پن نے ہی اسے نابود کر دیا۔"[1]

عثمان کے حکومت میں اسلام نے عظیم شخصیات کو کھویا ہے، مثلاً جلیل القدر صحابی ابوذرؓ کو عثمان نے شہر بدر کر دینے کا حکم دیا اور انہیں کافی اذیتیں پہچائی اور ابوذرؓ اسی سرزمین پر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت ابوذرؓ کو دی گئی اذیت و آزار کے متعلق طبری کہتے ہیں:

جناب ابوذرؓ کے حوالے سے تو بہت ساری باتیں ہیں، لیکن ان سب کو بیان کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔[2]

ابن اثیر کہتے ہیں:

ابوذرؓ کے حوالے سے بہت سے واقعات ذکر ہیں، جیسے مثلا معاویہ کا ابوذرؓ کو گالی دینا، انہیں قتل کی دھمکی دینا، انہیں مدینہ بھیجنا اور بہت برے طریقے سے شہر بدر کرنا جس کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔ اگر

---

(۱) إلى أن قام ثالث القوم نافجاً حضنيه بين نثيله و معتلفه و قام معه بنو أبيه يخضمون مال اللّٰه خضم الإبل نبتة الرّبيع إلى أن انتكث عليه فتله و أجهز عليه عمله و كبت به بطنته». نهج البلاغه: ص ۳۰، خطبه ۳.

(۲) «و في هذه السنة أعني سنة ۳۰ كان ما ذكر من أمر أبي ذر و معاوية و إشخاص معاوية إياه من الشام إلى المدينة و قد ذكر في سبب إشخاصه إياه منها إليها أمور كثيرة كرهت ذكر أكثرها». تاريخ الطبري: ج ۲، ص ۶۱۵، حوادث سال ۳۰ هجری، أخبار أبي ذر.

اسے بیان کیا بھی جائے تو ہمیں عثمان کے لیے عذر تراشی کرنی پڑے گی، مثلاً یہ کہ امام اپنی رعیت کو ادب سکھانے کا حق رکھتا ہے اور عثمان کے لیے اسی طرح دوسرے عذر بھی پیش کیے جاسکتے ہیں۔(۱)

تعجب ہے! آپ دیکھیں کہ یہ لوگ کس واقعات میں کانٹ چھانٹ کر دیتے ہیں تاکہ بنی امیہ کی عزت و آبرو پر کوئی حرف نہ آنے پائے۔

فرزندان ابوسفیان کی حکومت

امویوں کی حکومت معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ اور زیادہ محکم اور مضبوط ہو گئی۔ اس نے اپنی حکومت کے روز اول سے ہی انتقام لینا اور مسلمانوں کو قتل کرنے کا کام شروع کر دیا تھا۔ معاویہ کی علیؑ کے ساتھ کی گئی جنگ اور اس کے انحرافات کو اگر نظر انداز کر بھی دیا جائے تب بھی اس نے بہت سی بزرگ شخصیات کو سولی پر چڑھایا اور بہت سوں کو زندہ دفن کر دیا تھا۔ معاویہ شیعوں کی نسل کشی، ان کے قتل اور ان کی بستیوں کو برباد کر دینے کا حکم دیا کرتا تھا۔(۲)

---

(۱) «و في هذه السنة كان ما ذكر في أمر أبي ذر و إشخاص معاوية إياه من الشام إلى المدينة و قد ذكر في سبب ذلك أمور كثيرة من سب معاوية إياه و تهديده بالقتل و حمله إلى المدينة من الشام بغير وطاء و نفيه من المدينة على الوجه الشنيع لايصح النقل به و لو صح لكان ينبغي أن يعتذر عن عثمان فإن للإمام أن يؤدب رعيته و غير ذلك من الأعذار لا أن يجعل ذلك سببا للطعن عليه كرهت ذكرها». الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۲۵۱، حوادث سال ۳۰ هجرى، ذكر تسيير أبي ذر إلى الربذة.

(۲) «ثمّ كتب إلى عماله نسخة واحدة إلى جميع البلدان: أنظروا من قامت عليه البينة أنه يحب عليًا و أهل بيته فامحوه من الديوان و أسقطوا عطاءه و رزقه. و شفع ذلك بنسخة أخرى: من أتهمتموه بموالاة هؤلاء القوم فنكّلوا به و أهدموا داره». شرح نهج البلاغة: ج ۱۱، ص ۴۵، ذكر بعض ما مني به آل البيت من الأذى و الإضطهاد ذيل خطبه ۲۰۳. قسمتى از نامه امام حسين عليه السلام به معاويه: «أولستَ صاحب الحضرميّين الذين كتب إليك ابن سميّة أنّهم على دين عليّ، فكتبتَ اليه: أقتل من كان على دين عليّ و رأيه، فقتلهم و مثّل بهم بأمرك». أنساب الأشراف: ج ۵، ص ۱۲۹، شرح حال معاويه، جواب الحسين. «عن سفيان بن عوف الغامدي قال: دعاني معاوية فقال: إنّي باعثك في جيش كثيف... و اتق أن تقرب الكوفة و اعلم أنك إن أغرت على [أهل] الأنبار و أهل المدائن فكأنك أغرت على الكوفة، إن هذه الغارات يا سفيان على أهل العراق ترهب قلوبهم و تجرئ كل من كان له فينا هوى [منهم] و يرى فراقهم، و تدعو إلينا كل من كان يخاف الدوائر، و خرب كل ما مررت به [من القرى]، و اقتل كلّ من لقيت ممن ليس هو على رأيك، و احرب الأموال، فإنه شبيه بالقتل و هو أوجع للقلوب». الغارات: ص ۳۲۰-۳۲۱، غارة سفيان بن عوف الغامدي على الأنبار.

معاویہ کے حکم سے صحابی پیغمبر ﷺ حجر ابن عدی اور ان کے ساتھیوں کا سر قلم کر دیا گیا۔[۱] صحابی پیغمبر ﷺ عمرو بن حمق خزاعی کو بھی معاویہ کے حکم سے شہید کر دیا گیا۔[۲]

معاویہ نے تمام اسلامی مملکتوں کے لیے ایک ظالم و خونریز شخص کو معین کیا تا کہ وہ پوری طرح سے کھل کر قتل و غارت گری کے امور کو انجام دے سکے۔ معاویہ ان سبھی کو شیعوں کے قتل کا خود ہی حکم دیا کرتا تھا۔ ان ظالم حاکموں میں سے ایک کا نام زیاد ابن ابیہ تھا جو معاویہ کے حکم سے عراق پر حاکم تھا۔ ابن اثیر اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

زیاد لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آنے والا پہلا حاکم تھا۔ وہ اپنی تلوار کو نیام سے نکال لیا کرتا تھا اور صرف تہمت اور گمان کے تحت ہی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا کرتا تھا۔ لوگ انہی سب وجوہات کی بنا پر اس سے ڈرا کرتے تھے۔[۳] جب وہ کوفہ میں آیا تو اس نے ۸۰ افراد کے ہاتھ صرف اس لیے کٹوا دیے کہ ان سب نے اس کی بیعت نہیں کی تھی۔ اس نے ۶ مہینے کوفہ میں قیام کرتا اور ۶ مہینے بصرہ میں۔ جب وہ کوفہ میں ہوتا تو بصرہ میں سمرۃ ابن جندب کو اپنا جانشین مقرر کرتا تھا، جس نے بصرہ میں قتل و غارت گری کے متعدد واقعات انجام دیے اور زیاد کی عدم موجودگی میں ۸۰۰۰ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ابو سوار عدوی کہتے ہیں: سمرۃ نے ایک دن میں میرے خاندان کے ۴۷ لوگوں کو مار دیا، جو سب کے سب حافظین قرآن تھے۔[۴]

---

(۱) کتاب تاریخ الطبري: ج ۳، ص ۲۲۹-۲۳۰، حوادث سال ۵۱ هجری، تسمیة الذین بعث بهم إلی معاویة و تاریخ دمشق الکبیر: ج ۸، ص ۱۷-۱۸، شرح حال أرقم بن عبداللّٰه الکندي، ش ۷۸۷. کتاب ناگفته هایی از سقیفه، ص ۸۷.

(۲) «و بلغ عبدالرحمن بن أم الحکم و کان عامل معاویة علی الموصل، مکان عمرو بن الحمق الخزاعي و رفاعة بن شداد، فوجه في طلبهما، فخرجا هاربین و عمرو بن الحمق شدید العلة، فلما کان في بعض الطریق لدغت عمروا حیة، فقال: اللّٰه أکبر! قال لي رسول اللّٰه ﷺ: یا عمرو! لیشترك في قتلك الجن و الإنس. ثم قال لرفاعة: امض لشأنك، فإني مأخوذ و مقتول. و لحقته رسل عبدالرحمن بن أم الحکم، فأخذوه و ضربت عنقه و نصب رأسه علی رمح و طیف به، فکان أول رأس طیف به في الإسلام». تاریخ الیعقوبي: ج ۲، ص ۲۳۱-۲۳۲، وفاة الحسن بن علي.

(۳) «و کان زیاد أول من شدد أمر السلطان و أکد الملك لمعاویة و جرد سیفه و أخذ بالظنة و عاقب علی الشبهة و خافه الناس خوفا شدیدا». الکامل في التاریخ: ج ۲، ص ۴۷۵، حوادث سال ۴۵هجری، ذکر ولایة زیاد بن أبیه البصرة.

(۴) «قال: لما مات المغیرة جمعت العراق لزیاد فأتی الکوفة فصعد المنبر فحمد اللّٰه و أثنی علیه... ثم قال لیأخذ کل رجل منکم جلیسه و لایقولن لأدري من جلیسي ثم أمر بکرسي فوضع له علی باب المسجد فدعاهم أربعة أربعة یحلفون باللّٰه ما منا من حصبك فمن حلف خلاه و من لم یحلف حبسه و عزله حتی صار إلی ثلاثین و یقال: بل کانوا ثمانین فقطع أیدیهم علی المکان... قال: سألت أنس بن سیرین: هل کان سمرة قتل أحدا؟ قال: و هل یحصی من قتل سمرة بن جندب استخلفه زیاد علی البصرة و أتی الکوفة فجاء و قد قتل ثمانیة آلاف من

معاویہ نے بسر ابن ارطاۃ کو ۲۶۰۰ افراد پر مشتمل ایک لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا اور مدینہ والوں کو ذلیل وخوار کرنے کا حکم دیا۔ پھر معاویہ نے بسر بن ارطاۃ سے کہا: "مدینہ کے بعد تم مکہ کی طرف جانا لیکن وہاں مکہ والوں کے ساتھ کچھ نہ کرنا! پھر وہاں سے یمن کی طرف جانا اور وہاں جو کوئی بھی علیؑ کا مطیع ہو اسے قتل کر دینا اور ان کے تمام اموال کو ضبط کر لینا۔" بسر جب مدینہ گیا تو اس نے اہل مدینہ کو ڈرا دھمکا کر لوگوں سے معاویہ کے لیے بیعت لی۔ جن لوگوں نے بیعت کے ڈر سے فرار اختیار کیا بسر نے ان سب کے گھروں کو تباہ کر دیا۔ بسر بن ارطاۃ مکہ کے بعد یمن گیا اور وہاں بھی اس نے بہت سے لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا، جن میں سے عبید اللہ ابن عباس کے بھی دو بیٹے مارے گئے تھے۔[۱]

معاویہ نے سفیان بن عوف غامدی کو ۶۰۰۰ افراد پر مشتمل ایک لشکر کے ہمراہ ہیت و انبار نامی مناطق سے لے کر مدائن تک قتل وغارت گری کرنے کے لیے بھیجا اور اس سے کہا: "جس کسی کو بھی تم اپنی رائے کے خلاف پاؤ اسے قتل کر دو، ان کی آبادیوں کو خراب اور ان کے اموال کو ضبط کر لو۔"[۲]

الناس. فقال له: هل تخاف أن تكون قد قتلت أحدا بريئا؟ قال: لو قتلت إليهم مثلهم ما خشيت أو كما قال... عن أبي سوار العدوي قال: قتل سمرة من قومي في غداة سبعة و أربعين رجلا قد جمع القرآن». تاريخ الطبري: ج ۳، ص ۲۰۷- ۲۰۸، حوادث سال ۵۰ هجرى و الكامل في التاريخ: ج ۲، ص ۴۸۱ - ۴۸۲، حوادث سال ۵۰ هجرى، ذكر وفاة المغيرة بن شعبة و ولاية زياد الكوفة.

(۱) «فبعث معاوية بسر بن أبي أرطاة بن عويمر أحد بني عامر بن لوي في ألفين و ستمائة انتخبهم بسر و قال له: يا بسر! إن مصر قد فتحت فعز ولينا و ذلّ عدونا، فسر على اسم الله فمرّ بالمدينة فأخف أهلها و أذعرهم و هوّل عليهم حتى تروا أنك قاتلهم، ثم كفّ عنهم و صر إلى مكة فلا تعرض فيها لأحد ثم امض إلى صنعاء فإن لنا بها شيعة فانصرهم و استعن بهم على عمال علي و أصحابه فقد أتاني كتابهم، و اقتل كل من كان في طاعة علي إذا امتنع من بيعتنا و خذ ما وجدت لهم من مال. فلما دخل بسر المدينة، أخاف أهلها... ثم دعا الناس إلى بيعة معاوية فبايعه قوم و هرب منه قوم فهدم منازلهم... و مضى بسر حتى إذا شارف اليمن... ثم دعا الناس إلى بيعة معاوية فبايعوه له و قتل جماعة من شيعة علي عليه السلام ». أنساب الأشراف: ج ۳، ص ۲۱۲ - ۲۱۳، أمر الغارات بين علي و معاوية، غارة بسر بن أبي أرطاة. «بعثه معاوية إلى اليمن في جيش كثيف و أمره أن يقتل كل من كان في طاعة علي عليه السلام، فقتل خلقا كثيرا و قتل فيمن قتل ابني عبيدالله بن العباس بن عبدالمطلب و كانا غلامين صغيرين». شرح نهج البلاغه: ج ۱، ص ۳۴۰، بسر بن أرطاة و نسبه، ذيل خطبه ۲۵.

(۲) «و دعا معاوية سفيان بن عوف الأزدي ثم الغامدي، فسرّحه في سته آلاف من أهل الشام ذوي بأس و أداة و أمره أن يلزم جانب الفرات الغربي حتى يأتي هيت فيغير على مسالح علي و أصحابه بها و بنواحيها، ثم يأتي الأنبار فيفعل بها مثل ذلك حتى ينتهي إلى المدائن و حذّره أن يقرب الكوفة و قال له: إن الغارة تنخب قلوبهم و تكسر حدّهم و تقوي أنفس أوليائنا و منّتهم... و أتى الأنبار فأغار عليها فقاتله من بها من قبل علي فأتى على

معاویہ نے ضحاک بن قیس کو ۴۰۰۰ افراد پر مشتمل ایک لشکر کے ساتھ قطقطانہ نامی منطقے کی طرف بھیجا۔ ان لوگوں کے اموال کو ضبط کیا اور جس پر بھی یہ گمان ہوتا تھا کہ وہ حضرت علیؑ کا مطیع ہے یا پھر حضرت علیؑ کے لیے فکر مند ہے تو وہ اسے قتل کر دیتا تھا۔(۱)

معاویہ نے عبد اللہ ابن مسعدہ کو ۱۷۰۰ سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر کے ساتھ تیماء نامی ایک علاقے کی طرف بھیجا اور اس سے کہا: ''بادیہ نشین لوگوں سے زکوٰۃ لو اور جو بھی زکاۃ دینے سے انکار کرے اسے قتل کر دو۔ پھر اس کے بعد مکہ، مدینہ اور حجاز کی طرف جاؤ اور وہاں بھی یہی کام انجام دو۔''

اس کے مقابلے میں حضرت امام علیؑ نے مسیب بن نخبہ فزاری کو ایک لشکر کے ہمراہ تیماء کی طرف بھیجا تا کہ وہ عبد اللہ ابن مسعدہ کو اس کام کو انجام دینے سے باز رکھے۔(۲)

اسی طرح قتل و غارت گری کے جو جرائم معاویہ کے کارندوں نے انجام دیے ہیں وہ سب کی سب مورخین نے ذکر کیے ہیں۔(۳)

معاویہ کے زمانے میں کوفہ کی ایک عورت سودۃ بنت عمارۃ شام پہنچی اور معاویہ سے شکایت کرتے ہوئے کہا: ''تمہارے حاکم بسر بن ارطاۃ نے ہمارے باغات کو خراب کر دیا ہے اور ہمارے کسانوں کو بھی مار دیا ہے۔ اگر ہم اس پر اعتراض کرتے ہیں تو وہ ہمیں ڈراتا دھمکاتا ہے۔ ہمارے مرد

کثیر منهم و أخذ أموال الناس و قتل أشرس بن حسان البکري عامل علي ثم انصرف». أنساب الأشراف: ج۳، ص ۲۰۱، أمر الغارات بین علي و معاویة، غارة سفیان بن عوف. «فاقتل من لقیته ممن لیس هو علی مثل رأیك و أخرب کل ما مررت به من القری و احرب الأموال، فإن حرب الأموال شبیه بالقتل و هو أوجع للقلب». شرح نهج البلاغه: ج۲، ص ۸۶، غارة سفیان بن عوف الغامدي علی الأنبار، ذیل خطبه ۲۷.

(۱) «فأقبل الضحاك إلی القطقطانة فیما بین ثلاثة آلاف إلی أربعة آلاف و جعل یأخذ أموال الناس من الأعراب و غیرهم و یقتل من ظنّ أنه علی طاعة عليّ أو کان یهوي هواه حتی بلغ الثعلبیّة». أنساب الأشراف: ج ۳، ص ۱۹۷، أمر الغارات بین علي و معاویة، غارة الضحاك بن قیس الفهري و تاریخ الطبري: ج ۳، ص ۱۵۰، حوادث سال ۳۹هجری، تفریق معاویة جیوشه في أطراف علي علیه السلام۔

(۲) «وجه معاویة أیضا عبدالله بن مسعدة الفزاري في ألف و سبعمائة رجل إلی تیماء و أمره أن یصدق من مر به من أهل البوادي و أن یقتل من امتنع من عطائه صدقة ماله ثم یأتي مکة و المدینة و الحجاز یفعل ذلك و اجتمع إلیه بشر کثیر من قومه فلما بلغ ذلك علیا وجه المسیب بن نجبة الفزاري فسار حتی لحق ابن مسعدة بتیماء...». تاریخ الطبري: ج ۳، ص ۱۵۰، حوادث سال ۳۹هجری، تفریق معاویة جیوشه في أطراف علي علیه السلام و أنساب الأشراف: ج ۳، ص ۲۰۹، أمر الغارات بین علي و معاویة، غارة ابن مسعدة الفزاري.

(۳) کتاب أنساب الأشراف: ج ۳، ص ۱۹۷، أمر الغارات بین علي و معاویة و کتاب الغارات نوشته ابراهیم بن محمد ثقفی.

زندان میں قید اور ہمارے جوان فرار اختیار کیے ہوئے ہیں، میں صرف ایک عورت ہی بچی ہوں! اب میں کیا کروں!؟"

معاویہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا: "تم ہمارے کارندے پر کیوں اعتراض کر رہی ہو؟ میں تمہیں اپنے اسی کارندے کے پاس بھیج دوں گا تاکہ وہی تمہارا حساب کتاب کرے۔ اس عورت نے معاویہ کی طرف دیکھا اور پھر عراق کی طرف رخ کر کے کہا: "درود و سلام ہو اس قبر پر جس نے ایسی شخصیت کو اندر پناہ دی ہوئی ہے۔" پھر اس عورت نے امام علی علیہ السلام کی مدح میں چند اشعار پڑھے۔ معاویہ نے اس عورت سے پوچھا: "تم یہ سب کس کے بارے میں کہہ رہی ہو؟" اس عورت نے کہا: "حضرت علیؑ کی مدح میں۔" حضرت علیؑ کے زمانے میں بھی مجھ پر یہ مشکل آن پڑی تھی۔ حضرتؑ کے ایک کارندے نے مجھ سے تیز آواز میں بات کی تھی۔ میں حضرت علیؑ کے پاس آئی تاکہ ان سے اس کارندے کی شکایت کر سکوں۔ حضرت علیؑ نماز میں مشغول تھے، جب انہوں نے مجھے منتظر دیکھا تو جلدی اپنی نماز ختم کی اور بڑی ہی محبت کے ساتھ مجھ سے فرمایا: "مجھ سے کوئی کام ہے؟" میں نے سارا واقعہ حضرتؑ کے سامنے بیان کیا۔ حضرتؑ گریہ فرمانے لگے اور اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہا: "خدایا! میں نے لوگوں پر ظلم کرنے کے لیے اپنے کارندوں کو نہیں بھیجا ہے۔ میں ان کی ان حرکتوں سے بیزار ہوں۔" پھر حضرت نے اس کے معزول کر دینے کا حکم صادر کیا۔ ایسی تھی حضرت علیؑ کی سیاست اور ان کا مقام! اور ایک تم ہو، جو میری مدد کرنے کی بجائے مجھے ہی ڈرا دھمکا رہے ہو۔"

معاویہ نے کہا: "میں اپنے کارندے کو خط لکھ کر اس سے کہوں گا کہ وہ تم سے کوئی مطلب نہ رکھے۔" اس عورت نے کہا: "یا تو یہ نامہ تم میرے تمام قبیلے والوں کے لیے لکھو گے یا اگر صرف میرے لیے لکھنا چاہتے ہو تو مجھے تمہارا یہ نامہ نہیں چاہیے۔" معاویہ نے اس عورت کی طرف دیکھ کر کہا: "علیؑ نے تم لوگوں کو جری بنا دیا ہے۔"[۱]

---

(۱) «عامر الشعبي قال: وفدت سودة بنت عمارةؓ بن الأشتر الهمدانية على معاوية بن أبي سفيان، فاستأذنت عليه فأذن لها... قالت: يا أميرالمؤمنين! إنك للناس سيد و لأمورهم مقلّد، اللّٰه سائلك عما افترض عليك من حقّنا ولاتزال تقدم علينا من ينهض بعزّك و يبسط سلطانك، فيحصدنا حصاد السّنبل و يدوسنا دياس البقر و يسومنا الخسيسة و يسألنا الجليلة; هذا ابن أرطاة قدم بلادي و قتل رجالي و أخذ مالي و لولا الطاعة لكان فينا عزّ و

معاویہ کے بعد حکومت اس کے بیٹے یزید کے ہاتھ لگی، جس کی حکومت کے زمانے میں امام حسینؑ اور خاندان اہل بیتؑ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ اسی کی حکومت میں واقعہ حرہ رونما ہوا۔ اسی کے زمانے میں مدینہ میں ہزاروں صحابہ اور تابعین کو قتل کیا گیا۔ اسی کی حکومت تھی جب تین دنوں تک مسلمانوں کی ناموس ان سب کے لیے مباح ہو چکی تھی۔ مکہ کا محاصرہ، خانہ خدا کو خراب کرنا، شراب خوری اور رقص وغیرہ یہ تمام چیزیں یزید کے تین سالہ دور حکومت میں انجام پائیں۔ (۱)

مَنَعة، فإما عزلته عنّا فشكرناك، و إما لا فعرفناك. فقال معاوية: إياي تهدّدين بقومك؟ واللّٰه! لقد هممت أن أردّك إليه على قتب أشرس فينفّذ حكمه فيك. فسكتت، ثم قالت:

صلّى الإله على روح تضمّنه ... قبر فأصبح فيه العدل مدفونا

قد حالف الحقّ لا يبغي به ثمنا ... فصار بالحقّ و الإيمان مقرونا

قال: و من ذلك؟ قالت: علي بن أبي طالب عليه السلام. قال: ما أرى عليك منه أثرا. قالت: بلى، أتيته يوما في رجل ولاه صدقاتنا فكان بيننا و بينه ما بين الغثّ و السمين، فوجدته قائماً يصلي، فانفتل من الصلاة ثم قال برأفة و تعطّف: ألك حاجة؟ فأخبرته خبر الرجل. فبكى، ثم رفع يديه إلى السماء فقال: اللهم إني لم آمرهم بظلم خلقك و لاترك حقّك. ثم أخرج من جيبه قطعة من جراب فكتب فيها: بسم اللّٰه الرَّحمن الرحيم. قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ إذا أتاك كتابي هذا فاحتفظ بما في يديك حتى يأتي من يقبضه منك، والسلام. فعزله يا أميرالمؤمنين! ما خزمه بخزام و لاختمه بختام. فقال معاوية: اكتبوا لها بالإنصاف لها و العدل عليها. فقالت: ألي خاصّة أم لقومي عامة؟ قال: و ما أنت و غيرك؟ قالت: هي و اللّٰه إذا الفحشاء و اللؤم، إن لم يكن عدلاً شاملاً، و إلا يسعني ما يسع قومي. قال: هيهات! لمظكم ابن أبي طالب الجرأة على السلطان، فبطيئا ما تفطمون و غركم قوله:

فلو كنت بوّاباً على باب جنّة ... لقلت لهمدان ادخلوا بسلام

و قوله:

ناديت همدان و الأبواب مغلقة ... و مثل همدان سنّى فتحة الباب

كالهندواني لم-تفلل مضاربه ... وجه جميل و قلب غير وجّاب

اكتبوا لها بحاجتها». العقد الفريد: ج ۲، ص ۱۰۲ - ۱۰۳، كتاب الجمانة في الوفود، باب الوافدات على معاوية، وفود سوده بنة عمارةؓ على معاوية و تاريخ دمشق الكبير: ج ۷۳، ص ۱۶۸ - ۱۶۹، شرح حال سودة بنت عمارةؓ، ش **۹۶۹۹**.

(۱) «يزيد بن معاوية بن أبي سفيان... و عن محمد بن أحمد بن مسمع قال: سكر يزيد فقام يرقص فسقط على رأسه فانشق و بدا دماغه... افتتح دولته بمقتل الشهيد الحسين و اختتمها بواقعة الحرة، فمقته الناس». سير أعلام النبلاء: ج ۴، ص ۳۷ - ۳۸، شرح حال يزيد، ش ۸. «و جهز الجيش إلى الحسين فقتل في يوم عاشوراء سنة إحدى و ستين ثم إن أهل المدينة خلعوا يزيد في سنة ثلاث و ستين فجهز إليهم مسلم بن عقبة المري في جيش حافل فقاتلهم فهزمهم و قتل منهم خلق كثير من الصحابة و أبناؤهم و سبق أكابر التابعين و فضلاءهم و استباحها ثلاثة أيام نهبا و قتلا ثم بايع من بقي على أنهم عبيد ليزيد و من امتنع قتل ثم توجه إلى مكة لحرب ابن الزبير فمات في الطريق و عهد

مروانی حکومت

سفیانی اولادوں کے بعد یہ حکومت بنی امیہ کی دوسری شاخ مروان ابن حکم اور اس کی اولادوں تک پہنچی، جنہوں نے بنی امیہ ظلم اور خونریزی کے سلسلے کو جاری رکھا۔ جنگ جمل میں جب امام علیؑ کے سپاہیوں نے مروان ابن حکم کو اس کے اسلحے سمیت گھیر لیا تو حضرتؑ نے اسے سولی پر چڑھا دینے کا حکم صادر کر دیا۔ لیکن حضرات حسنینؑ نے درمیان میں آکر اسے بچالیا اور اپنے بابا علیؑ سے کہا: ''یہ آپ کی بیعت کرے گا۔'' حضرت علیؑ نے بھی حضرات حسنینؑ کی سفارش کو قبول کر لی اور فرمایا: ''لیکن اس نے تو مدینہ میں میری بیعت نہیں کی!؟ اس کا ہاتھ یہودی کا ہاتھ ہے۔ اگر یہ ابھی بیعت کر بھی لے تو یہ آئندہ اپنی بیعت توڑ دے گا۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں جب بھی قدرت آجاتی ہے یہ اپنے وعدے بھول جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا: ''یہ حکومت کرنے لگے گا اور اس کی حکومت ایسے ہی ہوگی جیسے کتا اپنی زبان کو باہر لاتا ہے اور اس سے اپنی ناک صاف کرتا ہے۔ یعنی ان کی حکومت اتنی پست اور ناپاک ہے جیسے کتے کی ناک جب وہ اپنی ہی زبان سے چاٹتا ہے۔ اس کی حکومت کمیت کے اعتبار سے کم ہے اور کیفیت کے اعتبار سے پلید۔'' پھر آپؑ نے فرمایا: ''مروان اور اس کے چار بیٹوں کی وجہ سے مجھے اسلام پر افسوس ہے، اسلام اب خون خرابے والے ایام دیکھے گا۔''[1]

بنی امیہ کے خلفا میں سے ایک عبد الملک ابن مروان ہے جس نے بہت زیادہ خون بہایا اور اس کے کارندوں نے بھی کافی ظلم کیے اور خون ریزی کی۔ حجاج عراق میں، مہلب خراسان میں، ہشام بن اسماعیل اور اس کا بیٹا عبد اللہ مصر میں، موسیٰ بن نصیر مغرب میں، محمد ابن یوسف یمن میں اور محمد بن مروان جزیرہ میں، یہ سب کے سب عبد الملک کے ہی کارکنان تھے اور بقول مورخین یہ سب کے سب ظالم اور خونریز تھے[2] اور ان

إلى الحصين بن نمير فسار بالجيش إلى مكة فحاصر ابن الزبير و نصبوا المنجنيق على الكعبة فهوت أركانها ثم احترقت و في أثناء ذلك ورد الخبر بموت يزيد». لسان الميزان: ج ٦، ص ٣٨٠، شرح حال يزيد، ش ٩٣٦.

(١) «و من كلام له عليه السلام قاله لمروان بن الحكم بالبصرة، قالوا: أخذ مروان بن الحكم أسيرا يوم الجمل فاستشفع الحسن و الحسين عليهم السلام إلى أميرالمؤمنين عليه السلام فكلماه فيه فخلى سبيله. فقالا له: يبايعك يا أميرالمؤمنين! فقال عليه السلام: أو لم يبايعني بعد قتل عثمان؟ لا حاجة لي في بيعته، إنها كفّ يهودية. لو بايعني بكفه لغدر بسبته أما إن له إمرة كلعقة الكلب أنفه. و هو أبو الأكبش الأربعة و ستلقى الأمة منه و من ولده يوما أحمر». نهج البلاغه: ص ٨٦، خطبه ٧٣.

(٢) «و كان عبد الملك ... و مقداما على سفك الدماء و كذلك كان عماله: الحجاج بالعراق و المهلب بن أبي صفرة بخراسان و هشام بن إسماعيل و عبدالله ابنه بمصر و موسى بن نصير بالمغرب و محمد بن يوسف أخو

سب میں سب سے بڑا ظالم اور سب سے بڑا خونریز حجاج تھا۔ عبد الملک کے متعلق حسن بصری سے منقول ہے:

"میں عبد الملک کے لیے کیا کہوں، جس کے گناہوں میں سے ایک گناہ حجاج ہے۔"(۱)

حجاج جب دنیا میں آیا تو اس نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا، لہٰذا مجبور ہو کر اسے خون دیا گیا۔ حجاج خون سے ہی پیٹ بھرا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ خونخوار تھا اور چونکہ اسے خون بہانے میں خوشی ہوا کرتی تھی اسی لیے وہ لوگوں کو ایک چھوٹی سی تہمت کی بنا پر قتل کر دیا کرتا تھا۔(۲) عبد الملک کے کہنے پر اس نے عبد اللہ ابن زبیر سے جنگ کی خاطر مکہ پر لشکر کشی کی، مکہ کا محاصرہ کر لیا اور کعبہ پر جسے یزید کے زمانے میں خراب کیا گیا تھا اور پھر جسے عبد اللہ ابن زبیر نے بنوایا تھا، پھر سے حملہ کر دیا اور اسے خراب کر دیا۔ منجنیق کے سنگین پتھروں کی وجہ سے حجر اسود بھی ٹوٹ گیا تھا۔ اور پھر اس نے مکہ کا محاصرہ کر کے عبد اللہ ابن زبیر کو اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا۔(۳) مکہ کے بعد حجاج مدینہ گیا۔ وہاں اس نے صحابہ اور اہالی مدینہ کو ذلیل کیا اور ان میں سے بہت سوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔(۴)

الحجاج باليمن و محمد بن مروان بالجزيرة. و كل من هؤلاء ظلوم غشوم جبار. قاله ابن-خلكان». حياة الحيوان الكبرى: ج ۱، ص ۸۷ - ۹۰، خلافة عبدالملك بن مروان.

(۱) «يقول الحسن البصري: ماذا أقول في رجل الحجاج سيئة من سيئاته». تاريخ أبي الفداء: ج ۱، ص ۲۷۵، حوادث سال۸۶، ذكر وفاة عبدالملك بن مروان.

(۲) «و ذكر أنه ولد و لا مخرج له حتى فتق له مخرج و أنه لم يرتضع أياما حتى سقوه دم جدي ثم دم سالخ و لطخ وجهه بدمه فارتضع و كانت فيه شهامة و حب لسفك الدماء، لأنه أول ما ارتضع ذلك الدم الذي لطخ به وجهه... و كانت فيه شهامة عظيمة و في سيفه رهق و كان كثير قتل النفوس التي حرمها الله بأدنى شبهة». البداية و النهاية: ج ۹، ص ۱۲۴، ذيل حوادث سال ۷۵ هجرى، ترجمة الحجاج بن يوسف الثقفي و ذكر وفاته.

(۳) «و قال الليث: رمى الحجاج البيت بالنار فأحرقه، فجاءت سحابة فمطرت على البيت لم تجاوزه و أطفأت النار و جاءت صاعقة فأحرقت المنجنيق و ما فيه و انكسر الحجر الأسود حين رمى الحجاج البيت». إمتاع الأسماع: ج۱۲، ص ۲۴۶ - ۲۴۷، و أما إنذاره بقتل أهل الحرة و تحريق الكعبة المشرفة. «و قد كان رماة المنجنيق يقولون مثل هذا في حصار حصين بن نمير أيّام يزيد بن معاوية». أنساب الأشراف: ج ۷، ص ۱۱۸، أمرابن الزبير و مقتله. براى آگاهى بيشتر از حمله حجاج به مكه و مدينه وقتل عبدالله بن زبير و تخريب كعبه به تاريخ الطبري: ج ۳، ص ۵۳۸- ۵۴۳، حوادث سال ۷۳ و ۷۴ و الكامل في التاريخ: ج ۳، ص ۷۶-۷۸، حوادث سال ۷۳و ۷۴، مراجعه شود.

(۴) «و كان الحجاج قد أذل أصحاب رسول اللهﷺ و أهل المدينة خاصة و احتج بأنهم لم ينصروا عثمان و قتل الخلق الكثير يحتج عليهم بأنهم خرجوا على عبد الملك». المنتظم في تواريخ الملوك و الأمم: ج ۴، ص۴۶۶،حوادث سال ۹۵ هجرى، الحجاج بن يوسف. «ففي هذا العام هدم الحجاج الكعبة و أعادها على ما هي عليه الآن و دس على ابن عمر من طعنه بحربة مسمومة فمرض منها و مات. و في سنة أربع و سبعين سار الحجاج إلى المدينة و أخذ يتعنت على أهلها و يستخف ببقايا من فيها من صحابة رسول اللهﷺ و ختم في

عبد الملک ابن مروان نے حجاج کو عراق کا امیر منتخب کیا تھا اور اس نے اپنی ناپاک حکومت کے دوران ظلم اور خونریزی جیسے ناپاک افعال انجام دیے۔ بقول طبری: "حجاج نے تمام عراقیوں کو ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا تھا۔"[۱]

ابن خلکان کہتے ہیں:

حجاج کے حوالے سے قتل، خونریزی اور قید کرنے کی عجیب وغریب داستانیں نقل ہوئی ہیں، جو کبھی کسی کے لیے نہیں سنی گئی ہیں۔[۲]

اہل سنت مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنگوں کے علاوہ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار لوگوں کا قتل کیا۔ اور بقول طبری: ایک لاکھ تیس ہزار لوگوں کا قتل کیا۔[۳]

جب حجاج ہلاک ہوا تو اس وقت اس کے زندان میں ۵۰ ہزار مرد اور ۳۰ ہزار عورتیں قید تھی جن میں سے ۱۶ ہزار عورتیں بغیر لباس کے تھیں اور اس زندان کی یہ حالت تھی کہ اس پر کوئی چھت نہیں تھی، جان لیوا گرمی کی دھوپ سے بچنے کے لیے جب بھی کوئی قیدی زندان کی دیواروں کا سہارا لیتا تو زندان کے نگہبان اسے اینٹیں اور پتھر سے مار کر سائے سے ہٹا دیا کرتے تھے۔ ان قیدیوں کی غذا ایسی روٹی ہوا کرتی تھی جو نمک، جو کا آٹا اور راکھ ملا کر بنائی جاتی تھی، اس طرح کا کھانا بذاتِ خود ایک شکنجہ تھا۔ زندان کی عمومی حالت بھی بالکل طاقت فرسا تھی جس میں رہ کر تھوڑی ہی مدت میں قیدیوں کا چہرہ سیاہ ہو جایا کرتا تھا۔

دوسرے قسم کے قیدیوں کی تو بات ہی الگ ہے۔[۴]

أعناقهم و أيديهم يذلهم بذلك كأنس و جابر بن عبدالله وسهل بن سعد الساعدي فإنا لله و إنا إليه راجعون». تاريخ الخلفاء: ص ۱۷۳، عبدالملك بن مروان بن الحكم.

(۱) «و قد كان الحجاج أذل أهل العراق كلهم». تاريخ الطبري: ج ۳، ص ٦٥٦، حوادث سال ۸۵ هجری.

(۲) «و كان للحجاج في القتل و سفك الدماء و العقوبات غرائب لم يسمع بمثلها». وفيات الأعيان و أنباء الزمان: ج ۲، ص ۳۱، شرح حال حجاج، ش ۱۴۹.

(۳) «عن هشام بن حسان قال: أحصوا ما قتل الحجاج صبرا فبلغ مائة ألف و عشرين ألف قتيل». سنن الترمذي: ص ۵۰۹، كتاب الفتن، باب ۴۴، ما جاء في ثقيف كذاب و مبير، ح ۲۲۲۰ و تاريخ الإسلام: ج ٦، ص ۳۲۳، شرح حال حجاج، ش ۲۳۳. «عن هشام بن حسان أنه قال: بلغ ما قتل الحجاج صبرا مائة و عشرين أو مائة و ثلاثين ألفا». تاريخ الطبري: ج۳، ص ٦۴۸، حوادث سال ۸۳.

(۴) «و أحصي من قتله صبرا سوى من قتل في عساكره و حروبه فوجد مائة و عشرين ألفاً و مات و في حبسه خمسون ألف رجل و ثلاثون ألف أمرأة، منهن ستة عشر ألفاً مجردة و كان يحبس النساء و الرجال في موضع واحد و لم يكن للحبس ستر يستر الناس من الشمس في الصيف و لا من المطر و البرد في الشتاء و كان له غير

ایک دن حجاج نے اپنے کاتب سے پوچھا: صرف تہمت کی بنا پر ہم نے کتنوں کو مارا ہے؟ اس نے کہا: ۸۰ ہزار لوگوں کو۔ جب وہ مارا گیا تو اس کے زندان سے تین لاکھ لوگ باہر نکلے۔[۱] عراق میں کوئی ایسا علاقہ نہیں تھا جس میں حجاج کا زندان نہ ہو۔[۲]

علمائے اہل سنت نے بھی حجاج کے اس بے انتہا ظلم اور خونریزی کی بنا پر اس کی خوب مذمت کی ہے۔

نووی کہتے ہیں:

حجاج ایک ستم گر حاکم تھا جو ظلم اور خونریزی میں شہرت رکھتا تھا۔[۳]

مبارکفوری کہتے ہیں:

حجاج ایک ظالم امیر تھا، وہ قتل، ظلم اور خونریزی میں دوسروں کے لیے ضرب المثل بن چکا تھا۔[۱]

ذلك من العذاب». مروج الذهب و معادن الجوهر: ج ۳، ص ۲۰۴، ذكر أيام الوليد بن عبدالملك، موت الحجاج. «كان سجن الحجاج بواسط، إنما هو حائط محوط، ليس فيه مآل و لا ظل و لابيت، فإذا آوى المسجونون إلى الجدران يستظلون بها رمتهم الحرس بالحجارة و كان يطعمهم خبز الشعير مخلوطا به الملح و الرماد، فكان لايلبث الرجل فيه إلا يسيرا حتى يسود فيصير كأنه زنجي، فحبس فيه مرة غلام، فجاءته أمه تتعرف خبره فصيح به لها، فلما رأته أنكرته و قالت: ليس هذا ابني، كان ابني أشقر أحمر و هذا زنجي. فقال لها: أنا والله يا أماه ابنك، أنا فلان و أختي فلانة و أبي فلان، فلما عرفته شهقت فماتت». المنتظم في تواريخ الملوك و الأمم: ج ۴، ص ۳۷۱، حوادث سال ۹۵، الحجاج بن يوسف.

(۱) «و قال الحافظ الذهبي و ابن خلكان و غيرهما: أحصي من قتله الحجاج صبرا، سوى من قتل في حروبه، فبلغ مائة ألف و عشرين ألفا. و كذا رواه الترمذي في جامعه. و مات في حبسه خمسون ألف رجل و ثلاثون ألف امرأة، منهن ستة عشر ألفا مجردات. و كان يحبس الرجال و النساء في موضع واحد. و عرضت سجونه بعده، فوجد فيها ثلاثة و ثلاثون ألفا لم يجب على أحد منهم لا قطع و لا صلب. و قال الحافظ ابن عساكر: إن سليمان بن عبدالملك، أخرج من كان في سجن الحجاج من المظلومين. و يقال: إنه أخرج في يوم واحد ثمانين ألفا. و يقال: إنه أخرج من سجونه ثلاثمائة ألف. و قال ابن خلكان: و لم يكن لحبسه سقف يستر الناس من الشمس في الصيف و لا من المطر في الشتاء، بل كان حوشا مبنيا بالرخام. و كان له غير ذلك من أنواع العذاب. و قيل: إنه سأل كاتبه يوما فقال: كم عدة من قتلنا في التهمة؟ فقال: ثمانون ألفا». حياة الحيوان الكبرى: ج ۱، ص ۱۹۸، باب التاء المثناة. «قال: و قال الحجاج ليزيد بن أبي مسلم: كم قد قتلنا في الظنة؟ قال: ثمانين ألفا». المنتظم في تواريخ الملوك و الأمم: ج ۴، ص ۳۷۲، حوادث سال ۹۵، الحجاج بن يوسف.

(۲) «قال: و خرج من سجنه يوم مات الحجاج ما منهم من حل من قيد و لا غير حالا إلا في بلده الذي كان منه». المنتظم في تواريخ الملوك و الأمم: ج ۴، ص ۳۷۲، حوادث سال ۹۵، الحجاج بن يوسف.

(۳) «الحجاج بن يوسف بن الحكم الثقفي أبامحمد الوالي الجائر المشهور بالظلم و سفك الدماء». شرح صحيح مسلم: ج ۱، ص ۸۳، المقدمة، باب ۵، بيان أن الإسناد من الدين.

ابن کثیر کہتے ہیں:

حجاج ناصبی، ظالم اور ستمگر انسان تھا۔[۲]

ابن عبد البر کہتے ہیں:

حجاج نے بے انتہا ظلم کیا ہے، اہل علم حضرات اسے کافر مانتے ہیں۔[۳]

زرکلی کہتے ہیں:

مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حجاج بہت زیادہ خونریزی کرنے والا بے وقوف انسان تھا۔[۴]

بنی امیہ کا خلیفہ، عمر بن عبد العزیز حجاج کے متعلق کہتا ہے:

اگر ایک مقابلہ رکھا جائے کہ ہر امت اپنے درمیان میں سے ایک خبیث ترین انسان کو پیش کرے، تو ہم حجاج کو لے جائیں گے اور ہم جیت جائیں گے۔[۵]

سوال: جناب خلیفہ دوم اور عبد الرحمٰن بن عوف! کیا آپ ان تمام مظالم اور خونریزی کے ذمہ دار نہیں ہیں؟ حضرت امام علیؑ نے ان تمام مظالم کی خبر دی تھی۔ حضرت امام علیؑ اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"آگاہ ہو جاؤ! خدا کی قسم! تم پر ثقیف قبیلے کا ایک متکبر، ہوس باز اور ستمگر جوان مسلط ہو گا، وہ تمہارے اموال اور تمہاری کھیتی کو خراب اور برباد کر دے گا۔ وہ تمہاری ساری قدرت اور تمہاری ساری طاقت کو ختم کر دے گا۔"[۱]

---

(۱) «الحجاج بن يوسف بن الحكم الثقفي أبامحمد الوالي الجائر المشهور بالظلم و سفك الدماء». تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذی: ج ٦، ص ٣٦٩، كتاب الفتن، باب ٣٣، ما جاء في ثقيف كذاب و مبير، ذيل ح ٢٢٢٠.

(۲) «و كان الحجاج عكس هذا، كان ناصبيا جلدا ظالما غاشما». البداية و النهاية: ج ٨، ص ٢٧٧، حوادث سال ٦٦هجري مقتل عمر بن سعد.

(۳) «كان الحجاج عند جمهور العلماء أهلا أن لايروى عنه و لا يؤثر حديثه و لايذكر بخير لسوء سره و إفراطه في الظلم و من أهل العلم طائفة تكفره». التمهيد: ج ١٠، ص ٦.

(۴) «و كان سفاكا سفاحا باتفاق معظم المؤرخين». الأعلام: ج ٢، ص ١٦٨، شرح حال حجاج.

(۵) «قال عمر بن عبدالعزيز: لو جاءت كل أمة بخبيثها و جائت و جئنا بالحجاج لغلبناهم». تاريخ دمشق الكبير: ج ١٣، ص١٢٩، شرح حال حجاج، ش ١٥٠٠; الكامل في التاريخ: ج ٣، ص ٢٢٥، حوادث سال ٩٥ هجرى، ذكر نسبه و شيء من سيرته و البداية و النهاية: ج ٩، ص ١٣٩، حوادث سال ٩٥ هجرى، فصل فيما روي عنه من الكلمات النافعة.

مروان کے بیٹوں میں سے بنی امیہ کا ایک دوسرا خلیفہ ولید ابن یزید بن عبد الملک تھا، جس کے فسق و فجور پر بہت ساری روایتیں موجود ہیں۔ ولید ابن یزید بن عبد الملک کے متعلق سیوطی کہتے ہیں:

وہ شراب خوار اور بہت بڑا فاسق انسان تھا۔ وہ حج پر جا کر خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب پینا چاہتا تھا۔ لوگوں کا اس پر غصہ پھوٹا اور اسے اس کے فسق و فجور، امر الٰہی کی بے حرمتی اور اپنے ہی باپ کی کنیزوں کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے مار دیا گیا۔ [۲]

مسعودی کہتے ہیں:

ولید بن یزید بن عبد الملک شراب، لہو ولعب، موسیقی اور ناچ گانوں کی محفلیں منعقد کیا کرتا تھا۔ [۳]

تاریخ میں یہ بات ثبت ہے کہ ولید بن یزید بن عبد الملک نشے کی حالت میں ایک کنیز کے ساتھ ہمبستر ہوا اور جب اس نے اپنا کام تمام کر لیا تو اذان کی آواز آئی تو اس نے نماز پڑھانے کے لیے اپنی کنیز کو ہی بھیج دیا۔ [۴] اس کے گھناؤنے کاموں میں سے ایک کام اس کا قرآن کریم کو پارہ پارہ کرنا ہے۔ ولید نے ایک دن اپنے انجام دیے گئے کارناموں کے حوالے سے قرآن سے فال نکالا، تو نتیجے میں یہ آیت آئی: "وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ۔" ولید کو غصہ آ گیا اور اس نے غصے میں آکر

---

(۱) «أما واللّه ليسلطن عليكم غلام ثقيف الذيال الميال، يأكل خضرتكم و يذيب شحمتكم إيه أبا وذحة».نهج البلاغه: ص۱۵۸، خطبه ۱۱۶.

(۲) «و كان فاسقا شريبا للخمر منتهكا حرمات اللّه أراد الحج ليشرب فوق ظهر الكعبة فمقته الناس لفسقه و خرجوا عليه فقتل في جمادى الآخر سنة ست و عشرين و عنه أنه لما حوصر قال ألم أزد في أعطياتكم؟ ألم أرفع عنكم المؤن؟ ألم أعط فقراءكم؟ فقالوا: ما ننقم عليك في أنفسنا لكن ننقم عليك انتهاك ما حرم اللّه و شرب الخمر و نكاح أمهات أولاد أبيك و استخفافك بأمر اللّه». تاريخ الخلفاء: ص ۲۰۷، الوليد بن يزيد بن عبدالملك.

(۳) «و كان الوليد بن يزيد صاحب شراب و لهو و طرب و سماع للغناء و هو أول من حمل المغنين من البلدان اليه و جالس الملهين و أظهر الشرب و الملاهي و العزف و في أيامه كان ابن سريج المغني و معبد و الغريض و ابن عائشة و ابن محرز و طويس و دحمان و غلبت عليه شهوة الغناء في أيامه و على الخاص و العام و اتخذ القِيان و كان متهتكا ماجناً خليعاً». مروج الذهب و معادن الجوهر: ج ۳، ص ۲۵۹، ذكر أيام الوليد بن يزيد، لهو الوليد و خلاعته.

(۴) «و ذكرت جارية أنه واقعها يوما و هو سكران; فلما تنحّى عنها آذنه المؤذّن بالصلاة، فحلف ألا يصلّي بالناس غيرها; فخرجت متلّثمة فصلّت بالناس». الأغاني: ج ۷، ص ۵۷، أخبار الوليد بن يزيد و نسبه، الوليد إذا تهتك.

کہا: ”اس قرآن کو دیکھو!“ اور یہ کہہ کر اس نے قرآن کو پھینک دیا اور پھر اسے اپنے تیروں کا نشانہ بنایا یہاں تک کہ قرآن پارہ پارہ ہو گیا۔ اس وقت وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

”تم مجھے جبار اور عنید کہہ کر ڈرا رہے ہو! ہاں، میں وہی جبار اور عنید ہوں۔ تم روز محشر جب اپنے خدا کے پاس جانا تو اس سے کہنا کہ مجھے ولید نے پارہ پارہ کیا ہے۔“[۱]

در حقیقت بنی امیہ کے سارے خلفا فاسق اور ظالم تھے، لیکن اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم صرف انہیں موارد پر اکتفا کریں گے۔ ایک دن پیغمبر اکرم ﷺ اپنے خواب سے بہت زیادہ متاثر ہو کر اپنی نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے منبر پر بندر اوپر نیچے کود رہے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ میرے بعد تخت حکومت پر اموی قابض ہو جائیں گے۔[۲] اس خواب کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ کو کسی نے ہنستا ہوا نہ دیکھا۔[۳]

---

(۱) «دعا الوليد بن يزيد ذات ليلة بمصحف; فلما فتحه وافق ورقة فيها وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ. فقال: أسجعا سجعا علّقوه; ثم أخذ القوس و النّبل فرماه حتى مزّقه; ثم قال:

أتوعـد كلّ جبّار عنيـد   فها أنا ذاك جبار عنيد

إذا لاقيت ربّك يوم حشر   فقل للّه مزّقني الوليد.

قال: فما لبث بعد ذلك إلا يسيرا حتى قتل». الأغاني: ج ۷، ص ۵۷ - ۵۸، أخبار وليد بن يزيد و نسبه، قصة الوليد و المصحف; مروج الذهب و معادن الجوهر: ج ۳، ص ۲۶۳، ذكر أيام الوليد بن يزيد، فعله بالمصحف و قد استفتح به و الكامل في التاريخ: ج ۳، ص۴۱۱، حوادث سال ۱۲۶ هجرى، ذكر نسب الوليد و بعض سيرته.

(۲) «إنّ النبي ﷺ قال: رأيت ولد الحكم بن أبي العاص على المنابر كأنهم القردة و أنزل اللّه في ذلك وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ و الشّجرة الملعونة يعنى الحكم و ولده». «قال رسول اللّه ﷺ: أريت بني أمية على منابر الأرض و سيتملّكونكم، فتجدونهم أرباب سوء و اهتم رسول اللّه ﷺ لذلك، فانزل اللّه وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ ». «عن الحسين بن علي ؑ إنّ رسول اللّه ﷺ أصبح و هو مهموم، فقيل: ما لك يا رسول اللّه؟ فقال: إني رأيت في المنام كأن بني أمية يتعاورون منبري هذا. فقيل: يا رسول اللّه! لاتهتهم فانّها دنيا تنالهم. فأنزل اللّه: وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ج ۵، ص ۲۷۱، سوره إسراء، ذيل آيه ۶۰ و روح المعاني في تفسير القرآن العظيم و السبع المثاني: ج ۱۵، ص ۱۳۷، سوره إسراء، ذيل آيه ۶۰. «قوله: وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا ـــ تاريخ الطبري: ج ۵، ص ۶۲۱، حوادث سال ۲۸۴ هجرى، ذكر الخبر عما كان فيها من الأحداث الجليلة.

(۳) «و روى عبدالمهيمن عن ابن عباس عن سهل بن سعد عن أبيه عن جده قال: رأى رسول اللّه ﷺ بني أمية ينزون على منبره نزو القردة فساءه ذلك فما استجمع ضاحكاً حتّى مات، فأنزل اللّه في ذلك وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ الكشف و البيان: ج ۶، ص ۱۱۱، سوره إسراء، ذيل آيه ۶۰; روح المعاني في تفسير القرآن العظيم و السبع المثاني: ج ۱۵، ص ۱۳۷، سوره إسراء، ذيل آيه ۶۰ و عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ج ۱۹، ص ۳۰، كتاب تفسير القرآن، باب وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ، شرح حديث ۲۳۷.

مشہور اہل سنت مفسر محمد رشید رضا اسلام کے متعلق امویوں کی خدمات کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

ایک جلسے میں جس میں مکہ کے کچھ بزرگان بھی تشریف فرماتھے، جرمنی کے ایک عالم نے ایک مسلمان سے کہا: "ہم یورپ اور جرمنی کے لوگ سونے سے معاویہ کا ایک پتلہ بنا کر اسے برلین کے ایک میدان میں نصب کریں گے۔" جب لوگوں نے اس کے اس کام کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: "چونکہ معاویہ نے حکومت اسلامی کے نظام کو جمہوریت سے ہٹا کر حاکمیت اور تاناشاہی کی طرف موڑ دیا تھا۔ معاویہ اگر یہ کام نہ کرتا تو اسلام آج ساری دنیا پر چھا گیا ہوتا اور ہم جرمن اور یوروپین لوگ سب کے سب پرچم اسلام اور عرب کے زیر سایہ ہوتے۔"[۱]

آخری بات

ہم شوریٰ اور اس کی نقد اور برسی کے آخری مرحلے پر پہنچ گئے۔ عمر کو چاہیے تھا کہ وہ اصلح اور افضل شخص کو علی الاعلان خلیفہ منتخب کرتے، جیسا کہ انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ امام علیؑ کے سوا کسی میں بھی خلافت کی صلاحیت نہیں ہے، لیکن عمر نے اپنے کینہ کی وجہ سے چالاکی کے ساتھ چھ لوگوں کی شوریٰ بنا کر بڑے ہی شاطرانہ انداز میں خلافت کو امام علیؑ سے دور کر دیا، اور شوریٰ میں ان لوگوں کو شامل کیا جن کے بارے میں یقین تھا کہ وہ علیؑ کو خلیفہ نہیں بننے دیں گے اور جو علیؑ کے طرفدار تھے انہیں شوریٰ میں شریک نہیں ہونے دیا۔ خلیفہ دوم نے نہ صرف علیؑ کو خلافت سے دور کیا بلکہ خلافت کو اسلام، بنی ہاشم اور بالخصوص حضرت امام علیؑ کے دشمن بنی امیہ کو حوالے کر دیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد عمر نے پوری کوشش کی کہ خلافت کسی بھی طرح بنی ہاشم اور حضرت علیؑ نہ پہنچ سکے اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس طرح سے منصوبہ بندی کی کہ پانچ لوگوں کو علیؑ کے مقابلے میں لا کھڑا کر دیا اور ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ بھی حضرت علیؑ ہی کی طرح ہیں۔ اس بات کو ان کے دل میں ڈال کر نہ صرف اپنے بعد علیؑ کو خلیفہ بننے سے روک دیا بلکہ علیؑ کے خلیفہ بننے کی صورت میں ان کے

---

(۱) «قال أحد كبار علماء الألمان في الأستانة لبعض المسلمين و فيهم أحد شرفاء مكة: إنه ينبغي لنا أن نقيم تمثالا من الذهب لمعاوية بن أبي سفيان في ميدان كذا من عاصمتنا برلين. قيل له لماذا؟ قال: لأنه هو الذي حول نظام الحكم الإسلامي عن قاعدته الديمقراطية إلى عصبية الغلب و لولا ذلك لعمّ الإسلام العالم كله و لكنّا نحن الألمان و سائر شعوب أوروبا عرباً مسلمين». المنار: ج ۱۱، ص ۲۲۲، ذیل تفسیر آیه ۱ و ۲ سوره یونس، المقصد الرابع من مقاصد القرآن الإصلاح الإجتماعي الإنساني و السياسي الذي يتحقق بالوحدات الثمان.

لیے دشمن بھی تیار کر دیے تا کہ علیؑ کی حکومت مشکلات میں گھر جائے اور اسلامی معاشرہ اختلافات کا شکار رہے اور یہی ارکان شوریٰ علیؑ کے لیے مشکل بن کر ان کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔ دوسری طرف عمر نے حالات کو اور زیادہ خراب کرنے کے لیے معاویہ اور عمر و عاص کو اور زیادہ قدرت اور ان کے ہاتھوں میں اور زیادہ دولت دے دی تا کہ وہ جب چاہیں بنی ہاشم کا راستہ روک سکیں۔ اور عمر کا مقصد پورا ہو بھی گیا کہ معاویہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے مقابل آن کھڑا ہوا اور یزید نے واقعہ عاشورا برپا کر دیا۔

خلیفہ دوم کے اس شوریٰ نے پیکر اسلام پر ایک کاری ضرب لگائی اور اس کے نتیجے میں تلخ و ناگوار نتائج چھوڑے۔ آج سوال کرنے والی نسل یہ سوال کرتی ہے کہ امت اسلام میں انجام پائی گئی اس قتل و غارت گری کا ذمہ دار کون ہے؟ اور ان سب کارناموں کا کون جواب دہ ہے؟ دین اسلام کے ان نقصانات، بے حرمتی اور پریشانیوں کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا ان سب کا جواب بانیانِ شوریٰ دے سکتے ہیں۔ اگر خلیفہ دوم امور خلافت امام علیؑ کے حوالے کر دیتے کہ جو لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت کرنے والے تھے،[1] تب بھی انہی کو ان سوالوں کا جواب دینا پڑتا؟!

معاویہ اور دین اسلام کے لیے امویوں کی خدمات کے حوالے سے رشید رضا کے جملوں سے استفادہ کرتے ہوئے ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ غیر اسلامی ممالک کے علاوہ تمام ممالک کو چاہیے کہ وہ اپنے دارالحکومت میں عمر کا سونے سے بنا ہوا مجسمہ نصب کریں کیونکہ اگر خلیفہ دوم کا شوریٰ اور ان کی سیاست نہ ہوتی تو امویوں کی جگہ علیؑ مسند خلافت پر تخت نشین ہوتے۔ اسلام تمام ممالک میں پھیلا ہوا ہوتا، لیکن یہ بات ان کہی نہ رہ جائے کہ دین اسلام اور مسلمانوں میں موجود ان تمام مشکلات کی اصل جڑ سقیفہ ہے۔

والسلام علی من اتبع الهدیٰ

شب ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۴۲

۲۹ مارچ ۲۰۲۱

۹ فروردین ۱۴۰۰

مدرسہ حکیمہ، اصفہان، حجرہ ۵۷

---

(۱) «فلما خرجوا من عند عمر قال عمر: لو ولّوها الأجلح سلك بهم الطريق. فقال له ابن عمر: فما يمنعك يا أميرالمؤمنين؟ قال: أكره أن أتحملها حيا و ميتا». الطبقات الكبرى: ج ۳، ص ۳۴۲، شرح حال عمر، ذكر استخلاف عمر و أنساب الأشراف: ج ۶، ص ۱۲۰، أمر الشورى و بيعة عثمان.

فهرست منابع

قرآن کریم.

نهج البلاغة با ترجمه دشتی.

۳. الاحتجاج، طبرسی، أحمد بن علی، متوفای حدود ۵۲۰ هجری قمری، محقق: شیخ ابراهیم بهادری و شیخ محمد هادی به، دارالأسوة للطباعة و النشر، چاپ دوم، ۱۴۱۶ هجری قمری، ایران، (۲ جلدی).

٤. الأحکام السلطانیة، ماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، متوفای ۴۵۰ هجری قمری، مکتب الأعلام الإسلامي، چاپ دوم، ۱۴۰٦ هجری قمری، قم، ایران.

٥. الاحکام في أصول الأحکام، ابن حزم، أبومحمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم ظاهری اندلسی قرطبی (۳۸۴ - ۴۵٦)، دارالفکر للطباعة و النشر و التوزیع، بیروت، لبنان، (۲ جلدی).

٦. أحکام القرآن، جصاص، ابوبکر احمد رازی، متوفای ۳۷۰ هجری قمری، محقق: صدقي محمد جمیل، دارالفکر للطباعة و النشر و التوزیع، ۱۴۲۸ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۳ جلدی).

۷. إحیاء علوم الدین، غزالی، ابوحامد محمد، متوفای ۵۰۵ هجری قمری، مؤسسة التاریخ العربي، بیروت، لبنان، (٦ جلدی).

۸. الاختصاص، شیخ مفید، أبوعبدالله محمد بن محمد بن النعمان العکبري البغدادي، متوفای ۴۱۳ هجری قمری، محقق: علی اکبر غفاری و سید محمود زرندی، منشوریت جماعة المدرّسین في الحوزة العلمیة، قم، ایران.

۹. اختیار معرفة الرجال معروف به رجال کشی، أبوجعفر محمد بن حسن طوسی (۳۸۵ – ۴٦۰ هجری قمری)، مصحّح: حسن مصطفوی، چاپخانه دانشگاه مشهد، ۱۳۸۴ هجری شمسی، مشهد، ایران.

۱۰. الأدب المفرد، بخاری، أبوعبداللّٰه محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن مغيرة جعفی بخاری (۱۹۴ - ۲۵۶هجری قمری)، محقق: أحمد عبدالرزاق البكري، دارالسلام، چاپ دوم، ۱۴۲۵ هجری قمری، قاهره، مصر.

۱۱. إرشاد القلوب المنجي من عمل به من أليم العقاب، ديلمی، حسن بن أبي‌الحسن (از اعلام قرن ۸ هجری قمری)، تحقيق: سيد هاشم ميلانی، انتشارات اُسوه، چاپ سوم، سال ۱۴۲۶ هجری قمری، تهران، ایران، (۲ جلدی).

۱۲. الإرشاد في معرفة حجج اللّٰه على العباد، سلسله مؤلفات شيخ مفيد، أبوعبداللّٰه محمد بن النعمان، (۳۳۶-۴۱۲ هجری قمری)، تحقيق: موسسة آل البيت لتحقيق التراث، دارالمفيد، چاپ دوم، سال ۱۴۱۴ هجری قمری، بيروت، لبنان (۲ جلدی).

۱۳. الاستذكار، ابن‌عبدالبر، جمال‌الدين أبوعمر يوسف بن عبداللّٰه بن محمد بن عبدالبر بن عاصم نمری قرطبی مالكی، متوفای ۴۶۳ هجری قمری، محقق: سالم محمد عطا و محمد علی معوض، دار الكتب العلمية، چاپ اول، ۲۰۰۰ ميلادی، بيروت، لبنان (۸ جلدی).

۱۴. الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ابن‌عبدالبر، جمال‌الدين أبوعمر يوسف بن عبداللّٰه بن محمد بن عبدالبر بن عاصم نمری قرطبی مالكی، متوفای ۴۶۳ هجری قمری، تحقيق و تعليق: شيخ علی محمد معوض و شيخ عادل أحمد عبدالموجود، دار الكتب العلمية، چاپ اول، ۱۴۱۵ هجری قمری، بيروت، لبنان، (۴ جلدی).

۱۵. أسد الغابة في معرفة الصحابة، ابن‌اثير جزری شافعی، عزّالدين أبوالحسن عليّ بن أبي‌الكرم (۵۵۵-۶۳۰ هجری قمری)، تحقيق و تعليق: شيخ علی محمد معوض و شيخ عادل احمد عبدالموجود، دار الكتب العلمية، چاپ سوم، ۱۴۲۹ هجری قمری، بيروت، لبنان، (۸ جلدی).

۱۶. الإصابة في تمييز الصحابة، ابن‌حجر عسقلانی شافعی، شهاب الدين أبوالفضل أحمد بن علی (۷۷۳ - ۸۵۲ هجری قمری)، محقق: احمد عبدالموجود و علی محمد معوض، دار الكتب العلمية، چاپ چهارم، ۲۰۱۰ ميلادی، بيروت، لبنان، (۹ جلدی).

۱۷. الأعلام، زركلی، خيرالدين، متوفای ۱۴۱۰ هجری قمری، دارالعلم للملايين، چاپ هفدهم، ۲۰۰۷ ميلادی، بيروت، لبنان، (۸ جلدی).

۱۸. الأغاني، أبوالفرج اصفهانی، علی بن حسين بن محمد (۲۸۴– ۳۵۶ هجری قمری)، محقق: علی مهنّا و سمير جابر، دارالفكر، بيروت، لبنان، (۲۷ جلدی).

۱۹. إلزام النواصب بإمامة علي بن أبي‌طالب، ابن‌صلاح بحراني، مفلح بن حسين، (از اعلام قرن ۹هجری)، محقق: شيخ عبدالرضا نجفی، چاپ اول، ۱۴۲۰ هجری قمری.

۲۰. الأمالي، شیخ مفید، محمد بن محمد بن نعمان عکبری بغدادی، متوفای ۴۱۳ هجری قمری، تحقیق: حسین استادولی و علی‌اکبر غفاری، منشوریت جامعه مدرسین، ۱۴۰۳ هجری قمری، قم، ایران.

۲۱. الأمالي، شیخ طوسی، أبوجعفر محمد بن حسن (۳۸۵ - ۴۶۰ هجری قمری)، دارالثقافة، چاپ اول، ۱۴۱۴ هجری قمری، قم، ایران.

۲۲. الإمامة و السیاسة، ابن‌قتیبه دینوری، أبومحمّد عبدالله بن مسلم، (۲۱۳ - ۲۷۶ هجری قمری)، انتشارات شریف رضی، ۱۳۸۸هجری قمری، قم، ایران، (۲جلد در ۱ مجلد).

۲۳. إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال و الأموال و الحفدة و المتاع، مقریزی، تقی‌الدین احمد بن علی، متوفای ۸۴۵ هجری قمری، محقق: محمد عبدالحمید النمیسي، دار الکتب العلمية، چاپ اول، ۱۴۲۰ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۱۴ جلدی).

۲۴. الأمثل في تفسير كتاب الله المنزل، مکارم شیرازی، شیخ ناصر، معاصر، دار النشر الإمام علي بن أبي‌طالب، چاپ سوم، ۱۴۳۳ هجری قمری، قم، ایران،(۱۵جلدی).

۲۵. أنساب الأشراف، بلاذری، أبوجعفر أحمد بن یحیی بن جابر، متوفای ۲۷۹ هجری قمری، محقق: دکتر سهیل زکار و دکتر ریاض زرکلی، دار الفکر، چاپ اول، ۱۴۱۷ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۱۳ جلدی).

۲۶. الأنساب، سمعانی شافعی، أبوسعید عبدالکریم بن محمد، متوفای ۵۶۲ هجری قمری، تعلیق: عبدالله عمر البارودي، دار الکتب العلمیه، چاپ اول، ۱۴۰۸، بیروت، لبنان، (۵ جلدی).

۲۷. البداية و النهاية، ابن‌کثیر، عمادالدین أبوالفداء إسماعیل بن عمر دمشقي شافعی (۷۰۱ - ۷۷۴ هجری قمری)، محقق: أحمد أبوملحم، علی نجیب عطوی، فؤاد سید، مهدی ناصرالدین و علی عبدالستار، دارالکتب العلمية، چاپ پنجم، ۱۴۰۹ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۱۵ جلد در ۸ مجلد).

۲۸. بحار الأنوار الجامعة لدرر أخبار الائمة الأطهار، علامه مجلسی، محمّدباقر، متوفای ۱۱۱۱ هجری قمری، مؤسسة الوفاء، چاپ دوم، ۱۴۰۳ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۱۱۰ جلدی).

۲۹. البرهان في تفسير القرآن، بحرانی، سید هاشم، متوفای ۱۱۰۷ هجری قمری، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، چاپ دوم، ۱۴۲۷ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۸جلدی).

۳۰. تاریخ ابن الخلدون، ابن خلدون، عبدالرحمن (۷۳۲ - ۸۰۸ هجری قمری)، دارالکتب العلمية، چاپ سوم، ۱۴۲۷ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۸جلدی).

۳۱. تاریخ أبي‌الفداء المسمی المختصر في أخبار البشر، أبوالفداء إسماعیل بن علي بن محمود بن عمر بن شاهنشاه بن أیوب بن شاذی، متوفای ۷۳۲ هجری قمری، محقق: محمود دیّوب، دارالکتب العلمیة، چاپ اول، ۱۴۱۷ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۲ جلدی).

۳۲. تاریخ الإسلام و وفیات المشاهیر و الأعلام، ذهبی، أبوعبدالله محمد بن أحمد، (۶۷۳ - ۷۴۸ هجری قمری)، محقق: دکتر عمر عبدالسلام تدمری، دار الکتاب العربي، چاپ دوم، ۱۴۱۰ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۵۲ جلدی).

۳۳. تاریخ أسماء الثقات، ابن‌شاهین، ابوفحص عمر بن شاهین، متوفای ۳۸۵ هجری قمری، محقق: صبحي السامرائي، دارالسلفیة، چاپ اول، ۱۴۰۴ هجری قمری، تونس.

۳۴. تاریخ الأمم و الملوك، معروف به تاریخ طبری، أبوجعفر محمد بن جریر طبری (۲۲۴ - ۳۱۰ هجری قمری)، دار الکتب العلمیة، چاپ دوم، ۱۴۰۸ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۶جلدی).

۳۵. تاریخ بغداد أو مدینة السلام، خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی، متوفای ۴۶۳ هجری قمری، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، (۱۹ جلدی).

۳۶. تاریخ دمشق الکبیر، ابن‌عساکر، أبوالقاسم عليّ بن حسن بن هبةالله دمشقي شافعی، متوفای ۵۷۱ هجری قمری، محقق: علی عاشور الجنوبي، دار إحیاء التراث العربي، چاپ اول، ۱۴۲۱ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۷۵ جلد در ۳۹ مجلد).

۳۷. تاریخ الخلفاء، سیوطی شافعی، جلال‌الدین عبدالرحمن بن أبي‌بکر (۸۰۹ - ۹۱۱ هجری قمری)، محقق: دکتر محمد کمال‌الدین عزّالدین عليّ، عالم الکتب، چاپ اول، ۱۴۲۳ هجری قمری، بیروت، لبنان.

۳۸. التاریخ الکبیر، بخاری، أبوعبدالله محمد بن إسماعیل بن إبراهیم بن مغیرة جعفی بخاری (۱۹۴ - ۲۵۶ هجری قمری)، دارالفکر للطباعة و النشر و التوزیع، بیروت، لبنان، (۸ جلدی).

۳۹. تاریخ المدینة المنوّرة، ابن‌شبّه، أبوزید عمر بن شبّه نمیري بصري (۱۷۳ - ۲۶۲ هجری قمری)، محقق: فهیم محمد شلتوت، دار الفکر، ۱۴۱۰ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۴ جلد در ۲ مجلد).

۴۰. تاریخ الیعقوبي، أحمد بن أبي‌یعقوب إسحاق بن جعفر بن وهب بن واضح کاتب عباسی معروف به یعقوبی، متوفای ۲۸۴ هجری قمری، دار صادر، بیروت، لبنان، (۲ جلدی).

۴۱. تأویل مختلف الحدیث، ابن‌قتیبه دینوری، أبو محمد عبدالله بن مسلم، متوفای ۲۷۶ هجری قمری، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان.

۴۲. تذکرة الحفاظ، ذهبی، شمس‌الدین أبوعبداللّٰه محمد بن أحمد (۶۷۳ - ۷۴۸ هجری قمری)، دارالکتب العلمیة، محقق: شیخ زکریا عمیرات، چاپ دوم، ۱۴۲۸ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۴ جلد در ۳ مجلد).

۴۳. تذکرة الخواص، سبط بن جوزی، أبومظفر یوسف بن فرغلي بغدادي (۵۸۱- ۶۵۴ هجری قمری)، مؤسسه اهل البیت، ۱۴۰۱ هجری قمری، بیروت، لبنان.

۴۴. تجارب الأمم و تعاقب الهمم، ابن‌مسکویه، أبوجعفر أحمد بن محمد بن یعقوب مسکویه، متوفای ۴۲۱ هجری قمری، محقق: سید کسروي حسن، دارالکتب العلمیة، چاپ اول، ۱۴۲۴ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۷ جلد در ۴مجلد).

۴۵. تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي، المبارکفوري، أبوالعلا محمد عبدالرحمن، متوفای ۱۳۵۳ هجری قمری، دار إحیاء التراث العربي، چاپ دوم، ۱۴۳۰ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۱۱ جلدی).

۴۶. تفسیر الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل و عیون الأقاویل في وجوه التأویل، زمخشری، أبوالقاسم محمود بن عمر (۴۶۷ - ۵۳۸ هجری قمری)، محقق: محمد عبدالسلام شاهین، دارالکتب العلمیة، چاپ اول، ۱۴۱۵ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۴ جلدی).

۴۷. تفسیر القرآن العظیم، ابن‌کثیر، عمادالدین أبوالفداء إسماعیل بن عمر دمشقي شافعي (۷۰۱ - ۷۷۴ هجری قمری)، دارالمعرفة، چاپ اول، ۱۴۰۶ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۴ جلدی).

۴۸. تفسیر القمي، قمی، ابوالحسن علی بن ابراهیم، متوفای ۳۲۹ هجری قمری، محقق: سید طیب موسوی جزائری، منشوریت مکتبة الهدی، نجف، عراق، (۲ جلدی).

۴۹. تفسیر العیاشي، عیاشی، أبونصر محمد بن مسعود بن محمد بن عیاش السلمي السمرقندي، تحقیق: سید هاشم رسولی محلاتی، المکتبة العلمیة الإسلامیة، تهران، ایران، (۲ جلدی).

۵۰. التفسیر الکبیر، فخر رازی، محمد بن عمر بن حسین رازی (۵۴۴ - ۶۰۶ هجری قمری)، مکتب الأعلام الإسلامي، چاپ چهارم، ۱۴۱۳ هجری قمری، (۳۲ جلد در ۱۶ مجلد).

۵۱. تقریب التهذیب، ابن‌حجر عسقلانی شافعی، شهاب‌الدین ابوالفضل أحمد بن علي (۷۷۳- ۸۵۲ هجری قمری)، محقق: عبدالوهاب عبداللطیف، دارالمعرفة، چاپ دوم، ۱۳۹۵ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۲ جلدی).

۵۲. تقریب المعارف، ابوصلاح حلبی، تقی بن نجم حلبی (۳۷۴ - ۴۴۷ هجری قمری)، محقق: فارس تبریزیان الحسون، ۱۴۱۷ هجری قمری.

٥٣. التمهيد، ابن‌عبدالبر، جمال‌الدين أبوعمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر بن عاصم نمری قرطبی مالکی، متوفای ۴٦۳ هجری قمری، محقق: مصطفى بن أحمد العلوي و محمد عبدالكبير البكري، وزارة عموم الأوقاف و الشؤون الإسلامية، ۱۳۸۷ هجری قمری، مغرب، (۲۴ جلدی).

٥٤. التنبيه و الأشراف، مسعودی، أبوالحسن علي بن حسين هذلي بغدادي شافعی، متوفای ۳۴٦ هجری قمری، محقق: عبدالله إسماعيل الصاوي، دارالصاوي للطبع و النشر و التأليف، قاهره، مصر.

٥٥. تهذيب التهذيب، ابن‌حجر عسقلانی شافعی، شهاب الدين أبوالفضل أحمد بن علي (۷۷۳ - ۸۵۲ هجری قمری)، دارالفكر، چاپ اول، ۱۴۰۴ هجری قمری، بيروت، لبنان، (۱۴ جلدی).

٥٦. تهذيب الكمال في أسماء الرجال، مزّی، جمال‌الدين ابوالحجاج يوسف بن عبدالرّحمن دمشقی، (٦۵۴ - ۷۴۲ هجری قمری)، محقق: أحمد علی عبيد و حسن احمد آغا; دارالفكر، ۱۴۱۴ هجری قمری، بيروت، لبنان، (۲۲جلدی).

٥٧. الثقات، ابن‌حبان، أبوحاتم محمد بن حبان بن أحمد، متوفای ۳۵۴ هجری قمری، دارالفكر للطباعة و النشر و التوزيع، چاپ اول، ۱۳۹۵ هجری قمری، بيروت، لبنان، (۹ جلدی).

٥٨. الجامع لأحكام القرآن، قرطبی، ابوعبدالله محمد بن احمد، متوفای ٦۷۱ هجری قمری، محقق: عبدالحميد هنداوی، المكتبة العصرية، ۱۴۲۷ هجری قمری، بيروت، لبنان، (۱۰جلدی)

٥٩. جامع بيان العلم و فضله، ابن‌عبدالبر، جمال‌الدين أبوعمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر بن عاصم نمری قرطبی مالکی، متوفای ۴٦۳ هجری قمری، دارالكتب العلمية، ۱۳۹۸ هجری قمری، بيروت، لبنان، (۲جلدی).

٦٠. جامع البيان عن تأويل آي القرآن، أبوجعفر محمد بن جرير طبری (۲۲۴ - ۳۱۰ هجری قمری)، محقق: صدقي جميل العطار، دارالفكر للطباعة و النشر و التوزيع، ۱۴۱۵ هجری قمری، بيروت، لبنان، (۱۵ جلدی).

٦١. الجمل و النصرة لسيّد العترة في حرب البصرة، شيخ مفيد، أبوعبدالله محمد بن محمد بن النعمان (۳۳٦ - ۴۱۳ هجری قمری)، محقق: سيد علی ميرشريفی، مكتب الإعلام الإسلامي، چاپ اول، ۱۴۱۳ هجری قمری، قم، ايران.

٦٢. حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، ابونعيم اصفهانی، أحمد بن عبدالله، متوفای ۴۳۰ هجری قمری، دارالفكر، ۱۴۱٦ هجری قمری، بيروت، لبنان، (۱۰ جلدی).

٦٣. حياة الإمام الحسين بن علي، باقر شريف قرشی، معاصر، مؤسسة الإسلامية للبحوث و المعلومات، چاپ دهم، ۱۴۲۷ هجری قمری، قم، ایران، (۳جلدی).

٦٤. حياة الحيوان الكبرى، دمیری، کمال الدین محمد بن موسی بن عیسی (۷۴۲ - ۸۰۸ هجری قمری)، دارالفکر للطباعة و النشر و التوزیع، ۱۴۲۹ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۲ جلدی).

٦٥. حياة الشيخ المفيد، سلسله مؤلفات شیخ مفید، سید حسن امین، سید عبدالعزیز طباطبایی، محمد رضا جعفری، دارالمفید، چاپ دوم، ۱۴۱۴ هجری قمری، بیروت، لبنان.

٦٦. الخصال، شیخ صدوق، محمد بن علي بن الحسين بن بابويه القمي، متوفای ۳۸۱ هجری قمری، مترجم: مدرس گیلانی، سازمان چاپ و انتشارات جاویدان، ایران.

٦٧. خصائص أميرالمؤمنين، نسائی شافعی، أبوعبدالرحمن أحمد بن شعیب (۲۱۵ - ۳۰۳)، محقق: محمد حسن مدرس فتحی، مؤسسة الآفاق، چاپ اول، ۱۴۲۲ هجری قمری، طهران، ایران.

٦٨. الدر المنثور في التفسير بالمأثور، سیوطی شافعی، جلال الدين عبدالرحمن بن أبي‌بكر (۸۰۹ - ۹۱۱هجری قمری)، مصحح: شیخ نجدت نجیب، دار إحياء التراث العربي، چاپ اول،۱۴۲۱هجری قمری، بیروت، لبنان، (۸جلدی).

٦٩. الدر النظيم في مناقب الأئمه اللهاميم، شامی، جمال‌الدين يوسف بن حاتم (از اعلام قرن ۷ هجری قمری)، مؤسسه نشر اسلامی، چاپ دوم، ۱۴۳۱ هجری قمری، قم، ایران.

٧٠. دلائل الصدق لنهج الحق، مظفر، شیخ محمد حسن (۱۳۰۱ - ۱۳۷۵ هجری قمری)، مؤسسة آل‌البيت لأحياء التراث، چاپ اول، ۱۴۲۲ هجری قمری، دمشق، سوریه، (۸ جلدی).

٧١. دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة، بیهقی شافعی، أبوبكر أحمد بن حسين (۳۸۴ - ۴۵۸ هجری قمری)، محقق: دکتر عبدالمعطي قلعجي، دارالكتب العلمية، چاپ سوم، ۱۴۲۹ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۷جلدی).

٧٢. الذريعة إلى تصانيف الشيعة، آغا بزرگ طهرانی، محمد محسن، متوفای ۱۳۸۹ هجری قمری، مؤسسة إسماعيليان للطباعة و النشر و التوزيع، قم، ایران، (۲۶ جلدی).

٧٣. ربيع الأبرار و نصوص الأخبار، زمخشری، أبوالقاسم محمود بن عمر (۴۶۷ - ۵۳۸ هجری قمری)، محقق: عبدالأمير مهنا، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، چاپ اول، ۱۴۱۲ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۵ جلدی).

٧٤. الرجال، برقی، ابوجعفر احمد بن محمد، متوفای ۲۷۴ هجری قمری، انتشارات دانشگاه تهران، چاپ دوم، ۱۳۸۳ هجری شمسی، تهران، ایران.

۷۵. روح المعاني في تفسير القرآن العظيم و السبع المثاني، آلوسی، شهاب‌الدين أبوالثناء سيد محمود بن عبداللّٰه (۱۲۱۷-۱۲۷۰)، محقق: محمد احمد الأمد و عمر عبدالسلام السلامي، دارإحياء التراث العربي، چاپ اول، ۱۴۲۰ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۳۰ جلد در ۱۵ مجلد).

۷٦. الرياض النضرة في مناقب العشرة، محب طبری، ابوجعفر احمد، متوفای ۶۹۴ هجری قمری، دارالکتب العلمية، چاپ دوم، ۱۴۲۴ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۴ جلد در ۱ مجلد).

۷۷. سبل الهدی و الرشاد في سيرة خير العباد، صالحی شامی، شمس‌الدين أبوعبداللّٰه محمّد بن يوسف، متوفای ۹۴۲ هجری قمری، محقق: عادل احمد عبدالموجود و علی محمد معوض، دارالکتب العلمية، چاپ سوم، ۱۴۳۴ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۱۴ جلدی).

۷۸. سنن ابن‌ماجة، ابن‌ماجه قزوینی، أبوعبداللّٰه محمد بن يزيد (۲۰۷ – ۲۷۳ هجری قمری)، دار ابن‌الجوزي، چاپ اول، ۱۴۳۲ هجری قمری، قاهره، مصر.

۷۹. سنن أبي‌داود، ابوداود سجستانی، سليمان بن اشعث (۲۰۲ - ۲۷۵ هجری قمری)، دار ابن-الجوزي، چاپ اول، ۱۴۳۲ هجری قمری، قاهره، مصر.

۸۰. سنن الترمذي (الجامع الصحيح)، أبوعيسی محمد بن عيسی بن سورة (۲۰۹ - ۲۷۹ هجری قمری)، دار ابن الجوزي، چاپ اول، ۱۴۳۲ هجری قمری، قاهرة، مصر.

۸۱. سنن الدارمي، دارمی، عبداللّٰه بن عبدالرحمن (۱۸۱ - ۲۵۵ هجری قمری)، محقق: فواز أحمد زمرلی و خالد السبع العليمي، دار الکتاب العربي، چاپ اول، ۱۴۰۷ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۲ جلدی).

۸۲. السنن الکبری، بیهقی، أبوبکر أحمد بن الحسين، متوفای ۴۵۸ هجری قمری، دارالفکر، چاپ اول، ۱۴۱۹ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۱۵ جلدی).

۸۳. السنن الکبری، نسائی شافعی، أبوعبدالرحمن أحمد بن شعيب (۲۱۵ – ۳۰۳ هجری قمری)، محقق: حسن عبدالمنعم شلبي، الرسالة العالمية، چاپ دوم، ۱۴۳۲ هجری قمری، دمشق، سوریه، (۱۲ جلدی).

۸٤. سنن النسائي، نسائی شافعی، أبوعبدالرحمن أحمد بن شعيب (۲۱۵ - ۳۰۳)، محقق: شيخ خليل بن مأمون شيحا، دارالمعرفة، چاپ اول، ۱۴۲۸ هجری قمری، بیروت، لبنان.

۸۵. السنة، ابن‌أبي‌عاصم، أبي‌بکر أحمد بن عمرو بن بن أبي‌عاصم، متوفای سال ۲۸۷ هجری قمری، محقق: باسم بن فيصل الجوابرة، دارالصميعي للنشر و التوزيع، ۱۴۱۹ هجری قمری، رياض، عربستان، (۲جلدی).

۸۶. سیر أعلام النبلاء، ذهبی، محمد بن احمد (۶۷۳ - ۷۴۸ هجری قمری)، محقق: شعیب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة، چاپ یازدهم، ۱۴۱۷هجری قمری، بیروت، لبنان، (۲۵ جلدی).

۸۷. السیرة الحلبیة في سیرة الأمین المأمون، حلبی شافعی، علي بن برهان‌الدین (۹۷۵ – ۱۰۴۴ هجری قمری)، توزیع: دارالباز للنشر و التوزیع مکة المکرمة، ۱۴۰۰ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۳جلدی).

۸۸. السیرة النبویة، ابن‌هشام، عبدالملك بن هشام بن أیوب، محقق: مصطفی السقا و إبراهیم الأبیاري و عبدالحفیظ الشلبي، دار احیاء التراث العربي، بیروت، لبنان، (۴ جلدی).

۸۹. شذرات الذهب في أخبار من ذهب، ابن‌عماد حنبلی، أبي‌الفلاح عبدالحي بن العماد، متوفای ۱۰۸۹ هجری قمری، دارالفکر للطباعة و النشر و التوزیع، بیروت، لبنان، (۸ جلدی).

۹۰. شرح صحیح مسلم، نووی، محیي الدین أبي‌زکریاء یحیی بن شرف النووي (۶۳۱-۶۷۶هجری قمری)، با مقدمه الدکتور وهبة الزحیلي، المکتبة العصریة، ۱۴۲۸ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۷ جلدی).

۹۱. شرح المقاصد، تفتازانی، مسعود بن عمر بن عبدالله (۷۲۲ - ۷۹۳ هجری قمری)، محقق: إبراهیم شمس الدین، دارالکتب العلمیة، چاپ اول، ۱۴۲۲ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۳ جلدی).

۹۲. شرح نهج البلاغة، ابن‌ابی‌الحدید، أبوحامد عبدالحمید بن هبةالله (۵۸۶ - ۶۵۶هجری قمری)، محقق: محمد ابوالفضل ابراهیم، دار إحیاء الکتب العربیة،چاپ دوم، ۱۳۸۵ هجری قمری، (۲۰ جلدی).

۹۳. الشفا بتعریف حقوق المصطفی، یحصبی، أبي‌الفضل عیاض بن موسی الیحصبي (۴۷۶-۵۴۴ هجری قمری)، محقق: عبده علي کوشك، دارالفیحاء، چاپ اول، ۱۴۲۰ هجری قمری، بیروت، لبنان.

۹۴. الشمائل المحمدیة، ترمذی، أبوعیسی محمد بن عیسی بن سورة (۲۰۹ - ۲۷۹ هجری قمری)، محقق: سید عباس الجلیمي، مؤسسة الکتب الثقافیة، چاپ اول، ۱۴۱۲ هجری قمری، بیروت، لبنان.

۹۵. الصحاح تاج اللغة و صحاح العربیة، جوهری، اسماعیل بن حماد، متوفای ۳۹۳ هجری قمری، محقق: أحمد عبدالغفور عطار، دارالعلم للملایین، چاپ چهارم، ۱۹۹۰ میلادی، بیروت، لبنان، (۶ جلدی).

۹۶. صحیح ابن‌حبان، ابن‌حبان، أبوحاتم محمد بن حبان بن أحمد، متوفای ۳۵۴ هجری قمری، ترتیب: علی بن بلبان فارسی، دارالفکر للطباعة و النشر و التوزیع، چاپ اول، ۱۴۱۷ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۲ جلدی).

۹۷. صحیح البخاري، أبوعبداللّٰه محمد بن إسماعیل (۱۹۴-۲۵۶ هجری قمری)، محقق: أحمد زهوة و أحمد عناية، دار الكتاب العربي، بیروت، لبنان.

۹۸. صحیح مسلم، مسلم بن حجّاج نیسابوری، متوفای ۲۶۱ هجری قمری، محقق: شیخ خلیل بن مأمون شیحا، دارالمعرفة، چاپ دوم، ۱۴۲۸ هجری قمری، بیروت، لبنان.

۹۹. الصحیح من سیرة الإمام علي، عاملی، سید جعفر مرتضی، المرکز الإسلامي للدراسات، چاپ دوم، ۱۴۳۰ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۵۳ جلدی).

۱۰۰. الصحیح من سیرة النبيّ الأعظم، عاملی، سید جعفر مرتضی، دارالحدیث، چاپ اول، ۱۴۲۶ هجری قمری، قم، ایران، (۳۴ جلدی).

۱۰۱. صلح الحسن، شیخ راضی آل یاسین، متوفای ۱۳۷۲ هجری قمری، منشوریِت ناصر خسرو، چاپ دوم، ۱۳۹۸ هجری قمری، بیروت، لبنان.

۱۰۲. الصواعق المحرقة في الرّد علی أهل البدع و الزندقة، هیتمی، أحمد بن حجر الهیتمي الأنصاري المکي، متوفای ۹۷۴ هجری قمری، محقق: کمال مرعی و محمد ابراهیم، المكتبة العصرية، بیروت، لبنان.

۱۰۳. الضعفاء الکبیر، عقیلی، أبي‌جعفر محمد بن عمرو بن موسی بن حماد العقیلي المکي، متوفای ۳۲۲ هجری قمری، محقق: الدکتور عبدالمعطی أمین قلعجي، دارالکتب العلمية، چاپ اول، ۱۴۰۴ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۴جلدی).

۱۰۴. طبقات الحنابلة، ابن ابي‌یعلی، أبي‌الحسین محمد بن أبي یعلی (۴۵۱ - ۵۲۶ هجری قمری)، دارالمعرفة، بیروت، لبنان، (۴ جلدی).

۱۰۵. الطبقات الکبری، ابن‌سعد، أبوعبداللّٰه محمد بن سعد بن منیع بصری زهری (۱۶۸- ۲۳۰ هجری قمری)، دار صادر، چاپ اول، بیروت، لبنان، (۹جلدی).

۱۰۶. الطرائف في معرفة مذاهب الطوائف، سید بن طاووس، علی بن موسی، متوفای ۶۶۴ هجری قمری، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، چاپ اول، ۱۴۲۰ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۲ جلدی).

۱۰۷. العقد الفرید، ابن‌عبدربه اندلسی، ابوعمر احمد بن محمد (۲۴۶ - ۳۲۸ هجری قمری)، دار الکتاب العربي، چاپ سوم، ۱۳۸۴ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۷ جلدی).

۱۰۸. علل الشرائع، شیخ صدوق، ابوجعفر محمد بن علی، متوفای ۳۸۱ ہجری قمری، منشوریت مکتبة الداوري، قم، ایران.

۱۰۹. عمدة القاري شرح صحیح البخاري، عینی حنفی، بدرالدین أبومحمد بن أحمد بن موسی (۷۶۲ - ۸۵۵ ہجری قمری)، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، لبنان، (۲۵ جلد در ۱۲ مجلد).

۱۱۰. عیون الأخبار، ابن‌قتیبه دینوری، أبو محمد عبداللّٰه بن مسلم، متوفای ۲۷۶ ہجری قمری، دارالکتب العلمیة، چاپ سوم، ۱۴۲۴ ہجری قمری، بیروت، لبنان، (۴ جلدی در ۲ مجلد).

۱۱۱. عیون أخبار الرضا، شیخ صدوق، أبوجعفر محمد بن عليّ بن حسین بن موسی بن بابویه قمي، متوفای ۳۸۱ ہجری قمری، کتابفروشی طوس، چاپخانه زندگی، چاپ دوم، شهریور ۱۳۶۳ہجری شمسی، قم، ایران، (۲ جلد در ۱ مجلد).

۱۱۲. الغارات، ثقفی أبواسحاق إبراهیم بن محمد، متوفای ۲۸۳ ہجری قمری، محقق: السیّد عبدالزهراء الحسیني الخطیب، دارالأضواء، چاپ اول، ۱۴۰۷ ہجری قمری، بیروت، لبنان.

۱۱۳. الغدیر في الکتاب و السنة و الأدب، علامه امینی، عبدالحسین احمد، مرکز الغدیر للدراسات الإسلامیة، چاپ اول، ۱۴۱۶ ہجری قمری، قم، ایران، (۱۳ جلدی).

۱۱۴. فتح الباري بشرح صحیح البخاري، ابن‌حجر عسقلانی شافعی، أبوالفضل أحمد بن علی (۷۷۳ - ۸۵۲ ہجری قمری)، دارالریان للتراث، چاپ اول، ۱۴۰۷ ہجری قمری، قاهره، مصر، (۱۳ جلدی).

۱۱۵. الفتوح، أبومحمد أحمد بن أعثم کوفی، متوفای ۳۱۴ ہجری قمری، دارالکتب العلمیه، چاپ اول، ۱۴۰۶ ہجری قمری، بیروت، لبنان، (۸ جلد در ۴ مجلد).

۱۱۶. الفصول المختارة من العیون و المحاسن، سلسله مؤلفات شیخ مفید، أبوعبداللّٰه محمد بن محمد بن نعمان (۳۳۶ - ۴۱۳ ہجری قمری)، محقق: سیدعلی میرشریفی، دارالمفید، چاپ دوم، ۱۴۱۴ ہجری قمری، بیروت، لبنان.

۱۱۷. قاموس الرجال، علامه شوشتری، محمدتقی، دفتر انتشارات اسلامی جامعه مدرسین حوزه علمیه قم، چاپ دوم، ۱۴۱۰ ہجری قمری، قم، ایران،(۱۲جلدی).

۱۱۸. لسان المیزان، ابن‌حجر عسقلانی شافعی، شهاب الدین أبوالفضل أحمد بن علی (۷۷۳ - ۸۵۲ ہجری قمری)، محقق: الشیخ عادل أحمد عبدالموجود و الشیخ علي محمد معوض، دارالکتب العلمیة، چاپ اول، ۱۴۱۶ ہجری قمری، بیروت، لبنان، (۷ جلدی).

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۱۹. کشف المشکل من حدیث الصحیحین، ابن‌جوزی، أبوالفرج عبدالرحمن بن علی، متوفای ۵۹۷ هجری قمری، محقق: علی حسین البواب، دار الوطن للنشر، چاپ اول، ۱۴۱۸ هجری قمری، ریاض، عربستان، (۴ جلدی).

۱۲۰. کنزالعمال في سنن الأقوال و الأفعال، متقی هندی، علاءالدین علی متقی بن حسام‌الدین (۸۸۸ - ۹۷۵ هجری قمری)، محقق: شیخ بکری حیانی و شیخ صفوة السقا، مؤسسة الرسالة، چاپ پنجم، ۱۴۰۵ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۱۸جلدی).

۱۲۱. الکافي، کلینی، محمد بن یعقوب، متوفای ۳۲۸ یا ۳۲۹ هجری قمری، محقق: علی‌اکبر غفاری، دارالکتب الإسلامیة، چاپ سوم، ۱۳۸۸ هجری قمری، تهران، ایران (۸ جلدی).

۱۲۲. کتاب سلیم بن قیس الهلالي، أبوصادق سلیم بن قیس، متوفای ۷۶ هجری قمری، محقق: محمد باقر انصاری، انتشارات دلیل ما، چاپ پنجم، ۱۴۲۸ هجری قمری، قم، ایران، (۳ جلدی).

۱۲۳. کشف الريبة في أحکام الغيبة، شهید ثانی، شیخ زین الدین جبل العاملي، متوفای ۹۶۵ هجری قمری، جمعیة المعارف الإسلامیة الثقافیة، چاپ اول، ۱۴۲۱ هجری قمری، بیروت، لبنان.

۱۲۴. کشف الغمة في معرفة الأئمة، محقق اربلی، أبوالحسن علي بن عیسی، متوفای ۶۹۲ هجری قمری، دارالکتاب الإسلامي، بیروت، لبنان، (۳ جلدی).

۱۲۵. الکشف و البیان، ثعلبی، أبواسحاق أحمد بن محمد، متوفای ۴۲۷ هجری قمری، محقق: أبومحمد بن عاشور، دار إحیاء التراث العربي، چاپ اول، ۱۴۲۲ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۱۰ جلدی).

۱۲۶. لسان العرب، ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الإفریقي المصري، متوفای ۷۱۱ هجری قمری، دارالفکر للطباعة و النشر و التوزیع، بیروت، لبنان، (۱۵ جلدی).

۱۲۷. الکامل في التاریخ، ابن‌اثیر جزری شافعی، عزالدین أبوالحسن علي بن أبي‌الکرم (۵۵۵ - ۶۳۰ هجری قمری)، محقق: علی شیری، دار إحیاء التراث العربي، چاپ اول، ۱۴۰۸ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۷ جلدی).

۱۲۸. المبسوط، سرخسی حنفی، أبوبکر محمد بن أبي‌سهل، متوفای ۴۸۳ هجری قمری، دارالمعرفة، ۱۴۰۶ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۳۱ جلد در ۱۶ مجلد).

۱۲۹. مجمع الزوائد و منبع الفوائد، هیثمی شافعی، أبوالحسن علي بن أبي‌بکر (۷۳۵ - ۸۰۷ هجری قمري)، دارالکتب العلمیة، ۱۴۰۸ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۱۰ جلدی).

۱۳۰. مجموعه رسائل امام غزالی، سرّ العالمین و کشف ما في الدارین، متوفای ۵۰۵ هجری قمری، مصحح: ابراهیم امین احمد، مکتب توفیقیة، قاهره، مصر.

۱۳۱. محاضرات الأدباء و محاورات الشعراء و البلغاء، راغب اصفهانی، أبوالقاسم حسین بن محمد بن مفضل، متوفای ۵۰۲ هجری قمری، محقق: سجیع الجبیلی، دارالکتب العلمیة، چاپ اول، بیروت، لبنان، (۳ جلدی).

۱۳۲. المحلّی، ابن‌حزم، أبومحمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم ظاهری اندلسی قرطبی (۳۸۴ – ۴۵۶ هجری قمری)، تحقیق لجنة إحیاء التراث العربي، دارالآفاق الجدیدة، بیروت، لبنان، (۱۱ جلد در ۸ مجلد).

۱۳۳. مرآة الزمان في تواریخ الأعیان، سبط بن جوزی، أبومظفر یوسف بن فرغلي بغدادي (۵۸۱ - ۶۵۴ هجری قمری)، محقق: محمد برکات و کامل خروط و عمارؓ ریحاوی، الرسالة العالمیة، چاپ اول، ۱۴۳۴ هجری قمری، دمشق، سوریه، (۲۲ جلدی).

۱۳۴. مروج الذهب و معادن الجوهر، مسعودی، أبوالحسن علي بن حسین هذلي بغدادی شافعی، متوفای ۳۴۶ هجری قمری، محقق: دکتر مفید محمد قمیحه، دارالکتب العلمیة چاپ اول، بیروت، لبنان، (۴ جلدی).

۱۳۵. مستدرکات علم رجال الحدیث، شیخ علی نمازی شاهرودی (۱۳۳۳ - ۱۴۰۵ هجری قمری)، شفق، چاپ اول، ۱۴۱۲ هجری قمری، تهران، ایران، (۸ جلدی).

۱۳۶. المستدرك علی الصحیحین، حاکم نیشابوری، أبوعبدالله محمد بن عبدالله (۳۲۱ - ۴۰۵ هجری قمری)، محقق: مصطفی عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیة، چاپ دوم، ۱۴۲۲هجری قمری، بیروت، لبنان، (۵ جلدی).

۱۳۷. مسند أبي‌یعلی الموصلي، أبویعلی أحمد بن علی بن المثنی (۲۱۰ - ۳۰۷ هجری قمری)، محقق: مصطفی عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیة، چاپ اول، ۱۴۱۸ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۷ جلدی).

۱۳۸. المسند، احمد بن محمد بن حنبل (۱۶۴-۲۴۱ هجری قمری)، دار صادر، بیروت، (۶ جلدی).

۱۳۹. مسند الشامیین، طبرانی، أبوالقاسم سلیمان بن احمد (۲۶۰ - ۳۶۰ هجری قمری)، محقق: حمدي عبدالمجید السلفي، مؤسسة الرسالة، چاپ دوم، ۱۴۱۷ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۴ جلدی).

۱۴۰. المصنّف، عبدالرزاق صنعانی، أبوبکر عبدالرزاق بن همام صنعانی (۱۲۶ - ۲۱۱ هجری قمری)، محقق: حبیب الرحمن اعظمی، منشوریت المجلس العلمي، بیروت، لبنان، (۱۲ جلدی).

١٤١. المصنّف في الأحاديث و الآثار، ابن‌أبي‌شيبة، عبداللّٰه بن محمد، متوفای ۲۳۵ هجری قمری، دارالفکر، محقق: سعید محمد اللحام، چاپ اول، ۱۴۰۹ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۸ جلدی).

١٤٢. مقاتل الطالبيين، أبوالفرج اصفهانی، علی بن حسین بن محمد (۲۸۴ – ۳۵۶ هجری قمری)، محقق: کاظم مظفر، منشوريت الرضي، چاپ دوم، ۱۴۰۵ هجری قمری، قم، ایران.

١٤٣. المعارف، ابن‌قتيبه دينوری، ابومحمد عبداللّٰه بن مسلم، متوفای ۲۷۶ هجری قمری، محقق: ثروت عکاشه، منشوريت الشريف الرضي، چاپ اول، ۱۴۱۵ هجری قمری، قم، ایران.

١٤٤. معجم البلدان، حموی، أبوعبداللّٰه ياقوت بن عبداللّٰه، متوفای ۶۲۶ هجری قمری، دار إحياء التراث العربي، ۱۳۹۹ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۵ جلدی).

١٤٥. معجم رجال الحديث و تفصيل طبقات الرواة، خوئی، سید ابوالقاسم، منشوريت مدينة العلم، قم، ایران، (۲۳ جلدی).

١٤٦. المعجم الأوسط، طبرانی، أبوالقاسم سليمان بن احمد (۲۶۰ - ۳۶۰ هجری قمری)، محقق: محمد حسن اسماعيل شافعی، دارالکتب العلمية، چاپ اول، ۱۴۲۰ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۷ جلدی).

١٤٧. المعجم الكبير، طبرانی حنبلی، أبوالقاسم سليمان بن احمد (۲۶۰ - ۳۶۰ هجری قمری)، محقق: حمدی عبدالمجيد، دار إحياء التراث العربي، چاپ دوم، (۲۵ جلدی).

١٤٨. معرفة الصحابة، ابونعيم اصفهانی، أحمد بن عبداللّٰه، متوفای ۴۳۰ هجری قمری، محقق: محمد حسن إسماعيل و عبدالحميد السعدني، دارالکتب العلميه، چاپ اول، ۱۴۲۲هجری قمری، بیروت، لبنان، (۵ جلدی).

١٤٩. المغازي، واقدی، محمد بن عمر، متوفای ۲۰۷ هجری قمری، محقق: دکتر مارسدن جونس، عالم الکتب،چاپ سوم، ۱۴۰۳ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۳ جلدی).

١٥٠. الملل و النحل، شهرستانی شافعی، محمد بن عبدالکريم (۴۷۹ - ۵۴۸ هجری قمری)، محقق: محمد بن فتح اللّٰه بدران، منشوريت الشريف الرضي، چاپ سوم، ۱۳۶۴ هجری شمسی، قم، ایران، (۲ جلد در یک مجلد).

١٥١. مكارم الأخلاق، طبرسی، أبونصر الحسن بن الفضل الطبرسي، متوفای ۵۴۸ هجری قمری، منشوريت المطبعة الحيدرية، ۱۳۹۱ هجری قمری، نجف، عراق.

١٥٢. المنار، محمد رشيد رضا، (۱۲۸۲- ۱۳۵۴ هجری قمری)، محقق: فؤاد سراج عبدالغفار، المکتبة التوفيقية، قاهره، مصر، (۱۲ جلدی).

۱۵۳. مناقب آل‌أبي‌طالب، ابن‌شهرآشوب مازندرانی، أبوجعفر رشیدالدین محمد بن علی بن شهر آشوب، متوفای ۵۸۸ هجری قمری، مؤسسه انتشارات علامه، قم، ایران، (۴ جلدی).

۱۵۴. المناقب، خوارزمی، الموفق بن أحمد بن محمد المكي، متوفای ۵۶۸ هجری قمری، محقق: شیخ مالک محمودی، مؤسسة النشر الإسلامي، چاپ پنجم، ۱۴۲۵ هجری قمری، قم، ایران.

۱۵۵. المنتظم في تواريخ الملوك و الأمم، ابن‌جوزی، أبوالفرج عبدالرحمن بن علی، متوفای ۵۹۷ هجری قمری، محقق: دکتر سهیل زکار، دارالفکر، ۱۴۱۵ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۱۳ جلدی).

۱۵۶. من لا يحضره الفقيه، شیخ صدوق، أبوجعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویه قمی، متوفای ۳۸۱ هجری قمری، تحقیق و تعلیق: سید حسن موسوی خرسان، دارالکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ هجری قمری، تهران، ایران، (۴ جلدی).

۱۵۷. المواقف، ایجی، قاضی عضدالدین عبدالرحمن، متوفای ۷۵۶ هجری قمری، محقق: عبدالرحمن عمیرة، دارالجیل، چاپ اول، ۱۴۱۸ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۳ جلدی).

۱۵۸. موسوعة سيرة أهل البيت، باقر شريف القرشي، محقق: مهدی باقر القرشي، دار المعروف، چاپ اول، ۱۴۳۰ هجری قمری، قم، ایران، (۴۰ جلدی).

۱۵۹. موسوعة الشريف المرتضى (الشافي في الإمامة)، سید مرتضی، علم الهدى علي بن حسین (۳۵۵ - ۴۳۶ هجری قمری)، مؤسسة التاريخ العربي، چاپ اول، ۱۴۳۳ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۲۲ جلدی).

۱۶۰. الموضوعات، ابن‌جوزی، أبوالفرج عبدالرحمن بن علی (۵۱۰ - ۵۹۷ هجری قمری)، محقق: عبدالرحمن محمد عثمان، دارالفکر، چاپ دوم، ۱۴۰۳ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۳ جلدی).

۱۶۱. نظم درر السمطين في فضائل المصطفى و المرتضى و البتول و السبطين، زرندی حنفی، جمال الدین محمد بن یوسف (۶۹۳ - ۷۵۰ هجری قمری)، محقق: حسين الحسني البيرجندي، المجمع العالمي لأهل البيت:، چاپ دوم، ۱۴۳۳ هجری قمری، بیروت، لبنان.

۱۶۲. النهاية في غريب الحديث و الأثر، ابن‌اثیر جزری، أبوالسعادات مبارك بن محمد (۵۴۴ - ۶۰۶ هجری قمری)، محقق: طاهر أحمد الزاوي و محمود محمد الطناحي، مؤسسه مطبوعاتی اسماعیلیان، چاپ چهارم، ۱۳۶۴ هجری شمسی، قم، ایران، (۵ جلدی).

١٦٣. نهج الحق و كشف الصدق، علامه حلی، حسن بن یوسف (۶۴۸ - ۷۲۶)، محقق: شيخ عين اللّٰه الحسني الأرموي، مؤسسة الطباعة و النشر دار الهجرة، ۱۴۲۱ هجری قمری، قم، ایران.

١٦٤. نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار من أحاديث سيد الأخيار، شوکانی، محمد بن علی، متوفای ۱۲۵۵ هجری قمری، دارالكتب العلمية، چاپ اول، ۱۴۰۳ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۸ جلد در ۴ مجلد).

١٦٥. وفيات الأعيان و أنباء أبناء الزمان، ابن‌خلکان، أبوالعباس أحمد بن محمد (۶۰۸ - ۶۸۱)، محقق: دکتر احسان عباس، دارصادر، ۱۳۹۸ هجری قمری، بیروت، لبنان، (۸ جلدی).

١٦٦. وقعة الصفين، منقری، نصر بن مزاحم، متوفای ۲۱۲ هجری قمری، محقق: عبدالسلام محمد هارون، منشوریت مكتبة آية اللّٰه العظمى المرعشي النجفي، چاپ دوم، ۱۴۰۳ هجری قمری، قم، ایران.

١٦٧. هدى الساري مقدمة فتح الباري، ابن‌حجر عسقلانی شافعی، شهاب‌الدين ابوالفضل أحمد بن علي (۷۷۳ - ۸۵۲ هجری قمری)، محقق: محب الدين الخطيب، دارالريان للتراث، چاپ اول، ۱۴۰۷ هجری قمری، قاهره، مصر.

١٦٨. اليقين، سید بن طاووس، علی بن موسی، متوفای ۶۶۴ هجری قمری، محقق: انصاری، مؤسسة دارالكتاب، چاپ اول، ۱۴۱۳ هجری قمری، قم، ایران.